ادارۃ دعوۃ الحق

خطباتِ بندیالوی

جلد ہفتم

عظمت اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم
کے موضوع پر تین سو تیرہ آیاتِ قرآنیہ
پر مشتمل بائیس تقاریر کا مجموعہ

محمد عطاء اللہ بندیالوی

نام کتاب: خطبات بندیالوی جلد ہفتم

نام مصنف: محمد عطاء اللہ بندیالوی

طبع اول: ۲۰۱۱ء

صفحات: ۶۲۴

تعداد: بائیس صد

کتابت: نصر اللہ مہر

مطبع:

قیمت:

ملنے کے پتے:

☆ شعبہ نشر و اشاعت: اشاعت التوحید والسنّت جامعہ ضیاء العلوم فاروق اعظم روڈ سرگودھا

☆ کتب خانہ رشیدیہ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

☆ مکتبہ حقانیہ جامعہ حقانیہ ڈی سی روڈ گوجرانوالا

☆ مسجد شہداء ریگل چوک مال روڈ لاہور

☆ مکتبہ فاروقیہ ہری پور روڈ بالمقابل تحصیل ہسپتال حسن ابدال

☆ جامع مسجد ذوالنورین ؓ پرانا چنیوٹ روڈ محلہ ظفر آباد جھنگ صدر

آئینہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں اپنی اس تصنیف

اصحابِ رسولؐ قرآن کے آئینے میں

کا انتساب

☆ ہر اس عالم کے نام کرتا ہوں، جس نے اپنے علم کے بل بوتے پر اصحابِ رسولؐ کی عظمت کا تحفظ اور دفاع کیا ہے۔

☆ ہر اس خطیب کے نام جس نے خطابت کی خداداد صلاحیتوں کو اس موضوع کے بیان کرنے میں صرف کیا ہے۔

☆ ہر اس مصنف کے نام جس نے اپنے قلم کی قوت سے دشمنانِ صحابہ کے تمام شبہات کا جواب دے کر صحابہ کرامؓ کی رفعتوں کو اجاگر کیا ہے۔

☆ ہر اس مناظر کے نام جس نے صحابہ کرامؓ کے دفاع میں دشمنانِ اصحابِ رسول (رضی اللہ عنہم) سے میدانِ مناظرہ میں دو دو ہاتھ کیے ہیں۔

☆ ہر اس شاعر کے نام جس نے اپنی وہبی صلاحیت کو بروئے کار لاتے ہوئے اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم کی عظمت کے ترانے لکھے ہیں۔

☆ ہر اس مومن کے نام جسے اصحابِ رسولؐ سے بے پناہ محبت، از حد پیار اور لازوال تعلق ہے۔

محمد عطاء اللہ بندیالوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرف اول

خطبات بندیالوی کی ساتویں جلد آپ کے ہاتھ میں ہے، اس سے پہلے خطبات بندیالوی کی چھ جلدیں مختلف موضوعات اور عنوانات سے مزین ہو کر منصہ شہود پر آچکی ہیں ---وہ تمام جلدیں عوام وخواص میں یکساں مقبول اور مفید ثابت ہوئیں۔

ایک سال کے قلیل عرصے میں پانچ ضخیم جلدوں (پہلی اور دوسری جلد پہلے شائع ہو چکی تھیں) کا شائع ہو کر آپ کے ہاتھوں تک پہنچنا میرے مالک و مولا ہی کا کرم اور فضل ہے۔

بڑی مدت سے میری خواہش اور دلی آرزو تھی کہ عظمت اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کے حسین اور خوبصورت موضوع پر کچھ تقاریر اور چند خطبات ترتیب دے کر علماء وطلباء اور عوام الناس تک پہنچاؤں۔ مگر اس کے ساتھ میرا خیال یہ بھی تھا کہ خطبات کا یہ مجموعہ کمزور دلائل پر مبنی اور فرسودہ رنگ میں نہ ہو--- بلکہ ایک اچھوتا اور منفرد انداز لیے ہوئے ہو۔

جمعۃ المبارک کے خطبات میں ہمیشہ سے میری یہ عادت رہی ہے کہ ایک موضوع کا انتخاب کر کے اسے سلسلہ وار کئی جمعوں میں بیان کرتا ہوں۔

آیۃ الکرسی کی تشریح و تفسیر، سورۃ الفاتحہ کی تفسیر و تفصیل، نماز کا ترجمہ و وضاحت، اسماءِ حسنیٰ کی تشریح، اسماءِ نبیؐ کی تشریح و بیان، سورۃ الکوثر کی تفسیر، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے جمعۃ المبارک کے مستقل عنوان رہے ہیں۔

آپ یہ سن کر حیران ہو جائیں گے کہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (از ولادت تا وفات) پر مشتمل عنوان ترتیب وار میں نے تقریباً چار

سالوں کے خطبات جمعہ میں مکمل کیا تھا۔ سلسلہ وار اور ترتیب وار ایک مضمون اور ایک عنوان کو بیان کیا جائے تو عوام بڑے ذوق و شوق سے اسے سنتے بھی ہیں اور آئندہ جمعہ کو مضمون کا باقی حصہ سننے کے لیے جلدی پہنچنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔

کچھ عرصہ قبل میں نے جمعۃ المبارک کے خطبات کے لیے ایک موضوع کا انتخاب کیا تھا:

اصحاب رسولﷺ قرآن کے آئینے میں

تقریباً دو سال مسلسل یہ مضمون بیان ہوتا رہا ـــــ شومیٔ قسمت کہ اس وقت خطبات جمعہ کی ریکارڈنگ کا مستقل انتظام نہیں تھا ـــــ کسی جمعہ پر تقریر ریکارڈ ہوگئی، اور کسی جمعہ پر ریکارڈنگ نہ ہوسکی۔ اس مضمون کو بیان کرتے ہوئے جو مختصر سے نوٹس میں اپنی ڈائری میں لکھ لیا کرتا تھا، ان سے مدد لے کر بائیس تقاریر پر مشتمل خطبات بندیالوی کی ساتویں جلد آپ کے ہاتھ میں ہے۔

میں نے اس جلد کو تحریر کرنے کا جب ارادہ کیا تھا تو میرا خیال تھا کہ میں عظمت اصحاب رسول رضی اللہ عنہم پر قرآن مجید کی ایک سو آیات سے استدلال کروں گا ------ مگر عظمت اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کے نظریے اور فکر کو ذہن میں رکھ کر میں نے جب قرآن مجید کا مطالعہ کیا تو ایسے محسوس ہوا کہ عرش کے مالک نے فرش کی ان عظیم ہستیوں کی تعریف و توصیف اور عظمتوں کے بیان کرنے میں اپنی صفت سخاوت کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے --- اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں جگہ جگہ اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کے ایمان و تقویٰ، ان کے ایثار و قربانی، ان کے جہاد و انفاق، ان کی ہجرت و شہادت، ان کے صبر و استقلال، ان کی جرأت و استقامت، ان کی خشیت و اطاعت، ان کی دینی حمیت

وغیرت، ان کے لیے اپنی رضا و خوشنودی کے اعلان اور جنت کے وعدے، ان کے دلوں میں محبت الٰہی، سرفروشی، کائنات کے تاجدار سے ان کا تعلق و پیار، ان کے لیے فتح و نصرت کے اعلان، ان کے لیے مغفرت و رحمت کے فرمان، ان کے لیے فوز و فلاح کے وعدے، ان کی صداقت و امانت کی گواہی، ان کی رشد و ہدایت کی شہادت، ان کی شجاعت و سخاوت کی تعریف، ان کی باہمی الفت و محبت کا بیان، کفار پر ان کی شدت کا بیان، ان کے دلوں پر تسکین و اطمینان کا نزول، ان کے ایمان کو معیار ایمان کا درجہ دینا اور کفر و نفاق اور فسق و فجور سے ان کی بیزاری کے تذکرے فرمائے ہیں۔

میں نے اختصار سے کام لیتے ہوئے اور اصحاب بدر کی تعداد کو سامنے رکھتے ہوئے تین سو تیرہ آیات قرآنیہ سے عظمت اصحاب رسول رضی اللہ عنہم پر استدلال کیا ہے۔

یہ حقیقت اپنی جگہ پر اٹل اور نا قابل تردید ہے کہ اصحاب رسول رضی اللہ عنہم تاریخی شخصیت نہیں (کہ ان کو تاریخ کی کتب میں دیکھا اور پرکھا جائے) بلکہ وہ قرآنی شخصیات ہیں، اس لیے انھیں ہمیشہ قرآن کے آئینے میں دیکھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

ایک عارف باللہ کا یہ قول کتنا مبنی بر حقیقت اور خوبصورت ہے کہ اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کے معاملے میں گندی مکھی بن کر انھیں تاریخ کے اوراق میں نہیں دیکھنا چاہیے، بلکہ شہد کی مکھی بن کر ان کو قرآن کے صفحات میں دیکھنا چاہیے۔

ہم یہ دیکھنے کے پابند نہیں ہیں کہ تاریخ الامم والملوک میں علامہ طبریؒ کیا کہتے ہیں --- اور البدایہ والنہایہ میں حافظ ابن کثیرؒ نے کیا لکھا ہے --- اور الکامل میں ابن اثیرؒ کی کیا رائے ہے اور ابن سعدؒ نے طبقات میں کیا تحریر کیا ہے؟ بلکہ ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ

قرآن میں دلوں کے بھید جاننے والے رب نے کیا فرمایا ہے--- اس نے اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کے دلوں کا امتحان لے کر، پرکھ کر اور ٹٹولنے کے بعد کہا ہے --- یہی متقی ہیں، یہی صادق ہیں ، یہی راشد ہیں ، یہی فلاح پانے والے ہیں ، یہی ھم المومنون حقا کے لقب سے مزین ہیں ، یہی حزب اللہ کے مرتبے پر فائز ہیں ، یہی رب کی رضا کے حق دار ہیں اور یہی جنت کے حقیقی وارث ہیں۔

ہم ایسی تاریخ کو ماننے کے لیے اپنے آپ کو ہرگز تیار نہیں پاتے --- جس میں جھوٹے ، وضاع اور رافضی راویوں پر اعتماد کر کے اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کی مقدس جماعت میں سے کسی ایک پر تنقید کی گئی ہو، یا ان میں سے کسی کی تحقیر و تنقیص کی گئی ہو، یا ان کی کردار کشی کی مذموم کوشش کی گئی ہو، یا ان کے اعمال سے بحث کی گئی ہو۔ بلکہ ہم ایسی تاریخ کو تسلیم کریں گے جو ہاتھ جوڑ کر اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کے پیچھے پیچھے چلے اور ان عظیم ہستیوں کے کردار و گفتار اور افعال و اعمال میں رطب اللسان رہے اور قرآن و سنت کی مؤید و مصدق ہو۔

یاد رکھیے! اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کی مقدس جماعت پر تنقید اور طعن و تشنیع کی پٹاری کھولنے والی تاریخ پر ہم چار حرف بھیج کر قرآن کو گلے کا ہار بنالیں گے--- جو اصحاب رسولؐ کے ایمان و تقویٰ اور مغفرت و بخشش پر گواہ ہے۔

اردو میں اس عنوان پر اس طرز اسلوب سے یہ پہلی کاوش ہے--- جو مجھ جیسے حقیر بلکہ احقر کے حصے میں آئی ہے--- مجھے یقین ہے کہ علماء، خطباء، طلباء اور عوام الناس ان شاء اللہ میری اس کاوش سے یکساں مستفید ہوں گے۔

آپ حضرات سے میری دست بستہ گزارش ہے کہ اس

کاوش میں کہیں کوئی کوتاہی، غلطی اور کمی آپ کی نظر سے گزرے تو اسے مسئلہ بنانے کے بجائے مجھے مطلع فرمائیں۔ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کر دی جائے گی۔

آپ میرے لیے دعا کریں کہ اللہ رب العزت اپنے فضل و رحمت سے میری اس کاوش کو شرف قبولیت سے نواز کر کل قیامت کے دن مجھے اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کے قدموں میں جگہ عطا فرمائے۔

محمد عطاء اللہ بندیالوی

پہلی تقریر

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○
مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی
الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا
یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا٘ سِیْمَاهُمْ
فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ
فِی التَّوْرٰىةِ ۛۚ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ۛ۫ كَزَرْعٍ
اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی
سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ
وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾

(الفتح)

محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ہمراہ ہیں وہ کافروں پر سخت اور آپس میں نرم دل اور مہربان ہیں تو انہیں دیکھتا ہے رکوع کرتے ہوئے اور سجدہ کرتے ہوئے وہ اللہ کی بخشش اور مغفرت کے طلب گار ہیں نشانی (ان کے مقبول ہونے کی) ان کے چہروں میں عیاں ہے سجدوں کے اثر سے یہ ان کی مثال بیان ہوئی تورات میں اور انجیل میں ان کی مثال یوں بیان ہوئی کہ وہ اس کھیتی کی طرح ہیں جس نے پہلے کونپل نکالی پھر اس کو مضبوط کیا پھر وہ موٹا ہو گیا پھر اپنے تنے پر سیدھا کھڑا ہو گیا اور کسانوں کو خوش کرنے لگا (یہ مثال بیان کی) تاکہ ان کی وجہ سے کافروں کو غضب ناک کرے ان ایمان والوں اور نیک اعمال والوں سے اللہ نے مغفرت اور بڑے ثواب کا وعدہ فرمایا ہے۔

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْم

سامعین گرامی قدر! میں چاہتا ہوں کہ جمعۃ المبارک کے خطبات میں آپ حضرات کے سامنے ان قدسی صفات لوگوں کا تذکرہ کروں جن کو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہتے ہیں۔ جو اتنے پاکیزہ اور اتنے عظیم تھے کہ دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کرنے لگیں اور جن کے قدموں کے تلووں

سے جنت کی حوریں اپنی آنکھیں ملنا اپنے لیے سعادت سمجھیں۔

ایسے لوگ کہ آسمان نے ان سے پہلے ایسے لوگ کبھی نہیں دیکھے تھے اور ان کے بعد تو دیکھنے کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وہ ہستیاں تھیں قرآن جن کی تعریف میں رطبُ اللسان ہے اور صاحب قرآن ﷺ بھی جن کی توصیف اور شان و مقام بیان کرنے کے خواہاں ہیں۔

یہی خوش قسمت جماعت امتِ مسلمہ کی سب سے مقدس، افضل و اعلیٰ، برتر و بالا اور بلند ترین جماعت ہے۔

یہی وہ خوش نصیب لوگ ہیں جو قرآن مجید کے براہ راست اور سب سے پہلے مخاطب ٹھہرے اور بغیر کسی واسطے کے علمِ نبوت سے فیض یاب ہوئے۔

یہی وہ عظیم افراد تھے جو دین اسلام کے احکام اور ارکان...... اور نبی کریم ﷺ کے ارشادات کو امت تک پہنچانے کا ذریعہ بنے۔

انہی کے ذریعے امت تک توحید، سنت، قرآن، احکام، ارکان، فرامین نبوی اور دین کے اصول و فروع پہنچے۔

یہی دینِ اسلام، نبوت اور ختم نبوت، قرآن کی حقانیت اور نزولِ وحی کے عینی اور چشم دید گواہ ہیں۔

یہی میرے پیارے پیغمبر ﷺ کے قائم کردہ مدرسے کے پہلے طالب العلم تھے جو حزب اللہ کے خوبصورت لقب سے مزین ہوئے اور رضی اللہ عنہم کی اسناد لے کر جنت کے انعام کے حقدار ٹھہرے۔

یہی وہ خوش نصیب لوگ ہیں .... جن کو کائنات کا خالق بھی

صادق، کبھی راشد، کبھی متقی اور کبھی فلاح یافتہ کہہ کر بلاتا ہے۔

ان کے ایمان، تقویٰ .... عبادت .... پاکیزگی ......صداقت ، رشد و ہدایت، انابت .... رحم دلی، بلند اخلاقی .... قناعت .... سخاوت ، ہجرت .... نصرت، شہادت .... صبر و رضا .... بہبود و فلاح .... خوف و رجاء، علم و حلم .... ایثار و قربانی .... رکوع و قیام و سجود .... رقت قلب .... خشوع و خضوع .... دلیری و شجاعت اور بہادری کی شہادتیں قرآن مجید میں جگہ جگہ پر خود رب العالمین نے دیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی وہ خوش بخت گروہ ہے جو حدیث نبوی ﷺ کی رو سے نجوم ہدایت تھے اور مَا اَنَا عَلَيْهِ وَ اَصْحَابِي کے ارشاد سے معیار حق تھے۔

ہاں اصحاب رسول ہی وہ پاکیزہ نفوس تھے جن کی کوششوں اور محنتوں سے دین اسلام مشرق و مغرب کے کناروں تک پہنچا اور جنوب و شمال لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے نعروں سے گونجنے لگے، ایرانیوں کے بت کدے منہدم کر دیئے اور قیصر و کسریٰ کے غرور کو قدموں کے نیچے روند ڈالا۔

علامہ اقبال مرحوم نے کتنی صحیح عکاسی کی ہے:

دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں
دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

اصحاب پیغمبر ﷺ ہی کی جماعت ایسی جماعت تھی جو اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ کے مصداق کفار و مشرکین کے لیے سیف براں اور رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ کی رو سے ایک دوسرے کے لیے مہربان اور دوست تھے۔

یہی وہ خوش بخت اور خوش نصیب لوگ تھے جنہیں شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ کا خطاب ملا، رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ کا پروانہ عطا ہوا، کُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی کا خوبصورت تاج ان کے سروں پر رکھا گیا، اُولٰٓئِكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ، اُولٰٓئِكَ ھُمُ الرَّاشِدُوْنَ، اُولٰٓئِكَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ، اُولٰٓئِكَ ھُمُ الصَّادِقُوْنَ ، اُولٰٓئِكَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ، اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰہِ کی سندیں عطا کی گئیں اور اَعَدَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ کی خوشخبریاں سنائی گئیں۔

اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی تھے جن کے قلوب کا تزکیہ امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا اور ان کی تعلیم و تربیت کا فریضہ سرانجام دیا جن کے نتیجے میں کفر و الحاد، شرک و نفاق، ظلم و زیادتی، غرور و تکبر، حب مال، رجاء، خود غرضی و خود پسندی، بددیانتی و خیانت، جھوٹ و چغل خوری، حسد و عناد، ریاکاری و نمائش، بے انصافی و بے مروتی اور بداخلاقی جیسے امراض سے ان کے قلوب کو مصفٰی اور مزکی کر دیا۔

اصحاب رسول وہ بلند مرتبہ لوگ تھے جن کے دلوں میں اللہ رب العزت نے اپنے دست قدرت سے ایمان لکھ دیا تھا اور کفر و شرک اور نفاق سے ان کو دور کر دیا تھا۔

وہ ایسے لوگ تھے کہ ان کی زندگی کے لیل و نہار اور شام و سحر

......بلکہ زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ کے دین کی سربلندی، اعلائے کلمۃ اللہ، اسلام کی اشاعت اور کفر کو مٹانے کے لیے صرف ہوا۔

ان کی ٹھنڈی نہ پڑنے والی حرارت اور جذبہ جہاد نے چند ہی سالوں میں کفر و شرک کو سر جھکانے پر مجبور کر دیا اور پرچم اسلام لاکھوں مربع میل تک لہلہانے لگ گیا............ایران و روم جیسی سپر طاقتیں ان کا نام سن کر کانپنے لگیں۔

علامہ اقبال مرحوم نے انہی غیوروں کے لیے کہا تھا:

تو ہی کہہ دے کہ اکھاڑا درِ خیبر کس نے؟
شہر قیصر کا جو تھا، اس کو کیا سر کس نے؟
کاٹ کر رکھ دیئے کفار کے لشکر کس نے؟
کس نے ٹھنڈا کیا آتش کدہ ایران کو؟
کس نے پھر زندہ کیا تذکرہ یزداں کو؟

شاعرِ مشرق نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فتوحات، اسلام کی ترقی و ترویج کے لیے ان کی محنت............ مسلسل جہاد کے لیے ان کا سفر اور دین کو غالب دیکھنے کا جذبہ دیکھتے ہوئے کہا۔ ع

محفل کون و مکاں میں صبح و شام پھرے
مئے توحید کو لے کر صفت جام پھرے
کوہ میں دشت میں لے کر تیرا پیغام پھرے
اور معلوم ہے تجھ کو کبھی ناکام پھرے
کس کی ہیبت سے صنم سہمے ہوئے رہتے تھے
منہ کے بل گر کر قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ کہتے تھے

صحابی کسے کہتے ہیں؟

اس سے پہلے کہ میں صحابہ کرامؓ کی عظمت و مقام اور ان کے مرتبوں اور رفعتوں کا تذکرہ کروں اور آپ حضرات کو ان کی شان اور دین میں ان کی اہمیت کے متعلق کچھ بتاؤں ...... ضروری سمجھتا ہوں کہ صحابی کی تعریف بیان کروں کہ صحابی کسے کہتے ہیں؟

حافظ ابن حجرؒ نے صحابی کی تعریف اس طرح کی ہے:

''صحابی وہ شخص ہے جس نے ایمان کی حالت میں امام الانبیاء ﷺ سے ملاقات کی ہو اور حالتِ اسلام میں فوت ہوا ہو ہر وہ شخص صحابیت کے مرتبے پر فائز ہو گا جس کو لمبی مدت تک یا تھوڑی دیر کے لیے نبی اکرم ﷺ کی صحبت نصیب ہوئی ہو چاہے اس نے آپ ﷺ سے کوئی روایت نقل کی ہو یا نہ کی ہو آپ ﷺ کی معیت میں جہاد کیا ہو یا نہ کیا ہو اور وہ شخص بھی صحابیت کے درجے پر فائز ہو گا جس نے ایک بار ہی آپ ﷺ کی زیارت کی ہو یا وہ بھی جسے نبی اکرم ﷺ نے دیکھا ہو (بوجہ اس کے نابینا ہونے کے)

(الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ ج ا ص ۷)

مشہور اہل تشیع عالم قاضی نور اللہ شوستری صحابی کی تعریف یوں کرتے ہیں:

جاننا چاہیے کہ صحابی وہ مسلمان ہے جس نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ملاقات کی ہو اور اسلام پر ہی اس کی وفات ہوئی ہو۔

(مجالس المومنین مجلس ثالث)

جس خوش نصیب نے ایمان لانے کے بعد امام الانبیاء ﷺ کو ایک لمحہ کے لیے دیکھا یا آپ ﷺ نے اسے دیکھا اسے شریعت کی اصطلاح میں صحابی کہتے ہیں۔

صحابیت کا مقام تمام امت کے علماء کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ صحابیت کا یہ مقام اتنا بلند تر اور بالا قدر ہے کہ بعد میں آنے والی پوری امت مل کر بھی کسی ایک صحابی کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتی۔

امت سے مراد صرف میں اور آپ نہیں ہیں.........علماء دیوبند اور علماء بریلی نہیں ہیں.........آج کے مسلمان نہیں ہیں۔

بلکہ صحابہؓ کے بعد آنے والی امت سے میری مراد تابعین ہیں ....جن خوش نصیب لوگوں نے صحابہ کرامؓ کو دیکھا تھا.........بعد میں آنے والی امت سے میری مراد تبع تابعین ہیں.........جن خوش بختوں نے تابعین کی زیارت کی تھی.........بعد میں آنے والی امت سے میری مراد ائمہ مجتہدین ہیں.........ان میں امام اعظم امام ابوحنیفہؒ ہیں، امام مالکؒ ہیں، امام احمد بن حنبلؒ ہیں، امام شافعیؒ ہیں، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ ہیں، امام ابن مبارکؒ اور امام زفرؒ ہیں۔

امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ ہیں.........بعد میں آنے والی امت سے میری مراد محدثین ومفسرین ہیں.........ابن حجرؒ ہیں ابن منیرؒ ہیں، عینیؒ ہیں، امام رازیؒ، ابن کثیرؒ ہیں، اولیاء کرام ہیں شیخ عبد القادر جیلانیؒ ہیں، ابو یزید بسطامیؒ ہیں، علی ہجویریؒ ہیں، معین الدین چشتیؒ ہیں۔

غرضیکہ صحابہ کرامؓ کے بعد آنے والی پوری امت کے لوگ

............تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، محدثین ومفسرین، فقہاء، علماء، اتقیاء، صلحاء، شہداء، زاہدین وعابدین، شب زندہ دار، تہجد گزار سب مل کر بھی ایک صحابی کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتے۔

عشرہ مبشرہ میں شامل ایک صحابی سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"اللہ کی قسم کسی شخص کی امام الانبیاء ﷺ کے ہمراہ کسی جنگ میں شرکت (جس میں وہ شخص غبار آلود ہوا ہو) تمہارے عمر بھر کے اعمال حسنہ سے بہتر ہے اگرچہ تمہیں عمر نوح مل جائے۔"

(ابوداؤد ج ۲ ص ۲۸۴)

اسی طرح امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ارجمند سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"لوگو! نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کو برا بھلا نہ کہنا کیونکہ نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ان کی گزری ہوئی ایک گھڑی تمہاری پوری زندگی کے اعمال حسنہ سے بہتر ہے۔"

(ریاض النضرہ جلد ۱ صفحہ ۸)

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

"اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کے لیے وہ فضیلت، ایمان قبول کرنے میں سبقت، اور ان کو ایسے کمال حاصل ہیں جس میں امت کا کوئی شخص بھی ان کے درجے تک نہیں پہنچ سکتا اللہ رب العزت ان سے راضی ہوا اور ان

کو خوش کر دیا۔" (ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۳۵)

سامعین گرامی قدر ! میں نے عرض کیا نا کہ بعد میں آنے والی پوری امت کے افراد مل کر بھی ایک صحابی کے درجے کو نہیں پہنچ سکتے۔

اس لیے کہ قیامت کے دن امام اعظمؒ آئیں گے .... اللہ رب العزت پوچھیں گے کیا لائے ہو؟ .... وہ جواب میں عرض کریں گے فقہ لایا ہوں .... امام بخاریؒ آئیں گے .... پوچھا جائے گا کیا لائے ہو......؟ وہ اپنی بخاری پیش کریں گے .... امام مسلمؒ اپنی کتاب مسلم لائیں گے...... امام رازی اپنی تفسیر، امام ابن کثیرؒ اپنی تفسیر پیش کریں گے...... ابن حجر، اور عینیؒ اپنی حدیث کی شروحات لائیں گے .... شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور علی ہجویریؒ اپنی ولایت پیش کریں گے .... اللہ کے دربار میں کل قیامت کے دن علماء اپنا علم پیش کریں گے، خطباء اپنی خطابت لائیں گے حفاظ اپنا حفظ لائیں گے...... اور قراء اپنی قرآت پیش کریں گے...... اولیاء ولایت لائیں گے ...... مفسرین اپنی تفاسیر پیش کریں اور فقہاء اپنی فقہ پیش کریں گے .... مگر جب حبشے کا بلالؓ آئے گا............ جب فارس کا سلمانؓ آئے گا............ جب صہیب رومیؓ آئے گا............ جب عمارؓ و یاسرؓ آئیں گے اللہ پوچھیں گے کیا لائے ہو؟............ وہ کہیں گے تیرے نبی ﷺ کے چہرہ پر انوار کی زیارت والا عمل لائے ہیں۔

محمد عربی ﷺ کے چہرہ انور کی زیارت والا عمل صرف صحابی ہی پیش کر سکتا ہے............ بعد میں آنے والی پوری امت میں سے کوئی شخص بھی یہ عمل پیش نہیں کر سکتا۔

مَنْ رَآنِي اَوْرَا مَنْ رَآنِي

اس عمل کے بارے میں امام الانبیاء، تاجدار نبوت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَآنِي وَرَأَى مَنْ رَآنِي

(مشکوۃ صفحہ ۵۵۴، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۲۱)

جہنم کی آگ اس مسلمان کونہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا جس نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا۔

ذرا نبی اکرم ﷺ کے ارشادِ گرامی پہ غور فرمائیے..........

جس نے ایمان کی حالت میں میرے چہرۂ پُرانوار کو دیکھا اللہ رب العزت نے جہنم کی آگ اس شخص پر حرام کردی ہے..........

اس میں صحابہ کرامؓ کی بہت بڑی فضیلت اور عظیم عظمت بیان ہوئی ہے..........مگر امام الانبیاء ﷺ نے اپنے یاروں کی رفعت اور مقام اور مرتبے کو اور آجاگر کیا اور فرمایا جس نے میرے چہرے کو دیکھا جہنم اس پر بھی حرام ہے اور جس نے میرے دیکھنے والے (بلال) کو دیکھا جہنم اس پر بھی حرام ہے..........

لوگو! غور تو کرو کہاں میرے نبی ﷺ کا چہرہ اور کہاں بلالؓ کا چہرہ؟ کوئی نسبت ہی نہیں ہے..........جتنی ذرہ کو آفتاب سے ہوتی ہے یا قطرے کو سمندر سے ہوتی ہے..........میرے نبی ﷺ کا چہرہ تو وہ چہرہ ہے کہ زمین پر بیٹھ کر آسمان کی طرف اٹھادے تو رب قبلہ تبدیل کردیتا ہے..........میرے نبی ﷺ کے چہرے کی چمک اور حسن کے سامنے چودھویں رات کا چاند بھی شرماتا ہے..........عبداللہؓ بن سلام یہودیوں

کے بہت بڑے عالم اس چہرے کو دیکھ کر یہ کہتے ہوئے مسلمان ہو جاتے ہیں کہ...... "یہ چہرہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔"

اہل تشیع کے گیارہویں امام حضرت حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں اصحاب رسول ﷺ کے بارے میں کیا تحریر فرماتے ہیں آیئے آپ کو سناتا ہوں:

"اللہ رب العزت نے فرمایا اے آدم! اگر محمد ﷺ کی آل کا کوئی شخص تمام انبیاء کی آل کے مقابلے میں تولا جائے تو یہ ان سب سے بھاری نکلے گا اور محمد عربی ﷺ کے صحابہ کرام میں سے کوئی ایک صحابی تمام انبیاء علیہم السلام کے صحابہ کے مقابلے میں تولا جائے تو یہ تمام پر بھاری رہے گا۔" (تفسیر حسن عسکری صفحہ ۱۹۶)

صحابیت کا درجہ وھبی ہے

سامعین گرامی قدر! صحابیت کا یہ عظیم مقام اور اونچا درجہ کسبی نہیں ہے بلکہ وھبی ہے!

یہ کسبی اور وھبی کے الفاظ سمجھ آئے آپ کو یا نہیں!

کسبی کا مفہوم اور معنیٰ ہے محنت اور کمائی...... اور وھبی کا معنیٰ ہے عطاء الٰہی...... یعنی صحابیت کا درجہ محنت، کوشش اور سعی سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ یہ منصب اور مقام اللہ کی بخشش اور عطاء سے ملتا ہے۔

جس طرح نبوت کا درجہ کسبی نہیں وھبی ہے...... ایسے نہیں ہے کہ کوئی شخص اعمال صالحہ کر کے نبوت کے منصب تک پہنچ جائے...... بندہ نماز میں پڑھے اور نبی بن جائے، تہجد گزار ہو اور نبی بن جائے، روزے زیادہ رکھے اور نبی بن جائے، انفاق فی سبیل اللہ کرے

اور نبی بن جائے، اللہ کی راہ میں مال خرچ کرے اور نبی بن جائے، ہاں ہاں کوئی انگریز کے جوتے چاٹے اور نبی بن جائے ؟

نہیں نہیں.......... نبوت کا منصب کسبی نہیں ہے بلکہ وھبی ہے یعنی عطاءِ الٰہی ہے.......... اللہ جسے چاہے اس عظیم منصب پر فائز کرے۔

یتیم پیدا ہوا ہو، چار سال کی عمر میں والدہ بھی داغ مفارقت دے گئی ہو، آٹھ سال کی عمر میں شفیق دادا بھی چل بسا ہو، کوئی بھائی اور بہن بھی نہ ہو، کوئی ظاہری سہارا اور دولتِ دنیا بھی نہ ہو.......... پھر عرش والا چاہے تو اس کے سر پر ختم نبوت کا تاج سجا کر اسے چودہ طبقوں کا سردار اور سارے نبیوں کا امام بنا دے!

جس طرح نبوت کا درجہ وھبی ہے.......... اسی طرح صحابیت کا مقام اور منصب بھی وھبی ہے۔

اس کا تعلق علم سے نہیں ہے.......... اس کا تعلق عمل سے نہیں ہے.......... کوئی شخص بہت بڑا عالم ہو تو صحابی بن جائے، کوئی بندہ اعمال زیادہ کرے اور صحابیت کے منصب پر پہنچ جائے

کوئی جہاد کر کے یا اللہ کے راستے میں مال لگا کر صحابی بن جائے رات کو اٹھ اٹھ کے نوافل پڑھے اور صحابی بن جائے، ذکر اذکار اور وظیفے زیادہ پڑھتا ہو تو صحابیت کے مرتبے پر فائز ہو جائے

یہ نہیں ہو سکتا.......... اگر علم کی بنا پر یہ مرتبہ ملتا تو امام اعظمؒ صحابی ہوتے، امام مالکؒ صحابی ہوتے۔

تقوے کی وجہ سے یہ مرتبہ ملتا تو ابن سیرینؒ اور قتادہؒ صحابی

ہوتے، نیکی اور اعمال صالحہ کی بنا پر ملتا تو شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور ابو یزید بسطامیؒ صحابی ہوتے........ مگر یہ بڑے بڑے عظیم لوگ، علم و تقویٰ کے پہاڑ اور اعمال صالحہ کے حریص........ اس مرتبے اور اس منصب کو نہ پا سکے........ کیوں؟

اس لیے کہ انہیں میرے مولا نے امام الانبیاء ﷺ کے زمانے میں پیدا نہیں کیا اور حبشہ کے بلالؓ کو میرے نبی ﷺ کے زمانے میں پیدا بھی کیا اور ابولہب و ابوجہل جیسے سرمایہ داروں اور چوہدریوں کو دھتکار کر بلالؓ کو محمد عربی ﷺ کے قدموں تک بھی پہنچا دیا........ اور پھر بلال کے قدموں کی آہٹ جنت کے باغات تک پہنچا دی۔

میری اس بات کو غور سے سنئے گا اور پلے باندھ لیجیے گا........ کہ صحابیت کا عظیم منصب اعمال کی وجہ سے حاصل نہیں ہوتا (بلکہ عطیہ الٰہی ہے) تو جب کوئی صحابی اپنے اعمال کے بل بوتے پر اور اپنے اعمال کے زور سے اس منصب تک نہیں پہنچتا تو پھر صحابہ کے اعمال سے بحث اور صحابہ کے اعمال پر تنقید بھی نہیں ہو سکتی۔

فلاں صحابی نے یہ کام کیا اور فلاں نے یہ عمل کیا، عثمانؓ نے یوں کیا اور معاویہؓ نے یہ کیا، عمرو بن العاصؓ نے فلاں کام کیا اور طلحہؓ و زبیرؓ نے یوں کیا۔

صحابہ کرامؓ کے کسی عمل سے بحث تو آپ تب کریں جب صحابیت کا یہ مقام انہیں اعمال کی وجہ سے ملا ہو........ پھر آپ کہیں کہ اعمال صالحہ کی وجہ سے صحابیت کا مقام ملا تھا مگر بعد میں ان کے اعمال میں خرابی آ گئی........ اور معاذ اللہ انہوں نے دیدہ دانستہ، مفاد پرستی اور

خود غرضی کے لیے فلاں فلاں کام غلط کیے...... صحابہ کرامؓ کو جب یہ عظیم منصب اعمال کی وجہ سے ملا ہی نہیں ہے بلکہ اللہ نے اپنی رحمت اور فضل سے انہیں یہ مقام عطاء فرمایا ہے تو پھر صحابہ کرامؓ کے اعمال و افعال سے بحث اور گفتگو کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔

صحابہؓ سے محبت کیوں؟

آج ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں ...... جو دلچسپ بھی ہے اور حقیقت پر مبنی اور بڑی معلوماتی ہے!

میں صحابہ کرامؓ سے جو محبت کرتا ہوں .... اور والہانہ محبت کرتا ہوں .... دیوانہ وار محبت کرتا ہوں .... تو میں ان سے محبت ان کے اعمال کی وجہ سے نہیں کرتا .... میں صحابہؓ سے اس لیے محبت نہیں کرتا کہ وہ نمازیں بہت پڑھتے تھے، نوافل کثرت سے ادا کرتے تھے، وہ تہجد گزار تھے، عابد و شب زندہ دار تھے .... ہاں ہاں میں اصحاب رسول ﷺ سے محبت اس بنا پر نہیں کرتا کہ وہ جہاد زیادہ کیا کرتے تھے اور وہ مجاہد فی سبیل اللہ تھے .... اللہ کی راہ میں مال زیادہ خرچ کیا کرتے تھے، اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے انہوں نے بڑے طویل سفر کیے تھے۔

میں صحابہ کرامؓ سے محبت ان کے اعمال کی وجہ سے نہیں کرتا بلکہ میں صحابہ کرامؓ سے محبت اس لیے کرتا ہوں کہ مجھے محمد عربی ﷺ سے محبت ہے .... اور وہ میرے نبی ﷺ کے یار اور ساتھی اور سنگی ہیں اس لیے میں ان سے محبت کرتا ہوں۔

آپ کہیں گے اس کی دلیل کیا ہے؟

اس کی دلیل وہ حدیث مبارکہ ہے جو ہر جمعۃ المبارک کے روز

عربی خطبے میں اکثر خطیب پڑھتے ہیں:

اَللّٰہَ اللّٰہَ فِی اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْھُمْ غَرَضًا من بَعْدِیْ مَنْ اَحَبَّھُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّھُمْ۔

"میرے صحابہؓ کے بارے اللہ سے ڈرنا انہیں میرے بعد طعن و تشنیع اور تنقید کا نشانہ نہ بنالینا جو بھی میرے صحابہؓ سے محبت کرتا ہے وہ میری محبت کی وجہ سے ان کے ساتھ محبت کرتا ہے۔"

آگے فرمایا:

وَمَنْ اَبْغَضَھُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَھُمْ

(ترمذی جلد ۲ صفحہ:۲۲۶)

"اور جو شخص میرے یاروں سے بغض رکھتا ہے (تو ان سے کوئی اس کی ذاتی مخاصمت ہے کاروبار یا زمین میں کوئی شراکت ہے؟) وہ میرے بغض کی وجہ سے میرے یاروں سے بغض رکھتا ہے۔"

لوگو! جب صحابیت کا منصب اعمال کی بنا پر حاصل نہیں ہوتا ....اور جب میں اصحاب رسول سے پیار و محبت ان کے اعمال کی وجہ سے نہیں کرتا تو پھر ان کے اعمال سے بحث کیوں اور کس لیے؟

نسبت کے ترازو پر تولو

یاد رکھیے........امت میں صرف اصحاب رسول ہی وہ خوش نصیب اور نیک بخت ہستیاں ہیں جن کو اعمال کے ترازو پر نہیں تولنا........یہ نہیں دیکھنا کہ انہوں نے نمازیں کتنی پڑھیں، جہاد فی سبیل اللہ کے لیے سفر کتنے کیے، انفاق فی سبیل

اللہ کس قدر کیا، روزے اور حج کتنے کیے........ بلکہ یہ دیکھنا ہے کہ وہ یار کس کے ہیں؟ ساتھی اور سنگی کس کے ہیں؟ دوست اور رفیق کس کے ہیں؟

کل قیامت کے دن سب لوگ اعمال کے مقابلے میں تلیں گے ......ایک طرف وہ ہونگے دوسرے پلڑے میں ان کے اعمال ہونگے۔

صرف اصحاب رسول ﷺ ہی کا طبقہ ہوگا.........ترازو کے ایک پلڑے میں وہ خود ہونگے اور دوسرے پلڑے میں معیت رسول ہوگی.........دوسرے پلڑے میں محمد عربی ﷺ کی دوستی ہوگی ....نسبت صحابیت ہوگی۔

اسی لیے میرے پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا:

لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ اَنَّ اَحَدَکُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَھَبًا مَا اَدْرَکَ مُدَّ اَحَدِھِمْ وَلَا نَصِیْفَہٗ۔

"میرے یاروں کو برا بھلا مت کہو (ان پر طعن و تشنیع نہ کرو اور تنقید کا نشانہ نہ بناؤ) مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے اگر کوئی شخص احد کے برابر سونا خرچ کرے تو وہ میرے صحابی کے ایک مد بلکہ نصف مد خرچ کرنے کے برابر نہیں ہو سکتا۔"

(بخاری، مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۲)

مُدّ عرب کا ایک پیمانہ ہے......جو وزن کے اعتبار سے تقریباً ۵۴۳ گرام کے ہم وزن ہے۔

کہاں احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرنا اور کہاں ۵۴۳ گرام کا نصف سونا خرچ کرنا.......... مگر صحابی کو عمل کے ترازو پر نہیں تولنا بلکہ نسبت کے ترازو پر تولنا ہے.......... نسبت کے ترازو پر تولیں گے تو پھر ۵۴۳ گرام کا نصف سونا جو صحابی اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا وہ بعد میں آنے والے لوگوں کے احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرنے سے ثواب میں بڑھ جائے گا۔

اسی حدیث کو سامنے رکھ کر میں کہنا چاہتا ہوں کہ اس سے یہ ثابت ہوا کہ صحابہ کے بعد آنے والی امت کے عابدین و زاہدین اور صالحین کے احد پہاڑ جتنے وزنی اور بھاری اعمال، صحابہ کرامؓ کے مٹھی بھر اعمال کے برابر اور ہم پلہ نہیں ہو سکتے!

صحابہ کرامؓ کے مقدس طبقہ کو امام الانبیاء ﷺ کی مصاحبت، رفاقت اور معیت کا جو عظیم اور بلند ترین شرف حاصل ہوا ہے.......... وہ پوری امت کے لوگوں کے اعمال حسنہ اور نیکیوں سے کہیں بڑھ کر ہے۔

معاویہؓ اور عمرؒ بن عبدالعزیز

اس بات کو اور اسی حقیقت کو مشہور محدث حضرت عبداللہ بن مبارکؒ بیان فرماتے ہیں۔

جب کچھ لوگوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی عادلانہ اور منصفانہ طرز حکومت کو دیکھا اور انہیں امیر المومنین سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہم پلہ یا ان سے بھی بہتر سمجھنے لگے۔

کچھ لوگوں نے حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر بن عبدالعزیز میں سے کون افضل اور بلند مرتبہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک نے ایسا روح پرور جواب دیا کہ مزہ ہی آ گیا ، فرمایا:

"اَلْغُبَارُ الَّذِیْ دَخَلَ اَنْفَ فَرَسِ مُعَاوِیَۃَ خَیْرٌ مِنْ" عمر المروانی

(ارشاد الطالبین صفحہ ۳۰ قاضی ثناء اللہ پانی پتی)

وہ غبار جو امام الانبیاء ﷺ کے ہمراہ جہاد کرتے وقت امیر معاویہ کے گھوڑے کے نتھنوں میں داخل ہوا وہ بھی عمر بن عبدالعزیز سے افضل اور اعلیٰ ہے۔

اسی بات کو حضرت مجدد الف ثانی ؒ نے بھی مکتوبات میں لکھا ہے:

"ہیچ ولی بمرتبہ صحابی نہ رسد اویس قرنی باں رفعتِ شاں بمرتبہ ادنیٰ صحابی نرسد شخصے از عبداللہ بن مبارک پرسید اَیُّھُمَا اَفْضَلُ مُعَاوِیَۃُ اَمْ عُمَرُ بْنُ عَبْدُ الْعَزِیْزِ؟ در جواب فرمود اَلْغُبَارُ الَّذِیْ دَخَلَ الخ

"کوئی ولی کسی صحابی کے درجے کو نہیں پہنچ سکتا اویس قرنی اپنی تمام تر بلند شان کے باوجود کسی ادنیٰ صحابی کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتے کسی شخص نے عبداللہ بن مبارک ؒ سے پوچھا کہ سیدنا معاویہ ؓ اور عمر بن عبدالعزیز ؒ میں سے کون افضل ہے انہوں نے فرمایا امام الانبیاء ﷺ کی رفاقت میں سفر کرتے ہوئے جو مٹی امیر معاویہ ؓ کے گھوڑے کے ناک میں داخل ہوئی وہ بھی عمر

بن عبدالعزیزؒ سے کئی گنا بہتر اور اعلیٰ ہے۔"

(مکتوبات امام ربانی جلد ا صفحہ ۳۲۶ مکتوب نمبر ۲۰۷)

حضرت عبداللہ بن مبارک جو تبع تابعین میں سے ہیں اور بلند مرتبہ محدث اور تقویٰ کے کوہِ گراں ہیں .... ذرا ان کے الفاظ پر غور فرمائیے تاکہ آپ حضرات کو صحابیت کے مرتبے اور درجے کی صحیح پہچان ہو جائے۔

اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے...... امام الانبیاء ﷺ کی معیت میں سفر کرتے ہوئے سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدموں سے اٹھنے والا غبار.......... سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ناک میں داخل ہو.......... نہیں.......... بلکہ فرمایا:

دَخَلَ فِيْ أَنْفِ فَرَسِ مُعَاوِيَة......

سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھوڑے کے نتھنوں میں
جو مٹی جم جایا کرتی تھی وہ مٹی بھی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ
سے کئی گنا مرتبے میں اعلیٰ اور بہتر ہے۔ (سبحان اللہ)

اگر میں اپنی بات سمجھانے میں کامیاب ہو گیا ہوں...... تو آپ حضرات سمجھ گئے ہونگے کہ اصحاب رسول کی مقدس جماعت کے ایک ایک فرد کو عمل کے ترازوں پر نہیں تولنا بلکہ نسبت کے ترازو پر تولنا ہے کہ وہ یار کس کے ہیں؟ وہ ساتھی اور سنگی کس کے ہیں؟ وہ دوست کس کے ہیں؟

دوست دوستوں سے پہچانا جاتا ہے

کسی شخص کی اخلاقی حالت کا اندازہ کرنا ہو تو اس کے دوستوں کو دیکھنا چاہیے...... بندہ اپنی سوسائٹی مجلس اور محفل سے پہچانا جاتا ہے۔

کسی کے ہاں کوئی رشتہ دیکھنے آئیں تو لڑکی والے دولہا کے بارے میں تحقیق کرتے ہیں۔ پہلے دور میں .... بلکہ ماضی قریب میں لوگ دیکھتے تھے شرافت کو...... دیانت کو...... اخلاق کو...... رزقِ حلال کو...... دین داری کو...... اور شریعت کے احکام کی پاسداری کو۔

اب بدقسمتی سے ذہن بدل گئے ہیں .... اب دیکھتے ہیں دولتِ دنیا کو مال کی فراوانی کو (چاہے حلال طریقے سے حاصل ہوا ہو یا حرام ذرائع سے ملا ہو) دنیا کے منصب کو اور عہدوں کو...... کوٹھی اور کاروں کو...... مربع اور باغات کو!

خیر دولہا کی تحقیق کے لیے کہا جاتا ہے اس کی محفل دیکھو، اس کی مجلس دیکھو، اس کی اٹھک بیٹھک دیکھو .... دولہا کے دوست اور ساتھی دیکھو .... اگر اس کے سنگی اور یار اچھے ہیں تو پھر دولہا بھی اچھا ہی ہوگا .... اور اگر اس کے دوست گندے .... بدمعاش ...... بداخلاق ...... اور زانی شرابی ہیں تو یقیناً دولہا بھی ویسا ہی ہوگا۔

لوگو! اگر بندے کی پہچان اپنے دوستوں سے ہوتی ہے .... تو پھر مجھے کہنے دو کہ جتنے اچھے محمد عربی ﷺ ہیں اتنے ہی اچھے ان کے یار بھی ہیں۔

ہم نشینئ رسول

امام الانبیاء ﷺ کی رفاقت اور ہم نشینی اور صحبت کوئی معمولی بات نہیں جس سے صرفِ نظر کر لیا جائے یا جسے نظر انداز کر دیا جائے۔

مولانا رومؒ نے اور شیخ سعدیؒ نے رفاقت و دوستی اور ہم نشینی کی تاثیر کو بڑے خوبصورت اور احسن انداز میں بیان فرمایا ہے۔ مولانا رومؒ

فرماتے ہیں:

ہم رہ اصحاب کہف آں کلب شد
تا سگی از وے بہ کلی سلب شد

یعنی اصحاب کہف کے ساتھ اور ان کی معیت میں ان کا کتا
رہا تو اس کا کتاپن اور کتوں والی عادتیں بالکل ختم ہوگئیں
شیخ سعدیؒ نے ہم نشینی کی تاثیر کو کیسے بیان فرمایا:

گل خوشبوئے در حمام روزے
رسید از دست محبوبے بہ دستم

ایک دن ایک خوشبودار مٹی میرے ایک محبوب کے ہاتھ
سے میرے ہاتھ میں آئی۔

بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری
کہ از بوئے دل آویز تو مستم

میں نے اس مٹی سے پوچھا کہ تو کستوری ہے یا عنبر ہے کہ
میں تیری دل موہ لینے والی خوشبو سے مست ہوا جاتا ہوں!

بگفتا من گل ناچیز بودم
ولیکن مدتے با گل نشستم

مٹی نے جواب میں کہا میں تو ناچیز مٹی تھی مگر ایک عرصے
تک پھولوں کی ہم نشین رہی ہوں۔

جمال ہم نشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

اس ہم نشینی نے مجھ میں اثر کیا ہے ورنہ میں تو وہی معمولی

اور حقیر سی مٹی ہوں!

فارسی کا ایک شاعر کہتا ہے:

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالح ترا طالح کند

پنجابی کے شاعر نے ہم نشینی کے اثر کو کیسے خوبصورت انداز میں بیان کیا:

تیکاں دے لڑ لگیاں میری جھولی پھل پے
تے منداں دے لڑ لگیاں میرے اگلے وی لُڑھ گئے

لوگو! غور و فکر اور سوچنے کی بات یہ ہے کہ تلوں کو خوشبودار پھولوں میں بسایا جائے تو وہ عطر بن جاتا ہے۔ اور حقیر مٹی کو خوشبودار پھولوں کی صحبت نصیب ہو جائے تو وہ مٹی بھی خوشبودار ہو جاتی ہے۔۔۔۔۔۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک انسان ایمان قبول کرنے کے بعد امام الانبیاء ﷺ کی صحبت اور ہم نشینی میں رہے اور وہ کوئی اثر قبول نہ کرے۔

دین کے عینی گواہ

آج دین اسلام کی نعمت اور شریعت محمدیہ کے احکام جو ہم تک پہنچے ہیں یہ سب اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کی قربانیوں اور محنتوں کی وجہ سے ہے۔

یہ قرآن۔۔۔۔۔ یہ حدیث۔۔۔۔۔ یہ اسلام کے احکام۔۔۔۔۔ یہ شریعت کے ارکان۔۔۔۔۔ یہ توحید و سنت کی بہاریں یہ سب کچھ اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کے ذریعے امت تک پہنچے اصحاب رسول رضی اللہ عنہم ہمارے محسن اور مہربان ہیں۔

پھر اصحاب رسول رضی اللہ عنہم دین کے عینی گواہ ہیں
قرآن کے نزول کے، نبوت و رسالت کے، نماز، زکوٰۃ، روزہ اور
حج کے، ختم نبوت کے .... پوری شریعت کے چشم دید گواہ اصحاب
رسول رضی اللہ عنہم ہی ہیں۔

لہٰذا ہر مسلمان کو اسلام کے عینی گواہوں کی صداقت و دیانت ......
اور امانت کے گرداگرد پہرہ دینا لازم ہے .... اگر اسلام اور
شریعت کے یہ چشم دید گواہ مجروح ہو گئے .... ان میں سے کسی ایک
پر اگر جرح ثابت ہو گئی .... ان میں سے کوئی ایک اگر العیاذ باللہ
جھوٹا ثابت ہو گیا تو پھر اسلام کا پورا کیس اور مقدمہ خارج ہو جائے گا!

آج دنیا کی عدالتوں میں بھی یہی قانون ہے .... اگر مخالف
فریق کا وکیل گواہوں پر جرح کر دے اور جرح ثابت ہو جائے تو حاکم
کیس خارج کر دیتا ہے!

یاد رکھیے! اصحاب رسول رضی اللہ عنہم دین اسلام کے عینی
گواہ ہیں .... اگر یہ مجروح ہو گئے تو پھر کچھ بھی نہیں بچے گا نہ قرآن
نہ سنت، نہ ارکان اسلام اور نہ دین کے احکام!

ایک بچے نے ماں سے ضد کی حلوہ پکانے کی .... ماں نے
اسے ایک روپیہ دیا کہ جاؤ اور تیل لے کر آؤ تاکہ تمہیں حلوہ پکا دوں
سستا زمانہ تھا ایک روپے کا خاصا تیل مل جاتا تھا .... بچے کے
ہاتھ میں ایک پیالہ بھی دیا جو پیندے کی طرف سے بھی ذرا گہرا تھا۔

دوکاندار نے پیالے میں تیل ڈالا پیالہ بھر گیا تیل بچ گیا
.... دوکاندار نے کہا باقی کا تیل کہاں ڈالوں .... بچے نے

معصومیت سے پیالہ الٹ دیا کہ دوسری جانب ڈال دو بچہ گھر پہنچا ....ماں نے کہا ایک روپے کا اتنا تھوڑا تیل.......... بچے نے پیالہ الٹا کر کے معصومیت سے کہا اُدھر بھی تو ہے.......... نہ اِدھر رہا اور نہ اُدھر رہا..........

لوگو! اگر اصحاب رسول کی مقدس جماعت کی صداقت، عدالت، امانت اور دیانت مجروح ہو گئی تو نہ کچھ اِدھر بچے گا اور نہ کچھ اُدھر بچے گا۔

ہم جو بہکیں تو چھلک جائیں ترے جام و سبو
تو نے سمجھا نہیں رندوں کا مقام اے ساقی

اسی لیے قرآن مقدس نے اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کی صداقت، تقویٰ، رشد و ہدایت اور امانت و دیانت کو بیان فرمایا۔

اور اسی لیے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اوصاف و صفات کا تذکرہ فرما کر ان پر تنقید کرنے سے اور طعن و تشنیع کرنے سے منع فرمایا۔

اور اسی لیے امام مسلمؒ کے استاد مشہور محدث ابو زرعہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"جب دیکھو کہ کوئی شخص صحابہ کرام کو تنقیص و تنقید کا نشانہ بنا رہا ہے تو سمجھ لو کہ یہ شخص زندیق ہے اس لیے کہ قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق اور سچ ہیں جو تعلیمات آپ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں وہ تعلیمات حق ہیں اور یہ سب تعلیمات ہم تک اصحاب رسول کے ذریعہ پہنچی ہیں جو شخص صحابہ کرامؓ کو مجروح کرتا ہے وہ کتاب و سنت کو باطل کرنا چاہتا ہے اس لیے خود اس شخص کو مجروح کرنا زیادہ مناسب ہے اور

اسے گمراہ اور بے دین کہنا زیادہ قرین انصاف ہے۔

(الاصابہ ج ۱ ص ۱۰)

اور اسی لیے امت کے تمام علماء کرام کا متفقہ نظریہ ہے کہ اَلصَّحَابَۃُ کُلُّھُمْ عُدُوْلٌ ...... سب کے سب صحابہ عادل ہیں ...... وہ کبیرہ گناہوں سے مجتنب رہنے والے، تقویٰ کے اونچے معیار پر فائز تھے .... وہ سب کے سب صادق، امین اور دیانت دار تھے .... وہ امت کے بہترین افراد تھے .... ان میں سے کسی پر بھی طعن وتشنیع اور تنقید وتنقیص نہیں کی جاسکتی .... جو شخص ان قدسی صفات لوگوں پر طعن کرے گا وہ زندیق اور گمراہ شمار ہوگا۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنِ۔

دوسری تقریر

صحابہ کرامؓ، قرآنی شخصیات

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○
مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی
الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ (الفتح:۲۹)
وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ مَقَامٍ اٰخَر:
اُولٰٓئِكَ عَلٰی هُدًی مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ
الْمُفْلِحُوْنَ (البقرہ:۵)
صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ۔

سامعین گرامی قدر! گذشتہ جمعۃ المبارک کے خطبے میں بڑی تفصیل اور وضاحت کے ساتھ میں بیان کر چکا ہوں کہ صحابی کسے کہتے ہیں اور صحابیت کا مقام اور درجہ کیا ہے؟

میں نے عرض کیا تھا کہ صحابیت کا درجہ کسبی نہیں بلکہ وھبی ہے

..........یعنی عطائے الٰہی ہے..........اور یہ بھی بیان کیا تھا کہ اصحاب رسول دین اسلام کے عینی اور چشم دید گواہ ہیں اس لیے ان کی امانت، دیانت اور صداقت کے گرد پہرہ دینا ہر مسلمان کا فریضہ ہے!

آج کے خطبے میں..........میں یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین تاریخی شخصیت نہیں بلکہ قرآنی شخصیت ہیں! بڑا اہم اور معلوماتی موضوع ہے..........اصحاب رسولؓ تاریخی شخصیت نہیں ہیں..........کیا مطلب؟ یعنی صحابہ کرامؓ کو تاریخ کی کتب میں نہیں دیکھنا..........اصحاب رسول کو تاریخ کے اوراق میں نہیں دیکھنا..........بلکہ قرآن کے صفحات میں دیکھنا ہے۔

پیر طریقت، خطیب اسلام حضرت سید عنایت اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بیان میں بہت خوبصورت بات فرمائی تھی۔

> لوگو! صحابہؓ کے معاملے میں گندی مکھی نہیں بننا بلکہ شہد کی مکھی بننا ہے..........گندی مکھی بیٹھتی ہے گند پر..........نجاست پر، غلاظت پر، گندگی کے ڈھیر پر اور شہد کی مکھی بیٹھتی ہے پھلوں پر، پھولوں پر، صاف ستھرے سبزے پر اور باغات کے خوشبودار درختوں پر.....لوگو! گندی مکھی بن کر صحابہ کرام کو تاریخ کے اوراق میں نہیں دیکھنا بلکہ شہد کی مکھی بن کر قرآن کے صفحات میں دیکھنا ہے۔

ہم نے یہ نہیں دیکھنا کہ ابن جریر طبری کیا کہتا ہے؟ ہم نے یہ نہیں دیکھنا کہ اصحاب رسول کے بارے میں لوط بن یحییٰ اور واقدی کیا کہتا ہے؟

ابن کثیرؒ نے کیا لکھا ہے اور ابن اثیرؒ نے کیا تحریر کیا ہے..........
ہم نے یہ نہیں دیکھنا کہ اصحاب رسول کے متعلق ابن خلدون، علامہ تفتازانیؒ یا صاحب ہدایہؒ کیا کہتا ہے.......... بلکہ ہم نے تو یہ دیکھنا ہے کہ صحابہ کرامؓ کی تصویر قرآن کیا پیش کرتا ہے؟ اصحاب رسولؐ کے متعلق قرآن میں عرش والا کیا کہتا ہے!

ہم اس تاریخ کو مانیں گے جو قرآن و سنت کی تائید کرے گی.......... جو اصحاب رسول کے مقام و مرتبہ اور عزت و عظمت کو بیان کرے گی.......... جو اجماعِ امت کے عقیدے کے مطابق اور موافق ہوگی.......... ہم اس تاریخ کو مانیں گے جو صحابہ کرام کے پیچھے پیچھے چلے گی۔

اور تاریخ کی ہر وہ روایت مردود ہوگی جس سے اصحاب رسول کا مقدس دامن داغ دار ہوتا ہو.......... جس روایت میں صحابہ کرام کی توہین و تنقیص اور تحقیر و مذمت کا پہلو نکلتا ہو.......... ہم ایسی روایت کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

چنانچہ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

"ایسی روایات (جس سے صحابہ کی توہین کا پہلو نکلتا ہو) کو بیان کرنے والے کے منہ پر مار دینا چاہیے بہت سارے روافض اور بے وقوف قصہ گو لوگوں کے باطل اوہام کے خلاف اصحاب رسول سے حسن ظن رکھنا چاہیے وہ لوگ صحیح وضعیف اور درست اور غلط روایات میں کوئی تمیز نہیں رکھتے۔" (البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۱۳۹)

یاد رکھیے! آج موجودہ دور میں یا ماضی قریب میں جن لوگوں

نے مشاجراتِ صحابہ کے عنوان پر کچھ تحریر کرنے کی .... یا محفلوں میں بیان کرنے کی جسارت کی ہے انہوں نے تاریخ کی چند کتب کو بطور حوالہ پیش کیا ہے .... ان حضرات کا نامعقول عذر یہ ہے کہ ہم جو کچھ لکھ رہے ہیں یا ہم جو کچھ بیان کر رہے ہیں .... یہ سب کچھ ہم اپنی طرف سے نہیں کر رہے ہیں بلکہ ہم تو تاریخ کی کتب کے حوالوں کا سہارا لے رہے ہیں .... یہ طبری نے بیان کیا ہے، ابن کثیر نے اسے نقل کیا ہے، طبقات ابن سعد نے اسے بیان کیا ہے، ابن اثیر اور ابن خلدون میں یہ سب کچھ موجود ہے۔

آیئے عظمت اصحاب رسول کے تقاضوں کو مدنظر رکھ کر میں ان حضرات کے اس نامعقول عذر کا جواب پیش کر دوں!

سب سے پہلے اس حقیقت کو ذہن نشین کر لیجیے کہ بیشتر تاریخی واقعات بیان کرنے والے واقدی، ابومخنف، ہشام کلبی اور محمد بن ہشام جیسے لوگ ہیں .... تمام علماء ان سب حضرات کو ضعیف، مجروح بلکہ کذاب تک کہتے ہیں .... ان میں سے بعض پر تشیع کا الزام بھی ہے۔

> ابن جریر طبری نے خود لکھا ہے کہ مجھ سے جو کچھ روایت بیان کرنے والوں نے بیان کیا میں نے انہیں نقل کر دیا .... (یعنی میں نے اس کی چھان پھٹک کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی) (طبری ج ۱ ص ۸)

دوسرے مشہور مورخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ واقعہ کربلا کا تذکرہ کر کے کہتے ہیں:

"جو کچھ ہم نے بیان کیا اس کا کچھ حصہ مشتبہ ہے اگر ابن

جریر وغیرہ اسے ذکر نہ کرتے تو میں بھی بیان نہ کرتا اس
موضوع کا (کربلا) اکثر حصہ ابو مخنف لوط بن یحییٰ سے
مروی ہے جو ضعیف بھی ہے اور شیعہ بھی لیکن وہ تاریخ و
اخبار کا حافظ ہے واقعہ کربلا سے متعلق اس کے پاس اتنا
کچھ ہے جو دوسروں کے پاس نہیں یہی وجہ ہے کہ بعد
میں آنے والے اس موضوع کے لکھنے والے اس
سے خوب فائدہ اٹھاتے ہیں۔"

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۲۰۲)

طبری اور ابن کثیرؒ کے علاوہ طبقات ابن سعد اور ابن اثیر نے بھی
جو روایات ایسی ذکر کی ہیں جن سے اصحاب رسول کی مقدس جماعت کا
دامن داغ دار ہوتا ہے وہ سب وضاع، مجہول اور کذاب راویوں کی
کارستانی ہے جو تقیہ کے پردوں میں چھپ کر ایسے وار کیا کرتے تھے۔

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی اس سلسلہ میں ایک عبارت سنیے
فرماتے ہیں:

"ان حضرات (مورخین) کی نقل کردہ اور بیان کردہ
روایات تاریخ و سیر کی روایات کی جنس میں سے ہیں جن
میں مرسل، مقطوع، صحیح اور ضعیف ہر طرح کی روایات
ہیں۔ جب واقعہ یہ ہے تو اصحاب پیغمبر کے فضائل و
مناقب جو قرآن اور احادیث سے اور نقل متواتر سے
ثابت ہیں ان کا رد ایسی روایات سے کسی صورت نہیں
ہوسکتا جن میں کچھ منقطع یعنی تحریف شدہ اور کچھ روایات

ایسی ہیں جن کے ذریعے یقینی اور قطعی چیزوں پر جرح نہیں ہو سکتی، اس لیے کہ یقین شک سے زائل نہیں ہو سکتا اور ہمارا یقین و عقیدہ ان چیزوں پر ہے جو قرآن و سنت اور اجماع امت سے ثابت ہیں............علاوہ ازیں ان منقولات متواترہ کی تائید دلائل عقلیہ سے بھی ہوتی ہے اس لیے کہ اصحاب رسول کی جماعت انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد تمام مخلوق سے افضل و اعلیٰ ہیں۔"

(منہاج السنۃ جلد ۳ صفحہ ۲۰۷)

مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ارشاد بھی سن لیجیے! فرماتے ہیں:

"صحابہ کرام کی شان میں جو آیات وارد ہیں وہ قطعی ہیں اور جو احادیث ان کے متعلق وارد ہیں ان کی اسانید اس قدر قوی ہیں کہ تاریخ کی روایات ان کے سامنے ہیچ ہیں اس لیے اگر کسی تاریخی روایت میں اور احادیث صحیحہ میں تعارض واقع ہوگا تو تواریخ کو غلط کہنا ضروری ہے............یہ مؤرخین کی روایتیں تو عموماً بے سروپا ہوتی ہیں، نہ راویوں کا پتہ ہوتا ہے نہ ان کی توثیق و تجریح کی خبر ہوتی ہے............صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق ان قطعی اور متواتر نصوص اور دلائل عقلیہ و نقلیہ کی موجودگی میں اگر روایاتِ صحیحہ احادیث کی موجود ہوتیں تو مردود باطل قرار دی جاتیں چہ جائیکہ روایاتِ تاریخ۔"

(مکتوبات مولانا مدنی" جلد ا صفحہ ۲۴۲،۲۶۶)

سامعین گرامی قدر! اصحاب رسول کو تاریخی کتب کے آئینے میں نہیں دیکھنا بلکہ انہیں قرآن وحدیث کے اوراق میں دیکھنا ہے۔

آپ کے پاس دو راستے ہیں ان میں سے جس راستے کو چاہیں اختیار کر لیں .... یا تو تاریخ کو اپنا لیں اور جو کچھ تاریخی روایات صحابہ کرامؓ کے بارے میں بیان کرتی ہیں انہیں وحی کا درجہ دے کر مان لیں اور قرآن کو کنڈم کر دیں (العیاذ باللہ) .... اور دوسرا راستہ یہ ہے کہ قرآن اصحاب پیغمبر ﷺ کے بارے میں جو کچھ کہتا ہے اسے مان لیں اور تاریخ کی بے سروپا روایات کو کنڈم کر دیں .... جو راستہ بھی ان دو راستوں میں سے آپ کو پسند ہو اسے اختیار کر لیں!

ایک اور زاویئے سے سمجھاتا ہوں۔

ابو مخنف، واقدی، محمد بن سائب کلبی اور ہشام جیسے غیر معتبر، غیر ثقہ راویوں کو سچا مان لیں اور اصحاب رسول کے دامن کو داغ دار کر دیں۔

یا اصحاب رسول کی مقدس جماعت کے دامن کو آلودگیوں سے بے داغ مان لیں اور تاریخ کے راویوں کو کنڈم کر دیں۔

دونوں میں سے جو طریقہ آپ حضرات کو پسند ہو اسے اپنا لیں!

مگر ایک بات یاد رکھیں .... اگر تاریخ کو کنڈم کر دیں گے .... یہاں تک کہ تاریخ کے ماننے سے انکار تک کر دیں گے تو آپ کے ایمان، دین اور تقویٰ میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

لیکن اگر قرآن کی کسی ایک آیت میں معمولی سا شک بھی کریں گے تو نہ ایمان باقی رہے گا نہ دین اور نہ ہی دین داری۔

اسی طرح تاریخ کے راویوں، بے سروپا روایات بیان کرنے والے غیر معتبر راویوں کو کنڈم کر دیں گے اور انہیں مشکوک سمجھیں گے ....تو شرعاً کوئی قصور اور غلطی نہیں ہو گی۔

مگر اصحاب رسول کی مقدس جماعت میں سے کسی ایک صحابیؓ کے صدق وعدل، تقویٰ و امانت داری میں ذرہ برابر شک کرو گے تو قیامت کے دن اس کی جواب دہی ہو گی۔

یہ بات ذہن کی تختی پر لکھ لیجیے کہ تفسیر کی کتب، تاریخ کی کتابیں، سیرت وحدیث کا ذخیرہ اس قابل نہیں ہے کہ آنکھیں بند کر کے ....بغیر تحقیق کے اسے مان لیا جائے۔

اصحاب رسول کی عظیم شخصیات کے متعلق کچھ بولتے ہوئے اور کچھ تحریر کرتے ہوئے بڑی احتیاط، زیرکی، دانش مندی اور فہم و فراست کی ضرورت ہے۔

تاریخ وسیرت کی جو روایت اور جو بات اصحاب رسول کے بلند مرتبے اور عظیم منصب کے مطابق اور موافق ہو گی وہی بات مقبول اور معتبر ہو گی اور جس روایت سے اور جس خبر سے صحابہ کرامؓ کی قدوسی جماعت کی توہین اور تنقیص اور تحقیر اور مذمت کا پہلو نکلتا ہو وہ قابل قبول نہیں ہو گی..........اسے پورے ایمانی جذبے اور قرآن وسنت سے محبت کے ہتھیار سے رد کر دیا جائے گا۔

جو روایت اصحاب رسول کی مذمت اور برائی کو ظاہر کر رہی ہو وہ ماننے کے لائق نہیں بلکہ قابل رد ہے..........اور اسے رد کرتے ہوئے یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ وہ روایت طبری کی ہے یا البدایہ والنہایہ کی،

طبقات ابن سعد کی ہے، یا ابن اثیر، یا ابن خلدون کی ہے۔

صحابہ کرامؓ کے متعلق .... اور اس قدسی جماعت کے کسی فرد کے متعلق تحقیر و تنقیص پر مبنی کوئی بات کسی معتبر سے معتبر عالم کی بھی ہو مگر یہ بات اس عالم کی بھی ماننے کے لائق نہیں ہوگی .... علامہ تفتازانیؒ ہوں یا صاحب ہدایہ .... یا کوئی اور معتبر مجتہد و امام .... ان کی کوئی بات جس سے صحابہ کرامؓ کا دامن داغ دار ہوتا ہو ہم دیوار پر مار دیں گے اور قرآن کو سینے سے لگا لیں گے جو اصحاب رسول کی عظمتوں کے تذکروں سے بھرا پڑا ہے!

کروڑوں طبری اور لاکھوں ابن کثیرؒ اور کروڑوں ابن اثیرؒ اور تفتازانیؒ اور دوسرے علماء اور مجتہد کسی ایک صحابیؓ کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتے۔

آئیے آج میں آپ کو ایک نیا ذہن دوں .... اور وہ ذہن ہے قرآن مجید کا ذہن .... ہم دیکھیں کہ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے اصحاب پیغمبر کو کس رنگ میں پیش فرمایا ہے۔

قرآن صحابہ کرامؓ کی کون سی تصویر پیش کرتا ہے .... جو تصویر صحابہ کرامؓ کی قرآن پیش کرتا ہے اسے بلا حیل و حجت مان لینا چاہیے .... اس کے سامنے پس و پیش نہیں کرنی چاہیے .... جو شخص قرآن کے فرمودات کے ماننے اور تسلیم کرنے میں لیت و لعل سے کام لیتا ہے اس کا ایمان مشکوک ہے۔

اَلْاَصْحَاب فِی الْکِتَاب

صحابہ کرامؓ قرآن کے آئینے میں

قرآن مجید نے کئی مقامات پر بیان فرمایا کہ اصحاب پیغمبر کی مقدس جماعت ہی کامیاب اور فلاح یافتہ ہے۔

یاد رکھیئے! فلاح وفوز اور کامیابی مال و دولت کے جمع کرنے کا نام نہیں ہے.......... کامیابی نام تجارت میں نام کمانے کا، زمینوں اور باغات کو آباد کرنے کا، سونا اور چاندی جمع کرنے کا، تخت و تاج کا، حکومت واقتدار کے مل جانے کا، دنیاوی انعامات سے مالا مال ہونے کا، وزارت وصدارت کے مل جانے کا، عزت واولاد کی فراوانی کا اور طاقت وقوت کے نشے کا نہیں ہے۔

بلکہ کامیاب انسان اور فلاح یافتہ شخص وہ ہے جسے دین کے راستے کی ہدایت ملی ہو، جسے رضائے الٰہی کی سند ملی ہو، جسے رحمت الٰہی کے پروانے ملیں ہوں، جسے جنت کی بشارتیں ملی ہوں، جسے اللہ کے راستے میں ہجرت کی سعادتیں ملی ہوں، جسے جہاد فی سبیل اللہ کا ذوق ملا ہو، جسے انفاق فی سبیل اللہ کا شوق ملا ہو، جو وقت کے نبی کا معاون ومددگار رہا ہو، جو اتباع رسول کا متمنی ہو، کامیاب وکامران وہ لوگ ہیں جن کے دل میں ایمان اللہ نے اپنے ہاتھوں سے لکھا ہو، جو اللہ اور رسول کی محبت میں مست ہوں۔

یقیناً انہی اوصاف اور ان ہی صفات کے حامل لوگ ہی کامیاب وکامران ہیں.......... تو آئیے دیکھتے ہیں کہ یہ تمام کی تمام صفات اصحاب

رسول میں پائی جاتی ہیں یا نہیں۔

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ،
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ

پہلی آیت

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ......

یہ قرآن وہ کتاب ہے جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ...... نری ہدایت ہے پرہیزگاروں کے لیے ....یعنی اس کتاب سے نفع وہی لوگ حاصل کریں گے ....مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ معنی کرتے ہیں قرآن ہدایت ہے ان لوگوں کے لیے جو ضد وعناد سے بچنے والے ہیں............ضدی اور عنادی لوگ اس سے فائدہ نہیں اٹھائیں گے۔

متقین کون ہیں؟

فرمایا: اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ......

......جو ایمان لاتے ہیں چھپی ہوئی چیزوں پر (صرف اللہ اور اس کے رسول کے بتانے پر) جیسے خود اللہ کی ذات، فرشتے، قیامت، وحی الہی، جنت وجہنم، قیامت کے دن میزان وغیرہ۔

وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ............ متقی لوگوں کی دوسری صفت یہ ہے کہ وہ قائم رکھتے ہیں نماز کو............نماز کو قائم رکھنے کا مطلب ہے ....اسے اپنے پورے فرائض وارکان کے ساتھ وقت مسنونہ میں خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کرنا۔

وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ....تیسری صفت متقین کی ہے کہ وہ ہماری دی ہوئی روزی میں سے خرچ کرتے ہیں۔

وَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ۔

...... متقی لوگوں کی چوتھی صفت یہ ہے کہ وہ اس وحی پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپ ﷺ کی طرف اتاری گئی اور اس وحی پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپ ﷺ سے پہلے انبیاء کی طرف اتاری گئی۔

(اگر آپ ﷺ کے بعد بھی وحی کے اترنے کا سلسلہ جاری رہنا ہوتا تو یہاں مِنْ قَبْلِكَ کے ساتھ مِنْ بَعْدِكَ کا تذکرہ بھی ہونا چاہیے تھا ....لیکن مِنْ بَعْدِكَ کا ذکر اس لیے نہیں ہوا کہ آپ ﷺ پر نبوت و رسالت کے سنہری سلسلہ کا اختتام ہو چکا تھا)

وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ ...... متقی لوگوں کی پانچویں صفت یہ ہے کہ آخرت یعنی قیامت پر (صرف ایمان نہیں) وہ لوگ یقین رکھتے ہیں۔

متقین کی ان پانچ صفات کو ذکر کرنے کے بعد بطور ثمرہ فرمایا:

اُولٰٓىٕكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (البقرہ:۵)

(ان ہی صفات کے حامل لوگ) ہیں ہدایت پر اپنے رب کی طرف سے اور یہی لوگ ہیں (آخرت میں) فلاح اور نجات پانے والے۔

سامعین گرامی قدر! میں آپ حضرات سے پوچھنا چاہتا ہوں

..........اور ارباب علم و دانش کو دعوتِ فکر دینا چاہتا ہوں کہ جس وقت سورۃ البقرہ کی یہ ابتدائی آیات نازل ہو رہی تھیں یعنی ۲ ھ میں ....کیا اس وقت میں موجود تھا یا آپ موجود تھے؟

تابعین یا تبع تابعین تھے......؟ ائمہ مجتہدین یا امت کے محدثین تھے؟ بعد میں آنے والے علماء اور اولیاء تھے، امت کے نامور زاہدین و عابدین تھے ......؟ ......آج کے دیوبندی، بریلوی اور اہلحدیث علماء تھے......؟

یقیناً آپ کا جواب نفی میں ہوگا..........تو پھر بتایئے اور فیصلہ کیجیے کہ ان آیات کا پہلا مصداق کون ہے؟ یقیناً اصحاب رسول کی مقدس جماعت ہی ان آیات کے پہلے مخاطب اور پہلا مصداق ہیں (بعد میں آنے والے لوگ ان صفات کو کماحقہ اپنائیں گے تو وہ بھی اس میں شامل ہونگے)

مگر پہلا مصداق ان آیات کا صحابہ کرامؓ ہی ہیں ....تو پھر ماننا پڑے گا کہ وہ سب کے سب ان اوصاف کے حامل تھے انہیں متقین کے لقب سے یاد کیا گیا اور ان کو ہدایت یافتہ اور کامیاب و کامران، فلاح یافتہ اور قیامت کے دن نجات پانے والا گروہ قرار دیا گیا!

دوسری آیت

ایک اور مقام پر ارشاد باری ہے:

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُ الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ

اس سے پہلی آیتوں میں مالِ فے (یعنی ایسا مالِ غنیمت جو بغیر لڑے اور بغیر مشقت اٹھائے ہاتھ آجائے) کی تقسیم کے مصارف بیان ہوئے۔

اب اس کا ایک مصرف بتایا جا رہا ہے............یعنی یہ مال ان کے لیے ہے جو مہاجرین کی ہجرت کرنے سے پہلے مدینہ منورہ میں رہ رہے تھے اور ایمان بھی قبول کر چکے تھے (یعنی مدینہ کے انصار)

يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ...... وہ انصارِ مدینہ ہجرت کرنے والے مہاجرین سے محبت و پیار کرتے ہیں۔

وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا............اور مہاجرین کو (مال غنیمت میں سے جتنا کچھ) دیا جائے وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہیں کرتے (یعنی حسد نہیں کرتے یا یہ نہیں سوچتے کہ ان مہاجرین پر یہ نوازشات کیوں ہو رہی ہیں)

وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ

............وہ انصار مدینہ مہاجرین کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں اگر چہ ان پر ہو فاقہ............اور انہیں خود بہت محتاجی ہو!

یہاں انصار کے سب سے اعلیٰ وصف............اور بلند ترین صفت ایثار کا تذکرہ ہو رہا ہے مہاجرین مکہ سے ہجرت کر کے بے سروسامان اور بے خانماں ہو کر............اور اپنا تمام تر مال و متاع مکہ میں چھوڑ کر مدینہ منورہ آئے تو انصار مدینہ نے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا اور سر آنکھوں پر بٹھایا ....انہیں اپنے گھر دیئے، باغات میں سے حصے دیئے اور اپنی کمائی میں شریک کیا۔

یہود کے ایک قبیلے بنو نضیر کی زمینیں اسلام کے قبضے میں آئیں ....ان کے گھروں پر قبضہ ہوا............امام الانبیاء ﷺ نے وہ سب کی سب زمینیں اور مکان مہاجرین میں تقسیم فرما دیں (تا کہ انصار پر سے

مہاجرین کی کفالت کا بوجھ کم ہو جائے) تو انصار نے بخوشی ورضا اس فیصلے کو منظور کیا۔

بحرین جب فتح ہوا تو امام الانبیاء ﷺ نے انصار کو طلب فرمایا اور کہا میں بحرین کی جاگیریں انصار کو دینا چاہتا ہوں.......... اتنی بڑی اور دلکش پیشکش کو سن کر.......... ایثار و وفا کے ان پیکروں نے جواب میں عرض کیا:

جب تک ہمارے مہاجر بھائیوں کو بھی اسی قدر نہیں ملے گا جتنا ہمیں عطا کیا جا رہا ہے تو ہم یہ زمینیں اور جائیدادیں لینے کے لیے تیار نہیں!

انصارِ مدینہ کی تعریف اللہ رب العزت نے فرمائی کہ وہ باوجود سخت احتیاج کے اور زبردست فاقے کے اپنے مہاجرین بھائیوں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ ایک دن امام الانبیاء ﷺ کے ہاں ایک مہمان آیا.......... اسے کھانے کی حاجت تھی مگر اس دن آپ ﷺ کے گھر میں پانی کے سوا کچھ بھی نہیں تھا.......... آپ ﷺ نے فرمایا جو مسلمان آج کی رات اسے اپنا مہمان بنائے گا اللہ تعالیٰ اس پر رحمت فرمائے گا .... ایک غریب انصاری اٹھا اور مہمان کو اپنے گھر لے گیا۔

گھر جا کر اہلیہ سے ذکر کیا تو اس نے بتایا کہ صرف بچوں کے لیے کھانا موجود ہے.......... پھر میاں بیوی نے مشورہ کیا کہ بچوں کو بہلا پھسلا کر سلا دیں اور خود بھی بھوکے سو جائیں گے ہاں البتہ مہمان پر یہ بات ظاہر نہ ہو اس لیے کھانا شروع ہو تو تم چپکے سے کسی بہانے چراغ بجھا دینا۔

صبح کے وقت وہ انصاری صحابی خدمت نبوی ﷺ میں پہنچے تو ان

کے آنے سے پہلے جبرائیل امین نبی اکرم ﷺ کو اس واقعہ اور اس ایثار کی اطلاع دے چکے تھے اور يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ والی آیت ان کی شان میں اتر چکی تھی۔

(بخاری تفسیر سورۃ الحشر، ترمذی، مسلم)

انصارِ مدینہ نے ایثار و ترجیح اور قربانی کی ایسی لازوال اور انمٹ داستانیں چھوڑی ہیں کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

حدیث میں آتا ہے کہ ایک انصاری کی دو بیویاں تھیں ....اس نے اپنے بننے والے مہاجر اسلامی بھائی کو پیش کش کی کہ دونوں میں سے جو عورت تمہیں پسند ہو میں اسے طلاق دے دیتا ہوں اور عدت گزرنے کے بعد تم اس سے نکاح کرلو۔

(بخاری کتاب النکاح)

مہاجرین و انصار کی ان صفات اور اوصاف کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ......ایسی صفات والے لوگ ہی کامیاب و کامران اور فلاح پانے والے ہیں۔

تیسری آیت سورۃ الاعراف کی آیہ ۱۵۷ میں ارشاد ہوتا ہے:

جو لوگ ایسے رسول کی پیروی کرتے ہیں جو نبی امی ہے جس نبی کا تذکرہ تورات و انجیل میں موجود ہے جو نبی پاکیزہ چیزوں کو حلال بتاتا ہے اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتا ہے اور جو (مشکل احکام کے) طوق اور بوجھ ان کے گردنوں میں تھے انہیں اتارتا ہے...... آگے

فرمایا:

فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ (الاعراف)

پس جو لوگ اس نبی امی پر ایمان لائے اور اس کی حمایت ورفاقت کی (عزت کی) اور اس کی مدد کی اور اس نور کی (قرآن) پیروی کی جو اس کے ساتھ اتارا گیا تو وہی لوگ ہیں فلاح اور مراد کو پہنچنے والے!

سامعین گرامی قدر! انصاف سے بتایئے اور اللہ کو حاضر و ناظر سمجھ کر فیصلہ کیجیے!

کہ جب یہ آیت نازل ہو رہی تھی .... اس وقت نہ آپ موجود تھے اور نہ میں موجود تھا .... نہ امت کے باقی علماء اور اتقیاء اور فقہاء موجود تھے .... نہ بزرگان دین اور نہ اولیاء کرام موجود تھے۔

اس وقت تو صرف میرے نبی ﷺ کے یار اور صحابہؓ موجود تھے .... سیدنا ابوبکرؓ تھے حضرت عمرؓ تھے جناب عثمانؓ تھے، حضرت علیؓ تھے، طلحہؓ وزبیرؓ، ابن عوفؓ اور ابوعبیدۃ بن الجراحؓ موجود تھے .... یہ آیت مکی ہے .... ہجرت سے پہلے اتری .... اس لیے تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس آیت کا سب سے اولین مصداق وہ صحابہ کرام ہیں جو ہجرت سے پہلے ایمان قبول کر چکے تھے۔

ان ہی کو اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ..... کے خوبصورت خطاب سے نوازا جا رہا ہے .... ان ہی کے بارے عَزَّرُوْهُ کی گواہی دی جارہی ہے

............یعنی امام الانبیاء ﷺ کی رفاقت داری میں رہنے والے اور عزت و احترام کے ساتھ آپ ﷺ کے قدموں میں آنکھیں بچھانے والے............ آپ ﷺ کی محبت کا دم بھرنے والے۔

ان کی خوش نصیبوں کے بارے میں نَصَرُوْہُ کی شہادت دی جا رہی ہے............ یعنی ہر میدان میں اور ہر وادی میں، اور ہر بازار میں اور ہر گلی میں اور ہر موقع پر اور ہر وقت وہ امام الانبیاء ﷺ کے ساتھ کھڑے ہیں............ جان و مال اور اولاد و عزت آپ ﷺ پر قربان کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار ہیں...... ہاں یہی وہ خوش بخت اور نصیبہ ور ہیں کہ جب پورا مکہ دشمن تھا یہ میرے نبی ﷺ کے دوست بن گئے۔

جب مکہ کے ظالموں نے میرے نبی ﷺ کو زخمی کیا انہوں نے زخموں پر مرہم رکھا، جب مکہ کے سرداروں نے اور ان کے چچوں نے آپ سے کہا اَنْتَ کَذَّابٌ اس وقت یہی تھے جنہوں نے ڈنکے کی چوٹ پر کہا دھرتی پر تجھ سے بڑھ کر سچا کسی ماں نے آج تک جنا ہی نہیں!

جب ہر کافر میرے نبی ﷺ کی تحقیر کرتے ہوئے کہتا تھا اَنْتَ مَجْنُوْن............ تو یہی لوگ تھے جنہوں نے کہا تھا ہم نے آج تک تجھ سے بڑھ کر عقلمند اور دانا شخص دیکھا ہی نہیں!

جب لوگوں نے میرے پیارے نبی ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھائے............ تو انہوں نے پلکیں بچھائیں۔

جب لوگوں نے آپ ﷺ کے گلے میں رسیاں ڈالیں .... تو یہی تھے جنہوں نے محبت کی بانہیں ڈالیں۔

جب مکہ کے لوگوں نے رنج پہنچائے، ستم ڈھائے، ظلم کیے،

راستے روکے، فتوے لگائے، پھبتیاں کسیں۔

اس وقت یہی لوگ تھے جنہوں نے آپ ﷺ کو راحت پہنچائی، دفاع کیا، مدد کی، حمایت و رفاقت کا حق ادا کر دیا، دوستی نبھانے کی حد کر دی، آپ کی خدمت کی، ادب و احترام اور عزت سے پیش آئے

اسی لیے اللہ رب العزت نے فرمایا:

أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ .... دنیا میں کامیابی و کامرانی اور آخرت میں فلاح و نجات ان کا مقدر ہے۔

چوتھی آیت سورۃ التوبہ میں اللہ رب العزت نے ان منافقین پر زجریں کی ہیں جو غزوہ تبوک میں بہانے بنا کر شریک نہیں ہوئے اور جو شریک ہوئے انہوں نے راستے میں آتے اور جاتے ہوئے کیا کیا خباثتیں اور شرارتیں اور سازشیں کیں .... نیز سورۃ التوبہ میں منافقین کے کئی گروہوں کے اور ان کی اسلام دشمن کارروائیوں کے تذکرے فرمائے .... پھر ان کے مقابلے میں مخلص مومنین اور جانثار مسلمانوں کا ذکر خیر فرما کر انہیں انعامات کی خوشخبری سنائی۔

ارشاد فرمایا:

لَٰكِنِ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهَدُوا
بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ

مگر اللہ کے رسول اور ان کے ساتھ ایمان لانے والے
اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں

حضرات گرامی! ایمان سے بتائیے یہ کن کا تذکرہ ہو رہا ہے .... یہ کون لوگ ہیں جو اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان لائے اور پھر

اپنے مال اللہ کی راہ میں قربان کیے اور اپنی جانیں اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے قربان کیں.......... جہاد فی سبیل اللہ کرتے رہے!

میں تو اس وقت موجود ہی نہیں تھا جب یہ آیت نازل ہو رہی تھی اور نہ آپ موجود تھے.......... نہ تابعین موجود تھے اور نہ تبع تابعین.......... نہ امت کے باقی علماء اور صلحاء.......... نہ محدثین و مفسرین.......... کوئی بھی موجود نہیں تھے ہاں موجود تھے تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ...... سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ...... سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ...... طلحہ و زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما...... بلال و ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہما...... خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ...... اور عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ

تو پھر اس آیت کا پہلا مصداق کون ہوا؟ یقیناً صحابہ کرامؓ ہوئے تو پھر سنئے کائنات کا مالک ان کے بارے میں کیا ارشاد فرما رہا ہے:

وَأُولَٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ز وَأُولَٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

انہی لوگوں کے لیے بھلائیاں اور خوبیاں ہیں اور یہی لوگ کامیابی و کامرانی حاصل کرنے والے ہیں۔

مولا! یہ کامیاب و کامران لوگ.......... مولا! یہ مراد و مقصد کو پہنچنے والے.......... انہیں انعام کیا ملے گا.......... فرمایا:

أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۸۹﴾

(التوبہ آیۃ نمبر ۸۸-۸۹)

ان ہی لوگوں کے لیے اللہ نے ایسے باغات تیار کیے ہیں
جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں جن میں یہ ہمیشہ رہیں گے
یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

پانچویں آیت قرآن مجید نے کئی جگہوں پر اہل ایمان کو روکا اور منع فرمایا کہ یہود و نصاریٰ اور کفار............یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں سے دلی محبت اور پیار ہرگز نہیں رکھنا۔

سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۲۸ میں ارشاد ہوا:

لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ

ایمان والوں کو چاہیے کہ مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو
اپنا دوست نہ بنائیں۔

سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۲۳ میں اللہ رب العزت نے فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِیَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِیْمَانِؕ وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۔

اے ایمان والو! اپنے آباء و اجداد کو اور اپنے بھائیوں
کو دوست نہ بناؤ اگر وہ کفر کو ایمان سے زیادہ عزیز اور
پیارا رکھیں، تم میں سے جو بھی ان سے محبت رکھے گا وہی
ظالم ہونگے۔

سورۂ ممتحنہ کی پہلی آیت میں ارشاد ہوا:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ

اے ایمان والو! تم میرے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ کہ ان سے دوستی کا اظہار کرنے لگو حالانکہ وہ اس سچے دین کے انکاری ہیں جو تمہارے پاس پہنچ چکا ہے!

ان آیات اور ان میں بیان کردہ احکام کو سامنے رکھ کر ذرا اس آیت کو سنیے اور اصحاب رسول کے مقام و مرتبہ کو پہنچاننے کی کوشش کیجیے:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ (مجادلہ)

اللہ کی ذات پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو آپ اللہ اور اس کے رسول کے مخالفین سے محبت رکھتے ہوئے نہ پائیں گے اگرچہ وہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے ہوں یا ان کے بھائی ہوں یا ان کے کنبہ، قبیلہ اور برادری کے لوگ ہوں!

- انصاف سے بتلائیے! اس آیت کا اولین مصداق کون لوگ تھے؟

کون تھے جن کی ایمان کی پختگی، دین سے ہر شے سے بڑھ کر محبت کی گواہی یہ آیت دے رہی ہے۔

صحابہ کرامؓ ہی وہ مقدس جماعت ہے، جس نے دین کی خاطر ہر قسم کی سرفروشی کی، اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے ہر قسم کے مصائب برداشت کیے .... توحید کی اشاعت کے لیے مشرکین کے خلاف صف آراء ہوئے .... اور دین الٰہی کے پھیلانے میں، اور حق کے راستے میں اپنے تمام خونی رشتے بالائے طاق رکھ دیئے .... انہوں نے اپنے والدین، اولاد، بھائی، رشتے دار، برادری، کنبہ قبیلہ .... غرضیکہ ہر شئی کو دین پر مقدم رکھا۔

اور ان کے قریبی رشتے دار حتی کہ والدین اور بیٹے بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت پر اترے تو انہوں نے انہیں بھی خیر آباد کہہ دیا۔

کیا آپ حضرات نہیں جانتے کہ مکہ کے مظلوم مسلمانوں نے تیرہ سال تکالیف اور دکھ اٹھا کر غموں کی وادیاں عبور کر کے، ظلم وستم کے پہاڑ اٹھا کر، رنج اور غم سہہ کر .... آخر کار اپنے عزیزوں، رشتے داروں کو چھوڑ دیا اور مکہ مکرمہ جیسا شہر اور بیت اللہ کو چھوڑ کر مدینہ آ گئے۔

مدینہ میں آنے کے بعد جب مکہ کے لوگ اور ان کے قریبی رشتے دار اور بھائی بند بدر و احد اور خندق میں انہیں مٹانے کے ارادے سے آئے تو یہ تلواریں سونت کر ان کے خلاف صف آراء ہو گئے!

بدر کی لڑائی میں مد مقابل کون تھے؟ اپنے ہی قریبی رشتے دار، اپنی برادری کے افراد .... ادھر امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں تو ادھر

ان کے بھائی عباس ہیں، اِدھر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور اُدھر ان کے بیٹے عبدالرحمان ہیں، محمد عربی ﷺ کے جھنڈے کے نیچے ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور مقابلے میں ان کا والد جراح ہے، اِدھر مصعب بن عمیر ہیں اور اُدھر ان کے سگے بھائی عبید بن عمیر ہیں، اِدھر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور مخالف لشکر میں ان کا ماموں عاص بن ہشام ہے اِدھر سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور اُدھر ان کے بھائی طالب اور عقیل ہیں!

اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت صحابہ کرامؓ کی اس خوبی، اس وصف اور اس کمال کو بیان کر رہا ہے۔

آیئے میں آپ حضرات کے سامنے کچھ ایسے واقعات رکھوں .... جو اس آیت کی صداقت پر مہر بن جائیں اور آپ کو معلوم ہو کہ اصحابِ رسولؓ نے کس طرح اپنے والدین، اولاد کنبہ قبیلہ اور بھائی بندوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت پر اور دینِ اسلام پر قربان کر دیا تھا!

اُمِ حبیبہؓ اور ابوسفیانؓ

ام المومنین سیدہ رملہؓ جن کی کنیت ام حبیبہ تھی .... ابوسفیانؓ کی بیٹی تھیں .... کئی سالوں کے بعد ابوسفیان معاہدۂ صلح کی تجدید کے لیے مدینہ منورہ آئے .... تو مدت سے بچھڑی ہوئی بیٹی کی یاد نے تڑپا کر رکھ دیا۔

ابوسفیان جونہی ام حبیبہؓ کے حجرے میں داخل ہوئے تو انہوں نے حجرے میں بچھا ہوا نبی اکرم ﷺ کا بستر لپیٹ دیا۔

ابوسفیان دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے .... سوچا کہ

بیٹیاں تو اپنے والد کے لیے بستر بچھاتی ہیں اور میری بیٹی نے بچھا ہوا بستر لپیٹ دیا۔

انہوں نے ام حبیبہؓ سے اس کی وجہ پوچھی۔

بیٹا تم نے سمجھا ہو گا کہ میرا باپ مکہ کا چوہدری ہے اور یہ بستر معمولی بستر ہے شاید میرے باپ کے شایانِ شان نہ ہو۔

یا تم نے مجھے اس بستر کے لائق اور قابل نہیں جانا ؟

سیدہ ام حبیبہؓ نے فرمایا :

بابا! یہ بستر میرے آقا و مولا محمد کریم ﷺ کا ہے.........جس طرح میرا محبوب نبی پاک ہے اسی طرح ان کا بستر بھی پاکیزہ ہے.........آپ چونکہ مشرک ہیں اور مشرک شخص میرے نبی کے بستر پر بیٹھنے کے لائق نہیں ہے!

(فتح مکہ کے دن اللہ رب العزت نے ابوسفیانؓ کو اسلام کے شرف سے مشرف فرمایا اور ان کے گھر کو دارالامن قرار دیا.........انہوں نے اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے جہاد میں حصہ لیا جس میں ان کی آنکھیں شہید ہوئیں.........نبی اکرم ﷺ نے انہیں نجران کا گورنر مقرر فرمایا رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

سیدنا فاروق اعظمؓ کا مشورہ

غزوہ بدر.........جو کفر و اسلام کی پہلی جنگ تھی اس میں اللہ رب العزت نے صحابہ کرامؓ کو فتح سے مالا مال فرمایا اور ذلت و شکست کفار کا مقدر بنی۔

ستر کفار، صنادید قریش مارے گئے اور ستر ہی قیدی بنائے گئے.........نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ فرمایا کہ قیدیوں

کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟

تمام صحابہ کرامؓ کا مشورہ یہ تھا کہ یہ قیدی اپنے رشتے دار ہیں فدیہ لے کر رہا کر دیا جائے اس کے دو فائدے ہونگے......... فدیے کے رقم سے ہتھیار خرید کر جنگی قوت مضبوط بنائی جا سکتی ہے......... دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ ان پہ ہمارا احسان ہوگا اور ہمارا احسان شاید ان کے ایمان کا سبب بن جائے (واقعی ان قیدیوں میں سے اکثر قیدی بعد میں دائرہ ایمان میں داخل ہوئے)

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے اور مشورہ بھی یہی تھا۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رائے پوچھی گئی تو فرمایا .... ان لوگوں نے مکہ میں ہمارے ساتھ کتنے ظلم کئے تھے .... پھر ہمیں وطن سے بے وطن کیا......... آج سینکڑوں میل دور ہم سے لڑنے اور ہمیں صفحۂ ہستی سے مٹانے آگئے......... آج یہ ہمارے قابو میں آگئے ہیں اور ہیں بھی ہمارے بھائی بند اور رشتے دار .... آپ ﷺ ہر صحابی کے رشتے دار کو اس کے حوالے فرمایئے اور حکم دیجئے کہ ان سب کی گردنیں قلم کر دی جائیں!

ابو حذیفہؓ اور عتبہ

غزوۂ بدر میں خون کے رشتے ایک دوسرے کے خلاف صف آراء ہوئے تھا......... عتبہ مکہ کا بہت بڑا سردار اور چوہدری تھا......... اسے اپنی بہادری، جرأت، دلیری اور اپنے جنگجو ہونے پر ناز تھے......... عتبہ کا بیٹا ابو حذیفہ اس دن محمد عربی ﷺ کے جھنڈے کے نیچے تھا۔

اس دور میں جنگوں کا اصول یہ تھا کہ پہلے ایک ایک شخص اپنے

لشکر کی صفوں سے میدان میں نکل کر مبازرت طلب کرتا (یعنی چیلنج کرتا کہ میرے مقابلے میں کون باہر نکلے گا)

جنگ کی ابتداء اور آغاز میں عتبہ جھومتا ہوا............طاقت کے نشے میں مست............اتراتا ہوا میدان میں نکلا اور بلند آواز سے پکارا:

هَلْ مِنْ مُبَارِزٍ ......ہے کوئی میرے مقابلے میں آنے والا؟ مسلمانوں تم تو کہتے ہو کہ مرنے کے بعد جنت تمہاری منتظر ہے۔

ہے کوئی جو میرے ہاتھوں سے جنت میں پہنچے یا مجھے دوزخ کے گڑھے تک پہنچا دے۔ عتبہ بہت بڑا پہلوان تھا، جنگجو تھا............اس کی للکار سن کر سناٹا چھا گیا پھر آسمان کے فرشتے بھی حیران رہ گئے جب ابوحذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کی صفوں سے باہر نکلا اور امام الانبیاء ﷺ کی طرف دیکھا............کہ اجازت ہو تو بابا سے دو دو ہاتھ کرلوں!

امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا ابوحذیفہ بیٹا صفوں میں واپس چلے جاؤ............اگر آج میں تجھے باپ کے مقابلے میں لڑنے کے لیے بھیجوں تو دنیائے کفر یہ زہریلا پروپیگنڈہ کرے گی کہ محمد عربی ﷺ کے ماننے والے اتنے بے دید ہوتے ہیں کہ اپنے والد کا بھی لحاظ نہیں کرتے۔

سیدنا ابوبکرؓ اور عبدالرحمانؓ

غزوہ بدر میں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے عبدالرحمٰن ابوجہل کے لشکر میں شامل تھے............بعد میں اللہ رب العزت نے انہیں دولتِ ایمان سے مالا مال فرما دیا۔

غزوہ بدر کے کئی سال بعد کسی مجلس میں بدر کی لڑائی کے بارے گفتگو ہونے لگی.........تو عبدالرحمٰن کہنے لگے:

بدر کی لڑائی میں میرا ابا کئی مرتبہ میری تلوار کی زد میں آئے تھے مگر پدری محبت آڑے آگئی اور میں نے تلوار روک لی!

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنا تو فرمایا:

بیٹا شکر کرو اس دن تم میری تلوار کی زد میں نہیں آئے..........اگر تم میری تلوار کی زد میں آجاتے تو میں تیری گردن قلم کر دیتا..........مجھے کعبہ کے رب کی قسم ہے اس دن تو میرا بیٹا نہیں تھا میرے بیٹے وہ تھے جو محمد عربی ﷺ کے جھنڈے کے نیچے کھڑے تھے!

(تاریخ الخلفاء سیوطی صفحہ ۲۹)

سعدؓ اور ان کی والدہ

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ دامن اسلام سے وابستہ ہوئے تو ان کی مشرکہ ماں نے کہا:

جب تک سعد نیا دین ترک کر کے اپنے باپ دادا کے دین پر واپس نہیں آتا اس وقت تک نہ میں کچھ کھاؤں گی، نہ سر میں کنگھی کرونگی اور نہ سائے میں بیٹھوں گی۔

سعد کو ماں سے والہانہ محبت تھی، وہ ایک لمحہ ماں سے جدائی کا تصور نہیں کر سکتے تھے......ماں کی معمولی سی تکلیف بھی سعد کو بے چین کر دیتی تھی

سعد کو ماں کی قسم کا علم ہوا تو دوڑے دوڑے آئے......ماں کڑی دھوپ میں سر کے بال کھولے بیٹھی ہے نہ کچھ کھایا اور نہ پیا۔

سعد نے وجہ پوچھی.........ماں نے کہا:

میں نے سنا ہے تو صابی ہو گیا ہے.........(اس زمانے میں جو شخص در در سے پیشانی ہٹا کر ایک کے در پہ جھکا دیتا لوگ اسے صابی کہتے تھے.........جیسے آج بھی مشکل کشاؤں کی جگہ ایک ہی مشکل کشا ماننے والے کو لوگ وہابی کہہ دیتے ہیں) ماں نے کہا:

سنا ہے تو نے کوئی نیا دین اختیار کر لیا ہے.........جب تک تو نئے دین کو ترک نہیں کرے گا اس وقت تک میں نہ کھاؤں گی نہ پیوں گی نہ سر میں کنگھی کروں گی اور نہ سائے میں بیٹھوں گی۔

ماں کو بڑا مان تھا اپنے پیارے سعد پہ.........اس کا خیال تھا میری تکلیف دیکھ کر سعد تڑپ اٹھے گا اور فوراً میرا مطالبہ تسلیم کرے گا مگر سعد نے یہ کہہ کر ماں کا سارا مان توڑ دیا:

کہ ماں تیرے جسم میں کتنی روحیں ہیں؟ صرف ایک نا.........! ماں اگر تیرے جسم میں سو روحیں ہوتیں اور ایک ایک کر کے وہ نکلتی جاتیں پھر بھی میں محمد عربی ﷺ کے دامن کو نہ چھوڑتا!

ماں نے کہا! سعد بیٹا ماں اور محمد ﷺ میں سے کسی ایک کو چننا ہوگا!

اب سعد کے لیے کڑا امتحان تھا، بڑی سخت آزمائش تھی.........ایک طرف ماں کی شفقت اور کئی سالوں کا ساتھ، خون کا مضبوط رشتہ اور دودھ کا تعلق.........دوسری جانب روحانی رشتہ اور محمد عربی ﷺ

سے چند لمحوں کا تعلق اور صحبت...... ایک جانب محبت و شفقت کے کئی سال دوسری جانب الفت و تعلق کے چند لمحے............

مگر سعد کے جواب نے فرشتوں کو بھی حیران کر دیا کہ:

ماں صرف تجھے نہیں بلکہ میں کائنات کی ہر چیز کو چھوڑ سکتا ہوں مگر محمد عربی ﷺ سے دور نہیں ہو سکتا

ماں نے کہا:

سعد بیٹے! دیکھو اور سوچو کہ ماں کی ٹھنڈی چھاؤں دنیا میں کہیں نہیں ملے گی............ کسی نے سچ کہا ہے ماواں ٹھنڈیاں چھاواں...... حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں کہا:

......ماں جی آپ کی ٹھنڈی اور میٹھی چھاؤں کب تک رہے گی؟ صرف دنیا کی زندگی تک نا......... میری آنکھیں بند ہو جائیں تب چھاؤں ختم اور تیری آنکھیں بند ہو جائیں تب یہ چھاؤں ختم!

مگر جس محبوب پیغمبر ﷺ کے دامن کو میں تھام کر آیا ہوں اس کی ٹھنڈی چھاؤں تو میدان محشر کی سخت ترین گرمی اور تپش میں بھی کام آئے گی۔

اس کے سایہ رحمت میں جگہ ملے گی اور لواء الحمد کا سایہ نصیب ہو گا......... ماں اس سے انکار نہیں ہے کہ بھائی بے وفائی کر سکتا ہے، بہن قطع تعلق کر سکتی ہے، بیٹے فریب دے سکتے ہیں، دوست غداری کر سکتے ہیں، کائنات کی ہر چیز وقت پہ دغا دے سکتی ہے مگر ماں کی محبت و الفت

وشفقت میں فتور نہیں آسکتا۔

مگر میدانِ محشر کے ہولناک دن میں یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِیْهِ الخ کے مطابق ماں تو بھی مجھے چھوڑ کر بھاگ جائے گی...... بلکہ کہے گی میرے بیٹے کو آگ کے حوالے کر دو اور مجھے بخش دو۔

اور جس شخصیت کا دامن میں تھام کر آیا ہوں وہ اس وقت بولے گا

............سعد ادھر آؤ آج ماں نے تجھے پہچاننے سے انکار کر دیا ہے نا

............ادھر آ میں تجھے حوضِ کوثر سے جام پلاؤں۔

ماں تو تو میدانِ محشر میں مجھے چھوڑ کر بھاگ جائے گی اور جس کا دامن میں تھام کر آیا ہوں وہ مجھے شفاعت کی چادر میں ڈھانپ لیں گے............لواءُ الحمد کے نیچے جگہ دیں گے، حوضِ کوثر سے بھر بھر کے جام پلائیں گے............اور ہاتھ پکڑ کر جنت کی بہاروں اور باغات کے نظاروں میں لے جائیں گے۔

ماں اب تو خود ہی بتا میں اس عظیم ہستی کو چھوڑ کر تیرا دامن کیسے تھام لوں............اس لیے میری ماں اگر تو مجھے مسلمان نہیں دیکھ سکتی تو میں تجھے اور تجھ جیسی کروڑوں ماؤں کو محمد عربی ﷺ کی جوتی کی نوک پر قربان کرتا ہوں!

سامعینِ گرامی قدر! صحابہ کرامؓ کے کتنے واقعات میں آپ حضرات کو سناؤں کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت پر اپنے والدین، بھائیوں، اولاد، اور کنبے قبیلے، برادری کی محبتوں کو قربان کیا...... انہوں نے اپنے کافر اور مشرکین رشتے داروں اور قریبیوں کو دین کے لیے چھوڑ دیا اور سورۃ المجادلہ کی آیت ۲۲ کا صحیح مصداق بنے!

اسی آیت کے دوسرے حصے میں ارشاد ہوا:

أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ۔

ان صفات کے حامل جو لوگ ہیں اللہ نے ان کے دلوں
میں ایمان لکھ دیا ہے۔

مدارک نے لکھا ہے کہ دلوں میں ایمان لکھنے سے مراد ہے
أَثْبَتَهُ فِيهَا .... یعنی ایمان کو ان کے دلوں میں جما دیا۔

جن خوش نصیب لوگوں کے دلوں میں اللہ رب العزت اپنے
قدرت کے ہاتھوں سے ایمان لکھ دے پھر جو لوگ ان کے ایمان میں
رائی کے دانہ کے برابر بھی شک کریں وہ خود مؤمن کہلانے کے حقدار
نہیں ہیں!

وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ۔

ان صفات کے حامل لوگوں کی اللہ نے مدد اور تائید
فرمائی اپنی روح سے۔

روح سے مراد .... علامہ عثمانیؒ نے فرمایا:
غیبی نور ہے جس سے قلب کو ایک خاص قسم کی معنوی حیات
ملتی ہے یا روح سے مراد روح القدس یعنی جبریل امین
ہے ....

مدارک نے کہا: روح سے مراد قرآن ہے جس میں
روحانی زندگی ہی زندگی ہے۔

ہماری جماعت کے شیخ مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
روح سے فیض غیبی مراد ہے .... ایسا غیبی فیض جس

سے قلوب کو تقویت اور تسکین ملے۔

وَ یُدۡخِلُهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰر

خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَا

اللہ ان کو ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہونگی اور وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بسیرا کریں گے۔

رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ

اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔

اُولٰٓئِكَ حِزۡبُ اللّٰهِ ...... یہ خدائی لشکر ہے .... یہ لوگ اللہ کی فوج اور گروہ ہے!

سبحان اللہ! اس آیت کے اولین مخاطب اور مصداق اتم یقیناً صحابہ کرامؓ ہیں .... جنہوں نے ایمان کی بنیاد پر .... اور اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر اپنے عزیز و اقارب کو چھوڑ دیا .... اپنے کافر والدین سے قطع تعلق کرلیا .... اپنے جگر کے ٹکڑوں سے کنارہ کش ہوگئے، اپنے وطن سے بے وطن ہونے کو منظور کرلیا، صرف اپنے کفار رشتے داروں سے قطع تعلق نہیں کیا بلکہ مختلف جنگوں میں ان کو قتل کرنے کے لیے تیار ہوگئے۔

پھر اصحاب رسول کی دین کے ساتھ یہ محبت، اللہ کے ساتھ یہ تعلق، امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ پیار .... اللہ رب العزت کو اتنا پسند آیا کہ انہیں اپنی رضامندی کا پروانہ عطا فرمایا .... پھر ان پر انعامات کی اس

طرح بارش برسائی کہ وہ بھی اللہ سے راضی ہو گئے۔

جنت کی بہاروں کے ان کے ساتھ وعدے کیے اور انہیں اپنا گروہ اور اپنا لشکر اور اپنی فوج قرار دیا۔

مجھے یہ بیان کرنے کی اور یہ ثابت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کہ ملک کی فوج پر ایسی تنقید نہیں ہو سکتی جس سے ثابت ہو کہ یہ ملک دشمن ہیں .... فوج کی وفاداری پر ضرب لگانے والا باغی کہلائے گا .... اور پھر پھانسی کا پھندا اس کا مقدر بنے گا۔ اگر کسی ملک کی فوج پر تنقید نہیں ہو سکتی اور فوج کی مجموعی طور پر وفاداری پر شک نہیں ہو سکتا۔

تو پھر اللہ کی فوج (صحابہ کرام) پر بھی تنقید نہیں ہو سکتی .... ان کی اسلام دوستی اور ایمانی جذبے پر شک نہیں ہو سکتا .... جو صحابہ کے جذبہ وفاداری اور اسلام دوستی میں شک کرے گا وہ دین کا باغی کہلائے گا اور آخرت میں عذاب الٰہی کا سزاوار ہو گا۔

آیت کے آخر میں فرمایا .... اور یہی جملہ میری تقریر کا مقصودی جملہ ہے .... اور اسی کو میں گذشتہ آیات میں بیان کرتا آرہا ہوں۔

أَلَآ إِنَّ حِزْبَ ٱللَّهِ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ۝ (مجادلہ)

سنو اور آگاہ رہو کہ اللہ کا لشکر ہی فلاح و کامیاب ہے۔

میری گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ اصحاب رسول تاریخی شخصیات نہیں ہیں .... بلکہ قرآنی شخصیات ہیں۔

صحابہ کرام کو تاریخ کے اوراق میں نہیں دیکھنا بلکہ قرآن کے

صفحات میں دیکھنا ہے۔

قرآن نے کئی جگہوں پر ان کی تعریفیں کر کے.........اور ان کے اوصاف کے تذکرے کر کے.........اور ان کی جدو جہد کا ذکر کر کے انہیں مُفْلِحُوْنَ.........کامیاب و کامران.........مراد کو پہنچنے والے اور آخرت میں نجات پانے والے کہا ہے۔

اور انہیں فَآئِزُوْن.........کے خوبصورت اور حسین اعزاز سے نوازا ہے۔

چھٹی آیت سورۃ النور کی آیت نمبر ۴۸ میں منافقین کی ایک روش اور رویے کا تذکرہ فرمایا.........کہ وہ زبانی طور پر ایمان کا اقرار اور اظہار کرتے ہیں مگر ان کے قلوب اور سینوں میں کفر اور دین کے خلاف عناد بھرا ہوا ہے......جب انہیں کہا جاتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے فیصلہ کروالیا کرو تو وہ اس کے لیے تیار نہیں ہوتے۔

ان منافقین کے برعکس جو مخلص مؤمن ہیں ان کا کردار کیا ہے؟ قرآن اسے اس طرح بیان کرتا ہے:

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

ایمان والوں کی بات تو یہ ہے کہ جب انہیں بلایا جاتا ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان کے درمیان فیصلہ کر دیں تو وہ (بلا چون وچرا) کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور ہم نے مانا اور یہی ہیں فلاح پانے والے۔

یعنی وہ زندگی کے کسی موڑ پر بھی.........اور کسی معاملے میں بھی
اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی نہیں کرتے.........حالات سازگار
ہوں یا حالات ناسازگار ہوں.........ماحول موافق ہو یا ماحول ناموافق
ہو.........وہ خود کتنی مصیبت اور تکلیف میں گھرے ہوئے ہوں
.........مگر جب اللہ اور اس کے رسول کسی کام کے لیے آواز لگائیں اور
بلائیں تو وہ سب کام اور سب مصروفیات بلائے طاق رکھتے ہوئے لبیک
کہتے ہیں۔

أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ.........

اس صفت کے حامل لوگ ہی فلاح اور نجات پانے
والے اور کامیاب و کامران ہیں۔

حاضرین گرامی قدر! انصاف سے اور ضد و عناد سے کنارہ کش ہو کر
فیصلہ فرمائیے کہ اس آیت کا پہلا مصداق کون ہے؟

میں تو اس وقت موجود نہیں تھا اور آپ حضرات بھی اس وقت موجود
نہیں تھے کہ اللہ کے رسول آواز لگائیں اور بلائیں اور ہم لبیک کہتے ہوئے
حاضر ہوں پھر ہم سَمِعْنَا وَ أَطَعْنَا کہتے ہوئے سر تسلیم خم کر دیں.........نہ
اس وقت تابعین موجود تھے اور نہ تبع تابعین موجود تھے.........نہ آج کے
علماء کرام موجود تھے اور نہ مشائخ عظام موجود تھے.........نہ آج کے خطباء
موجود تھے اور نہ مفکرین اسلام موجود تھے.........اس وقت تھے تو میرے
نبی کے یار تھے.........اصحاب رسول تھے.........صدیق و فاروق تھے،
عثمان و علی تھے، طلحہ و زبیر تھے، بلال و ابوذر تھے (رضی اللہ عنہم اجمعین)
ان ہی لوگوں کو.........مہاجرین و انصار کو قرآن فلاح و کامیابی کی

خوشخبریاں سنا رہا ہے اور ان ہی کو مخلص مومن، اللہ رسول کے مطیع اور متقی قرار دے کر فَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ کی نوید اور بشارت سنا رہا ہے۔

اس سلسلہ کا باقی مضمون ان شاء اللہ آئندہ جمعۃ المبارک کے خطبے میں بیان کرونگا۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

تیسری تقریر

اصحابِ رسول قرآنی شخصیات

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○
مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَ الَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی
الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَہُمْ ۔
وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْ مَقَامٍ آخَرَ:
اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ ہَاجَرُوْا وَجٰہَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ
اللّٰہِ بِاَمْوَالِہِمْ وَاَنْفُسِہِمْ اَعْظَمُ دَرَجَۃً عِنْدَ
اللّٰہِ وَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۲۰﴾ (توبہ)

سامعین گرامی قدر! گذشتہ خطبے میں بڑی تفصیل کے ساتھ میں بیان کر چکا ہوں کہ اصحاب رسول کی مقدس جماعت تاریخی نہیں بلکہ قرآنی شخصیات ہیں.......... اللہ رب العزت نے قرآن مقدس میں جگہ جگہ محمد عربی ﷺ کے یاروں کی تعریف و توصیف فرمائی ہے۔

میں نے آپ حضرات کے سامنے صرف ان آیات کو پیش کیا جن میں اصحاب رسول کے مختلف اوصاف کا تذکرہ کرکے انہیں مُفْلِحُوْن...... یعنی کامیاب وکامران اور فلاح یافتہ قرار دیا گیا۔

آگے بڑھنے سے پہلے ایک آیت کریمہ اور سن لیں سورۃ لقمان کی چوتھی آیت میں محسنین (نیکوکاروں) کی وضاحت وتفسیر کرتے ہوئے فرمایا:

الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾

(محسنین وہ لوگ ہیں) جو نماز کو قائم رکھتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور وہ آخرت پر مکمل یقین رکھتے ہیں۔

ان صفات کا تذکرہ کرنے کے بعد اللہ رب العزت نے نتیجہ نکالا:

اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّھِمْ وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

یہی لوگ ہیں جو اپنے رب کی طرف سے سیدھے راستے پر ہیں اور یہی لوگ نجات اور فلاح پانے والے ہیں۔

میں مُفْلِحُوْن کا معنی سمجھانے کے لیے آپ کو فلاح کا مفہوم بتانا چاہتا ہوں...... فلاح کے لغوی معنی ہیں چیرنا، کاٹنا...... کاشت کار کو عربی میں فَلَّاح اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ زمین کو چیر پھاڑ کر اس میں بیج بوتا ہے مُفْلِحٌ اور مُفْلِحُوْن بھی وہ ہوتا ہے جو تمام تر مشکلات اور رکاوٹوں کو قطع کرتے ہوئے اپنے مطلوب اور منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے...... یا کامیابی وکامرانی کی تمام راہیں اس کے لیے کھل جاتی

ہیں۔

اس آیت کا اولین مصداق اگر کوئی ہے تو وہ اصحاب رسول کی مقدس جماعت ہے جنہیں اللہ رب العزت ان کے اوصاف وکمالات کی وجہ سے ہدایت یافتہ اور فلاح یافتہ کی سند عطا کر رہا ہے

ساتویں آیت، هُمُ الْفَآئِزُوْن سورۃ المومنون میں

اللہ رب العزت نے مشرکین اور کفار کی اس حالت زار کو بیان فرمایا جو قیامت کے روز ان کا مقدر بنے گی۔

اس دن وہ چیخیں گے اور چلائیں گے .... واپسی کے مطالبے کریں گے .... قیامت کے ہولناک دن ان کی رشتے داریاں کام نہیں آئیں گی .... جہنم کی آگ ان کے چہروں کو جھلسا رہی ہوگی .... ان کی شکلیں مسخ ہو رہی ہونگی .... وہ عذاب سے تنگ آ کر درخواست کریں گے مولا ہمیں اس عذاب سے نجات عطا فرما

.... اللہ جواب میں فرمائے گا۔

اِخْسَئُوْا فِيْهَا وَ لَا تُكَلِّمُوْنَ ...... پھٹکارے ہوئے یہیں پڑے رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو!

پھر اللہ رب العزت ان کی حسرت وندامت میں مزید اضافے کرنے کے لیے فرمائیں گے:

اِنَّهٗ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ۔

میرے بندوں میں سے کچھ لوگ تھے جو کہتے تھے اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لے آئے پس ہم کو بخش

دے اور ہم پر رحمت فرما اور تو سب رحم کرنے والوں میں
سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَ
كُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ

(وہ میرے مومن بندے اور رو رو کر مجھ سے دعائیں
مانگنے والے، میری رحمت کے امیدوار اور میرے عذاب
سے ڈرنے والے) مگر تم نے میرے ان مومن بندوں کا
مذاق اڑایا.......... ان کے ساتھ تمسخر کرتے رہے
.... ان کو دیکھ دیکھ کر تم نے ان کے ساتھ ٹھٹھا اور
مخول کیے۔

اور تمہارے اس مشغلے نے تم کو میری یاد سے بھی غافل کر دیا۔
تم تو آج دوزخ کی آگ میں جھلس بھن رہے ہو
...... تمہاری شکلیں مکروہ ہو رہی ہیں اور ...... وہ مسلمان!

اِنِّیْ جَزَیْتُهُمُ الْیَوْمَ بِمَا صَبَرُوْا

آج میں نے انہیں صبر کا بدلہ دے دیا ہے
.... انہوں نے تمہارے ستانے پر صبر کیا تھا.......... تم نے
انہیں تپتے ہوئے انگاروں پر لٹایا مگر انہوں نے صبر کیا، تم نے ان کی
آنکھوں میں لوہے کی گرم سلاخیں پھیر دیں مگر وہ صابر رہے.......... تم
نے ان کی ماؤں کو مکہ کے چوہرائے پر دو ٹکڑے کر دیا مگر انہوں نے
صبر سے برداشت کر لیا.......... تم نے ان کی پسلیاں توڑ دیں مگر وہ صابر
رہے.......... تم نے انہیں گھروں سے اور وطن سے بے وطن کیا مگر وہ

صبر سے ہجرت کر گئے.........تم نے ان کی ہڈیوں تک کو نیزے سے مار کر زخمی کیا مگر وہ صبر سے برداشت کر گئے۔

تمہارا مارنا، ڈرانا، دھمکانا، مذاق اڑانا، فتوے لگانا، وطن سے بے وطن کرنا، بچے چھین لینا، مال لوٹ لینا.........وہ تمہارے ہر ہر ظلم پر صبر کرتے رہے۔

آج میں نے ان کے صبر و برداشت کا یہ بدلہ دیا ہے کہ:

اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ.........وہی ہیں کامیاب اور مراد کو پہنچنے والے آج میں نے انہیں جنت کے ایسے اعلیٰ اور اونچے مقام پر پہنچا دیا ہے جہاں ہر قسم کی لذتوں اور مزوں سے سرشار اور مسرور ہیں۔

سامعین محترم! انصاف سے بتائیے اس آیت کے نازل ہوتے وقت کون لوگ تھے جو اس آیت کا اولین مصداق ہیں؟ یقیناً آپ سب کا متفقہ جواب ہوگا کہ اس وقت اصحاب رسول ہی تھے اور وہی اس آیت کے مصداق اتم ہیں۔

آیت نمبر ۸۔۹

سورۃ التوبہ میں مشرکین کے بظاہر اچھے نظر آنے والے کچھ عمال کا تذکرہ فرمایا مثلاً بیت اللہ کی تعمیر کرنا، حاجیوں کو پانی پلانا.........فرمایا یہ عمل مؤمنین کے اعمال صالحہ کے برابر نہیں ہو سکتے پھر فرمایا:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ

جو لوگ ایمان لائے جنہوں نے ہجرت کی اور جن لوگوں

نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کیا وہ اللہ کے ہاں بہت بڑے مرتبے اور درجے والے ہیں۔

وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿٢٠﴾ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُم بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّاتٍ لَّهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ ﴿٢١﴾ (التوبہ ۲۰-۲۱)

اور یہی لوگ فائز المرام یعنی اپنی مراد کو پہنچنے والے ہیں۔ انہیں ان کا رب خوشخبری دیتا ہے اپنی رحمت اور اپنی رضا مندی کی اور ایسے باغوں کی جن میں ان کے لیے ہمیشہ کی نعمت ہے وہاں یہ ہمیشہ رہیں گے یقیناً اللہ کے ہاں بہت بڑا اجر وثواب ہے (یعنی اس کے ہاں ثواب درجات کی کیا کمی ہے جس کو جتنا چاہتا ہے عطا فرما دیتا ہے)

ذرا غور فرمائیے! آیت ۲۰ میں تین چیزوں کو ذکر فرمایا ......ایمان، ہجرت اور جہاد۔

آیت ۲۱ میں ان تین چیزوں پر بشارت بھی تین چیزوں کی دی گئی ......رحمت، رضوان اور جنت۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ رحمت ایمان پر مرتب ہے...... اگر ایمان نہ ہو تو آخرت میں اللہ رب العزت کی رحمت و مہربانی سے کچھ حصہ بھی نہیں مل سکتا۔

اور رضوان یعنی اپنی رضا، خوشنودی (یہ بہت اعلیٰ اور افضل نعمت ہے) یہ جہاد فی سبیل اللہ کا بدلہ اور صلہ ہے۔

مجاہد فی سبیل اللہ تمام دنیاوی اور نفسانی لذتوں اور تمام تر تعلقات کو توڑ کر اللہ کے راستے میں مال اور جان تک قربان کر دیتا ہے.......... اور اللہ کے رضا حاصل کرنے کے لیے قربانی کی انتہا کو چھو لیتا ہے لہٰذا اس کا بدلہ بھی انتہائی ہونا چاہیے اور وہ اللہ رب العزت کی خوشنودی و رضا کا مقام ہے۔

تیسری چیز ہے ہجرت.......... مہاجر اللہ اور دین کے لیے اپنا محبوب وطن اور گھر بار کا آرام چھوڑ دیتا ہے۔

اس لیے مہاجر کو خوشخبری دی گئی کہ تیرے وطن سے بہتر وطن اور تیرے گھر سے اعلیٰ گھر تجھے عطا ہو گا جس کی لاجواب آسائشوں میں تو نے بسیرا کرنا ہے.......... خَالِدِيْنَ فِيهَآ أَبَدًا .... اس گھر سے تجھے کبھی ہجرت کرنے کی نوبت نہیں آئے گی۔

حضراتِ گرامی! سچ سچ بتایئے کہ اس آیت کا پہلا مصداق کون ہے؟ اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا سے مراد کون ہیں.......... هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا کا اولین مصداق کون ہیں...؟ یہ جنت کی خوشخبریاں کس کو مل رہی ہیں...؟ یہ رضائے الٰہی کے پروانے کن کو عطا ہو رہے ہیں؟ یہ رحمت الٰہی کے مژدے کس کو سنائے جا رہے ہیں...؟ یہ اجر عظیم کے وعدے کس سے ہو رہے ہیں...؟

اگر صحابہ کرامؓ اس آیت کا مصداق اولین نہیں تو پھر بتاؤ اس کا مصداق اور کون ہے......؟

آیت نمبر ۱۰ الرّاشدون

سورۃ حجرات آیہ نمبر ۷ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ۚ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝

لیکن اللہ نے تمہارے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دی (یعنی ایمان کو تمہارے لیے محبوب بنا دیا) اور خوبصورت کر رکھا ایمان کو تمہارے دلوں میں (یعنی تمہارے دلوں میں ایمان کو جما دیا اور کھبا دیا۔

وَ كَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَان

اور نفرت ڈال دی تمہارے دلوں میں کفر وفسوق اور نافرمانی کی۔

اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ نِعْمَةً

یہی لوگ اللہ کے فضل واحسان سے ہدایت یافتہ ہیں۔

سورۃ حجرات ۱۰ھ میں نازل ہوئی......... اس آیت نے تقریباً تمام اصحاب رسول کو اپنے دامن میں سما رکھا ہے......... سب کے سب صحابہؓ مومن تھے......... اور مومن بھی ایسے کہ ایمان کی حلاوت اللہ رب العزت نے ان کے لیے محبوب بنائی اور پھر ایمان ان کے دلوں میں کھبا دیا اور جما دیا۔

کفر فسق، فجور اور احکام اسلام کی نافرمانی کو ان کی پاکیزہ

نگاہوں میں ناپسندیدہ بنا دیا.......... معاذ اللہ ان میں سے کوئی بھی کافر اور فاسق و فاجر نہیں اور ان میں سے کوئی بھی اللہ اور اس کے رسول کا نافرمان نہیں ہے۔

پھر فرمایا: أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ.......... وہ سب کے سب راشد ہیں (یعنی راہِ راست پر گامزن، نیک راہ اور ہدایت یافتہ)

اللہ رب العزت نے اس آیت میں ان کے احوال قلبیہ کا پاکیزہ اور ستھرا ہونا بھی بیان فرمایا اور ان سب کو رَاشِدُونَ کا تمغہ بھی عطا فرمایا۔

ہمارے ملک میں کچھ نادان حضرات نے کچھ عرصے سے عوام الناس میں یہ پروپیگنڈہ بڑے زور و شور سے شروع کر رکھا ہے کہ خلفائے راشدین صرف چار ہیں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انہوں نے ایک نعرہ بھی ایجاد کیا.......... خلافتِ راشدہ حق چار یار.......... عجیب بات ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے اگر تکلیف ہے.......... تو چلئے انہیں خلافتِ راشدہ میں شامل نہ کیجیے مگر سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دلبند اور نواسۂ رسول سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تو خدا کے لیے خلافت راشدہ میں شامل فرمالیجیے.......... اور خلافت راشدہ کے نعرے کا جواب دیکھیے حق پنج یار.......... اس طرح پنج تن پاک سے بھی کچھ نہ کچھ مناسبت ہو جائے گی۔

میں تو قرآن کا طالب العلم ہوں.......... قرآن سورۃ حجرات کی اس آیت میں تمام صحابہ کرام کو الرَّاشِدُونَ کے خطاب سے نوازتا ہے۔

جب تمام اصحاب رسول قرآنی حکم کے مطابق راشدون ہیں
.....تو پھر اہلسنت کے ہاں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس مقدس جماعت کا ایک ممتاز اور نمایاں فرد ہے..... جب وہ صحابی ہیں اور یقیناً ہیں تو پھر وہ بھی اس آیت کا مصداق ہو کر راشد کے مرتبے پر فائز ہیں۔

پھر آپ کی خلافت بھی............ لامحالہ خلافتِ راشدہ ہوگی......
.....قرآن مجید پر ایمان رکھنے والا اور دل میں خوفِ خدا کا جذبہ پالنے والا
.........قرآن کی اس ہدایت کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کو برے معنی میں بادشاہت یا ملوکیت کہنے کی جرأت اور جسارت نہیں کر سکتا۔

عجیب بات یہ ہے کہ ہمارے ملک کے ایک بزرگ کو سب علماء مرشد عالم کہتے ہیں (حالانکہ مرشد عالم کا لفظ راشد کی نسبت بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے)

مزید تعجب یہ ہے کہ کچھ حضرات نے اپنے ایک سلسلے کو "راشدہ" کا نام دیا سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ اور یہ مزید حیرانی کی بات ہے کہ کچھ بزرگ اپنے آپ کو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا خلیفۂ ارشد کہلوانے پر مصر ہیں (ظاہر بات ہے ارشد کے معنی میں راشد کی نسبت زیادہ وسعت پائی جاتی ہے)

مگر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ مہربان خلیفہ راشد ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں! اور ان کی عادلانہ اور منصفانہ خلافت کو خلافتِ راشدہ ماننے سے ان کا دین اور ایمان کمزور پڑتا ہے۔
سامعین گرامی قدر! اس آیت کریمہ کا اولین مصداق یقیناً

اصحاب رسول ہیں .... جن کے ایمان کی پختگی، استقامت، کفر و فسوق سے نفرت، اور ان کی رشد و ہدایت کی گواہی خود رب العزت نے دی ہے .... جو شخص قرآن کی اس آیت کریمہ کو پڑھنے کے بعد بھی ان کے ایمان و رشد میں شک کرتا ہے وہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔

آیت نمبر ۱۱ تا ۱۵ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ

دوسرے پارہ کے تیسرے رکوع میں اور سورۃ البقرہ کی آیات میں مسلمانوں کو تلقین کی جا رہی ہے کہ تحویل قبلہ کے مسئلے پر یہود کی طرف سے جسمانی اور زبانی تکلیفیں تمہیں پہنچیں گی .... یہود کو قبلے کی تبدیلی کا بہت دکھ ہے وہ تمہیں ستائیں گے اور طعنہ زنی کریں گے .... ایمان والو صبر سے کام لینا ہے .... اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ بے شک اللہ کی معیت صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

آگے فرمایا:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝

ہو سکتا ہے کوئی شخص تم میں سے یہود اور مشرکین کے ہاتھوں شہید ہو جائے .... تو شہادت کو باعث افسوس اور باعث رنج نہیں سمجھنا .... شہادت کی موت تو بہت بڑی سعادت اور خوش بختی ہے .... شہید کو عام مردوں کی طرح نہ سمجھنا بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تمہیں ان کی زندگی کا شعور اور ادراک نہیں ہے۔

انہیں موت کے بعد عالم برزخ میں ایک امتیازی زندگی اور حیات عطا کی جاتی ہے جو دوسرے عام مومنین کو حاصل نہیں ہوتی

........اس زندگی کا تعلق چونکہ عالم برزخ سے ہے اس لیے اس کے متعلق فرمایا: وَلٰكِنۡ لَّا تَشۡعُرُوۡنَ...... تم اپنے حواس سے اس زندگی کا ادراک نہیں کر سکتے یہ زندگی دنیا کی قبر والی زندگی نہیں ہے بلکہ عالم برزخ میں انہیں یہ ممتاز قسم کی حیات حاصل ہوتی ہے۔ آگے فرمایا:

وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ بِشَىۡءٍ مِّنَ الۡخَـوۡفِ وَالۡجُـوۡعِ وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَنۡفُسِ وَالثَّمَرٰتِ‌ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيۡنَ ۝

اے مومنو! ہم تمہارا امتحان لیں گے.......... ہم تمہاری آزمائش کرینگے.......... ہم تمہیں پرکھیں گے کچھ دشمن کا خوف، اور بھوک سے اور مالوں کی کمی سے اور جانوں کی کمی سے اور پھلوں کی کمی سے۔

(دشمن کی طرف سے دھمکیاں ملیں گی، ڈراوے اور مشکلات و مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا.......... قحط سالی بھی کبھی مسلط کر دیں گے ....مالوں کی کمی سے مراد تجارت میں گھاٹا، مال مویشی میں نقصان کا ہونا، جانوں کی کمی سے مراد ہے عزیزوں اور رشتے داروں کی موت کا صدمہ.......... پھلوں کی کمی سے مراد باغات کی تباہی، کچھ مفسرین نے ثمرات سے معصوم بچے مراد لیے ہیں کیونکہ بچہ بھی انسان کے لیے عمدہ پھل اور ثمر ہوتا ہے۔

وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ...... میرے پیارے پیغمبر ﷺ صبر کرنے والے لوگوں کو خوشخبری سنائیے۔

یہ صابرین کون ہیں؟ فرمایا:

الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾

صبر کرنے والے لوگ وہ ہوتے ہیں کہ جب انہیں کوئی مصیبت، دکھ اور غم پہنچتا ہے تو وہ واویلا نہیں کرتے، کپڑے نہیں پھاڑتے، سینہ نہیں پیٹتے، منہ پر تھپڑ نہیں مارتے، سر دیواروں سے نہیں ٹکراتے، گریبان چاک نہیں کرتے، ماتم نہیں کرتے بین نہیں کرتے

بلکہ وہ فوراً کہتے ہیں اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ .... ہم سب اللہ کے مملوک ہیں، ہم سب اللہ کے غلام ہیں .... ہمارا حقیقی مالک و آقا صرف اللہ ہے اور اسے ہمارے امور میں ہر قسم کے تصرف کا اختیار ہے .... اور ہم سب اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

سورۃ البقرہ کی آیت ۱۵۷ میں نتیجہ نکالا:

اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۟ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

ان صفات کے حامل لوگوں پر اللہ کی نوازشات، مہربانیاں، عنایات اور رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں!

حضراتِ گرامی قدر! میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ آیات کریمہ جب نازل ہو رہی تھیں کیا اس وقت میں اور آپ موجود تھے؟ کیا ہمارے باپ دادے موجود تھے؟ نہ اس وقت تابعین تھے نہ تبع تابعین تھے .... نہ ائمہ مجتہدین تھے .... نہ امت کے محدثین و مفسرین تھے۔

اس وقت تھے تو میرے نبی ﷺ کے جانثار یار تھے

..........صحابہ کرام تھے..........تو پھر ماننا پڑے گا کہ اس آیت کے اولین اور حقیقی مصداق صحابہ کرام تھے..........ان ہی کو یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے آواز لگائی گئی..........آج جو شخص ان کے ایمان کے بارے میں مشکوک ہے اس کا اپنا ایمان مشکوک ہے!

پھر ان ہی کے بارے میں کہا گیا:

اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ..... صلوٰت صلوٰۃ کی جمع ہے..........یعنی ایک رحمت نہیں بلکہ بہت سی رحمتیں ان پر اترتی ہیں۔ صحابہ کرامؓ ہی وہ ہستیاں ہیں جن پر اللہ رب العزت کی مہربانیوں اور رحمتوں کی بارش برستی ہے..........اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔

آیت نمبر ۱۶ قرآن مجید کی ایک اور جگہ آپ کو سنانا چاہتا ہوں..........جس سے معلوم ہو رہا ہے کہ اصحاب رسول کی مقدس جماعت اللہ کی رحمتوں اور فرشتوں کی دعاؤں کا مرکز ہے۔ سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۴۱ ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿٤١﴾

اے ایمان والو اللہ کا ذکر بہت زیادہ کرو اور صبح و شام اس کی پاکیزگی بیان کرو۔

اس سے پچھلی آیت میں امام الانبیاء حضرت سیدنا محمد رسول ﷺ کی رسالت والی نعمت اور ختم نبوت والی صفت کا تذکرہ فرمایا۔

اب فرمایا کہ میں نے محمد عربی ﷺ جیسے عظیم رسول کی تمہیں امت بنایا ہے اس پر اللہ کا شکر ادا کرو اور منعم حقیقی کو کسی حالت میں فراموش نہ کرو

..........اٹھتے بیٹھتے ، چلتے پھرتے ، رات دن اور صبح شام ہر وقت اس کو یاد رکھو!

هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَ مَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَ كَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا

وہی ہے جو تم پر اپنی رحمتیں بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی (تمہارے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں) تا کہ وہ تمہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالے اور اللہ تعالی مومنوں پر بہت ہی مہربان ہے!

جب قرآن مجید کا نزول ہو رہا تھا..........اور سورۃ الاحزاب کی یہ آیاتِ مقدسہ اتر رہی تھیں..........اس وقت اصحاب رسول کی مقدس جماعت ہی تھی جو ان آیات کے اولین مصداق اور پہلے مخاطب تھے۔

ان ہی پر رحمتوں کا نزول ہو رہا ہے..........ان ہی پر عنایاتِ ربانی ہو رہی ہیں یہی نوازشاتِ خداوندی کا مرکز ہیں اور ان ہی کو مُهْتَدُوْن..........ہدایت یافتہ کے خوبصورت القاب سے پکارا جا رہا ہے۔

آیت نمبر ۱۷

اصحاب رسول ہدایت یافتہ اور مُهْتَدُوْن کا مصداق ہیں اس پر ایک آیت اور سماعت فرمائیے!

سورۃ الزمر کی آیت ۱۵ اور ۱۶ میں غیر اللہ کے پجاریوں کے لیے تخویف ہے کہ غیر اللہ کے پجاری قیامت کے دن خسارے اور نقصان میں ہونگے..........ان کے اوپر اور نیچے آگ کے شعلے مثل سائبان

کے ہونگے۔

آیت نمبر ۱۷ میں ایمان والوں کو خوشخبری اور بشارت سناتے ہوئے فرمایا:

وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْۤا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿۱۷﴾

اور جو لوگ طاغوت کی عبادت سے بچتے رہے اور ہمہ تن اللہ کی طرف متوجہ رہے (طاغوت سے مراد یا تو شیطان ہے یا مراد كُلُّ مَا عُبِدَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (روح المعانی) اللہ کے سوا جس جس کی بھی عبادت کی گئی ہو)

یعنی وہ خالص موحد رہے اور انہوں نے شرک نہیں کیا...... لَهُمُ الْبُشْرٰى .... ایسے لوگوں کے لیے خوشخبری ہے۔

فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ

میرے ان بندوں کو خوشخبری سنا دیجیے جو اس کلام الٰہی کو کان لگا کر سنتے ہیں پھر اس کی اچھی اچھی باتوں کی پیروی کرتے ہیں (مولانا حسین علی الوانی رحمۃ اللہ علیہ اَحْسَنَ سے مراد مسئلہ توحید لیتے ہیں)

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ

یہی ہیں وہ لوگ جن کو اللہ نے ہدایت بخشی ہے اور عقلمند بھی یہی لوگ ہیں۔

اس آیت کا پہلا مصداق اصحاب رسول ہیں .... آیت کے اترتے وقت وہی دنیا میں موجود تھے .... ان کے ہدایت یافتہ ہونے پر اور ان کے عقلمند ہونے پر قرآن کی یہ آیت شہادت دے رہی ہے۔

جو شخص اس آیت کو سننے اور پڑھنے کے بعد بھی صحابہ کرامؓ کو ہدایت یافتہ نہیں مانتا وہ قرآن کی اس آیت کا انکاری ہے .... اسے اپنے ایمان کی خبر لینی چاہیے۔

آیت نمبر ۱۸ قرآن مجید نے کئی آیتوں میں اصحاب رسول کی قدوسی جماعت کو مُهتَدُون قرار دیا ہے .... قرآن نے بڑی وضاحت سے یہ حقیقت بیان فرمائی کہ اصحاب رسول اپنے رب کی طرف سے مکمل طور پر راہ ہدایت پر تھے .... ان میں راہ ہدایت کے منافی کوئی عمل موجود نہیں تھا .... وہ پوری طرح اللہ کے فرمانبردار اور رسول اللہ ﷺ کے مطیع تھے۔

سورۃ البقرہ میں ارشاد ہوا:

أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

یہی لوگ ہیں اپنے پروردگار کی طرف سے ہدایت پر اور یہی لوگ ہیں دنیا و آخرت میں سرخرو اور کامیاب!

اس آیت کریمہ میں اصحاب رسول کی دو خوبیوں کو بیان کیا گیا ہے .... ایک یہ کہ وہ لوگ اپنے پروردگار کی جانب سے ہدایت پر ہیں اور دوسری خوبی یہ کہ وہ دنیا و آخرت میں کامیاب و کامران ہیں!

آیت نمبر ۱۹ | سورۃ محمد میں آیہ نمبر ۱۶ میں منافقین کی حالت کو اور ان کی خباثت کو ذکر فرمایا کہ وہ میرے نبی ﷺ کی محفل میں آتے تو ہیں مگر توبہ، انابت اور سمجھنے کی غرض سے نہیں سنتے یہ خواہشات نفسانیہ کے بندے ہیں اور ان پر ہم نے مہریں لگا دی ہیں۔

آیت نمبر ۱۷ میں مخلص مؤمنین کا ذکر خیر فرمایا:

وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ﴿١٧﴾

اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں اللہ نے انہیں ہدایت میں اور بڑھا دیا ہے اور انہیں ان کی پرہیزگاری عطا فرمائی ہے۔

ذہن میں رہے یہ سورۃ مدنی ہے.......... اور اس آیت کے حکم کے تحت تمام مہاجرین اور تمام انصار داخل ہیں۔

صحابہ کرامؓ کی اس خوبی کا تذکرہ ہو رہا ہے کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں اور جب وہ امام الانبیاء ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوتے ہیں اور کلام الٰہی سنتے ہیں...... آپ ﷺ کے وعظ اور نصیحت پر کان دھرتے ہیں۔

زَادَهُمْ هُدًى ...... هُدًى اى بَصِيْرَةً وَعِلْمًا

(مدارک)

تو ان کی بصیرت اور ان کے علم و یقین کو تقویت ملتی ہے اور انہیں اللہ سے ڈرنے، تقویٰ اختیار کرنے اور اللہ رب العزت کے احکام پر عمل کرنے کی توفیق عطا ہوتی ہے!

حضرات! وَ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا ...... ماضی کا صیغہ ہے

............آخر یہ کون لوگ ہیں جن کو قرآن ہدایت یافتہ کہہ رہا ہے

............اور کلام الٰہی ان کی ہدایت میں زیادتی اور تقوی میں پختگی کی

بات کر رہا ہے۔

اگر اس کے اولین مصداق اور پہلے مخاطب اصحاب رسول نہیں تو

پھر کون ہے؟

آیت نمبر ۲۰ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ سورۃ البقرہ میں

دوسرے پارے کی ابتداء سے تحویل قبلہ کی بحث شروع کی گئی............اور

ملت اسلامیہ کا قبلہ بیت المقدس کے بجائے بیت اللہ مقرر کیا گیا

............یہود مدینہ کو بڑی تکلیف ہوئی اور انہوں نے مسلمانوں کے خلاف

اور خاص کر کے نبی اکرم ﷺ کے خلاف منفی پروپیگنڈا شروع کیا۔

وہ جاہل لوگوں سے کہتے بیت المقدس ہی تمام انبیاء علیہم السلام کا

قبلہ رہا ہے............اور اصل قبلہ یہی ہے اور عیسائی جانب مشرق کو اپنا قبلہ

سمجھتے کیونکہ سیدہ مریمؑ دردزہ کے وقت شہر سے مشرق کی جانب نکلی تھیں۔

دونوں گروہوں کا نظریہ یہ تھا کہ ہمارے قبلے صحیح اور درست ہیں

اور بیت اللہ کی جانب مسلمانوں کا رخ پھیر لینا غلط ہے۔

ان کے اس پروپیگنڈے کے جواب میں فرمایا:

لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ

وَالْمَغْرِبِ۔

نیکی اور تمام تر اچھائی صرف یہ نہیں کہ تم مشرق و مغرب کی

سمت منہ کر لو بلکہ حقیقی اور اصل نیکی یہ ہے:

وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ

الْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ

بلکہ نیک، صالح اور اچھا شخص تو وہ ہے جو ایمان رکھتا ہو اللہ پر (یعنی شرک سے ماورا ہو کر خالص اللہ کی وحدانیت والوہیت کا قائل ہو اور اللہ کے نبیوں کو اللہ کا بیٹا اور اللہ کی جزء نہ سمجھتا ہو)

اور نیک شخص وہ ہے جو قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو (یعنی یہ تسلیم کرتا ہو کہ اس دن تمام تر ملک اور تمام تر اختیار اللہ کے ہاتھ میں ہوگا .... اس کے سامنے اس دن لب کھولنے کی جرأت کسی میں نہیں ہوگی اور کوئی بھی اس کے سامنے شفیع غالب نہیں ہوگا۔)

اصل نیکی یہ ہے کہ وہ شخص تمام فرشتوں اور آسمانی کتاب پر اور تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان رکھتا ہو (یہ نہیں کہ کچھ فرشتوں کو مانے اور جبریل و میکائیل کو اپنا دشمن سمجھ لے، تورات و انجیل کو مانے اور قرآن کا انکاری ہو، سیدنا موسیٰ، سیدنا عزیر، سیدنا عیسیٰ علیہم السلام کو مانے اور امام الانبیاء ﷺ کی تکذیب کرتا ہو) ایمان کے تذکرے کے بعد اعمال صالحہ کا تذکرہ فرمایا:

وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ

نیک شخص وہ ہے جو مال کی محبت کے باوجود اسے خرچ کرتا ہو اپنے قریبی رشتے داروں پر، یتیموں پر، مسکینوں پر، مسافروں پر، مانگنے والوں پر، غلاموں کو آزاد کرانے

پر یا مجبور اور غریب قیدیوں کو چھڑانے پر۔

وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ

مالی اعمال کے بعد جسمانی اور بدنی اعمال میں نماز کا تذکرہ ہو رہا ہے جو تمام بدنی عبادات میں سب سے اعلیٰ اور افضل ہے۔

اٰتَی الزَّکٰوۃَ...... پہلے نفلی صدقات کا تذکرہ تھا اب فرضی صدقہ زکوٰۃ کا ذکر ہو رہا ہے۔

یعنی نیک شخص وہ ہے جو وقت پر نماز کی ادائیگی کرتا ہے اور اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرتا ہے!

وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَ الصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِیْنَ الْبَاْسِ

عقائد و اعمال کی اصلاح کے بعد حسن اخلاق کا تذکرہ ہو رہا ہے .... کہ نیکی یہ ہے کہ اپنے عہد و پیمان اور وعدوں اور اقرار کو پورا کیا جائے اور کسی صورت میں بھی وعدہ خلافی نہ کی جائے۔

اور نیک شخص وہ ہے جو تنگی اور بیماری اور لڑائی کے وقت صبر کرتا ہے (مطلب یہ ہے کہ صرف نماز پڑھنے، زکوٰۃ دینے، صدقات ادا کرنے سے کام نہیں چلے گا بلکہ جہاد فی سبیل اللہ بھی کرنا پڑے گا اور مال و جان میں نقصان اور تکالیف بھی جھیلنی پڑیں گی)

لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَکُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ

الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝

(بقرہ)

یہی لوگ سچے اور پرہیزگار ہیں۔

سامعین گرامی قدر! یہ آیت کریمہ مدنی ہے.......... اس میں تمام مہاجرین شامل ہیں اور تمام انصار مدینہ بھی شامل ہیں۔

انصاف سے فیصلہ کیجیے.......... اس آیت کریمہ کا پہلا مصداق کون لوگ ہیں؟ جب یہ آیت کریمہ اتر رہی تھی تو کون لوگ اس کے مخاطب تھے؟ یہ کن لوگوں کے ایمان اور اعمال صالحہ اور اخلاق کے تذکرے ہو رہے ہیں؟ پھر کن کو صدیقین اور متقین کے خوبصورت اور دلنشین القاب مل رہے ہیں؟

اگر اصحاب پیغمبر اس آیت کا مصداق نہیں تو پھر کون مصداق ہے؟ اس آیت کریمہ کو سننے اور پڑھنے کے بعد جو شخص صحابہ کرام کی صداقت، عدالت، امانت، دیانت، سچائی اور تقویٰ میں شک کرتا ہے وہ اس آیت کا منکر ہے یا اس کا قرآن پر ایمان نہیں ہے!

آیت نمبر ۲۱: سورۂ زمر کی آیہ نمبر ۳۲ میں کفار کو تنبیہ اور زجر

کی گئی کہ وہ اس سچائی اور دعوت کی تکذیب کر رہے ہیں جو قرآن کی صورت میں ان تک پہنچی ہے ۔۔۔۔۔۔ ان سے بڑا ظالم دنیا میں اور کوئی نہیں اور ان ہی لوگوں کے لیے ہم نے دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔

اس کے بعد آیت نمبر ۳۳ میں ان لوگوں کا تذکرہ فرمایا جو اس دعوت کی تصدیق کرتے ہیں۔

وَ الَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ بِهٖ

اور جو سچے دین کو لایا اور جس نے اس سچے دین کی تصدیق کی سچے دین کو لانے والے تو ظاہر ہے محمد عربی ﷺ ہیں ۔۔۔۔۔۔ وَ صَدَّقَ بِهٖ سے مراد کون ہیں؟

شیعہ مسلک کی معتبر تفسیر مجمع البیان طبری نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے:

اَلَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ رَسُوْلُ اللهِ وَ صَدَّقَ بِهٖ اَبُوْبَکْرٍ

سچ لانے والے سے مراد نبی اکرم ﷺ ہیں اور تصدیق کرنے والے سے مراد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

جو سچی بات لے کر آیا وہ نبی ﷺ اور جس نے سچ مانا وہ مؤمن ہے۔ اس آیت سے وہ تمام مؤمن مراد ہیں جنہوں نے امام الانبیاء ﷺ کی دعوت کو قبول کیا ......

آپ ﷺ کی ہر معاملے میں تصدیق کی، آپ ﷺ کو

ہمیشہ سچا جانا اور سچ سمجھ کر آپ ﷺ کی بات کے آگے سر جھکا دیئے .... ان صفات کے حامل صحابہ کرامؓ کے بارے میں فرمایا:

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ...... یہی لوگ پارسا، خوف خدا رکھنے والے اور تقویٰ و پرہیزگاری کے اعلیٰ مراتب پر فائز ہیں!

ان کو انعام کیا ملے گا....... فرمایا:

لَهُمْ مَا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذٰلِكَ جَزٰٓءُ الْمُحْسِنِيْنَ

ان کے لیے ان کے رب کی طرف سے ہر وہ چیز ہے جو وہ چاہیں گے یہی صلہ اور بدلہ ہے نیک و پارسا لوگوں کا۔

لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَ يَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

(ان متقی لوگوں پر) یہ انعام و اکرام اس لیے ہے تاکہ اللہ ان سے ان برے عملوں کو دور کر دے اور ان کے نیک کاموں اور اچھے اعمال کے عوض ان کو ثواب اور اجر سے نوازے۔

اس آیت کا پہلا مصداق یقیناً اصحاب رسول کی مقدس جماعت ہے...... جن کے لیے جنت کے انعام و اکرام کا...... اپنی رحمتوں اور نوازشات کا، ان کے لیے مغفرت و اجر و ثواب کا اعلان ہو رہا ہے اور انہیں اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ کے خوبصورت زیور سے آراستہ کیا جا رہا ہے۔

آیت نمبر ۲۲

میں کئی آیات آپ حضرات کو سنا چکا ہوں جن میں اصحاب رسول کے تقویٰ کا تذکرہ ہے...... اور انہیں مُتَّقُوْن کی صفت سے یاد کیا گیا ہے........ اس سلسلہ کی ایک اور آیت سورۂ زمر سے سنیے!

سورۂ زمر کی آیت نمبر ۷۱ میں مشرکین وکفار کے دوزخ کی طرف جانے کا تذکرہ ہوا........ انہیں جہنم کے حوالے کر دیا جائے گا۔ پھر آیت نمبر ۷۳ میں فرمایا:

وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا

اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے تھے ان کے گروہ کے گروہ جنت کی طرف روانہ کیے جائیں گے۔

حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ ﴿٧٣﴾

جب وہ متقی مومن لوگ جنت کے پاس پہنچیں گے اور جنت کے دروازے پہلے سے کھلے ہوئے ہونگے (تاکہ انہیں تھوڑی دیر کے لیے بھی دروازوں پر انتظار نہ کرنا پڑے) اور جنت کے دربان (فرشتے) ان جنتیوں سے کہیں گے سلام علیکم........ تم پر سلام ہو........ جتھے پیر ہودے اتھائیں خیر ہودے

طِبْتُمْ........ تم خوش حال رہو........ یہاں تم خوش وخرم رہو........ جی آیاں نوں........ تم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جنت میں چلے جاؤ!

حضرات! بتلایئے اس آیت کے اترتے وقت کون لوگ تھے جنہیں اِتَّقُوْا کے لقب سے پکارا جارہا ہے؟

اس آیت سے واضح ہوا کہ مکہ مکرمہ میں .... ہجرت سے پہلے اسلام لانے والوں کا اور مومنین کا ایک طبقہ اور گروہ ایسا ہوگا جو اس آیت میں بیان کردہ صفات کا مصداق ہوگا......... انہی حضرات کو اصحاب رسول اور مہاجرین کہا جاتا ہے......... جن کے تقویٰ اور ایمان کی شہادت لاریب کتاب میں خود عرش عظیم کے مالک نے دی ہے۔

جو بدبخت تاریخ کے اوراق کو وحی کا درجہ دے کر اصحاب رسول کے ایمان، عدل، امانت، دین داری، خدا خوفی، صداقت، تقویٰ، پرہیز گاری، سچائی اور ان کے اسلام میں شک کرتا ہے وہ قرآن کا منکر اور انکاری ہے!

آیت نمبر ۲۳

میں کتنی آیات پیش کروں جن میں میرے نبی ﷺ کے یاروں کی پرہیزگاری اور تقویٰ کا اللہ رب العزت نے تذکرہ فرمایا ہے اور پھر انہیں جنت کی اعلیٰ سے اعلیٰ نعمتوں کی نوید اور خوش خبریاں سنائی گئی ہیں......... آیئے سورۃ زمر کی ایک آیت اور سماعت فرمایئے!

سورۃ زمر کی آیت نمبر ۶۰ میں مشرکین وکفار پر قیامت کے دن ہونے والے عذاب کا تذکرہ ہوا کہ قیامت کے دن ان کے چہرے سیاہ ہونگے اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔

پھر مومنین کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ

لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۱﴾

اور جن لوگوں نے تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کامیابی کے ساتھ (جہنم) سے بچالے گا ان کو کوئی دکھ چھو بھی نہیں سکے گا اور نہ وہ غمگین ہونگے (کیونکہ جنت میں کوئی غم نہیں ہوگا)

اس آیت میں اصحاب رسول کے بارے میں کہا گیا کہ وہ معاصی اور اللہ کی نافرمانیوں سے بچے ہوئے پاکیزہ لوگ تھے.......... اور انہیں جہنم کی گرم ہوا چھو بھی نہیں سکتی.......... انہیں آخرت میں کوئی غم اور دکھ نہیں ہوگا وہ کامیاب وکامران ہستیاں ہیں!

جو لوگ اصحاب رسول پر تاریخ کا سہارا لے کر تنقید کرتے ہیں .... وہ اصحاب رسول کو اس آیت کے آئینے میں دیکھیں .... اور یقین کریں کہ وہ جنت کے وارث، کامیابیوں سے ہم کنار، آخرت کے غموں سے محفوظ لوگ تھے.......... تنقید کرنے والوں کو اپنی آخرت کی خیر منانی چاہیے!

میں نے قرآن مقدس کی چند ایسی آیاتِ کریمہ آپ کے سامنے پیش کی ہیں جن میں اصحاب رسول کے تقویٰ اور پرہیزگاری کا.......... ان کے مخلص مومن ہونے کا تذکرہ ہوا ہے۔

باقی کا مضمون ان شاء اللہ آئندہ جمعۃ المبارک کے خطبے میں بیان کرونگا۔

وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

چوتھی تقریر

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ مَقَامٍ آخَر:

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّیَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ۝۸ (الحشر ۸)

سامعین گرامی قدر! میں گذشتہ خطبات میں قرآن مجید کی

تیس آیات ایسی آپ کو سنا چکا ہوں.......... جن کے ایک ایک لفظ سے اصحاب رسول کی عظمت، مرتبہ، مقام اور شان ظاہر ہو رہی ہے۔

وہ آیات بھی میں نے پیش کیں جن میں اصحاب رسول کے بارے میں مُفْلِحُوْنَ، فَآئِزُوْنَ، رَاشِدُوْنَ، مُهْتَدُوْنَ کے الفاظ ذکر کیے گئے.......... جن آیات میں صحابہ کرامؓ کے ہدایت یافتہ ہونے، فائز المرام ہونے، نیک چلن ہونے اور کامیاب و کامران ہونے کا تذکرہ ہوا۔

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ کے تحت کئی آیات میں آپ کے سامنے پیش کر چکا ہوں جن میں اصحاب رسولؐ کے تقویٰ و پرہیزگاری کا تذکرہ ہوا اور صحابہ کرامؓ کے متقی ہونے اور ان پر ہونے والے انعامات کا ذکر ہوا۔

آیت نمبر ۲۴

اس مضمون اور اس عنوان پر ایک اور آیت پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں!

سورۃ زمر کی آیت نمبر ۱۹ میں ان بدبخت لوگوں کا تذکرہ ہوا جو دوزخ کے عذاب کے سزاوار ہیں۔

پھر آیت نمبر ۲۰ میں اپنے فرمانبردار بندوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۬ وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ﴿۲۰﴾

مگر جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لیے بالا

خانے ہونگے جن کے اوپر بھی بالا خانے ہونگے ان کے
نیچے نہریں بہہ رہی ہونگی اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ اپنے
وعدے کا خلاف نہیں کرتا!

یہ آیت مکی ہے اور تمام مہاجرین صحابہؓ اس کا مصداق ہیں
.... جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تھی اس وقت امت مسلمہ کے بعد
میں آنے والے لوگوں میں سے تو کوئی موجود نہیں تھا .... اس وقت
مخلص اور جانثار اصحاب رسول ہی موجود تھے .... ان میں سیدنا صدیق
اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان قبول کرنے میں پہلا نمبر ہے .... سیدنا
عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا چھٹا نمبر ہے .... ابتدائی
مسلمانوں میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں .... بچوں میں
پہلا مؤمن سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں .... عشرہ مبشرہ
کے باقی افراد ہیں .... ان ہی لوگوں کو اللہ رب العزت متقی اور پرہیزگار
کہہ رہا ہے اور ان ہی لوگوں کے لیے جنت اور جنت کے بالا خانوں کے
وعدے ہو رہے ہیں۔

آیت نمبر ۲۵ | اصحاب رسول کے تقویٰ، پرہیزگاری

...... اور اس پر ملنے والے انعامات کا تذکرہ کئی مقامات پر قرآن مجید نے
کیا .... میں اس عنوان پر ایک آیت آپ حضرات کو سنانا چاہتا ہوں۔

سورۃ النبأ کی آیہ نمبر ۲۱ سے لے کر ۳۰ تک بیان ہوا کہ مشرکین و
کفار کے لیے ہم نے دوزخ کا عذاب تیار کر رکھا ہے جس میں انہوں نے
داخل ہونا ہے۔

آیت نمبر ۳۱ میں متقی لوگوں پر ہونے والی رحمتوں اور انعامات کا

تذکرہ کچھ اس طرح سے ہوا

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ﴿۳۱﴾ حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ﴿۳۲﴾ وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ﴿۳۳﴾ وَّكَاْسًا دِهَاقًا ﴿۳۴﴾

یقیناً پرہیزگاروں کے لیے کامیابی ہے باغات ہیں اور انگور ہیں اور نوجوان، کنواری ہم عمر عورتیں ہیں اور چھلکتے ہوئے شراب کے جام ہیں۔

تمام مفسرین کے نزدیک یہ آیات مکی ہیں............ جن میں پہلے نافرمانوں کا تذکرہ ہوا جیسے ابوجہل، ابولہب، عتبہ، شیبہ وغیرہ............ پھر فرمانبرداروں کا تذکرہ ہوا جو شرک و کفر سے، ضد و عناد سے اور رب کی نافرمانیوں سے بچ گئے اور قرآن کی زبان میں متقین کہلائے............ آخر یہ کون لوگ ہیں؟ کیا ابوبکر و عمر...... اور عثمان و علی...... اور طلحہ و زبیر...... اور حمزہ و سعد اور بلال و عمار (رضی اللہ عنہم) اس میں شامل نہیں ہیں؟ یقیناً شامل ہیں تو پھر یہ حقیقت ماننے بنا کوئی چارہ نہیں کہ یہ سب متقین کی صفت سے متصف ہیں اور جنت کی نعمتیں اور راحتیں اور محل اور نہریں اور حوریں اور انعامات ان کے لیے مخصوص ہیں۔

آیت نمبر ۲۶

آیئے اصحاب رسول کے تقویٰ و پرہیزگاری کے بیان میں ایک اور آیت سے استدلال کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں!

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۴۱﴾ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۴۲﴾ (مرسلات)

اس سے پچھلی آیات میں کاذبین کا تذکرہ ہوا جنہوں نے امام الانبیاء ﷺ کی دعوت کو جھٹلایا، توحید کا انکار کیا، شرک پر جمے رہے اور کفر پر

قائم رہے فرمایا انہیں ہم دوزخ کے حوالے کردیں گے۔

پھر آیۃ نمبر ۴۱ میں متقین کا تذکرہ فرمایا...... جو شرک و کفر سے تائب ہوئے جنہوں نے نبیِ رحمت ﷺ کے دامن مقدس کو مضبوطی سے پکڑے رکھا...... جو رب کے فرمانبردار بندے بن گئے۔

فرمایا ایسے متقی اور پرہیزگار لوگوں کے لیے جنت ہے گھنے سایوں میں اور بہتے چشموں میں وہ رہیں گے........... ان پھلوں میں رہیں گے جن کی ان کو خواہش اور چاہت ہوگی پھر ہم ان سے کہیں گے مزے سے کھاؤ اور پیو یہ بدلہ ہے تمہارے اعمال کا۔

حضرات گرامی! مقام فکر یہ ہے کہ ان آیات کا پہلا مخاطب کون ہے؟...... متقین کے لیے ان انعامات کا جو تذکرہ ہو رہا ہے اس کا اولین مصداق کون ہیں؟........... اگر ابتدائی مرحلے میں ایمان قبول کرنے والے........ خود غرض اور (العیاذ باللہ) منافق تھے تو پھر متقین اور ان کے لیے انعامات کے تذکرے کن کے لیے ہو رہے ہیں؟ کوئی مانے یا نہ مانے، سر پھوڑے یا سینہ چیرے یا انگاروں پر چلے........... یہ حقیقت روز روشن سے زیادہ واضح ہے کہ ان آیات کے اولین مصداق مکہ مکرمہ میں ایمان قبول کرنے والے اصحاب رسول ہی ہیں........... جن میں ابوبکر و عمر اور عثمان و علی (رضی اللہ عنہم) سب سے نمایاں اور ممتاز ہیں.......... ان ہی لوگوں کو قرآن نے ''متقین'' کے خوبصورت لقب سے یاد کیا ہے۔

آیت نمبر ۲۷: میں اس عنوان پر کتنی آیات آپ کو سناؤں........ اصحاب رسول کے تقویٰ اور پرہیزگاری کو ایک مقام پر یوں

بیان فرمایا:

سورۃ ذاریات میں آیت نمبر ۸ سے لے کر آیت نمبر ۱۴ تک معاندین کا اور قیامت کے منکرین کا اور مکہ کے مشرکین کا تذکرہ فرمایا ....اور انہیں دوزخ کی آگ کا ڈراوا سنایا۔

آیت نمبر ۱۵ میں ان مشرکین وکفار کے مقابلے مخلص مومنین کا تذکرہ اس طرح فرمایا:

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۱۵﴾ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ﴿۱۶﴾ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿۱۹﴾ وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۲۱﴾

یقیناً تقویٰ والے لوگ باغوں میں اور چشموں میں ہونگے ان کے رب نے انہیں جو کچھ (بدلہ، ثواب، اجر، انعام) عطا کیا ہوگا وہ اسے (خوشی خوشی) لے رہے ہونگے (یہ انعام اور اکرام ان کا کیوں نہ ہو) وہ لوگ اس سے پہلے (یعنی دنیا میں) نیکوکار تھے۔ وہ رات کو بہت کم سویا کرتے تھے (بلکہ رات کا اکثر حصہ عبادت الہی میں گزارتے تھے) اور سحری کے وقت معافی مانگتے تھے (یعنی رات عبادت الہی میں گزار کر سحری کے وقت جب

رات ختم ہونے کو آتی تو اللہ سے اپنی تقصیرات کی معافی
مانگتے کہ یا اللہ حق عبادت ادا نہ ہو سکا جو کوتاہی رہ گئی معاف
فرما دیجیے...... انہیں اپنی عبادت پر اور کثرتِ سجود پر غرور
نہیں تھا بلکہ عبادت و بندگی میں جس قدر ترقی کرتے
جاتے اللہ کا خوف اور ڈر اسی قدر زیادہ ہوتا جاتا۔

سامعین گرامی قدر! ان آیات میں منکرین و معاندین کے
مقابلے میں جن متقین کا تذکرہ ہو رہا ہے............ آخر اس کا اولین
مصداق کون ہے؟ یقیناً وہی خوش قسمت لوگ ہیں جنہوں نے مکہ مکرمہ
میں مشکلات و مصائب میں گھرے ہوئے آمنہ کے لال کا ساتھ دیا
.... مکذبین نے تکذیب کی تو انہوں نے آگے بڑھ کر تصدیق کی
.... معاندین نے عناد سے کام لیا تو انہوں نے انابت کا اظہار کیا
.... کفار نے سچائی کا انکار کیا تو انہوں نے آگے بڑھ کر اس سچائی کو
مان لیا............ یہ کون لوگ ہیں جن کو عرش والا لاریب کتاب میں ''محسنین
'' کے خوبصورت نام سے یاد کر رہا ہے............ پھر ان پر انعامات کی
بارش برسا رہا ہے............ اور ان کی شب بیداری اور سحری کے وقت
استدعاء کے تذکرے کر رہا ہے۔

یقیناً یہ اصحاب رسول کی مقدس جماعت ہے............ وہی اس
کے پہلے مخاطب اور مصداق ہیں............ بعد میں آنے والے لوگ اگر
یہ صفات اپنے اندر پیدا کر لیں تو وہ بھی ان انعامات کے مستحق ٹھہریں
گے............ مگر جن اصحاب رسول کا تذکرہ ہو رہا ہے ان میں یہ تمام تر
صفات موجود تھیں تب ہی تو قرآن نے اسے ذکر فرمایا۔

آیت نمبر ۲۸ آیئے اب میں آپ کو قرآن مجید کا ایسا مقام دکھانا چاہتا ہوں جس میں اللہ رب العزت نے متقی لوگوں پر آخرت میں ہونے والے انعامات کا تذکرہ فرمایا ہے اور پھر کہا یہ متقی لوگ ان کفار کے برابر ہو سکتے ہیں ؟ جن کا جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہنا لکھ دیا گیا ہے

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ ۖ فِيهَا أَنْهَارٌ مِّن مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِّن لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ وَأَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۖ وَلَهُمْ فِيهَا مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ ۖ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ ﴿١٥﴾

(محمد)

جس جنت کا متقی اور پرہیز لوگوں سے وعدہ کیا گیا ہے اس جنت کی کیفیت اور صفت یہ ہے۔

فِيهَا أَنْهَارٌ مِّن مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ ......

اس جنت میں پانی کی نہریں ہیں جو بدبودار نہیں ہوتا۔

(دنیا میں پانی کچھ دن پڑا رہے تو اس کا رنگ متغیر ہو جاتا ہے .... اس کی بو اور ذائقے میں تبدیلی آ جاتی ہے جس سے وہ صحت کے لیے نقصان دہ ہو جاتا ہے مگر جنت کا پانی طویل مدت ٹھہرنے سے یا کسی دوسری چیز کے ملنے سے بدبودار نہیں ہوگا .... یہ پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے بڑھ کر میٹھا ہوگا)

وَأَنْهَارٌ مِّن لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ

اور اس جنت میں بہت سی نہریں ایسے دودھ کی ہونگی

جن کا مزہ اور ذائقہ بدلا ہوا نہ ہوگا۔

(جس طرح دنیا میں دودھ بعض دفعہ خراب ہو جاتا ہے جو جانوروں کے تھنوں سے نکلتا ہے مگر جنت کا دودھ اس طرح جانوروں کے تھنوں سے نہیں نکلے گا بلکہ دودھ کی نہریں ہونگی)

وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ○

اور بہت سی نہریں شراب کی ہونگی جن میں پینے والوں کے لیے بڑی لذت اور مزہ ہے (وہ شراب دنیا کی شراب کی طرح بدمزہ، تلخ اور بدبودار نہیں ہوگی.........کہ جس کو پی کر آدمی حواس باختہ ہو جائے اور پی کر اپنا ہوش بھی نہ رہے.........جنت کی شراب میں نہ نشہ، نہ شکستگی، نہ تلخی نہ سرگرانی نہ کوئی عیب نہ بدحواسی نہ مدہوشی اور نہ کوئی نقصان)

وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ؕ

اور بہت سی نہریں ہونگی شہد کی جو بالکل صاف ہوگا۔

وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ○

اور ان جنتیوں کے لیے وہاں ہر قسم کے میوے اور پھل ہونگے اور ان کے لیے ان کے پروردگار کی طرف سے مغفرت اور بخشش ہوگی۔

(پہلے مشروبات کا ذکر ہوا پانی، دودھ، شراب اور شہد.........اب ماکولات کا ذکر ہو رہا ہے ہر قسم کے میوے اور پھل کھانے کو ملیں گے.........سب سے بڑی بات یہ ہے کہ رب کی طرف سے مغفرت و

بخشش کا اعلان کر کے انہیں جنت میں بھیجا جائے گا اور جنت میں پہنچ کر کبھی خطاؤں کا ذکر تک بھی نہیں ہو گا)

متقین اور ان پر جنت میں ہونے والے انعامات کا تذکرہ کر کے فرمایا:

كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوا مَآءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَآءَهُمْ ﴿١٥﴾

کیا یہ انعام یافتہ متقی جنتی اس کے برابر ہو سکتا ہے ؟ جو ہمیشہ کے لیے آگ میں رہنے والا ہے.......... اور جنہیں گرم کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جو ان کی آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔

(ظاہر اور واضح بات ہے کہ یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے .... ایک جنتی ہے دوسرا دوزخی ہے ایک متقی ہے دوسرا فاجر ہے ایک مسلمان ہے دوسرا کافر ہے ایک جنت کی نعمتوں میں ہے دوسرا دوزخ کے عذاب میں ہے)

حضراتِ گرامی قدر! جس جنت کا متقی لوگوں سے وعدہ کیا جا رہا ہے .... آخر اس سے مراد کون ہیں؟ آیت کے نزول کے وقت دوزخ میں داخل ہونے والے کفار کے مقابلے میں جن کو متقون کہہ کر جنت کا حق دار ٹھہرایا جا رہا ہے آخر کون موجود تھے؟ اگر اصحاب رسول اس کا اولین مصداق نہیں تو پھر اور کون ہے؟ اور اگر اس آیت کے پہلے مخاطب اصحاب رسول ہیں تو پھر ماننا پڑے گا کہ وہ متقی بھی ہیں، جنت کے وارث بھی ہیں، انعامات کے مستحق بھی ہیں اور ان کے لیے مغفرت و بخشش کا اعلان بھی ہے!

آیت نمبر ۲۹ جو آیاتِ کریمہ میں نے آپ حضرات کے سامنے پیش کی ہیں .... ان ہی سے ملتی جلتی ایک آیت سورۃ الدخان آیت نمبر ۵۱۔ ۵۷ بھی ہے۔ جس میں اللہ رب العزت نے متقین کو ملنے والے انعامات کا تذکرہ فرمایا ہے .... ان کو ملنے والے ریشمی لباس کا ذکر ہوا، ملنے والے پھلوں کا تذکرہ ہوا .... عذاب سے بچا لینے کی نوید سنائی .... اور ان انعامات کو فضل باری قرار دیا گیا اور آخر میں فرمایا:

ذَالِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْم ...... بڑی کامیابی یہی ہے۔

یہاں متقین سے مراد وہ خوش قسمت لوگ ہیں جو اس سورت کے نزول سے پہلے ایمان کی دولت سے مالا مال ہو چکے تھے اور امام الانبیاء ﷺ کے دستِ مبارک پر بیعت کر کے اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کے مقدس زمرے میں شامل ہو چکے تھے۔

آیت نمبر ۳۰ صدق و صداقت اور سچائی انسان کی بہت بڑی خوبصورتی اور حسن ہے .... الصِّدْقُ يُنْجِيْ وَ الْكِذْبُ يُهْلِكُ .... سچائی انسان کو نجات دیتی ہے اور جھوٹ انسان کو ہلاک کر دیتا ہے .... انسان کی زبان دل کی رفیق ہونی چاہیے .... جب زبان اور دل باہم ہم رنگ ہوں اور ہم آہنگ ہوں .... جس بات کو دل تسلیم کرے زبان اسی کا اقرار کرے اس کا نام صدق اور صداقت ہے۔

امام الانبیاء ﷺ نے منافق کی جو علامات بتائی ہیں ان میں سے ایک علامت ہے اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ ...... جب بات کرے تو جھوٹ بولے صداقت اور سچائی کی صفت اور عادت انسان کو دیگر بہت سی

برائیوں سے بچائے رکھتی ہے۔

جو شخص صادق ہوگا.......... سچ بولنا جس کی عادت ہوگی .... جھوٹ سے جس کو نفرت ہوگی وہ شخص دوسری بہت سی برائیوں اور گناہوں سے بچنے کی کوشش کریگا.......... سچا شخص امانت دار ہوگا، عہد و اقرار کو پورا کرنے والا ہوگا.......... سچا شخص خوشامدی اور چاپلوس ہرگز نہیں ہوگا.......... سچا آدمی ریاکار، دھوکے باز اور فراڈیا نہیں ہوگا، وہ بہادر اور شجاع ہوگا، دلیر اور نڈر ہوگا، بدعہد اور بے وفا نہیں ہوگا، سچے شخص کے دل میں نفاق کی بیماری اور تقیہ کی عیاری نہیں ہوگی، وہ صاف دل اور ضمیر کا کھرا ہوگا.......... اس کا ظاہر و باطن یکساں ہوگا...... ...... وہ اندر باہر سے ایک جیسا ہوگا، وہ قول کا پختہ اور مضبوط ہوگا۔

ان سب باتوں کو دیکھیں تو واضح ہوتا ہے کہ صداقت اور سچائی لاکھ خوبیوں کی بنیاد ہے۔

اللہ رب العزت نے صداقت و سچائی کو اپنی صفت کے طور پر شمار فرمایا:

وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا (نسآء)

اور اللہ سے بڑھ کر بات کہنے میں اور کون سچا ہے۔

اللہ رب العزت کا نازل کردہ کلام سچا ہے۔

وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا (النسآء)

اور اللہ سے بڑھ کر کس کی بات سچی ہوگی۔

پھر جس ہستی نے قرآن جیسی صداقت کو دنیا کے سامنے پیش فرمایا وہ خود مجسمہ صداقت ہے۔

اس نے دعوت کے پہلے روز مشرکین مکہ کے سامنے اپنی زندگی بھر کی صداقت کو بطور دلیل پیش فرمایا:

هَلْ وَجَدْتُّمُوْنِيْ صَادِقًا اَوْ كَاذِبًا

میری چالیس سالہ زندگی تمہارے سامنے ہے.........تم نے میرا بچپن دیکھا، پھر لڑکپن دیکھا، پھر میری جوانی دیکھی، میری تجارت، میرا بکریوں کو چرانا، بازاروں میں آنا، میری خوشی اور غمی، میرا دکھ اور سکھ، میرا سفر اور حضر.........میری چالیس سالہ زندگی میں تم نے مجھے سچا پایا ....یا جھوٹا۔

تمام قوم نے یک زبان ہو کر جواب دیا:

جَرَّبْنَا لَكَ مِرَارًا مَا رَأَيْنَا فِيْكَ اِلَّا صِدْقًا

عبداللہ کے دریتیم! ہم نے بارہا تجھے آزمایا مگر ہم نے تجھے ہمیشہ سچا ہی پایا! لوگو! جب اس پیغام توحید اور دین اسلام کو بھیجنے والا اللہ بھی سچا ہے.........جب اسے لے کر اترنے والا فرشتہ بھی سچا ہے ....جب اللہ کا کلام بھی سچا ہے اور جب اس کلام کو پہنچانے والا محمد کریم ﷺ بھی سچا ہے.........تو پھر جن لوگوں نے.........ہاں جن خوش بخت لوگوں نے اس سچائی کو سب سے پہلے قبول کیا وہ بھی صادق اور سچے ہو گئے۔

اللہ نے اصحاب رسول کے صادقون ہونے کو قرآن میں ایک سے زیادہ بار بیان فرمایا:

سورۃ زمر کی آیت نمبر ۳۳ میں ارشاد ہوا:

وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ

الْمُتَّقُوْنَ

اور وہ شخصیت جو سچی بات کو لے کر آئی (یعنی محمد عربی ﷺ) اور جن لوگوں نے اس سچائی کی تصدیق کی (یعنی اصحاب رسول) یہ سب متقی ہیں۔

سورۃ حدید آیت نمبر ۱۹ میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ۭ

اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے یہ لوگ اپنے رب کے ہاں صدیق اور شہید ہونگے ان کو اجر و ثواب بھی عطا ہوگا اور انہیں نور بھی حاصل ہوگا۔

شہید کا ایک معنی گواہ کا بھی ہے .... یعنی یہ لوگ اللہ رب العزت کی الوہیت و معبودیت کے اور امام الانبیاء ﷺ کی نبوت و رسالت اور ختم نبوت کے گواہ ہیں۔

حضرات گرامی قدر! جب یہ آیت کریمہ امام الانبیاء ﷺ پر نازل ہوئی تھی اس وقت کیا میں اور آپ موجود تھے؟ .... کیا تابعین اور ائمہ مجتہدین موجود تھے؟ .... کیا اس امت کے علماء اور فقہاء .... اتقیاء اور اصفیاء .... محدثین و مفسرین موجود تھے؟ اگر آپ کا جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہی ہوگا تو پھر بتلائیے اس آیت کا پہلا مصداق کون ہے؟ .... اس آیت کے پہلے مخاطب کون ہیں؟ یقیناً صحابہ کرامؓ ہیں .... تو پھر تسلیم کیجیے کہ قرآن جیسی بے عیب اور

لاریب کتاب انہیں صدیق اور شہید کے درجات عطا کر رہی ہے۔

اس سے وہ انکار کریں تو کریں جن کا قرآن پر ایمان نہیں ....جو کہتے ہیں اصلی قرآن یہ نہیں ....وہ امام کے پاس غار میں ہے............اور جس کا موجودہ قرآن پر ایمان ہے............اور اسے اللہ کی آخری کتاب مانتا ہے............اسے ماننا پڑے گا کہ میرے نبی کے تمام صحابہؓ صدیق ہیں اور ان میں ابوبکرؓ صدیق اکبر ہے۔ یہ آیت کریمہ بالاتفاق فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی ہے لہذا اس آیت کریمہ میں وہ تمام لوگ داخل ہیں جو فتح مکہ سے پہلے ایمان لائے یا فتح مکہ کے دن ایمان لائے یا فتح مکہ کے بعد ایمان لائے۔

ان میں سیدنا ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ....ابوجہل کے بیٹے عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی حضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ....سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ محترمہ حضرت ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں ....ان حضرات کے ایمان میں شک کرنا............اور ان کے ایمان کو طمع اور لالچ پر محمول کرنا قرآن کی اس آیت کو جھٹلانا ہے۔

آیت نمبر ۳۱

سورۃ احزاب کی آیت نمبر ۲۸ سے لے کر آیت نمبر ۳۴ تک ازواج مطہرات کے لیے کچھ خاص احکام ذکر کیے گئے ان کے مقام و مرتبے کی بلندی و برتری کا تذکرہ ہوا............انہیں رجس سے پاک کرنے کی خوشخبری دی گئی............

بعض مسلمان عورتوں کے دل میں خیال آیا کہ ازواج مطہرات کا تذکرہ قرآن نے فرمایا............مگر عام عورتوں کے بارے کچھ نہیں کہا

گیا تو اللہ رب العزت نے عام مسلمان خواتین کی دلجوئی کے لیے فرمایا:

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَ
الْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِينَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِينَ
وَ الصّٰدِقٰتِ وَ الصّٰبِرِينَ وَ الصّٰبِرٰتِ وَ
الْخٰشِعِينَ وَ الْخٰشِعٰتِ وَ الْمُتَصَدِّقِينَ وَ
الْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصّٰٓئِمِينَ وَالصّٰٓئِمٰتِ

بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مؤمن مرد اور
مؤمن عورتیں، فرمانبرداری کرنے والے مرد اور
فرمانبرداری کرنے والی عورتیں اور سچے مرد اور سچی
عورتیں، صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں،
عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں
خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں
روزے رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں۔

آگے فرمایا:

وَالْحٰفِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِينَ
اللّٰهَ كَثِيرًا وَّالذّٰكِرٰتِ

اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور
حفاظت کرنے والی عورتیں اللہ کا کثرت سے ذکر کرنے
والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں۔

ان کو کیا انعام ملے گا فرمایا:

أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّأَجْرًا عَظِيمًا ۳۵

ان سب کے لیے اللہ نے (وسیع) مغفرت اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

بعض احادیث میں آیا کہ ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور بعض دیگر صحابیات نے کہا کہ کیا وجہ ہے کہ اللہ ہر جگہ مردوں سے ہی خطاب فرماتا ہے.........ہم عورتوں سے نہیں.........اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (ترمذی، مستدرک جلد ۶ صفحہ ۳۰۱)

سامعین گرامی قدر! خدا لگتی بات کہیے.........سورۃ الاحزاب کی اس آیت کریمہ میں جن صفات کا ذکر ہوا.........ان کے پہلے مصداق کون ہیں؟ اس وقت ان صفتوں کے حامل کون سے لوگ تھے جن کا تذکرہ اس آیت میں ہو رہا ہے؟ اگر اصحاب رسول ان صفات کا مصداق نہیں تو پھر اور کون ہوگا؟ خدارا کچھ ہمیں بھی بتلائیے یہ مسلمان، مومن......صادق......قانت......صابر......خاشع......صائم......شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے اور ذاکر......یہ خوبصورت، حسین اور دلکش خطاب اور القاب کے مصداق اگر صحابہ کرام نہیں تو کون ہے؟

جس کا موجودہ قرآن پر ایمان نہیں.........جو اس قرآن کو محرف سمجھتا ہے......وہ تاریخ کی تاریکیوں میں گم ہو کر اصحاب رسول کو منافق اور جھوٹا سمجھتا پھرے......مگر جس شخص کا قرآن پر ایمان ہے اور قرآن کی ایک ایک آیت پر ایمان ہے.........اسے ماننا پڑے گا کہ تمام اصحاب رسول مومن بھی تھے اور صادق بھی تھے وہ سب کے سب سچے اور عادل تھے ان میں سے کوئی ایک بھی جھوٹا یا العیاذ باللہ منافق نہیں تھا۔

آیت نمبر ۳۲ سورۃ الحشر کی آیت نمبر ۷ میں مال فئے کے

مصارف کا تذکرہ ہوا.......... ان مصارف میں سے ایک مصرف کو آیت نمبر ۸ میں ذکر فرمایا:

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ

ان مہاجرین حاجت مندوں اور فقیروں کے لیے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکال دیے گئے وہ اللہ کی رضا مندی اور اس کے فضل کے طلب گار ہیں وہ اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ رب العزت نے واضح طور پر بیان فرمایا کہ مہاجرین کا اپنے وطن مکہ سے بے وطن ہونا اور ہجرت کرنا دنیوی غرض کے لیے نہیں تھا.......... ان کا کوئی ذاتی مفاد نہیں تھا.......... انہوں نے ہجرت کی محض اللہ کی رضاء جوئی خوشنودی کے لیے.......... ان کا مشرکین مکہ سے جھگڑا ذاتی نہیں تھا.......... بلکہ دین توحید کے لیے تھا۔

آگے فرمایا.......... انہوں نے اپنے گھر چھوڑے، وطن چھوڑا .... دنیا کی دولت اور مال کو خیر باد کہہ دیا.......... صرف اللہ کے دین کی مدد اور تائید کے لیے پھر اللہ نے نتیجہ نکالا اور اعلان فرمایا:

اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۸﴾

یہی راست باز، صادق اور سچے لوگ ہیں!

یہ آیت مہاجرین کے ایمان اور اخلاص پر واضح شہادت ہے ..... کہ انہوں نے اس راستے میں جتنی تکلیفیں اٹھائیں، مصائب جھیلے،

ہجرت کی، رشتے داروں سے منہ موڑ لیے، مالی نقصان اٹھائے...... یہ سب کچھ انہوں نے دنیوی مفاد......... ذاتی لالچ......... طمع وحرص اور منافقت کے طور پر نہیں کیا تھا بلکہ ان کے پیش نظر اللہ کی رضا اور خوشنودی تھی......... ان کے دل میں اللہ کے دین کی اور رسول اللہ ﷺ کی محبت والفت تھی......... وہ سب کے سب صادق، راست باز یعنی قول و عمل میں سچے تھے۔

اس آیت کریمہ کے واضح حکم کے بعد......... مہاجرین صحابہ کے بارے میں......... یا مہاجرین میں سے کسی ایک کے بارے میں منافقت کا اعتقاد رکھنا اس آیت کا صریح انکار ہے اور کسی آیت کا صریح انکار کفر ہے۔

میں آپ حضرات سے پوچھنا چاہتا ہوں......... ذرا جواب دیجئے کیا صدیق اکبرؓ مہاجرین کے زمرے میں شامل نہیں؟

انہوں نے تو امام الانبیاء ﷺ کی معیت میں ہجرت کی ہے......... انہیں ثانی اثنین کے خوبصورت لقب سے یاد کیا گیا......... انہوں نے ہجرت کے سفر میں تین دن اور تین راتیں غار ثور میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ گزاریں ذرا بتلایئے! سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مہاجرین کی جماعت میں شامل نہیں ہیں؟

انہوں نے تو وجِ گج کے، دھڑلے کے ساتھ، تمام مشرکین کو للکار کے ہجرت کی تھی۔

کیا سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مہاجرین میں شامل ہو کر اس آیت کا مصداق نہیں ہیں؟

انہوں نے دو ہجرتیں کی ہیں.......... ایک مکہ مکرمہ سے حبشہ کی طرف اور دوسری مدینہ منورہ کی جانب.......... وہ تو ذوالہجرتین ہیں!

کیا سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مہاجرین کے گروہ میں شامل نہیں ہیں؟ وہ تو ہجرت والی رات میرے نبی ﷺ کے مقدس بستر پر سوئے تھے اور پھر ہجرت کر کے قبا میں امام الانبیاء ﷺ سے آ کر ملے تھے۔

کیا طلحہ و زبیر، ابن عوف، ابوعبیدہ، ابن سعد، بلال و عمار رضی اللہ عنہم مہاجرین کی مقدس جماعت میں شامل نہیں ہیں؟

اگر یہ سب حضرات مہاجرین کی اولین صف میں موجود ہیں تو پھر اللہ رب العزت نے قرآن میں ان کے اخلاص، نیک نیتی اور خلوص کی شہادت دی ہے اور ان کو صادقون کے نام سے پکارا ہے.......... جو شخص اس آیت کے حکم کے سننے کے بعد مہاجرین صحابہ میں سے کسی صحابی کے ایمان، اخلاص اور صدق و عدل کے بارے میں شک کرتا ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ (تفسیر مظہری ج ۹ ص ۲۴۲)

آیت نمبر ۳۳ سورۃ حجرات کی آیت نمبر ۱۴ میں منافقین کا طرز عمل ذکر فرمایا کہ مال غنیمت کے حصول کے لیے بظاہر اطاعت کا اظہار کرتے ہیں مگر ایمان ان کے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا.......... ان کے دل ایمان، خلوص نیت، صحیح اعتقاد سے خالی ہیں اور منافقت کے پردوں میں لپٹے ہوئے ہیں۔

اس کے مقابلے میں آیت نمبر ۱۵ میں مخلص مومنین کا ذکر فرماتے ہوئے کہا:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ

ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا

مؤمن تو وہ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر اس میں کسی قسم کا شک وشبہ بھی نہیں کیا۔

(کفار نے جتنا ستایا مشرکین نے جتنے شبہات ڈالے، جتنے راستے روکے گئے وطن سے بے وطن کیا گیا، معاشی بائیکاٹ ہوا، بھوکے پیاسے رہے، انگاروں پر لٹائے گئے، پتھروں پر گھسیٹے گئے، مذاق اور پھبتیوں کا نشانہ بنائے گئے، لالچ اور طمع کے جال پھینکے گئے، دنیا کے عہدوں کی پیش کشیں کی گئیں، اپنے بیگانے ہوئے مگر ان کے ایمان واستقلال میں رائی کے برابر فرق نہیں آیا)

وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ

اور وہ اپنے مال اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہے۔

جب بھی ان کو جہاد فی سبیل اللہ کے لیے آواز دی گئی انہوں نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اس پر لبیک کہا............ اللہ کے نبی ﷺ نے جہاد کی تیاری کے لیے، ہتھیاروں کی خریداری کے لیے مال مانگا تو ان سے جو بن پڑا اسے لا حاضر کیا...... گھر کا تمام سامان واسباب محمد عربی ﷺ کے قدموں میں ڈھیر کر دیا......... پھر اپنی جانیں ہتھیلیوں پر رکھ کر نہتے اور بے سروسامان اور تعداد میں قلیل وکمزور...... ہزاروں کفار کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح کھڑے ہو گئے۔

ان مؤمنین ومجاہدین کے لیے فرمایا:

اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝۱۵

یہی لوگ سچے اور راست باز ہیں!

سامعین گرامی قدر! معمولی شعور رکھنے والا، اور ادنیٰ سی عقل رکھنے والا شخص بھی سمجھ سکتا ہے کہ اس آیت کریمہ میں منافقین کے مقابلے میں دور نبوی کے مخلص مومنین اور مجاہدین کا تذکرہ ہو رہا ہے .... دور نبوی کے یہ مخلص ایمان دار، سب کچھ دین کے لیے قربان کرنے والے یقیناً وہی لوگ ہیں جن کو ہم اصحاب رسول کے نام سے پکارتے ہیں۔

وہی اس آیت کے حقیقی مصداق ہیں .... اور ان ہی کے ایمان واخلاص کی گواہی اس آیت میں دی جارہی ہے .... اور ان ہی کو صادقون کے حسین لقب سے یاد کیا جارہا ہے۔

ایسی شخصیات کو .... ایسی قرآنی شخصیات کو منافق اور مفاد پرست، یا کنبہ پرور کہنا اس آیت کی تکذیب کرنا ہے۔

اصحاب رسول کے بارے کہا گیا کہ وہ اپنے قول وعمل میں سچے ہیں .... صادق ہیں ان کا عمل دعویٰ ایمان کے عین مطابق ہے۔ اسی صفت کو ایک اور جگہ پر واضح فرمایا آئیے سنئے۔

آیت نمبر ۲۲،۲۳

سورۃ الاحزاب میں غزوہ خندق کے تذکرے میں منافقین کے خوف، بزدلی، نفاق اور شرارتوں اور خباثتوں کے تذکرے کے بعد مخلص مومنین کا تذکرہ اس طرح فرمایا:

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ ؗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ؕ ﴿۲۲﴾

(احزاب)

اور جب مؤمنوں نے کفار کے لشکروں کو دیکھا تو کہنے لگے
یہ تو وہی ہے جس کا وعدہ ہم سے اللہ اور اس کے رسول نے
کیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا تھا اس بات
نے ان کے ایمان اور فرمانبرداری میں اور اضافہ کر دیا

هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ سے مراد وہ وعدہ ہے جو سورۃ
البقرہ آیت نمبر ۲۱۴ میں ہو چکا تھا کہ کیا تم سمجھتے ہو کہ صرف دعویٰ ایمان پر
تمہیں جنت مل جائے گی اور پہلے لوگوں کی طرح تم پر مصائب اور دکھ اور
پریشانیاں نہیں آئیں گی .... تمہیں مالی اور جانی نقصان کا سامنا نہیں
کرنا پڑے گا.......... نہیں بلکہ تمہاری آزمائش بھی ہوگی .... تمہیں بھی
جانی اور مالی مصائب جھیلنے ہونگے۔

آگے فرمایا:

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ
عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ
يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾

ایمان والوں میں سے کتنے مرد ہیں جنہوں نے اس وعدے کو سچا
کر دکھایا جو انہوں نے اللہ سے کیا تھا۔

(آیت نمبر ۱۵ میں منافقین کے ایک عہد کا ذکر ہوا کہ وہ اللہ سے
عہد کر چکے تھے کہ .... لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ .... میدان جنگ
میں پیٹھ دکھا کر نہیں بھاگیں گے .... مگر وہ منافقین بڑی بے حیائی
کے ساتھ میدان جنگ سے ہٹ گئے بلکہ دوسرے مؤمنین کو بھی ڈرانے،

دھمکانے لگے اور انہیں بھی بزدلی پر آمادہ کرنے لگے)

اس کے برعکس کتنے سچے اور پکے اور پکے مومن تھے جو اپنے عہدو پیمان پر پہاڑ کی طرح جمے رہے اور دین کی حمایت میں اور نبی رحمت ﷺ کی رفاقت میں اپنا سب کچھ نچھاور کر دیا اور میدان جنگ میں مضبوطی کے ساتھ جمے رہے۔

فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ

ان میں سے کچھ وہ ہیں جو اپنے عہد کو پورا کر چکے (یعنی شہادت کے رتبے پر فائز ہو گئے) جو مخلص صحابہؓ جنگ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے وہ بعد میں بہت نادم اور پشیمان ہوئے .... وہ اللہ سے وعدہ کرتے تھے کہ جب بھی کوئی موقع بنا اور کوئی معرکہ پیش آیا تو ہم اپنی جان تیری راہ میں قربان کر دیں گے جیسے حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ .... پھر ان لوگوں نے اپنے اس وعدے کو احد و خندق میں سچا کر دکھایا اور جرات و شجاعت سے لڑتے ہوئے شہادت کے مرتبے پر فائز ہوئے۔

وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ .... اور کچھ ایسے مخلص مومن ہیں جو ابھی تک شہادت کے مرتبے کو نہیں پہنچے وہ شہادت کے انتظار میں ہیں .... ان کے قول و عمل میں کوئی تبدیلی .... شوق شہادت میں کوئی کمی نہیں آئی وہ بھی اپنے عہد و اقرار پر پوری طرح قائم ہیں۔

آگے فرمایا:

لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ

الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ...... ﴿۲۴﴾

لِيَجْزِيَ میں لام عاقبت کا ہے.............یعنی اس سارے معاملے کی عاقبت اور انجام یہ ہوگا کہ اللہ سچوں کو ان کی سچائی کی جزاء دے گا اور منافقین کو چاہے گا تو سزا دے گا یا ان کو توبہ کی توفیق عطا کر کے معاف فرما دے گا۔

سامعین گرامی قدر! ان آیات کریمہ میں واضح طور پر کہا گیا کہ جنگ احزاب کے وقت جو اصحاب رسول موجود تھے وہ وعدوں کے سچے اور مخلص مؤمن تھے.............انہوں نے اپنے عہد و پیمان نبھاتے ہوئے اللہ کے رسول کا مکمل ساتھ دیا.............انہوں نے آگے بڑھ کر شہادت کا زیور گلے کا ہار بنایا.............اللہ رب العزت نے ان حضرات کو صادقین کے لقب سے نوازا ہے اور آخرت میں انہیں اجر و ثواب عطا کرنے کا پختہ وعدہ فرمایا ہے۔

میں آپ حضرات سے پوچھنا چاہتا ہوں.............آپ اللہ کو حاضر و ناظر جان کر صحیح صحیح جواب دیجئے گا۔

کیا سیدنا صدیق اکبرؓ............ فاروق اعظمؓ............ عثمان ذوالنورینؓ............اور حیدر کرارؓ غزوۂ احزاب میں موجود نہیں تھے؟

کیا طلحہؓ و زبیرؓ............سعدؓ بن ابی وقاص اور............ابو عبیدہ بن الجراح غزوۂ احزاب میں حاضر نہیں تھے؟

اگر یہ لوگ غزوۂ احزاب میں شامل تھے اور یقیناً تھے تو پھر ماننا پڑے گا کہ یہ سب کے سب حضرات پکے مؤمن، مخلص مسلمان اور عہد و پیمان کے مضبوط اور صادقین تھے۔

قرآن کی ان آیات پر جس کا بھی ایمان ہے .... اور جو بھی اس قرآن کو غیر محرف مانتا ہے .... اسے تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ تمام تاریخی روایات جن سے ان قدوسی صفت لوگوں کی عظمت وصداقت اور امانت ودیانت پر حرف آتا ہو اور ان کی عزت پامال ہوتی ہو .... اور جن تاریخی روایات اور علماء کے اقوال سے اصحاب رسول کے ایمان، تقوی امانت ودیانت کے خلاف جس بات کا اظہار کیا گیا ہو وہ تمام کی تمام روایات جھوٹ کا پلندہ اور سبائی طبقہ کی گھڑی ہوئی ہیں .... جن کا مقصد قرآن کی ایسی آیات کو جھٹلانا اور قرآن سے ایمان کا اٹھانا ہے۔

آیت نمبر ۳۶، ۳۷، ۳۸

سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۴ میں کہا گیا کہ دنیا کے اموال، حسین عورتیں، اولاد، سونے چاندی کے خزانے، پلے ہوئے گھوڑے اور جانور .... یہ سب چیزیں فانی زندگی کی زینت ہیں .... یہ چند روزہ زندگی کا سامان ہے .... ان چیزوں کے ساتھ دل لگا کر حق کا انکار کرنا اور توحید سے منہ موڑنا اور امام الانبیاء ﷺ کو جھٹلانا .... گھاٹے کا سودا ہے۔ دنیا پرست، حب مال کے حریص لوگوں کے بارے میں یہ بیان فرما کر اہل مکہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ

میرے محبوب پیغمبر ان سے کہہ میں تمہیں دنیا کی ان فانی اور عارضی چیزوں سے بہتر اور اچھی چیز کی خبر نہ دوں۔

لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ ۝

ان لوگوں کے لیے جنہوں نے تقوی اور پرہیز گاری کو
اختیار کیا ان کے پروردگار کے ہاں باغات ہیں جن کے
نیچے نہریں بہتی ہیں جن باغات میں وہ ہمیشہ رہیں
گے اور انہیں پاکیزہ بیویاں ملیں گی اور انہیں اللہ کی رضا
حاصل ہو گی۔

اگلی آیت میں بیان فرمایا کہ متقی لوگ کون ہوتے ہیں؟

اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۶﴾

وہ لوگ جو دعا مانگتے ہوئے یوں کہتے ہیں اے ہمارے
پروردگار ہم ایمان لاچکے تو ہمارے گناہوں کو معاف فرما
دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے نجات عطا فرما۔

سامعین گرامی قدر! ان آیتوں میں خطاب کن لوگوں سے ہو رہا ہے؟ یہ للذین اتقوا.......... کن کو کہا جا رہا ہے.......... یہ اپنے پروردگار کے آگے ہاتھ پھیلا کر ایمان کا اقرار کرنے والے اور مغفرت طلب کرنے والے کون تھے؟ جب یہ آیتیں اتر رہی تھیں تو ان صفات کے حامل کون لوگ تھے؟

یقیناً اصحاب رسول ہی اس کا حقیقی مصداق ہیں.......... جو ایمان لائے، تقوی اختیار کیا اور رب کے حضور دعائیں مانگتے ہوئے گڑگڑائے تو پھر ان ہی لوگوں کے لیے ارشاد ہوا:

اَلصّٰبِرِيْنَ وَ الصّٰدِقِيْنَ وَ الْقٰنِتِيْنَ وَ

الْمُنْفِقِيْنَ وَ الْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ۝

بہت صبر کرنے والے (مسئلہ توحید کے ماننے اور پھر
بیان کرنے میں آنے والے مصائب اور دکھوں پہ صبر
کرنے والے، بہت سچ بولنے والے (زبان کے سچے،
دل کے سچے، نیت کے سچے، معاملات میں سچ، عہد و
پیمان میں اور قول و اقرار میں سچ، ضمیر کے سچے، گواہی
میں سچے، روایت کرنے میں سچے) بہت عاجزی کرنے
والے، مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے اور سحری
کے وقت بہت استغفار کرنے والے۔

یہ خوبصورت خوبصورت خطاب .... یہ حسین سے حسین تر صفات .... یہ دل موہ لینے والے القاب کن کو عطا ہو رہے ہیں؟

ان صفات کے اولین مصداق کون ہیں؟ سوائے اصحاب رسول کے بھلا اور کون ہو سکتا ہے؟

پھر فیصلہ کیجیے اور پوری جرأت اور انصاف سے کہیے کہ اللہ رب العزت علام الغیوب اور علیم بذات الصدور تو محمد عربی ﷺ کے یاروں کو ...... اور صحابہ کو متقی ...... مومن ...... صادق .... صابر ...... قانت ...... اور سحری کے وقت بخشش مانگنے والے کے خطاب سے نوازے۔

اور ہماری تاریخ کی کتابیں بلا سند روایات کے ذریعے تاثر دیں کہ وہ جھوٹے تھے .... مکار اور فریبی تھے .... غلط بیانیاں کرتے .... کینہ پروری کے مریض اور خود غرض تھے۔

یا ابن سبا کی اولاد کہے کہ ان کا ایمان مشکوک ہے وہ

منافق تھے.....تو تاریخ کی روایات کو اور ابن سبا کی ذریت کے بکواس کو
دیوار پہ مار دیں گے اور اللہ کی آخری لاریب کتاب کو سینے سے لگا لیں گے

میری اس گفتگو کا خلاصہ یہ نکلا کہ قرآن مجید نے جگہ جگہ میرے
نبی ﷺ کے یاروں کو..........اور میرے نبی ﷺ کے دکھ درد کے
ساتھیوں کو..........اور میرے نبی ﷺ کے غم خواروں کو صادقون،
صدیقون کے خوبصورت لقب سے نوازا ہے۔

اصحاب رسول دین اسلام کے..........قرآن کے..........ختم
نبوت کے..........ارکان اسلام کے عینی اور چشم دید گواہ ہیں
..........ان کی صداقت و عدالت کے گردا گرد پہرہ دینا اور حفاظت کرنا
ہر مسلمان کی مجبوری ہے۔

کیوں ؟ اس لیے کہ ان میں سے اگر ایک بھی جھوٹا یا بددیانت
ثابت ہو جائے تو اسلام کا کیس خارج ہو جائے گا۔

اصحاب رسول ایسے صادق اور اس قدر سچے ہیں کہ میرے اللہ
نے ان سے جو جنت کا وعدہ فرمایا تو اسے بھی..........وَعْدَ الصِّدْقِ
(سچا وعدہ) کہا بلکہ ان سچوں کے لیے جنت میں جس مقام کا وعدہ کیا گیا
..........اس مقام کو مقعد صدق..........سے تعبیر فرمایا

اللہ رب العزت ہمیں اصحاب رسول کی صحیح قدر کرنے اور ان کے
نقش قدم پہ چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

پانچویں تقریر

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ (الفتح ۲۹)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ مَقَامٍ آخر:

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْۤا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ۝ (الانفال)

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے ان ایمان والوں کو پناہ دی اور مدد کی یہی لوگ سچے مؤمن ہیں ان سب کے لیے

بخشش ہے اور عزت کی روزی ۔

سامعین گرامی قدر! یہ بات اور یہ حقیقت اپنی جگہ پر اٹل اور ناقابل تردید ہے کہ ہر انسان خطا کا پتلا اور غلطیوں کا مجسمہ ہے انسان سے زندگی میں گناہ، قصور اور نافرمانیوں کا صدور ہوتا رہتا ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ کوئی بڑا ہو یا چھوٹا .... عالم ہو یا جاہل .... عابد ہو یا زاہد .... مفسر ہو یا محدث .... فقیہہ ہو یا امام .... دیہاتی ہو یا شہری .... وہ گناہوں سے معصوم اور غلطیوں سے مبرا نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص اس بات کا دعویدار ہے کہ فلاں شخصیت .... گناہوں سے، غلطیوں سے پاک اور معصوم ہے تو وہ شخص اس شخصیت کے فرشتہ ہونے کا قائل ہو رہا ہے کیونکہ اگر وہ انسان ہے، اور اولادِ آدم میں اس کا شمار ہے تو پھر اس سے گناہ بھی ہونگے، قصور بھی ہونگے، غلطیاں بھی سرزد ہونگی اور خطاؤں کا ارتکاب بھی ہوگا۔

امام الانبیاء ﷺ نے ارشاد فرمایا:

كُلُّ بَنِيْ اٰدَمَ خَطَّاءٌ وَ خَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ (ترمذی، مشکوٰۃ صفحہ ۲۰۴)

آدم کا ہر بیٹا خطا کار ہے اور بہترین خطا کار وہ ہوتے ہیں جو گناہ اور خطا کر کے اللہ کے حضور اپنے گناہوں کی توبہ کرتے ہیں۔

امام الانبیاء خاتم المعصومین ﷺ کا ایک اور مبارک ارشاد سنئے:

وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ لَمْ تُذْنِبُوْا لَذَهَبَ اللّٰهُ

بِكُمْ وَلَجَاءَ بِقَوْمٍ يذنبون فَيَسْتَغْفِرُوْنَ اللهَ فَيغفر لهم (مسلم، مشکوٰۃ صفحہ : ۲۰۳)

مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ رب العزت تمہیں صفحۂ ہستی سے مٹا دے اور تمہاری جگہ ایسی قوم لائے جو گناہوں کا ارتکاب کریں اور پھر صدق دل سے رو رو کر مجھ سے معافی مانگیں اور میں اپنی رحمت سے ان کو معاف کر دوں!

نبی اکرم ﷺ کے ان دو ارشادات سے یہ بات معلوم ہوئی اور یہ حقیقت ثابت ہوئی کہ اولادِ آدم سے گناہ اور قصور......... غلطیاں اور خطائیں......... زندگی میں سرزد ہونگی۔

انبیاء کرام علیہم السلام معصوم عن الخطاء

ہاں یہ بات ذہن میں رکھیے کہ اولادِ آدم میں صرف انبیاء کرام علیہم السلام ایسی ہستیاں ہیں جو معصوم عن الخطاء والعصیان ہوتے ہیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام قبل از نبوت بھی معصوم اور بعد از نبوت بھی معصوم ہوتے ہیں......... انبیاء علیہم السلام ہی ایسے لوگ ہیں جو ماں کی گود سے لے کر قبر میں جانے تک (یعنی مہد سے لحد تک) چھوٹے بڑے ہر قسم کے گناہوں سے پاک اور معصوم ہوتے ہیں!

انبیاء کرامؑ اللہ رب العزت کی نگرانی میں پرورش پاتے ہیں اور پھر پوری زندگی ان کی پیٹھ پر اللہ کا دست قدرت وشفقت ہوتا ہے......... میرے رب کی رحمت ان کے ساتھ ساتھ ہوتی ہے اور قدم قدم پر ان کی رہنمائی کرتی ہے!

اگر میں یوں کہوں تو بے جا اور غلط نہیں ہوگا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے سوا ہر کسی کو حکم دیا جاتا ہے کہ گناہوں کے قریب نہیں جانا۔

ہر انسان کو...... چاہے وہ صحابی ہو یا تابعی ہو...... تبع تابعین میں سے ہو یا ائمہ مجتہدین میں سے ہو...... عابد ہو...... زاہد ہو...... شب زندہ دار ہو...... ولی ہو...... بزرگ ہو۔

ہر شخص کو کہا جاتا ہے کہ گناہوں کے قریب نہیں جانا۔

مگر جب انبیاء کی باری آتی ہے تو پھر خطاب کا انداز بدل جاتا ہے...... پھر کہا جاتا ہے...... اے گناہو! تم کان کھول کے سنو تم نے میرے نبیوں کے قریب نہیں جانا!

سیدنا یوسف علیہ السلام جب زلیخا کے جال پھندے سے صاف بچ کر نکل آئے تو اسے قرآن نے کس رنگ میں بیان فرمایا:

كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ

یوں ہم نے یوسف سے برائی اور بے حیائی کو ہٹا دیا۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا تھا:

خُلِقْتَ مُبَرَّءً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَآءُ

آپ ہر عیب اور ہر نقص سے پاک پیدا کئے گئے ہیں
...... نہ آپ کے وجود میں کوئی عیب اور نہ روح میں کوئی عیب...... نہ آپ ﷺ کے ظاہر میں کوئی عیب اور نہ باطن میں کوئی عیب۔

آپ ﷺ ایسے بے عیب ہیں کہ آپ کو دیکھ کر یوں لگتا ہے کہ

آپ ﷺ اپنی مرضی اور منشاء کے مطابق پیدا ہوئے ہیں (سبحان اللہ)

یاد رکھئے! کہ معصوم عن الخطاء ہونا......... اور گناہوں سے پاک ہونا نبوت کی صفت ہے......... یہ صفت نہ کسی عالم کی ہے اور نہ کسی فقیہہ کی......... یہ صفت نہ کسی مفسر کی ہے اور نہ کسی محدث کی......... یہ صفت نہ کسی مجتہد کی ہے اور نہ کسی امام کی......... یہ صفت نہ کسی تابعی کی ہے اور نہ کسی صحابی کی۔

صحابہؓ محفوظ عن الخطاء

ہم اہلسنت صحابہ کرامؓ کو معصوم عن الخطاء والعصیان نہیں سمجھتے......... پھر سنیئے اور غور سے سنیئے:

معصوم عن الخطاء والعصیان ہونا صفت صحابیت کی نہیں بلکہ نبوت کی ہے!

صحابہ کرامؓ اولاد آدم میں سے ہیں اور نبی نہیں......... بشری تقاضوں کے مطابق ان سے گناہ کا صدور ممکن ہے۔

میرے الفاظ پر غور فرمایئے! میں نے بہت تول کر اور سوچ کر الفاظ استعمال کیے ہیں......... میں نے یہ نہیں کہا کہ وہ گناہ کرتے رہتے ہیں......... یا وہ گناہوں پر اصرار کرتے ہیں۔

بلکہ میں نے کہا ہے! ان سے گناہ کا صدور ممکن ہے......... انبیاء کرام علیہم السلام سے گناہ کا صدور ممکن ہی نہیں، مگر اصحاب رسول رضی اللہ عنہم میں سے کسی صحابیؓ سے ممکن ہے کبھی گناہ ہو جائے......... کوئی نافرمانی ہو جائے!

لیکن اللہ نے فرمایا......... میرے محبوب پیغمبر ﷺ یہ تیرے ساتھی بشری تقاضوں کے مطابق اگر کبھی گناہ کر بھی بیٹھیں......... تو میں

کائنات کا رب اعلان کرتا ہوں لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيْمٌ...... یہ گناہ بعد میں کریں گے میں معافی کا اعلان پہلے کر دیتا ہوں.......... میں نے تیرے یاروں کو معاف کر دیا ہے اور ان کے لیے جنت میں عمدہ روزی تیار کر رکھی ہے۔

یاد رکھیے غیر نبی کسی شخص کی خوبی اس شخص کا بے گناہ ہونا نہیں ہے.......... اس کا بے خطا ہونا نہیں ہے۔ بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ اس انسان نے گناہ کیا تو پھر توبہ کیسی کی......؟ ٹھوکر کھائی تو پھر سنبھلا کیسے......؟ غلطی کی تو اس کی کیا تلافی کی..........؟ معصیت کر بیٹھا تو اسے دھونے کے لیے کتنی بڑی نیکی کی.......... رکا تو پھر کتنی تیزی سے آگے بڑھا ...... پیچھے ہٹا تو پھر کتنی سرعت سے منازل ارتقاء طے کر کے آگے نکل گیا۔

شر.......... بدی .... خطا اور ذنوب میں مبتلا ہوا تو

خیر.......... نیکی اور اجر و ثواب کا کتنا انبار لگا دیا۔

ذہن میں رکھیے! امام الانبیاء ﷺ کی تشریف آوری کا مقصد یہ نہیں تھا کہ انسانی فطرت بدل کر گناہ گار اولادِ آدم کو بے گناہ فرشتہ بنا دیں.......... اور آپ ﷺ اس لیے بھی نہیں آئے تھے کہ لوگوں کے گناہوں کا کفارہ بن کر نسلِ آدم کو ہر گناہ کرنے کی چھوٹ دے دیں۔

بلکہ آپ ﷺ کی آمد کا مقصد یہ تھا کہ انسان گناہوں اور معصیت سے جتنا بچ سکتا ہے اتنا بچے اور اگر بشری تقاضے کے مطابق اس سے کوئی غلطی یا گناہ سرزد ہو جائے تو توبہ سے اس کی ایسی تلافی کر دے کہ اس کا جو وجود گناہ سے پہلے تھا تلافی کے بعد پہلے سے بھی درجے میں بڑھ جائے .... اور گناہ بھی نیکیوں میں تبدیل ہو جائیں۔

قرآن نے عام مومنوں کو خوشخبری سنائی

إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿٧٠﴾ (الفرقان)

مگر جن لوگوں نے (شرک وکفر اور گناہوں سے) توبہ کی اور ایمان لے آئے اور اچھے عمل کیے تو اللہ ایسے لوگوں کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے گا (یعنی جتنے گناہ ہیں ان کو صرف معاف ہی نہیں کرے گا بلکہ ان کی جگہ اتنی نیکیاں لکھ دی جائیں گی)

اگرچہ اس آیت کا حقیقی اور اولین مصداق اصحاب رسول ہیں .... وہی مقدس لوگ اس کے پہلے مخاطب ہیں اور حقیقی خوشخبری اس آیت میں ان ہی کے لیے ہے .... مگر ہم جیسے روسیاہ اور گنہگار بھی اس میں شامل ہیں .... جب ہم جیسے عصیان کاروں اور گناہوں میں لتھڑے ہوئے لوگوں کے لیے بھی یہ بشارت ہے .... تو پھر ان لوگوں کے کیا کہنے جن کو صحبت رسول نے اور نبی اکرم ﷺ کی نظر کیمیا نے زر خالص بلکہ پارس بنا دیا تھا .... پھر ان ہستیوں کے کیا کہنے جن کے ایمان کی گواہیاں خود رب العالمین نے دیں اور قرآن کے اوراق میں دیں .... پھر ان شخصیات کے کیا کہنے جن کے دل کفر وفسوق و معصیت سے متنفر تھے .... اور جن کے پاکیزہ قلوب ایمان کی محبت اور زینت سے معمور تھے .... جو زبان کے سچے .... قول کے

پکے......... وعدوں کے پختہ......... ہدایت یافتہ......... تقویٰ کے
خوگر......... امانت کے مجسمے......... دیانت کے پیکر.........
شرافت کے پتلے......... شرم وحیاء کے گہوارے......... سادگی و
عاجزی کی تصویر......... رات کے نمازی اور دن کے غازی.........
میدان جنگ کے مجاہد اور دوستوں کے لیے نرم خو......... بااخلاق و
باحیاء......... اور وفادار......... کعبہ کے رب کی قسم ہے ان کے گناہ بھی
ہماری نیکیوں سے بہتر ہیں......... ان کی خطائیں بھی ہماری طاعتوں
سے بہتر ہیں......... ان کی خطاؤں اور غلطیوں پر ہماری تہجد گزاریاں بھی
قربان ہیں......... ان کی خطا ہمارے صواب سے اور ان کے گناہ
ہمارے ثواب سے اور ان کی غفلت ہمارے ذکر سے اور ان کا سونا
ہماری شب زندہ داری سے کئی درجے افضل و اعلیٰ اور برتر ہے۔

ایک بات ذرا غور سے سنیے! ان کی لا تعداد اور بے شمار اور ان
گنت نیکیوں کے مقابلے میں ان کی لغزش اور کوئی اجتہادی خطا ایک ایسا
تل ہے جو ان کے حسن و جمال کو دوبالا کر دیتا ہے اور چار چاند لگا دیتا
ہے۔

کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے: ع

تیرگی نقص ہے پر خوب ہے گیسو کے لیے
ہے کجی عیب مگر حسن ہے ابرو کے لیے

آیت نمبر ۳۹ | سامعین گرامی قدر! میں اس عنوان پر قرآن مجید
کی کچھ آیات آپ کو سنانا چاہتا ہوں......... جن میں اصحاب رسول کے

لیے بخشش اور مغفرت کا اللہ رب العزت نے اعلان فرمایا ہے۔

سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۳۲ میں کہا گیا کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو.......... آیت نمبر ۱۳۳ میں لوگوں کو ترغیب دی گئی کہ ہماری وسیع وعریض جنت کی طرف لپکنے کی کوشش کرو .... أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ...... جو جنت ہم نے متقی اور پرہیزگار لوگوں کے لیے تیار کی ہے۔

آیت نمبر (۱۳۴) میں متقی لوگوں کا ذکر فرمایا جو ہر حالت میں مال اللہ کے لیے خرچ کرتے ہیں، غصے پر کنٹرول کرتے ہیں اور لوگوں کی غلطیاں معاف کرتے ہیں۔

آیت ۱۳۵ میں فرمایا:

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

اور وہ لوگ بھی متقی ہیں کہ جب ان سے کوئی ناشائستہ کام ہو جائے یا کوئی گناہ کر بیٹھیں۔

مراد اس ناشائستہ کام اور گناہ سے، اس تیر انداز دستے کا جرم ہے جنہوں نے میدان اُحد میں امام الانبیاء ﷺ کی اجازت کے بغیر وہ درہ چھوڑ دیا تھا جہاں آپ ﷺ نے انہیں کھڑا کیا تھا۔

اور اس سے مراد اصحاب رسول کی یہ خطا بھی ہے کہ ان میں سے چند لوگ جنگِ احد میں اپنی جگہ سے بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔

اور اس سے مراد مسلمانوں کے وہ دو گروہ بھی ہیں جنہوں نے منافقین کی دیکھا دیکھی ابتداء میں کچھ کمزوری ظاہر کی تھی (بنو سلمہ اور بنو حارثہ)

اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا

جب دو فرقوں نے تم میں سے قصد کیا تھا کہ پست ہمتی کا
مظاہرہ کریں۔
اصحاب رسول میں سے کچھ لوگ خطاء اجتہادی کے تحت یہ کام کر
بیٹھے.........اللہ رب العزت فرماتے ہیں:
ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ
(وہ متقی لوگ جب ان سے ناشائستہ کام ہو جاے) تو وہ
اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے
ہیں۔
وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ
اور وہ لوگ باوجود علم کے اپنے کیے گئے برے کام پر اڑ
نہیں جاتے
یعنی جب انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے تو فوراً پریشان اور
پشیمان ہو کر استغفار کرتے ہیں اور اللہ کے آگے گڑگڑاتے ہیں اور دیدہ
دانستہ اور جان بوجھ کر گناہوں پر اصرار نہیں کرتے۔
اس آیت کریمہ میں باوجود ایک اجتہادی خطا کے.........خطا
کرنے والوں کی تعریف ہو رہی ہے اور واضح کیا جا رہا ہے کہ وہ جان بوجھ
کر نافرمانی نہیں کرتے اور وہ اپنے گناہوں پر اصرار نہیں کرتے بلکہ فوراً
استغفار کرتے ہیں.........اللہ نے انہیں بھی متقی کی سند عطا کر کے جنت
کا وارث قرار دیا ہے!

آیت نمبر ۴۰

غزوۂ احد میں چند صحابہ کرام سے ایک اجتہادی خطا
سرزد ہوئی.........پھر کچھ اصحاب رسول کفار کے ناگہانی حملے سے گھبرا کر

میدان سے ہٹ گئے اور ان کے قدم لڑکھڑا گئے۔

میدانِ اُحد کے اس واقعہ کو بنیاد بنا کر دشمنانِ اصحابِ رسول صحابہ کرامؓ کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں اور ان کے ایمان وخلوص میں شک کرنے لگتے ہیں۔

آیئے میں آپ کو اس واقعہ کی صحیح اور اصل صورتِ حال سے آگاہ کرتا ہوں .... ان شاء اللہ دشمنانِ صحابہ کا یہ اعتراض دور ہو جائے گا اور اصحابِ رسول کا دامن شیشے کی طرح صاف اور اجلا ہو جائے گا۔

مگر مجھے اس کا تھوڑا سا پس منظر پیش کرنا پڑے گا تاکہ بات کو سمجھنا آسان ہو جائے!

۳ھ میں مشرکین مکہ تین ہزار کا مسلح اور جنگجو لشکر لیکر بدر کا انتقام لینے کے لیے مکہ سے مدینہ کی طرف نکلے۔

نبی اکرم ﷺ نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ فرمایا اور طے پایا کہ مدینہ سے باہر نکل کر کفار سے دو دو ہاتھ کرنے چاہئیں۔

سات سو افراد پر مشتمل مسلمانوں کا یہ دستہ احد کے میدان میں پہنچا .... آپ ﷺ نے پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سربراہی میں ایک پہاڑی پر کھڑا کر دیا .... اور انہیں بڑی تاکید فرمائی کہ ہمیں فتح ہو یا شکست تم نے یہ جگہ نہیں چھوڑنی .... اور مشرکین کے کسی فوجی دستہ کو ادھر نہیں آنے دینا

اللہ رب العزت نے پہلے مرحلے ہی میں مسلمانوں کو فتح عطا فرما دی اور کفار مکہ اپنا ساز وسامان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔

دستہ کے پچاس مجاہدین میں اختلاف ہو گیا .... چالیس کا

خیال تھا کہ یہاں ٹھہرنے کا مقصد ختم ہو گیا ہے اب ہمیں بھی میدان جنگ میں پہنچ کر مال غنیمت جمع کرنے میں اپنے دوسرے ساتھیوں کی مدد کرنی چاہیے۔ صرف دس صحابہ امام الانبیاء ﷺ کے فرمان کی اطاعت میں وہاں رہ گئے .... خالد بن ولید جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے انہوں نے موقع کو غنیمت جانا اور ایک نالے کی گہرائی کی آڑ میں اس درہ پر پہنچے وہاں کھڑے دس صحابہ کو شہید کر دیا اور اس طرح وہ مسلمانوں کے عقب سے حملہ آور ہو گئے ....

مسلمان اطمینان سے مال غنیمت لوٹنے میں مصروف تھے .... اس اچانک اور ناگہانی حملے کی تاب نہ لا کر ان کے قدم اکھڑنے شروع ہوئے۔

پھر اچانک حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہید ہو کر گرنے سے شیطان نے یہ افواہ اڑادی:

قَدْ قُتِلَ مُحَمَّدٌ (ﷺ) محمد عربی تو شہید ہو گئے ہیں ....

اس سے رہے سہے حوصلے بھی پست ہو گئے .... اور وہ ہتھیار پھینک کر لڑائی سے پیچھے ہٹ گئے .... اور کچھ بھاگ کھڑے ہوئے .... اب پورے لشکر میں افراتفری مچی ہوئی ہے اور مسلمان غیر متوقع اور شدید حملے سے سخت گھبراہٹ اور پریشانی کا شکار ہو گئے۔

ستر صحابہ کرام شہید ہوئے، کئی زخموں سے نڈھال ہو گئے، کئی ایک کے قریبی رشتے دار اور عزیز شہادت کے مرتبے پر پہنچ گئے، نبی اکرم ﷺ کے چچا سید الشہداء سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم کے بارہ ٹکڑے کر دیے گئے .... ان کا پیٹ چاک کر دیا گیا، ناک، کان، زبان

کاٹ دی گئی، جسم کا مثلہ کر دیا گیا۔

امام الانبیاء ﷺ اس موقع پر زخمی ہو گئے .... آپ ﷺ کے دانت مبارک ٹوٹ گئے، سر مبارک زخمی ہو گیا اور آپ ﷺ ایک گڑھے میں گر گئے۔

اسی موقع پر آپ ﷺ نے اپنے چچا کی میت پر کھڑے ہو کر فرمایا......

سَيِّدُ الشُّهَدَآءِ عَمِّي هٰذَا ......

اب قیامت تک میری امت کے جتنے لوگ میدان جنگ میں شہید ہونگے وہ حنین میں ہوں یا خیبر میں، احزاب میں مارے جائیں یا تبوک میں، صفین میں شہید ہوں یا جمل میں .... منکرین ختم نبوت کے مقابلے میں جام شہادت نوش کریں یا منکرین زکوۃ کے مقابلے میں .... فتح ایران کے موقع پر کام آئیں یا فتح مصر میں .... یا میدان کربلا میں انتہائی بے دردی سے شہید ہوں سب شہیدوں کا سردار میرا چچا حمزہؓ ہوگا .... امام الانبیاء ﷺ کے اس فرمان کے بعد جو شخص سید الشہداء کا لقب حضرت امیر حمزہؓ کے سوا کسی اور کے لیے استعمال کرتا ہے وہ آپ ﷺ کے ارشاد کی تکذیب کرتا ہے)

میں بیان کر رہا تھا کہ غزوہ احد میں درہ چھوڑنے کی اجتہادی غلطی کا خمیازہ اس طرح بھگتنا پڑا کہ ستر صحابہؓ شہید ہو گئے، سینکڑوں صحابہ زخمی ہو گئے امام الانبیاء ﷺ شدید زخمی ہوئے .... فتح عارضی شکست میں بدل گئی .... دین کا نقصان ہوا۔

اللہ رب العزت نے غلطی کے مرتکب صحابہ کرامؓ کے متعلق کیا

ارشاد فرمایا آیئے سنئے:

إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ
إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ
وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ (ال عمران ۱۵۵)

بے شک جو لوگ تم میں سے اس دن ہٹ گئے تھے (پیٹھ دکھائی تھی) جس دن دو جماعتیں لڑیں تھیں پس ان کو بہکا اور پھسلا دیا شیطان نے ان کے کچھ اعمال کی وجہ سے۔

(شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: مخلصین سے بھی بعض اوقات کوئی چھوٹا بڑا گناہ سرزد ہو جاتا ہے اور جس طرح ایک طاعت سے دوسری طاعت کی توفیق بڑھتی ہے اس طرح ایک گناہ کی نحوست سے شیطان کو موقع ملتا ہے کہ دوسری غلطیوں اور لغزشوں کی طرف آمادہ کرے جنگِ احد میں بھی جو مخلص مسلمان ہٹ گئے تھے کسی پچھلے گناہ کی شامت سے شیطان نے بہکا کر ان کا قدم ڈگمگا دیا چنانچہ ایک گناہ تو یہی تھا کہ تیر اندازوں کی بڑی تعداد نے نبی کریم ﷺ کے حکم کی پابندی نہ کی)

سامعین گرامی قدر! اصحاب رسول کی یہ خطائے اجتہادی .... بڑے نقصان کا باعث بنی .... مگر قرآن نے انہیں اس پر مطعون نہیں کیا .... بلکہ واضح الفاظ میں اعلان فرمایا:

وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ

اہل علم جانتے ہیں کہ ماضی کے صیغے پر قد داخل ہو جائے تو معنی

قسم کا بنتا ہے اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

مجھے اپنی ذات کی قسم ہے.......... اور مجھے اپنی صفات کی قسم ہے.......... یعنی مجھے اپنے خالق، مالک، رازق، محی، ممیت، مدبر ہونے کی قسم ہے مجھے عالم الغیب اور حاضر و ناظر ہونے.......... مختار کل اور متصرف فی الامور ہونے، سے مجھے اپنے معبود اور مسجود ہونے کی قسم ہے .... میں نے غلطی کرنے والے صحابہؓ کو معاف کر دیا ہے۔

آیت نمبر ۴۱ جن صحابہ سے غلطی ہوئی تھی یہ آیت سن کر ان کو اطمینان اور تسلی اور خوشی و مسرت تو ہوئی مگر ایک خلش دل میں کھٹکنے لگی کہ اللہ نے معافی کا اعلان تو فرمایا مگر غائب کی ضمیر سے وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ .... ان کو معاف کر دیا شاید اللہ ہمیں خطاب کے قابل نہیں سمجھتا .... تب ہی تو اجنبیوں کی طرح بات فرمائی۔

چنانچہ سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۵۲ میں اللہ رب العزت نے اپنا انداز بدل دیا۔

وہاں بیان فرمایا کہ ہم نے تو اپنا وعدہ پورا کرتے ہوئے تمہیں فتح سے ہمکنار کر دیا تھا.......... تم خود ہی بزدل ہوئے، آپس میں نزاع کیا، مال غنیمت کے جمع کرنے میں مصروف ہو گئے۔

ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ۔

پھر اللہ نے تمہیں پھیر دیا ان سے (پہلے وہ بھاگ رہے تھے اور تم ان کا تعاقب کر رہے تھے.......... اب بازی الٹ گئی اب تم بھاگنے لگے)

یہ سب کچھ اس لیے ہوا تا کہ وہ تم کو آزمائے (یعنی کچے اور پکے، مخلص اور غیر مخلص، کھرے اور کھوٹے، مومن اور منافق واضح اور ظاہر ہو جائیں)

وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ

مجھے اپنی وحدانیت والوہیت اور معبودیت ومسجودیت کی قسم ہے میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔

اور اللہ بڑے فضل والا ہے ایمان والوں پر (کہ مومنوں سے غلطی ہو جائے تو اپنے فضل وکرم سے معاف کر دیتا ہے اور تنبیہ کرنے اور عتاب فرمانے میں بھی شفقت ومہربانی کی چادر تانے رکھتا ہے)

اہل تشیع کے مشہور عالم اور مجتہد اور مفسر علی بن حسن طبرسی نے ان آیات کی تفسیر میں تحریر کیا ہے:

(وَلَقَدْ عَفَا اللهُ عَنْهُمْ) أَعَادَ اللهُ تَعَالَىٰ ذِكْرَا لَعَفْوِ تَأْكِيداً لِطَمَعِ الْمُذْنِبِيْنَ فِي الْعَفْوِ وَ مَنْعَهُ لَهُمْ عَنِ الْيَأْسِ وَ تَحْسِيْنًا لِظُنُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ (مجمع البیان ج ۱ ص ۵۲۸)

اللہ رب العزت نے معافی کا ذکر دوبارہ اس تاکید کے لیے کیا تا کہ گنہگار لوگ معافی کے امیدوار رہیں اور ناامید نہ ہوں نیز معافی کا جملہ اس لیے دہرایا تا کہ مومنین (صحابہ کرام) کے ساتھ لوگ اچھا گمان رکھیں۔

حضرات گرامی قدر! جنگِ احد میں چند اصحاب رسول کی یہ اجتہادی غلطی .... اور کچھ اصحاب رسول کے قدموں کا اکھڑ جانا

..........اسے بنیاد بنا کر دشمنانِ صحابہ نے اصحاب رسول کو تنقید کا نشانہ بنایا

..........وہ اپنی تقریروں اور تحریروں میں ان کا تمسخر اڑاتے ہیں

..........مذاق بناتے ہیں اور مختلف قسم کی پھبتیاں کستے رہتے ہیں۔

مگر اللہ رب العزت نے کمال مہربانی اور بڑی شفقت سے اور فضل و کرم سے ان قصور کرنے والے اصحاب رسول کو معاف فرمادیا

..........اور معافی کا اعلان صرف ایک بار نہیں کیا بلکہ دو بار کیا!

اللہ تعالیٰ کے معاف فرمانے کے بعد کسی شخص کے لیے یہ گنجائش کہاں رہ جاتی ہے کہ وہ اس واقعہ کو بنیاد بنا کر اصحاب رسول پر طعن و تشنیع کرے۔

اس نص صریح کے ہوتے ہوئے پھر بھی کوئی شخص ان پر طعن کرتا ہے یا ان کی برائی بیان کرتا ہے تو وہ شخص نص قرآنی کا منکر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے!

آیت نمبر ۴۲

اللہ رب العزت نے دو دفعہ معافی کا اعلان فرمایا اور پھر آل عمران کی آیت نمبر ۱۵۹ میں امام الانبیاء ﷺ کے اس شفقت بھرے سلوک کو سراہا جو آپ ﷺ نے غلطی کرنے والے صحابہ کے ساتھ فرمایا تھا..........ارشاد ہوا:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۔

اللہ کی خصوصی رحمت کی وجہ سے آپ ﷺ ان (صحابہ) پر نرم دل ہیں اور اگر آپ ﷺ بدخو اور سخت دل ہوتے تو یہ کبھی کے آپ ﷺ کے ہاں سے بھاگ گئے ہوتے

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۚ

میرے پیارے پیغمبر ﷺ! تیرے یاروں کے دل میں شاید خیال آ رہا ہو کہ اللہ نے تو کمال مہربانی سے ہمیں معاف فرما دیا ہے .... مگر ہماری غلطی کی وجہ سے زیادہ نقصان تو نبی اکرم ﷺ کا ہوا .... ستر صحابہ شہید ہوئے، پیارا چچا صرف شہید نہیں ہوا بلکہ اس کا مثلہ کر دیا گیا۔ آپ ﷺ خود شدید زخمی ہوئے .... ہماری وجہ سے آپ کو پریشانی اٹھانا پڑی .... پتہ نہیں آپ ﷺ معاف فرمائیں گے یا نہیں .... اور آئندہ کے لیے ہم پر اعتماد کریں گے یا نہیں۔

اللہ رب العزت نے فرمایا .... میرے محبوب پیغمبر ﷺ .... تیرے یاروں کی غلطی اور قصور کی وجہ سے نقصان ہوا تھا میرے دین کا .... یا نقصان ہوا آپ ﷺ کا .... میرے محبوب میں نے معاف کر دیا ہے۔

فَاعْفُ عَنْهُمْ ...... تو بھی انہیں معاف کر دے۔

صرف معاف نہیں کرنا .... وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ ...... ان کے لیے بخشش کی دعا بھی مانگیے۔

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ

اس غلطی کی وجہ سے شاید آپ ﷺ کے دل میں خیال آئے کہ یہ لوگ آئندہ اعتماد کے لائق نہیں ...... نہ نہ میرے پیارے پیغمبر ﷺ آئندہ جب بھی کوئی اہم معاملہ درپیش ہو تو انہیں اپنے مشوروں میں شامل رکھنا ہے .... اور ان کے اخلاص اور اسلام دوستی پر مکمل اعتماد

کرنا ہے۔

سامعین گرامی قدر! غزوۂ احد میں اصحاب رسول سے ہونے والی اجتہادی خطا اور اللہ رب العزت کی طرف سے معافی کا اعلان اور امام الانبیاء ﷺ کو معاف کر دینے کا حکم............ یہ سب کچھ آپ حضرات نے سن لیا............ میں انصاف کے نام پر آپ سے اپیل کرتا ہوں ...... اور دعوت فکر دیتا ہوں کہ صحابہ کرامؓ نے غزوۂ احد کے دن نقصان کیا تھا اللہ کے دین کا............ یا انہوں نے نقصان کیا تھا نبی اکرم ﷺ کا .... جن کا نقصان کیا تھا انہوں نے معاف فرما دیا............ میرا اور آپ کا تو انہوں نے نقصان بھی کوئی نہیں کیا پھر ہم انہیں معاف کرنے کے لیے تیار کیوں نہیں؟ ہم ان پر تنقید کے نشتر کیوں چلاتے ہیں؟ ہم انہیں طعن کا نشانہ کیوں بناتے ہیں؟ ہم ان کی غلطیاں کیوں گنواتے ہیں؟ ہم ان کے اعمال سے بحث کیوں کرتے ہیں؟

ابن عمرؓ کا خوبصورت جواب

بخاری کی ایک روایت ہے کہ مصر کا ایک شخص حج بیت اللہ کے لیے مکہ مکرمہ آیا............ اس نے دیکھا کہ لوگ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے گرد جمع ہیں اور مختلف مسائل پوچھ رہے ہیں۔

اس نے پوچھا:

هَلْ تَعْلَمُ اَنَّ عُثْمَانَ فَرَّ يَوْمَ اُحُدٍ

کیا آپ کو معلوم ہے کہ عثمان غزوۂ اُحد کے دن میدان چھوڑ گئے تھے۔

سیدنا ابن عمرؓ نے فرمایا:

نَعَمْ ــــ ہاں ایسے ہی ہے اور مجھے معلوم ہے۔

اس نے کہا:

کیا آپ جانتے ہیں کہ وہ غزوہ بدر میں بھی شریک نہیں

ہوئے ــــ سیدنا ابن عمرؓ نے جواب دیا ــــ

نَعَمْ ......ہاں ایسے ہی ہے

اس نے کہا:

......کیا آپ کے علم میں ہے کہ بیعت الرضوان میں بھی وہ

شریک نہیں تھے۔

سیدنا ابن عمرؓ نے فرمایا.........

نَعَمْ ...ہاں وہ بیعت رضوان میں واقعی شریک نہیں تھے۔

پوچھنے والا سیدنا عثمان سے بغض رکھنے والا شخص تھا......اپنی

تینوں باتوں پر ابن عمرؓ کے تائیدی کلمات سن کر نہایت مسرور ہوا اور

مسرت میں بغلیں بجاتا ہوا جانے لگا۔

سیدنا ابن عمرؓ نے دیکھا تو فرمایا.........ٹھہر.........ذرا اپنے

تینوں سوالوں کی حقیقت سن کر جا۔

تیرا پہلا اعتراض ....غزوہ احد کے دن میدان

چھوڑنا.........تو اللہ رب العزت نے انہیں اسی وقت

معاف فرما دیا تھا

وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ

تیرا دوسرا اعتراض.........غزوہ بدر میں موجود نہیں تھے

.........اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کی اہلیہ رقیہ بنت محمد بیمار تھیں وہ ان کی

تیمارداری اور دیکھ بھال کے لیے امام الانبیاء ﷺ کے حکم سے مدینہ منورہ میں رک گئے تھے ....

اور تیرا تیسرا سوال کہ وہ بیعت رضوان سے غیر حاضر تھے ....تو اس کا سبب یہ تھا کہ وہ امام الانبیاء ﷺ کے سفیر بن کر مکہ مکرمہ گئے ہوئے تھے اور اگر سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر معزز و مکرم کوئی شخص اہل مکہ کے لیے ہوتا تو آپ ﷺ اسے اپنا سفیر بنا کر روانہ فرماتے اور نبی اکرم ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ کو عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ قرار دے کر ان کی طرف سے بھی بیعت فرمائی۔

اس شخص کے تینوں سوالوں کے مسکت جواب دے کر سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

اِذْهَبْ بِهَا الْآنَ مَعَكَ (مشکوٰۃ ۵۶۲)

میرے ان جوابات کے ساتھ جا تیرا معاملہ اب تیرے ہاتھ میں ہے۔

آیت نمبر ۴۳

غزوہ تبوک کو جیش العسرہ بھی کہا جاتا ہے ....وہ وقت انتہائی دقت اور مشکل کا وقت تھا..........کئی طرح کی مشکلات جمع ہو گئی تھیں ....موسم انتہائی گرم، مسافت بہت طویل، کھجور کی فصل بالکل تیار جس پر اہل مدینہ کی تمام سال کی معیشت کا دارو مدار تھا، وسائل کی بے حد کمی، اس دور کی عظیم سلطنت سے مقابلہ ....ظاہری بے سرو سامانی ایسی کہ ایک ایک کھجور روزانہ دو دو سپاہیوں پر تقسیم ہوتی ....پھر نوبت یہاں تک پہنچی کہ کھجور کی گٹھلی چوس کر گزارا کرتے ....پانی کی انتہائی کمی ....اور سواری کا اتنا قحط کہ دس دس آدمی ایک ایک اونٹ پر اترتے چڑھتے

جاتے تھے۔اس غزوہ میں منافقین تو بہانے بنا کر رخصت لیتے رہے مگر دین کے سچے خادم اور توحید کے پروانے میرے نبی ﷺ کے وفادار اور جانثار ساتھی لپک لپک کر آگے بڑھتے رہے مگر کچھ مخلص صحابہؓ ایسے تھے جو محض تن آسانی اور سستی کی بنا پر بغیر عذر شرعی کے اس غزوہ میں شرکت سے رہ گئے ...... ان میں سے کچھ کا خیال یہ تھا کہ ہمارے پاس تیز اونٹنیاں ہیں ہم دو چار دن بعد بھی چلیں گے تو لشکر اسلام سے مل جائیں گے مگر آج کل کرتے کرتے وہ دن آ گیا کہ امام الانبیاء ﷺ کامیابی و کامرانی کے ساتھ واپس تشریف لے آئے۔

پیچھے رہ جانے والے مخلص صحابہؓ میں سے تقریباً پانچ چھ صحابہ ایسے تھے جنہوں نے اپنے قصور اور غلطی کے اعتراف کرنے میں دیر نہیں کی اور امام الانبیاء ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے اپنے آپ کو مسجد نبوی کے ستونوں کے ساتھ باندھ دیا اور قسم کھائی کہ جب تک نبی کریم ﷺ ہمیں معاف فرما کر اپنے ہاتھ سے نہیں کھولیں گے ہم اسی طرح بندھے رہیں گے۔

آپ ﷺ مسجد نبوی میں تشریف لائے اور یہ منظر دیکھا ...... اپنے ساتھیوں کی پریشانی اور ندامت کو دیکھا تو فرمایا:

اللہ کی قسم جب تک اللہ رب العزت انہیں کھولنے کا حکم نہ دے میں اس وقت تک انہیں نہیں کھولونگا۔

اللہ رب العزت نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور یہ آیت نازل ہوئی:

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا

صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰۲﴾ (توبہ)

اور کچھ اور لوگ ہیں جو اپنی خطا کے اقراری ہیں جنہوں نے ملے جلے عمل کیے کچھ اچھے اور کچھ برے قریب ہے کہ اللہ ان پر مہربانی سے توجہ فرمائے بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ملے جلے عمل کچھ بھلے اور کچھ برے سے مراد کیا ہے؟

اچھے عمل وہ جو غزوہ تبوک سے پہلے وہ کرتے تھے جن میں اس سے پہلے جنگوں میں شرکت بھی ہے اور کچھ برے سے مراد یہی تبوک کے موقع پر ان کا پیچھے رہ جانا ہے۔

سامعین گرامی قدر! دیکھا آپ نے کہ جن اصحاب رسول سے ایک خطا ہوئی انہوں نے اس کی تلافی کس خوبصورتی کے ساتھ کی .... انہوں نے توبہ کتنے نرالے انداز میں کی .... پھر اللہ رب العزت نے ان کی توبہ کو قبول کر کے مغفرت اور معافی کا اعلان لا ریب کتاب کے صفحات میں فرمایا .... تاکہ کوئی بدبخت اور بد باطن ان کی غلطیوں کو بنیاد بنا کر ان پر تنقید اور طعن وتشنیع کے نشتر نہ چلا سکے!

آیت نمبر ۲۵،۲۴ غزوہ تبوک میں اپنی سستی اور غفلت اور تن آسانی کی وجہ سے پیچھے رہ جانے والوں میں تین شخص (کعب بن مالک، مرارہ بن ربیع، ہلال بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم) ایسے تھے جنہوں نے اپنے آپ کو مسجد نبوی کے ستونوں سے بھی نہیں باندھا اور انہوں نے فوری طور پر بھی معذرت نہیں کی اس لیے قبولِ توبہ میں بھی تاخیر ہوگئی اور

امام الانبیاء ﷺ نے ان تینوں کے معاملے کو اللہ کے سپرد فرمادیا
کہ جو فیصلہ اوپر سے ہوگا وہی نافذ ہوگا۔امام الانبیاء ﷺ نے اپنے
تمام صحابہؓ کو حکم دیا کہ ان تینوں سے قطع تعلق کرلیں چالیس دنوں کے بعد
آپ ﷺ نے حکم دیا کہ یہ لوگ اپنی بیویوں سے بھی دور رہیں۔

یہ ایام ان حضرات کے لیے انتہائی کٹھن تھے...... بڑی
پریشانی غم اور دکھ کا سامنا تھا...... مدینہ کا کوئی فرد ان سے کلام تک
نہیں کرتا تھا...... قرآن نے اس کیفیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا
کہ زمین باوجود وسعت و کشادگی کے ان پر تنگ ہوگئی تھی۔

مگر یہ لوگ پوری دلجمعی کے ساتھ اور یقین کے ساتھ اللہ کے در کو
تھامے رو رہے تھے..... پچاس دنوں کے بعد ان کی توبہ قبول ہوئی تو اللہ
رب العزت نے ان کی دلجوئی کے لیے بات کو کہاں سے شروع فرمایا:

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ
وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ
مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ
تَابَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾

(توبہ)

اللہ مہربان ہوا نبی پر اور مہاجرین پر اور انصار پر جنہوں
نے تنگی کی گھڑی میں پیغمبر کا ساتھ دیا اس کے بعد کہ ان
میں سے ایک گروہ کے دلوں میں تزلزل ہو چلا تھا پھر اللہ
نے ان کے حال پر توجہ فرمائی اللہ تعالیٰ ان سب پر
بہت ہی شفقت کرنے والا مہربان ہے۔

قرآن نے نبی اکرم ﷺ پر اور مہاجرین و انصار پر مہربانی کا تذکرہ کرنے کے بعد ان تین صحابہ کا ذکر فرمایا:

وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۱۸﴾ (توبہ)

اور اللہ ان تین شخصوں پر بھی مہربان ہوا جن کا معاملہ ملتوی چھوڑ دیا گیا تھا یہاں تک کہ جب زمین باوجود اپنی فراخی کے ان پر تنگ ہوگئی تھی اور ان کی جانیں بھی ان پر تنگ ہوگئیں تھیں اور انہوں نے سمجھ لیا تھا کہ پناہ مل سکتی ہے تو صرف اللہ کے دروازے پر ہی مل سکتی ہے پھر اللہ نے ان پر مہربانی فرمائی تاکہ توبہ کریں بے شک اللہ ہی ہے توبہ قبول کرنے والا بڑا رحم والا۔

سبحان اللہ! ذرا غور فرمایئے ان آیتوں میں مہاجرین و انصار اور دیگر اصحاب رسول کی کتنی عظمت ظاہر ہو رہی ہے.......... جس طرح کی توجہ امام الانبیاء ﷺ پر فرمائی.......... اسی سے ملتی جلتی توجہ مہاجرین و انصار پر فرمائی.......... اور جو لوگ مشکل کی اس گھڑی میں مذبذب اور متزلزل ہونے کے قریب تھے.......... انہیں استقامت عطا فرمائی۔

اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ کے جملے پر غور تو کیجیے.......... کہ تمام صحابہ چاہے وہ مہاجرین ہوں یا انصار.......... تبوک میں جانے

والے ہوں یا سستی کی وجہ سے پیچھے رہ جانے والے......... اللہ تعالیٰ سب پر شفیق و مہربان ہے.......... وہ ہمیشہ ان کے ساتھ رافت، نرمی، پیار اور مہربانی کا معاملہ فرماتا ہے۔

اصحاب رسول سے اگر کوئی غلطی یا کوتاہی یا غفلت ہو جائے اور کوئی قصور ہو جائے تو اللہ رب العزت انہیں بڑے خوبصورت انداز میں معاف فرما دیتے ہیں جیسے غزوہ تبوک میں نہ جانے کی غلطی کرنے والوں کو اللہ رب العزت نے معاف فرما دیا۔

حضرت حاطب ؓ بن ابی بلتعہ

سیدنا حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدری صحابی ہیں ان سے ایک بڑی بھاری غلطی ہوئی۔

امام الانبیاء ﷺ نے فتح مکہ کے لیے سفر کو مخفی رکھا تاکہ مشرکین مکہ کو تیاری کا اور مزاحمت کا موقع نہ مل سکے۔

حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس راز کی اطلاع ایک خط کے ذریعے مشرکین مکہ تک پہنچانے کی کوشش کی......... انہوں نے یہ خط ایک عورت کے حوالے کیا جو مکہ جا رہی تھی۔

ادھر وہ خط لے کر روانہ ہوئی اور ادھر اللہ رب العزت نے اپنے پیارے پیغمبر ﷺ کو اس کی اطلاع دے دی۔

آپ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس عورت کے تعاقب میں روانہ فرمایا......... انہوں نے عورت سے وہ خط برآمد کر لیا .... جو سیدنا حاطب ؓ نے مشرکین مکہ کے نام تحریر کیا تھا اور امام الانبیاء ﷺ کے ارادے سے آگاہ کیا تھا۔

آپ ﷺ نے حضرت حاطب کو بلایا اور صورتِ حال کے متعلق

دریافت فرمایا.......... انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ!

میرا مقصد صرف یہ تھا کہ اس اطلاع دینے پر مشرکین

میرے ممنون ہو نگے اور اس طرح وہ میرے بال بچوں کا

خیال رکھیں گے..... باقی رہا مسئلہ اس اطلاع سے نقصان کا

..... وہ اس لیے نہیں ہو سکتا کہ جو کچھ اللہ نے تقدیر میں لکھ

دیا ہے..... اور جو فتح مقدر ہو چکی ہے وہ فیصلہ ٹل نہیں سکتا!

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ منافق

ہے اجازت دیجیے میں اس کی گردن قلم کر دوں!

آپ ﷺ نے فرمایا عمر! ٹھہرو.......... جلدی نہ کرو

.... حاطب بدری ہے اور بدری صحابہؓ کے گناہوں کو اللہ رب العزت

نے معاف فرما دیا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ قَدِ اطَّلَعَ عَلٰى اَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اعْمَلُوْا

مَا شِئْتُمْ قَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ

اللہ نے بدری صحابہ کو جھانک کر دیکھا اور فرمایا جو چاہو کرو

میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔

آئندہ جمعۃ المبارک کے خطبے میں انشاء اللہ قرآن مجید کی وہ

آیات پیش کرونگا جن میں صحابہ کرامؓ کے لیے مغفرت اور بخشش اور معافی

کا اعلان کیا گیا ہے۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

چھٹی تقریر

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ (الفتح ۲۹)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ مَقَامٍ آخر:

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْۤا اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ (الانفال)

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے ان ایمان والوں کو پناہ

دی اور مدد کی یہی لوگ سچے مؤمن ہیں ان سب کے لیے
بخشش ہے اور عزت کی روزی

سامعین گرامی قدر! گزشتہ جمعۃ المبارک کے خطبے میں
میں نے بیان کیا کہ اولادِ آدم میں صرف انبیاء کرام علیہم السلام
ایسی ہستیاں ہیں جو مہد سے لے کر لحد تک چھوٹے بڑے ہر قسم کے
گناہوں سے پاک اور معصوم ہوتے ہیں اصحاب رسول گناہوں سے
معصوم تو نہیں مگر محفوظ ضرور ہیں .... اگر کبھی ان سے کوئی غلطی اور
قصور ہوا تو انہوں نے ندامت و پشیمانی کا اظہار کیا اور اللہ رب العزت نے
ان کو معاف فرما دیا۔

اللہ رب العزت نے غلطی اور قصور کرنے سے پہلے ہی ان کی
مغفرت اور بخشش کا اعلان فرما دیا اور اسے قرآن کے اوراق میں سجا دیا۔

آیت نمبر ۴۶ | اصحاب رسول کی پوری جماعت مَغْفُورٌ لَّهُمْ ہے

.... اللہ رب العزت نے ان کے تمام گناہوں کو معاف فرما دیا ہے۔

سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۷۱ میں مؤمن مردوں اور ایمان والی
عورتوں کی صفات اور اوصاف کو ذکر کرتے ہوئے ایک صفت ذکر
فرمائی:

وَيُطِيعُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ

وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں۔

ظاہر بات ہے جب یہ آیت اتر رہی تھی اور مومنوں کی صفات

بیان ہورہی تھیں تو اس وقت اس کا مصداق اصحاب رسول ہی تھے .... اصحاب رسول کی صفت بیان ہوئی کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے تابع اور فرمانبردار ہیں اب ایک اور آیت سماعت فرمائیے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۱﴾ (آل عمران)

میرے پیغمبر اعلان کیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے!

پہلی آیت میں اللہ نے گواہی دی کہ اصحاب رسول اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمانبردار ہیں .... اور دوسری آیت میں فرمایا کہ جو نبی اکرم ﷺ کے فرمانبردار ہونگے وہ اللہ کے محبوب بھی ہونگے اور تمام گناہوں سے مغفور لهم بھی ہونگے۔

آیت نمبر ۴۷

سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۹۱ سے لے کر ۱۹۴ تک اولوالالباب یعنی عقل مند لوگوں کی صفات اور ان کی مانگی ہوئی دعاؤں کا تذکرہ ہوا۔

آیت نمبر ۱۹۵ میں ان کی دعا کی قبولیت کا ذکر ہوا اور ارشاد ہوا:

اَنِّيْ لَاۤ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ

میں ضائع نہیں کرتا عمل کسی عمل کرنے والے کا تم میں سے کوئی مرد ہو یا عورت۔

اگرچہ ان آیتوں کا حقیقی اور اصلی مصداق اور پہلے مخاطب اصحاب رسول ہی ہیں .... لیکن اگلی آیت میں اللہ رب العزت نے مکہ کے مظلوموں کا اور مہاجرین کا خاص کر کے تذکرہ فرمایا:

فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ

پس جن لوگوں نے ہجرت کی اور وہ اپنے گھروں سے نکالے گئے

یعنی وہ خوش نصیب لوگ جنہوں نے پہلے کفر و شرک اور عصیان و نافرمانی کو چھوڑا اور پھر اپنے وطن کو چھوڑا .... وطن، خویش و اقارب، اہل و عیال، مال و منال، رشتے داریاں، کنبہ برادری، تجارت سب کو خیر آباد کہہ کر مدینہ منورہ کی طرف چل پڑے۔

وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ

اور وہ میرے راستے میں ستائے گئے

کفار مکہ نے ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے .... انہیں تپتے ہوئے انگاروں پر لٹایا گیا .... مکہ کی کھردری زمین پر گھسیٹا گیا، گلے میں رسیاں ڈال کر اذیتیں دی گئیں، لوہے کی کنگھیوں سے ان کے چمڑے اُدھیڑے گئے .... ان کی آنکھوں میں لوہے کی گرم سلائیں پھیر دی گئیں .... مکہ کے چوراہوں پر ان کے دو ٹکڑے کر دیئے گئے ان کے جسموں پر کود کر ان کی پسلیاں توڑ دی گئیں .... انہیں مار مار کر بے ہوش کر دیا گیا .... پتھروں کی بارش ہوئی، فتووں کی یلغار ہوئی، پھبتیوں کی بھرمار ہوئی، بھوکے رکھے گئے، پیاس سے تڑپائے گئے، نیزوں میں پروئے گئے، تلواروں کی نوک پر رکھے گئے .... ان کا مال چھین لیا گیا

.........بچوں سے جدا کر دیا گیا، دوکانیں لوٹ لی گئیں، خون میں نہائے گئے اور زخموں سے تڑپائے گئے .... اُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ انہیں یہ سب قسم کی ایذائیں، تمام قسم کی اذیتیں میرے راستے میں پہنچیں ان کے ساتھ یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ وہ میرا نام لیتے تھے ....میرا کلمہ پڑھتے تھے، میری محبت کا دم بھرتے تھے ....وہ میری راہ میں ستائے گئے! وہ میری راہ میں ستائے گئے، ان جملوں میں جو لطف چھپا ہوا ہے......... یہ ایسا لطف ہے کہ جب سے دنیا قائم ہے اس وقت سے لے کر آج تک کسی عاشق کو نصیب نہیں ہوا۔

عاشق اس کی تمنا اور آرزو کرتے کرتے مر گئے .... مگر یہ لطف اور یہ دولت کسی عاشق کو نصیب نہیں ہوئی کہ محبوب اور معشوق نے اقرار کیا ہو کہ عاشق پہ یہ دکھ اور یہ مصائب میری وجہ سے آئے ہیں۔

یہ لطف اور یہ سعادت۔ اور یہ نعمت اور یہ دولت اگر ملی اور بن مانگے ملی تو امام الانبیاء ﷺ کے یاروں اور جانثاروں کو ملی .... اور مہاجرین کو ملی کہ ان کے محبوب اللہ جل جلالہ نے فرمایا:

یہ لوگ میری راہ میں ستائے گئے۔

آگے فرمایا:

وَقَاتَلُوْا وَقُتِلُوْا .... ہجرت کر کے اور وطن سے بے وطن ہو کر وہ مظلوم مدینہ منورہ میں آ گئے .... تو یہاں بھی انہیں سکھ کا سانس لینا نصیب نہ ہوا اور مشرکین مکہ چڑھائی کر کے ان پہ چڑھ دوڑے .... تو یہ لوگ اللہ کے راستے میں لڑے اور شہادت کے مرتبے پائے۔

آگے اللہ رب العزت نے انعامات کا اعلان فرمایا:

لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ

(آل عمران ۱۹۵)

میں ضرور ضرور ان کی برائیاں ان سے دور کرونگا اور یقینا انہیں ایسے باغات میں داخل کرونگا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہونگی یہ بدلہ ہے اللہ کے ہاں سے!

دیکھیے یہاں حرف تاکید کے ساتھ ان کی خطاؤں اور تقصیرات کو معاف کرنے کا اور ان کے جنتی ہونے کو بیان فرمایا۔

سامعین گرامی قدر! اس آیت میں جن مہاجرین اور مجاہدین کا تذکرہ ہوا ہے کیا ان میں ابوبکر و عمر اور عثمان و علی (رضی اللہ عنہم اجمعین) شامل نہیں ہیں............ کیا سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ مکرمہ میں ستایا نہیں گیا؟ کیا سیدنا ابوبکرؓ مشرکین مکہ کی مار سے بیت اللہ میں بے ہوش نہیں ہوئے؟ کیا سیدنا صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ نے ہجرت نہیں فرمائی

اگر یہ لوگ اللہ کے راستے میں ستائے بھی گئے............ اور وطن سے نکالے بھی گئے............ اور انہوں نے جہاد فی سبیل اللہ میں حصہ بھی لیا تو پھر اس آیت کے مصداق سے انہیں کون نکال سکتا ہے؟

اس آیت نے امت کو سبق دیا کہ دیکھو ان مہاجرین و مجاہدین صحابہؓ کا کوئی کبیرہ اور صغیرہ گناہ تاریخ کی روایات میں نہیں............ اگر تم آنکھوں سے بھی دیکھ لو............ تب بھی ان کی بزرگی اور اعلیٰ مقام

میں شک و شبہ نہ کرتا.........اور یقین رکھتا کہ ان کا وہ گناہ اس آیت کے تحت معاف ہو چکا اور ان سب کا جنت میں داخلہ قطعی اور لازم ہے۔

جن لوگوں کا ایمان قرآن مجید پر ہے.........اور جو لوگ سورۃ آل عمران کی اس آیت میں مہاجرین صحابہؓ کے متعلق اللہ رب العزت کا یہ وعدہ اور خوشخبری پڑھ اور سن چکے ہیں۔

انہیں مہاجرین کے کوئی گناہ یا قصور.........احادیث و تاریخ کی کتب میں نہیں آیاتِ قرآنی پیش کر کے بھی دکھا دو ....تب بھی ان کے اعتقاد میں بال برابر فرق نہیں آ سکتا.......وہ پھر بھی یہی کہیں گے کہ اگر یہ گناہ ہے تب بھی اس آیت کے تحت وہ معاف ہو چکا ہے.........اللہ رب العزت اپنے وعدوں کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔

ہاں جن لوگوں کا ایمان اس قرآن پر.........اور سورۃ آل عمران کی اس آیت پر نہیں ہے، وہ لوگ ہمارے مخاطب نہیں ہیں.......جو لاریب کتاب کو اللہ کی کتاب نہ مانیں وہ ابوبکر و عمر اور عثمان و علی (رضی اللہ عنہم اجمعین) کو بھی نہ مانیں یا ان کے مقام و مرتبے کو نہ مانیں تو ان پر گلہ کیسا۔

آیت کے آخر میں فرمایا.........

وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَاب ....اللہ کے ہاں اچھا بدلہ ہے۔

یعنی اس نعمت اور اس انعام سے بھی بڑھ کر اچھا بدلہ اللہ کے پاس ہے.........یعنی انہیں اپنا دیدار کرائے گا۔

آیت نمبر ۴۸

آیئے میں آپ حضرات کے سامنے ایک اور آیت پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں.......... جس نے مہاجرین وانصار سب کو ایمان، مغفرت اور رزق کریم کی بشارت سنائی۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ (انفال)

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے انہیں ٹھکانہ دیا اور ان کی مدد کی وہی پکے اور سچے مؤمن ہیں ان کے لیے مغفرۃ اور بخشش ہے اور عزت کی روزی بھی!

اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے مہاجرین کے ساتھ مدینہ کے انصار کے فضائل ومناقب بھی بیان فرمائے.......... جنہوں نے بے وطن ہونے والے مہاجرین کو اپنے شہر اور اپنے گھروں میں ٹھکانہ دیا.......... اور ہر طرح سے ان کی مدد کی.......... مال میں اور مکانوں میں اور زمینوں میں اور تجارت میں انہیں اپنے ساتھ شریک کیا.......... حقیقی بھائیوں سے بڑھ کر اور قریبی رشتے داروں سے بڑھ کر مہاجرین کا خیال رکھا مہاجرین اور انصار دونوں گروہوں کے متعلق فرمایا۔

یہی پکے اور سچے مسلمان ہیں (گویا کہ ان کے ایمان اور ایمان کی صداقت کی گواہی دی) ایمان کی گواہی کے بعد فرمایا:

ان کے لیے گناہوں کی مغفرت وبخشش ہے!

پھر فرمایا:

ان کے لیے عزت کی روزی ہے!

روزی سے مراد دنیا کی روزی بھی ہو سکتی ہے .... جو اللہ رب العزت نے انہیں مال غنیمت کی صورت میں عطا فرمائی تھی دنیا میں اس سے زیادہ کیا عزت ہوگی کہ انہوں نے جدھر کا رخ کیا فتوحات نے ان کے قدم چومے .... وہ جس طرف گئے کامیابیاں ان کا مقدر بنیں .... بڑے بڑے جابر اور متکبر بادشاہوں کی گردنیں ان کے سامنے جھک گئیں اور کئی ایک نے اپنی ذلت وخواری کا اقرار کر کے ان کے سامنے جزیہ پیش کیا!

اور آخرت کی روزی وہ تو ظاہر ہے کہ جنت کے باغات اور نہریں اور حوریں ان کی منتظر ہیں!

سامعین گرامی! میں دست بستہ سوال کرنا چاہتا ہوں .... اس آیت میں جن مہاجرین اور انصار کا تذکرہ ہو رہا ہے .... کیا خلفاء اربعہ اس میں شامل نہیں ہیں؟

اگر وہ شامل ہیں اور یقیناً شامل ہیں تو پھر اس آیت نے ان کے کامل مؤمن ہونے، اور مغفور ہونے پر مہر ثبت کر دی ہے۔

اس آیت کو پڑھنے اور سننے کے بعد کوئی انصاف پسند شخص مہاجرین وانصار کے ایمان میں یا ان کی مغفرت وبخشش میں شک کر سکتا ہے؟

آج اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ مہاجرین وانصار نے اور خصوصاً

ابوبکرؓ وعمرؓ نے خانوادہ علیؓ پر ظلم وستم ڈھائے، سیدہ فاطمہؓ کو وراثت سے محروم کیا، خلافت غصب کرلی.......... تو کون مسلمان ہے جو ان خرافات کو مان لے.......... جس شخص کا قرآن پر ایمان ہے وہ ایسی باتیں سن کر صاف صاف کہے گا کہ اللہ رب العزت نے مہاجرین وانصار کے کامل ایمان دار ہونے کی گواہی دی ہے.......... اور ان کے لیے واضح طور پر مغفرت ومعافی کا اعلان فرمایا ہے.......... اس اعلان کے بعد ہم ان کے متعلق ایسی خرافات کا تصور بھی نہیں کرسکتے!

آیت نمبر ۴۹ سورۃ حجرات کی آیت نمبر ۲ میں ایمان والوں سے فرمایا گیا کہ اپنی آوازیں نبی اکرم ﷺ کی آواز پر بلند نہ کیا کرو.......... آپ کی مجلس میں شور نہ کیا کرو چیخ کر یا ترخ کر نہ بولا کرو.......... یہ خلاف ادب ہے.......... آپ سے خطاب کرو تو نرم آواز سے تعظیم واحترام کے لہجہ میں اور ادب وشائستگی کو ملحوظ خاطر رکھ کر!

سورۃ حجرات اس وقت نازل ہوئی جب بنو تمیم کا وفد نبی کریم ﷺ کے خدمت میں حاضر ہوا! بنو تمیم کے لوگ دیہاتی اور اجڈ قسم کے لوگ تھے اور مجلس نبوی اور احترام نبوت کے تقاضوں کو نہیں سمجھتے تھے۔

سورت کی ابتداء میں بنو تمیم کو چند آداب اور قوانین کی تعلیم دی گی.......... پھر آیت نمبر ۳ میں مخلص مؤمنین مہاجرین وانصار کے احترام نبی کرنے کا تذکرہ فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴿۳﴾

بے شک جو لوگ رسول اللہ کے حضور میں اپنی آوازیں
پست رکھتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ رب
العزت نے پرہیزگاری کے لیے خاص کر دیا ہے (جانچ
لیا ہے) ان کے لیے مغفرت اور بڑا ثواب ہے!

اس آیت میں بتایا گیا کہ اللہ رب العزت نے میرے نبی ﷺ کے جاں نثاروں کے دلوں کو پرکھا اور دلوں کا امتحان لیا......... امتحان بھی اس جگہ کا جہاں اللہ کے علاوہ کسی کی نظر نہیں جا سکتی۔

دیکھا کہ ان کے دل میں .... میرا ڈر کتنا ہے .... میرے عذاب کا خوف کتنا ہے، گناہوں سے نفرت کتنی ہے .... اللہ کی نافرمانیوں سے وہ کیسے دور رہتے ہیں، .... دیکھا تو اس میں تقویٰ ہی تقویٰ تھا......... پھر اعلان کیا:

لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَ أَجْرٌ عَظِيمٌ .... ان کے لیے مغفرت اور بخشش ہے اور اجر عظیم ہے۔

میں گزشتہ خطبات میں وہ آیات قرآنی پیش کر چکا ہوں جن میں اصحاب رسول کے تقویٰ کا ذکر ہے......... اور جن میں انہیں مُتَّقُوْن کے لقب سے یاد کیا گیا ہے......... اس آیت میں بھی تقویٰ کا تذکرہ ہوا تو اس سلسلہ میں ایک آیت اور بھی سماعت فرمالیجیے!

آیت نمبر ۵۰

صلح حدیبیہ کے موقع پر مشرکین مکہ نے جاہلیت کی حمیت اور تعصب کا مظاہرہ کرتے ہوئے صحابہ کرامؓ کو عمرہ کرنے کے لیے مکہ آنے سے روک دیا......... جواب میں صحابہؓ بھی مشتعل ہو جاتے تو صورت خطرناک ہو جاتی اور ایک خوفناک جنگ بپا ہو جاتی......... اللہ

رب العزت نے صحابہ کرامؓ کے حوصلے اور سکون کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝۲۶ (فتح)

پس اتاری اللہ نے تسکین اپنے رسول پر اور مومنوں پر اور جما دیا (قائم رکھا) ان کو تقویٰ کے کلمہ پر اور وہی اس کے زیادہ اہل اور زیادہ مستحق تھے (کیونکہ) اللہ ہر شے کو خوب جانتا ہے!

مفسرین نے لکھا ہے کہ کلمۃ التقویٰ سے مراد کلمۂ اسلام ہے (ابن کثیر)

اگر کلمۃ التقویٰ سے مراد کلمۂ اسلام ہے تو پھر ماننا پڑے گا کہ اصحاب رسول کے کلمہ پڑھنے اور ایمان دار ہونے کا گواہ خود اللہ رب العزت ہے جو بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ہے۔

اللہ رب العزت نے صحابہ کرام کو کلمۃ التقویٰ پر جما دیا:

مخالفت کے طوفان آئے، مصائب کی آندھیاں چلیں، دکھ کے دریا عبور کیے، غم کے پہاڑ توڑے گئے، زندہ جلائے گئے، تختۂ دار پر لٹکائے گئے، انگاروں پر لٹائے گئے، سوشل بائیکاٹ ہوا، وطن سے نکالے گئے، مال و دولت سے محروم کیے گئے، اولاد سے جدا کیے گئے، چمڑے ادھیڑے گئے مگر وہ دین پر اور کلمۃ التقویٰ پر .... رب کی توحید پر اور محمد عربی ﷺ کی رسالت پر پکے رہے اور جمے رہے۔

قربان جاؤں! فرمایا وَ كَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَ اَهْلَهَا...... وہی اس کلمہ کے زیادہ حق دار اور مستحق اور اہل تھے۔

اللہ رب العزت نے ایمان، دین، قرآن، شریعت، نبی ﷺ کی رفاقت، جہاد کا جذبہ، عبادت کا شوق، تکمیل دین، اپنی رضا کی سند، مغفرت و بخشش کے پروانے، اجر عظیم کی خوشخبریاں، جنت کی بشارت پھر خلافت .... یہ سب کچھ اصحاب رسول کو کیوں عطا فرمایا؟ اس لیے کہ كَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَ اَهْلَهَا ...... اللہ جو سینے کے راز بہتر جانتا ہے .... اس نے کہا اصحاب رسول اس کے حق دار اور اہل تھے۔

سامعین گرامی قدر! آیت نمبر ۲۹ سورۃ حجرات کی آیت کریمہ ہے اور آیت نمبر ۵۰ سورۃ فتح کی آیت شریفہ ہے جو صلح حدیبیہ کے موقع پر نازل ہوئی۔

میرا سوال یہ ہے کہ کیا ان آیات کا اولین مصداق سیدنا ابو بکر و عمر اور سیدنا عثمان و علی (رضوان اللہ علیہم اجمعین) نہیں ہیں؟

اگر ہیں اور یقیناً ہیں تو سورۃ حجرات کی آیت میں ان کی مغفرت اور بخشش کا اعلان کیا گیا ہے .... جب اللہ رب العزت نے انہیں معاف فرما دیا ہے اور ان کی مغفرت کا اعلان کر دیا ہے تو پھر ان پر تنقید کس لیے؟ ان کے اعمال سے بحث کیوں؟ پھر جھوٹی اور من گھڑت روایات کا سہارا لے کر ان کے اجلے دامن کو داغ دار کرنے کی کوشش کیوں؟

پھر ان پر بد دیانتی، خود غرضی، حرص و لالچ اور غصب خلافت و باغ

فدک کے الزام کیوں؟ جس شخص کی مغفرت اور بخشش کے اعلان خود اللہ رب العزت فرمائے.........اور فرمائے بھی لا ریب کتاب میں ....اس شخص پر تنقید کرنے والے کا اور ایسے شخص کی امانت و دیانت اور تقویٰ میں شک کرنے والے کا ایمان قرآن پر نہیں ہے۔

دوسری آیت صلح حدیبیہ کے شرکاء کے لیے خوشخبری ہے.........کیا حدیبیہ کے موقع پر سیدنا ابو بکر و عمر اور سیدنا عثمان و علی (رضوان اللہ علیہم اجمعین) موجود نہیں تھے؟

اگر تھے اور یقیناً تھے تو پھر ماننا پڑے گا کہ جس طرح وہاں تسکین اللہ کے نبی ﷺ پر اتری اسی طرح تسکین وہاں پر موجود اصحاب نبی پر بھی اتری۔

اور اللہ نے گواہی دی اور دلوں کے راز جان کر گواہی دی کہ کلمہ اسلام اور تقویٰ ہم نے اصحاب رسول کے دلوں میں جما دیا ہے اور وہ اس کے حقدار ہیں۔

جن خوش قسمت اور اونچے نصیب کے لوگوں کے ایمان کی گواہی عرش والا دے اور قرآن مقدس میں دے.........ان کے ایمان میں شک کرنے والا ایمان کی دولت سے محروم ہے۔

آیت نمبر ۵۱

سورۃ تحریم میں ارشاد ہوتا ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ۭ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ

اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَبِاَیْمَانِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۸﴾

(تحریم)

اے ایمان والو! تم اللہ کے سامنے سچی اور خالص توبہ کرو (خالص توبہ یہ ہے کہ کیے گئے گناہوں پر ندامت و پشیمانی اور آئندہ کے لیے گناہ نہ کرنے کا اللہ سے وعدہ اور اگر گناہ کا تعلق حقوق العباد سے ہے تو جس کا حق غصب کیا ہے اس کا ازالہ کرے) قریب ہے کہ تمہارا رب (امید ہے کہ تمہارا رب) تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تمہیں ایسے باغات میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں بہتی ہونگی۔

یہ انعام کس دن ہوگا؟

یہ انعام اس دن ہوگا جس دن اللہ اپنے نبی کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے انہیں رسوانہ کرے گا ان کا نور ان کے سامنے اور ان کے دائیں دوڑ رہا ہوگا اور وہ یوں دعا کرتے ہونگے اے ہمارے پالنہار ہمیں کامل نور عطا فرما (یعنی اسے آخر تک قائم رکھ جس طرح کفار و مشرکین کے لیے اندھیرا ہی اندھیرا ہے ہمیں اس سے محفوظ فرما) اور ہمیں بخش دے یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے۔

اس آیت میں اللہ رب العزت نے واضح طور پر اعلان فرمایا کہ

قیامت کے دن جس طرح اللہ رب العزت اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کو رسوا نہیں فرمائے گا (بلکہ عزتوں اور عظمتوں کے تاج پہنائے گا، لواء الحمد کا حامل بنائے گا، حوض کوثر کا ساقی بنائے گا، مقام محمد کا دولہا بنائے گا تمام مخلوقات کا سردار بنا کر اٹھائے گا)..........

اسی طرح اللہ رب العزت ان لوگوں کو جو اس نبی ﷺ کے ساتھ ہیں انہیں بھی رسوا نہیں کرے گا.......... جس طرح نبی اکرم ﷺ کی رسوائی قیامت کے دن ناممکنات میں سے ہے اسی طرح صحابہ کرامؓ کی رسوائی بھی قیامت کے دن محالات میں سے ہے۔ اللہ رب العزت نے ان سے وعدہ فرمایا ہے کہ تمہاری تقصیرات و سیآت کو بھی معاف کر دونگا اور جنت کے اعلیٰ مقامات بھی عطا فرماؤں گا۔

اور قیامت کے دن ایمان اور اعمال صالحہ کا نور تمہارے آگے اور دائیں جانب موجود رہے گا۔

سامعین گرامی قدر! ہماری تاریخ کی بے سرو پا روایات نے صحابہ کرام کی قدوسی جماعت کے چند افراد کا کیا نقشہ پیش کیا ہے .... منافق .... بد دیانت .... بد عہد .... جھوٹے .... فریب کار .... کنبہ پرور .... بیت المال کے خائن .... اور قرآن نے اصحاب رسول کی کیا تصویر دکھائی ہے؟ .... کتنی حسین .... خوبصورت، اُجلا اور اعلیٰ .... ان کے لیے گناہوں کی مغفرت، جنت کی بشارت، اور جس طرح امام الانبیاء ﷺ کے آگے اور دائیں نور ہو گا اور عزت افزائی ہو گی .... اسی طرح اصحاب رسول کے لے بھی نور ہو گا اور عزت افزائی

ہو گی.......... اس آیت کریمہ کو پڑھنے اور سننے کے بعد جو شخص جھوٹی روایات کا سہارا لے کر اصحاب رسول کی کردار کشی کرتا ہے .... اور انہیں تنقید کا نشانہ بناتا ہے وہ شخص قرآن سے بھی دشمنی کر رہا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی عداوت کر رہا ہے!

آیت نمبر ۵۲

سورۃ محمد کی پہلی آیت میں اللہ رب العزت نے کفار کا ذکر فرمایا کہ وہ اللہ کی راہ سے روکتے ہیں...... اس لیے اللہ نے ان کے اعمال ضائع اور برباد کر دیئے!

اس کے مقابلے میں دوسری آیت میں ایمان والوں کا تذکرہ فرمایا:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ﴿۲﴾

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالحہ کیے اور اس پر بھی ایمان لائے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا (اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا میں اگرچہ وحی محمدی یعنی قرآن پر ایمان لانا بھی شامل تھا مگر اس کی اہمیت کے پیش نظر اور اس کے شرف کو مزید واضح اور نمایاں کرنے کے لیے اس کا ذکر علیحدہ فرما دیا) اور ان کے رب کی طرف سے سچا دین بھی وہی ہے دور کر دیں اللہ نے ان سے ان کی برائیاں اور اصلاح کر دی ان کے حال کی (یعنی انہیں معاصی سے ہٹا کر رشد و خیر کے راستے پر لگا دیا

..........شرک کے غلط راستے سے بچا کر توحید کے مستقیم

راہ پر ڈال دیا)

یہ آیت مدنی ہے اور اس کا پہلا مصداق مہاجرین وانصار ہیں

..........جن کے ایمان واعمال صالحہ کی شہادت عرش والا خود دے رہا

ہے..........اور ساتھ ہی یہ فرما رہا ہے کہ میں نے ان کے گناہ اور عصیان

کاریاں ان سے دور کر کے ان کے حال کو سنوار دیا ہے! وہ اب دن بدن

نیکیوں میں ترقی کرتے جائیں گے۔ مہاجرین وانصار سے اگر کوئی غلطی ہو

بھی گئی ہو تو اللہ نے ان سے مغفرت اور معافی کا وعدہ فرمایا ہے۔

آیت نمبر ۵۳

صلح حدیبیہ کے موقع پر صلح کے شرائط پر بعض

صحابہ کے دلوں میں انقباض پیدا ہوا..........کہ ہم سچے ہیں، ہمارا دین سچا

ہے، ہمارا رب سچا ہے، ہمارا نبی سچا ہے..........تو پھر دب کر صلح کیوں

کی جائے۔

سورۃ فتح کی آیت نمبر ۴ میں فرمایا کہ اللہ نے صحابہ کرامؓ کے

دلوں پر تسکین اتار دی اور ان کو استقامت عطا فرمائی۔

پھر آیت نمبر ۵ میں فرمایا:

لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ
سَيِّاٰتِهِمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا
عَظِيْمًا ۝

(مومنوں کے دلوں پر صلح حدیبیہ کے موقع پر تسکین اتار

کر ان کے دلوں کو ایمان پر ثابت قدم اس لیے رکھا)

تاکہ ایمان والے مردوں اور عورتوں کو جنت میں داخل
کرے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہینگے
اور تاکہ ان مومنوں سے ان کے گناہوں کو دور فرمادے
اور اللہ کے ہاں یہ بہت بڑی کامیابی ہے!

حدیث میں آتا ہے کہ جب امام الانبیاء ﷺ نے سورۃ الفتح کی ابتدائی آیات صحابہ کرامؓ کو سنائیں تو انہوں نے عرض کیا:

یارسول اللہ! یہ تو انعام آپ ﷺ کے لیے ہوا ہمارے لیے کیا ہے؟ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں جن میں اصحاب رسول کو جنت کی خوشخبری اور گناہوں کی بخشش کی نوید سنائی گئی۔ (بخاری باب غزوۃ الحدیبیہ)

سامعین گرامی قدر! یہ آیت صلح حدیبیہ کے موقع پر نازل ہوئی .... اس موقع پر تقریباً ۱۴۰۰ صحابہ کرام موجود تھے .... جن میں ابوبکر و عمر اور عثمان و علی (رضوان اللہ علیہم اجمعین) بھی موجود تھے۔

ان کے متعلق اللہ رب العزت نے فرمایا کہ میں انہیں جنت کے باغوں میں بھی داخل کرونگا .... اور ان کے گناہ بھی مٹادونگا۔

اس آیت کے سننے اور پڑھنے کے بعد کسی ایسے شخص کو جس کا موجودہ قرآن پر ایمان ہے ابوبکر و عمر اور عثمان و علی (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے ایمان دار ہونے میں .... نیز ان کے متقی ہونے میں شک نہیں ہونا چاہیے۔

اور قرآن پر ایمان رکھنے والے شخص کو حدیبیہ میں شریک اصحاب رسول کے اعمال سے بحث بھی نہیں کرنی چاہیے .... کیونکہ

اللہ رب العزت نے اس آیت میں وعدہ فرمایا ہے کہ میں نے ان کے گناہوں کو اور سیآت کو ان سے دور فرما دیا ہے۔

اللہ کے واضح اعلان کے بعد بھی اگر کسی کو ان کے ایمان، اعمال، اخلاق وتقویٰ، للہیت، خدا خوفی، خشیت الٰہی میں شک ہے تو اسے اللہ کی بات پر اعتماد نہیں اور قرآن پر اس کا ایمان نہیں!

آیت نمبر ۵۴ سورت الحج میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ (حج)

سو جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کیے ان کے لیے مغفرت اور عزت کی روزی ہے۔

یہ آیت مدنی ہے اور یہاں اٰمَنُوْا اور عَمِلُوْا ماضی کے صیغے ہیں جو اس بات کی غمازی کر رہے ہیں کہ جب یہ آیت اتری تو کچھ لوگ ایمان لا چکے تھے اور ان کے اعمال صالح اور کردار حسین تھا۔

ظاہر بات ہے کہ وہ مکہ سے ہجرت کر کے آنے والے مہاجرین تھے...... ہجرت سے بڑھ کر عمل صالح اور کیا ہو سکتا ہے؟...... اور مدینہ کے انصار تھے...... مہاجرین فی سبیل اللہ کو ٹھکانہ دینے سے بڑا عمل صالح اور کیا ہو سکتا ہے؟

ان مہاجرین اور انصار کے لیے اعلان کیا گیا کہ ان کے تمام تر گناہوں کو ہم نے معاف کر دیا ہے...... اور ان کے لیے عمدہ اور عزت کی روزی (جنت میں) تیار کر رکھی ہے

آیت نمبر ۵۵

اسی آیت سے ملتی جلتی ایک آیت سورۃ فاطر میں بھی ہے........ اسے بھی برکت کے لیے سماعت فرمالیں۔

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۬ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝ (فاطر)

اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کیے ان کے لیے مغفرت اور بخشش اور بڑا اجر ہے۔

یہ آیت مکی ہے........ اس سے مراد وہ مؤمن ہیں جو مکہ مکرمہ میں امام الانبیاء ﷺ کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے دامن اسلام سے وابستہ ہوئے اور مصائب و مشکلات کی وادیوں سے گزارے گئے۔

ان خوش نصیب اصحاب رسول میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پہلا نمبر ہے........ بچوں میں سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے مؤمن ہیں .... سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ چھٹے نمبر پر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اس آیت کے یہ پہلے مصداق ہیں........ انہی کے لیے مغفرت وبخشش اور جنت کے اجر کا وعدہ ہو رہا ہے۔

جو بدبخت ان کے ایمان میں شک کرتا ہے........ یا انہیں خودغرض یا منافق سمجھتا ہے وہ یقیناً قرآن کا انکاری ہے!

جس شخص کا قرآن پر ایمان ہے........ اور جس شخص کو رحمت کائنات ﷺ کی زبان مقدس کی صداقت پر یقین ہے........ وہ کسی ایسی روایت کو ماننے کے لیے تیار نہیں........ جس روایت سے اصحاب رسول کے کردار پر حرف آتا ہو........ یا اس روایت سے ان

کی خود غرضی یا بد دیانتی ثابت ہوتی ہو۔

کعبہ کے رب کی قسم ہے ابو مخنف لوط بن یحییٰ جیسے کذاب راوی تو بجا اگر کوئی سونے کی طرح کھرا راوی بھی ایسی بات کہے جس سے صحابہ کرامؓ کا دامن داغ دار ہوتا ہو تو جس شخص کا قرآن پر ایمان ہے وہ اس روایت کو ماننے کے لیے ہرگز ہرگز تیار نہیں ہوگا............

آیت نمبر ۵۶ سورۃ احزاب کی آیت نمبر ۶۹ میں مومنین سے کہا گیا کہ جس طرح سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم نے ایذا پہنچائی تم ایسے نہ بننا۔

پھر آیت نمبر ۷۰ میں فرمایا:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو (اس کے بدلے میں) اللہ تمہارے اعمال قبول فرمائے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے پس وہ بڑی کامیابی پائے گا۔

قَوْلًا سَدِيْدًا سے مراد کلمہ طیبہ ہے............ جو اعمال کی قبولیت کے لیے معیار اور بنیاد ہے............ اگر عقیدہ توحید درست نہیں تو کوئی عمل بھی شرفِ قبولیت سے ہم کنار نہیں ہو سکتا۔

بعض مفسرین نے فرمایا کہ:

قَوْلًا سَدِيدًا سے مراد ہر سچی بات ہے.......... ہر وہ بات جس کا ظاہر اور باطن ایک ہو۔

اس آیت کا اولین مصداق اور پہلے مخاطب اصحاب رسول ہیں .... ان ہی کے لیے اعلان ہو رہا ہے کہ تمہارے اعمال مقبول ہیں اور تمہاری تقصیرات اور تمہارے گناہ مغفور ہیں۔

آیت نمبر ۵۷

سورۃ الحدید کی آیت نمبر ۲۱ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

سَابِقُوٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۱﴾

تم دوڑو اللہ کی مغفرت کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی زمین و آسمان کی وسعت کے برابر ہے (یعنی زمین و آسمان دونوں کو ملا کر رکھا جائے تو اس کے برابر جنت کی چوڑائی ہے.......... لمبائی کتنی ہوگی اسے میرا اللہ ہی جانے) یہ جنت ان لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اس تمام رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں یہ اللہ کا فضل ہے وہ اپنا فضل جس کو چاہے عطا کرتا ہے اور اللہ کا فضل بڑا ہے۔

یہ آیت کریمہ فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی.......... اور اس میں جو

وعدے ہو رہے ہیں مغفرت کے، معافی اور بخشش کے، جنت کی نعمتوں کے اور فضل باری کے .... ان وعدوں کے مصداق تمام اصحاب رسول ہیں .... مہاجرین بھی اور انصار مدینہ بھی، فتح مکہ سے پہلے ایمان لانے والے بھی اور فتح مکہ کے بعد ایمان لانے والے بھی .... ان وعدوں کا مصداق سیدنا ابو بکر بھی ہیں اور سیدنا عمر بھی، سیدنا عثمان بھی .... اور سیدنا علی بھی .... طلحہ و زبیر بھی .... عمرو بن العاص بھی .... سعد بن ابی وقاص بھی .... سیدنا ابو سفیان بھی .... اور ان کے بیٹے سیدنا معاویہ بھی .... اور ان کی اہلیہ حضرت ہند (رضی اللہ عنہم) بھی .... یہ سب حضرات اس آیت کے مصداق بن کر مغفور بھی ہیں، جنت کے مکین بھی اور اللہ کے فضل کے اہل اور حقدار بھی!

جو انہیں مؤلفۃ القلوب سمجھ کر تنقید کی نگاہ سے دیکھتا ہے .... اور ان کے اخلاص اور دیانت داری میں شک کرتا ہے وہ قرآنی احکام سے روگردانی کرنے کا مجرم ہے!

حضرات! میں نے قرآن مجید کی وہ آیات آپ کے سامنے پیش کی ہیں .... جن میں اصحاب رسول کی قدوسی جماعت کی مغفرت، بخشش اور معافی کا اللہ رب العزت نے وعدہ بھی فرمایا ہے اور برملا اعلان بھی کیا ہے۔

اصحاب رسول تو مغفور ہیں .... جو ان پر طعن کرتا ہے اسے اپنی مغفرت کی فکر کرنی چاہیے۔

(وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ)

ساتویں تقریر

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ (الفتح۲۹)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ مَقَامٍ آخر:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ

ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۰۰﴾ (توبہ)

سامعین گرامی قدر! گذشتہ خطبہ جمعۃ المبارک میں .... میں نے قرآن مجید سے وہ آیات آپ حضرات کے سامنے رکھیں جن میں اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کے لیے مغفرت اور معافی اور بخشش کا وعدہ اور اعلان .... اللہ رب العزت نے فرمایا۔

آج کے خطبے میں ایسی آیات آپ کو سنانا چاہتا ہوں .... جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنی خوشنودی، رضامندی کی سند صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو عطا فرمائی ہے۔

اصحاب رسول کے بارے میں رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ..... اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے .... یہ جملہ اس انداز میں قرآن کے صفحات میں ایک سے زائد بار لایا گیا کہ اصحاب رسول کے لیے یہ لقب امت کا تکیہ کلام بن گیا۔

کسی پیغمبر اور نبی کا نام نامی اور اسم گرامی جب کسی مسلمان کی زبان سے نکلتا ہے تو اس کے ساتھ علیہ السلام کا لفظ زبان پر خود بخود جاری ہو جاتا ہے اور امام الانبیاء، خاتم النبیین ﷺ کا مبارک اور مقدس نام جب لیا جاتا ہے تو اس کے ساتھ بے ساختہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے الفاظ ادا ہوتے ہیں۔

اسی طرح جب کسی صحابی کا نام ہونٹوں پر آئے تو زبانیں بے ساختہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ پکار اٹھتی ہیں۔

اللہ رب العزت کی رضا .... اور خوشنودی کوئی معمولی انعام اور معمولی نعمت نہیں ہے .... میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بڑھ کر اللہ کی

طرف سے دوسرا کوئی انعام و اکرام، لطف و کرم اور مقام و مرتبہ نہیں ہے کہ وہ خود قرآن میں اپنے کچھ بندوں کے متعلق اعلان کر دے کہ میں عرش کا رب ان سے راضی ہوں!

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ زمین میں بسنے والے جن و انسان اور آسمانوں میں رہنے والے فرشتے.......... جبریل و میکائیل اور انبیاء و اولیاء.......... ہر ایک کی تمنا، خواہش اور آرزو یہی ہے کہ میرا مالک اور میرا رب مجھ سے راضی ہو جائے۔

ایک عابد و زاہد ساری رات اسی لیے جاگتا ہے کہ میرا اللہ مجھ سے راضی اور خوش ہو جائے۔

ایک حاجی بیت اللہ کے گرد دیوانہ وار اس لیے گھومتا ہے کہ اس گھر کا مالک مجھے اپنی رضامندی عطا کر دے۔

ایک نمازی اپنی نماز کے ذریعہ، روزہ رکھنے والا گرمی کے طویل دنوں میں بھوکا پیاسا رہ کر، ایک سخی اپنا مال و متاع اللہ کی راہ میں لگا کر، اور ایک مجاہد میدان جہاد میں اپنے سر پر کفن باندھ کر صرف اس غرض سے اپنے خون تک کا نذرانہ پیش کر دیتا ہے کہ میرا خالق و مالک مجھ سے راضی ہو جائے یقین جانیے! اللہ رب العزت کا راضی ہو جانا.......... اللہ تعالیٰ کی جانب سے سب سے بڑی نعمت ہے .... جنت سے بھی بڑھ کر نعمت اور جنت کی تمام آسائشوں اور راحتوں سے بھی بڑھ کر نعمت۔

حدیث میں آتا ہے کہ اہل جنت.......... اپنے اپنے حسین اور خوبصورت مقام پر پہنچ کر جنت میں ملنے والی نعمتوں سے لطف اندوز ہو

رہے ہونگے .... ہر قسم کی جسمانی اور روحانی نعمتیں اور مسرتیں انہیں عطا ہونگی .... کہ اللہ رب العزت جنتیوں کو پکارے گا

جنتی جواب میں لبیک کہیں گے۔

اللہ تعالیٰ پوچھے گا:

هَلْ رَضِيتُمْ ..... میری ان نعمتوں اور راحتوں پر خوش ہو؟

جنتی جواب میں کہیں گے:

مولا! خوش نہ ہونے کی کیا وجہ ہے؟ اتنی نعمتیں، اتنی آسائشیں، اتنا کرم اور اتنے انعام .... یہ سب کچھ تو ہمارے وہم وگمان سے بھی بڑھ کر ہے۔

اللہ رب العزت فرمائے گا:

هَلْ أُعْطِيكُمْ أَفْضَلَ مِنْ ذَالِكَ

جو کچھ جنت میں اب تک تمہیں عطا فرمایا ہے کیا ان سب انعامات سے بڑھ کر ایک نعمت تمہیں عطا نہ کروں!

جنتی پوچھیں گے:

پروردگار! ان انعامات اور ان نعمتوں سے بڑھ کر کون سی نعمت ہوگی اللہ رب العزت جواب میں فرمائیں گا:

أُحِلَّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِيْ فَلَا أَسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَهُ أَبَداً (بخاری رقم الحدیث ۶۵۱۸)

اپنی دائمی رضا اور خوشنودی تمہیں عطا کرتا ہوں اب میں کبھی بھی تم سے ناخوش اور ناراض نہیں ہوں گا۔

وَرِضْوَانٌ مِنَ اللهِ أَكْبَرُ .....

اللہ کی رضا تمام انعاماتِ الٰہیہ میں سے بڑی نعمت ہے۔

یہ رضامندی کی سند .... اور اپنی خوشنودی کی نوید

.........سب مومنوں کو آخرت میں ملے گی ___ مگر میرے نبی ﷺ کے

رفقاء......... میرے نبی کے صحابہ ہی ایسے خوش نصیب اور ایسے نیک

بخت ہستیاں ہیں کہ انہیں اسی دنیا میں اور دنیا کی زندگی میں ہی اللہ نے

اپنی رضا کی سند عطا فرمائی۔

آئیے! آج کے بیان میں سب سے پہلے اسی آیت سے شروع

کرتے ہیں جس میں رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ (اللہ کی رضا سب سے

بڑی نعمت ہے) فرمایا......... اس کا مصداق اولین بھی صحابہ کرامؓ

ہی ہیں۔

آیت نمبر ۵۸ سورۃ التوبہ میں اللہ رب العزت نے ایک مقام پہ

مومنین اور منافقین کے اوصاف کا تقابل پیش فرمایا ہے۔

سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۶۷ سے لے کر آیت ۷۰ تک منافقین

کے کرتوتوں کا اور اعمال بد کا......... اور پھر ان کی سزا کا تذکرہ فرمایا۔

آیت نمبر ۷۱ سے ۷۳ تک مومنوں کے اوصاف کا اور نتیجے میں

ملنے والے انعامات کا ذکر فرمایا۔

آیت نمبر ۷۱ میں ارشاد فرمایا ایمان والے ایک دوسرے کے

دوست اور معاون ہیں، ایمان والے وہ ہیں جو نیکی کا حکم دیتے ہیں اور

برائی سے منع کرتے ہیں، وہ نماز کو قائم رکھتے اور زکوٰۃ کی ادائیگی کرتے

ہیں......... اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری میں زندگی

گزارتے ہیں۔

آ گے فرمایا:

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

وعدہ فرمایا ہے اللہ نے ایمان دار مردوں اور عورتوں سے ایسی جنتوں کا جن کے نیچے نہریں بہتی ہونگی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور وعدہ کیا ہے ستھرے مکانوں کا جو ہمیشگی والی جنتوں میں ہیں اور رضامندی اللہ کی ان سب نعمتوں سے بڑی نعمت ہے یہی بڑی اور زبردست کامیابی ہے۔

سامعین گرامی قدر! مدینہ میں رہنے والے منافقین کے مقابلے میں جن مومنوں کا ذکر ہو رہا ہے.......... اس کے پہلے اور حقیقی مصداق کون لوگ ہیں؟ اللہ جنت کے اور اپنی رضا کے وعدے کن سے کر رہا ہے؟ اس وقت وہ کون لوگ تھے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیتے تھے؟ کون تھے جو يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ کے مصداق تھے؟ اطاعتِ الٰہی اور اطاعتِ رسول جن کی فطرت کا حصہ تھی؟

معمولی عقل و شعور رکھنے والے شخص کا.......... اور معمولی علم رکھنے والے شخص کا جواب یہی ہوگا کہ اس آیت کے پہلے مخاطب اصحاب رسول ہی ہیں.......... اس آیت کا پہلا مصداق یارانِ مصطفٰی ہی ہیں۔

یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ سورۃ التوبہ غزوۂ تبوک کے بعد ۹ھ

میں نازل ہوئی ہے.........اس آیت کے عموم میں تمام صحابہؓ شامل ہیں.........مہاجرین بھی اور انصار بھی.........فتح مکہ سے پہلے ایمان لانے والے بھی اور فتح مکہ کے بعد ایمان لانے والے بھی.........سیدنا ابوبکر بھی اور سیدنا معاویہ بھی، سیدنا عمر بھی اور سیدنا ابوسفیان بھی، سیدنا عثمان بھی اور سیدنا عکرمہ بن ابی جہل بھی، سیدنا علی بھی اور صفوان بن امیہ بھی.........امہات المومنین بھی اور حضرت ہند بھی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

ان خوش نصیب لوگوں سے باغات جنت کے وعدے ہو رہے ہیں.........ان خوش بخت لوگوں کو مساکن طیبہ اور جنات عدن اور رضوان من اللہ اکبر کے پروانے عطا ہو رہے ہیں۔

ان لوگوں کو کامیاب کہا جا رہا ہے۔ ذَالِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمِ

اتنی واضح آیت کے بعد بھی جو بدبخت اصحاب رسول سے بغض اپنے سینے میں پالتا ہے اور ان کے ایمان وصداقت وعدالت میں شک کرتا ہے.........ان کی دیانت پر تنقید کرتا ہے یا انہیں غاصب، ظالم اور منافق کہتا ہے.........ایسے بدبخت شخص کا ایمان قرآن پر نہیں ہے۔

غالباً اسی لیے کہا جاتا ہے کہ موجودہ قرآن خلفاء ثلاثہ کا جمع کردہ ہے.........جس میں انہوں نے العیاذ باللہ، تحریف اور تغیر و تبدل کر دیا.........اپنے مطلب کی آیات ڈال دیں اور جن میں خاندان علیؓ کے تذکرے تھے اور ائمہ کے نام تھے وہ ساری کی ساری آیات نکال دی گئیں.........جس شخص کا ایسا غلیظ عقیدہ ہو وہ سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۷۲

میں بیان کردہ اصحاب رسول کے اوصاف جلیلہ کا انکار کرے تو کرتا پھرے۔

مگر جس شخص کا موجودہ قرآن پر ایمان ہے وہ اس آیت کے آئینے میں اصحاب رسول کی حسین تصویر دیکھ کر ان کی عظمتوں، رفعتوں اور مقام و مرتبے سے انکار نہیں کرسکتا۔

آیت نمبر ۵۹ سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۷۲ آپ حضرات سن چکے ہیں............جس میں یہ فرمایا گیا کہ اللہ کی رضا اور خوشنودی تمام انعامات الٰہیہ حتیٰ کہ جنت کی نعمت سے بھی بہت بڑی دولت اور نعمت ہے اللہ رب العزت نے اس نعمت اور دولت سے اپنے پیارے نبی ﷺ کے یاروں کو اسی زندگی میں مالا مال فرمادیا اور قرآن مجید میں ایک سے زائد بار ان سے اپنی رضا اور خوشنودی کا اعلان فرمایا۔

۶ھ میں امام الانبیاء ﷺ نے خواب دیکھا کہ آپ اپنے صحابہ کے ساتھ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور عمرہ ادا کیا............کچھ لوگوں نے اپنے سر منڈوائے اور کچھ نے بال کتروائے۔

آپ ﷺ نے اپنا یہ خواب اپنے ساتھیوں کو سنایا تو وہ بے حد مسرور اور بہت خوش ہوئے............کیونکہ پیغمبر کا خواب دوسرے لوگوں کے خوابوں کی طرح ظنی نہیں ہوتا بلکہ پیغمبر کا خواب قطعی اور حجت ہوتا ہے............پیغمبر کا خواب بھی وحی کے درجے میں ہوتا ہے! اس خواب کا تذکرہ سورۃ الفتح کی آیت نمبر ۲۷ میں کیا گیا۔

امام الانبیاء ﷺ نے اسی سال عمرے کا ارادہ فرمالیا............تقریباً چودہ سو صحابہ کرام بھی آپ ﷺ کے ہمراہ ہوگئے۔

ذوالحلیفہ سے سب نے عمرے کا احرام باندھا.......... چودہ سو قدوسی سفید چادروں میں لبیک اللھم لبیک کے ترانے پڑھتے اونٹنیوں پر سوار...... ایسے معلوم ہوتا کوئی آسمانی مخلوق زمین پر اتر آئی ہے۔

قدوسیوں کی یہ جماعت مکہ مکرمہ سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر حدیبیہ کے مقام پر جسے آج کل شمسیہ کے نام سے پکارا جاتا ہے.......... یہاں پہنچی تو امام الانبیاء ﷺ کی اونٹنی بیٹھ گئی ہزار کوشش کے باوجود اس نے اٹھنے کا نام نہ لیا۔

ادھر مشرکین مکہ نے فیصلہ کرلیا کہ ہم مسلمانوں کو عمرے کی غرض سے مکہ میں داخل نہیں ہونے دینگے۔

آپ ﷺ نے سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر مکہ مکرمہ بھیجا کہ انہیں یہ بات باور کروائیں کہ ہم لڑنے یا جنگ کرنے یا مکہ میں قیام کرنے کی غرض سے نہیں آئے بلکہ ہم عمرہ کرنے کے ارادے سے آئے ہیں.......... اور عمرہ کرکے امن وامان کے ساتھ واپس چلے جائیں گے سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکہ جا کر مشرکین مکہ کو بہت سمجھایا مگر انہوں نے سیدنا عثمان کی بات ماننے سے انکار کردیا۔

(اس پورے واقعہ کو اور واقعات کی تفصیل کو ان شاء اللہ سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت وسیرت کو بیان کرتے ہوئے عرض کروں گا فی الحال تو عظمتِ اصحاب رسول کے سلسلہ میں بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ نے انہیں اپنی رضا کی سند عطا فرمائی تھی)

سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشرکین مکہ نے قید کرلیا اور یہ افواہ اڑادی قَدْ قُتِلَ عُثْمَانُ کہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قتل

قتل کر دیے گئے ہیں۔

یہ خبر اڑتے اڑتے حدیبیہ میں مقیم اصحاب رسول تک بھی پہنچی .... امام الانبیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس خبر سے بڑا صدمہ پہنچا آپ غم ناک اور افسردہ و پریشان اپنے خیمے سے نکلے اور ایک درخت کے نیچے تشریف لائے۔

اور چودہ سو صحابہؓ کو بلایا کہ میرے ہاتھ پر جہاد اور موت کی بیعت کرو کہ اس وقت تک ہم واپس مدینہ نہیں جائیں گے جب تک عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون کا بدلہ نہیں لے لیتے .... یا خود قتل ہو جائیں گے یا عثمانؓ کے خون کا قصاص اور بدلہ لیں گے۔
(مدارک ج ۴ ص ۱۴۲)

اصحاب رسول کا یہ ایمانی جذبہ اور اللہ کے رسول کے حکم پر موت پر بیعت کا مصمم ارادہ اللہ تعالیٰ کو اس قدر پسند آیا کہ اعلان فرمایا:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾

(الفتح)

(ماضی کے صیغے پر قد داخل فرمایا...... معنی قسم کا ہوا)
قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ اللہ ان مؤمنوں سے راضی ہو گیا جب وہ آپ سے ایک درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے اور جو کچھ ان کے دلوں میں تھا اللہ کو وہ بھی معلوم تھا اور اللہ نے ان مؤمنوں پر تسکین نازل فرمائی اور انہیں قریب کی

فتح بھی بدلے میں عطا فرما دی۔

سامعین گرامی قدر! ذرا اس آیت پر ایک گہری نظر ڈالیے .... اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کیجیے کہ اللہ رب العزت نے چودہ سو صحابہ کو اس آیت میں مومنین کی صفت کے ساتھ ذکر فرمایا۔

اور پھر ان کے لیے اپنی رضا اور خوشنودی کا اعلان حرف تاکید کے ساتھ یعنی لقد کے ساتھ فرمایا۔

پھر فرمایا: فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ

یہ ان کے ایمان کی تصدیق .... اور رضا کا اعلان ویسے ہی نہیں کر دیا .... بلکہ ان کے دلوں میں جھانک کر اور ان کے دل ٹٹول کر دیکھے .... ان کے دلوں میں حسن نیت .... صدق و اخلاص .... حب اسلام .... طہارت و لطافت .... محبت و عقیدت .... نیکی و تقویٰ .... اخلاق و ایثار .... ایمان و یقین .... جذبہ جہاد و قربانی مشرکین کے مقابلے میں شدت و عداوت .... امانت و دیانت .... شرافت و حیاء .... دین کے لیے جذبہ و حرارت .... یہ سب کچھ دیکھ کر اور ان کے دلوں کو پرکھ کر ان کے ایمان اور اپنی رضا کا اعلان فرمایا ہے:

فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ

ان چودہ سو اصحاب رسول پر اطمینان اور تسکین کو اتارا

سکینہ سے مراد دل کا اطمینان و چین اور دین پر استقامت ہے۔

وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا وَ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا۔

اور انہیں ایک قریبی فتح کا انعام دیا اور بہت سی غنیمتیں جن کو وہ حاصل کریں گے فتح قریب سے مراد فتح خیبر ہے جو ۷ھ کے اوائل میں ہوئی اور مغانم کثیر سے مراد وہ مال غنیمت ہے جو فتح خیبر کے موقع پر مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔

یاد رہے کہ غزوہ خیبر میں صرف وہی صحابہ شریک ہوئے تھے جنہوں نے حدیبیہ کے موقع پر جانثاری و وفاداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے بیعت کی تھی!

اللہ نے ان چودہ سو اصحاب رسول کے لیے اپنی رضا کا اعلان کیا اس بیعت کا نام ہی بیعت الرضوان پڑ گیا۔

جن لوگوں نے بیعت کی انہیں اصحاب الرضوان کا خوبصورت خطاب ملا اور اللہ رب العزت کو اصحاب رسول کی بیعت کی یہ ادا اس قدر پسند آئی کہ جس درخت کے نیچے وہ بیعت ہوئی اس درخت کا تذکرہ بھی قرآن میں محفوظ فرما دیا اور لوگ اسے آج تک شجرۃ الرضوان کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا:

لَا يَدْخُلُ النَّارَ إِنْ شَاءَ اللهُ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ أَحَدٌ مِنَ الَّذِينَ بَايَعُوا تَحْتَهَا

(مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۰۳)

ان شاء اللہ ان لوگوں میں سے کوئی بھی آگ میں نہیں جائے گا جنہوں نے درخت کے نیچے بیٹھ کر بیعت کی ہے۔

امام نووی فرماتے ہیں امام الانبیاء ﷺ کا ان شاء اللہ کہنا

شک کے لیے نہیں بلکہ محض تبرک کے لیے تھا۔

ایک اور حدیث میں ہے! امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا:

اَنْتُمُ الْيَوْمَ خَيْرُ اَهْلِ الْاَرْضِ

صحابہ کرامؓ سے بیعت لینے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا

آج تم روئے زمین کے لوگوں سے بہتر اور افضل ہو۔

ایک حوالہ اہل تشیع کے معتبر عالم کاشانی سے سنیے وہ اپنی تفسیر صافی میں تحریر کرتے ہیں:

آنحضرت ﷺ فرمودند بدوزخ نرود یک کس ازاں مومناں کہ درزیر شجرہ بیعت الرضوان نام نہادہ اند بجہت آنکہ حق تعالیٰ درحق ایشاں فرمودہ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ الخ

امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا ان مومنوں میں سے کوئی ایک بھی جہنم میں نہیں جائے گا جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت رضوان کی تھی اور اس بیعت کا نام بیعت رضوان اس لیے رکھا گیا کہ اللہ نے ان بیعت کرنے والوں کی شان میں یہ آیت اتاری

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ الخ

حضرات گرامی قدر! آپ حضرات نے قرآن کی آیت کا ترجمہ اور مفہوم بھی سن لیا.......... امام الانبیاء ﷺ کے دو ارشادِ گرامی بھی سماعت فرمالیے.......... ایک شیعہ عالم کا تبصرہ بھی سن لیا۔

اب میرا سوال یہ ہے کہ صلح حدیبیہ میں سیدنا ابو بکرؓ اور سیدنا عمرؓ کیا موجود نہیں تھے؟ سیدنا عثمانؓ کیا اس صلح میں نمایاں اور امتیازی حیثیت سے شامل نہیں تھے؟ کیا سیدنا علیؓ، سعد بن ابی وقاص اور حضرت طلحہ و زبیرؓ اس موقع پر موجود نہیں تھے؟

اگر تھے اور یقیناً تھے......... دنیا کا کوئی انسان ان لوگوں کی موجودگی سے انکار نہیں کر سکتا......... تو پھر ہر اس شخص کو جس کا قرآن پر ایمان ہے یہ ماننا پڑے گا کہ وہ مخلص مومن تھے......... انہیں اللہ کی رضا کی سند حاصل تھی......... انہیں فتوحات اور مال غنیمت کے وعدے ملے تھے۔

انہی چودہ سو اصحاب رسول میں ایک خوش قسمت کا نام مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہے......... جو اس دن میرے نبی ﷺ کی حفاظت اور پہرے پر مقرر ہے......... جس کی للکار نے مشرکین کے نمائندے مسعود ثقفی کے اوسان خطا کر دیے تھے۔

اسی مغیرہ بن شعبہؓ نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشورہ دیا تھا کہ اپنے بعد کے لیے اپنے بیٹے یزیدؒ کو ولی عہد بنا دیجیے۔

ہمارے ملک کے ایک عظیم مفکر نے اپنی ایک کتاب میں لکھا کہ حضرت مغیرہ نے یہ مشورہ اپنے ذاتی مفاد کے لیے دیا تھا۔ (العیاذ باللہ)

یہ الفاظ کس کے لیے تحریر ہوئے...... اور تحریر کرتے ہوئے ہاتھ نہ کانپے......... اس شخصیت کے لیے جو بیعت رضوان میں شریک تھا ...... اور جسے اللہ رب العزت نے اپنی رضا اور خوشنودی کی سند عطا فرمائی۔

حیف، تعجب اور افسوس ہے کہ جسے اللہ اپنی رضا کی سند عطا فرمائے وہ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ اپنے ذاتی مفاد کے لیے ملک وملت کا مفاد داؤ پر لگا دے............ اسے کوئی مانتا ہے تو شوق سے مانے............ قرآن پر ایمان رکھنے والا ایسی باتوں پر یقین نہیں کر سکتا!

پھر سنو! جس ابوبکر وعمر اور عثمان وعلی، اور طلحہ وزبیر، اور مغیرہ بن شعبہ اور جن دیگر چودہ صد یارانِ مصطفیٰ (رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کو اللہ نے اپنی رضا کی سند عطا فرما دی ہے۔

اور جن سے عرش والا راضی ہے اگر زمین پر بسنے والے چند لوگ ان سے راضی نہ ہوں تو ان قدوسی صفات ہستیوں کی عظمتوں اور عزتوں میں کیا فرق پڑتا ہے!

آیت نمبر ۶۰

اس سے پہلے کہ میں اصحاب رسول کے بارے میں وہ آیت پیش کروں جس میں رضاء الٰہی کا تذکرہ ہو............ مناسب سمجھتا ہوں کہ سورۃ الفتح کی آیت نمبر ۱۸ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ کی مناسبت سے ایک آیت سورۃ الفتح ہی سے پیش کروں............ جس سے عظمتِ اصحاب رسول مزید نکھر جائے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ

بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں تو وہ یقیناً اللہ سے بیعت کر رہے ہیں ان کے ہاتھوں کے اوپر اللہ کا ہاتھ ہے!

سبحان اللہ! دیکھا آپ نے! جو چودہ سو اصحاب رسول امام

الانبیاء ﷺ کے دستِ مبارک پر بیعت کر رہے تھے .... فرمایا وہ درِاصل اللہ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے۔

کیونکہ اللہ کا نبی اللہ ہی کا نمائندہ ہوتا ہے .... اور وہ جب بھی بیعت لیتا ہے تو اللہ کے حکم سے اور اللہ ہی کی طرف سے بیعت لیتا ہے .... سورۂ نساء کی آیت (۸۰) میں اسی کو فرمایا گیا:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی!

يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ

پہلی بات کی دوسری تعبیر ہے .... پہلی حقیقت ہی کو بطور تاکید اس طرح بیان فرما دیا۔

نیچے اللہ کے نبی ﷺ کا ہاتھ .... اس پر اصحاب رسول کے ہاتھ .... اور ان سب کے اوپر اللہ رب العزت کا ہاتھ!

جن خوش قسمت لوگوں کے ہاتھ اللہ اور اس کے نبی ﷺ کے ہاتھوں کے درمیان محفوظ ہوں وہ ہاتھ کسی پر ظلم کریں ناممکن .... وہ کسی کا حق غصب کریں ناممکن! .... وہ بیت المال میں خیانت کریں ناممکن! وہ ہاتھ غلط کاموں کی جانب اٹھیں ناممکن!

جن خوش بخت لوگوں کی پیٹھ پر اللہ کا دستِ شفقت و حمایت ہو .... انہیں پھر کیا خوف اور کیا پرواہ؟

پھر ایسے نصیبے والے لوگوں کے ایمان و عمل میں، کردار و گفتار میں، اخلاق و اخلاص میں شک کرنے والا اور ان پر تنقید کے نشتر چلانے والا قرآن پر ایمان سے محروم ہے۔

آیت نمبر ۶۱ | سورۃ البینہ کی آیت نمبر ۶ میں مشرکین و کفار کو تخویف

سنائی کہ وہ سب دوزخ میں جائیں گے اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ یہ لوگ اللہ کی تمام مخلوق سے بدتر ہیں۔

ان کے مقابلے میں مخلص مومنوں کا تذکرہ فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ أُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدًا ۖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ ۝ (البینہ)

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے اچھے عمل کیے وہ لوگ بہترین خلائق ہیں ان کا بدلہ ان کے رب کے ہاں ہمیشگی والے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہونگی ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی یہ (انعام) اس شخص کے لیے ہے جو اپنے پروردگار سے ڈرتا ہے!

سورۃ البینہ مدنی سورت ہے.......... یہ آیت تمام مہاجرین و انصار کو شامل ہے.......... اس آیت کے پہلے مخاطب وہی لوگ ہیں .... جب یہ آیت اتر رہی تھی تو وہی لوگ مومن تھے اور وہی اس کے اولین مصداق ہیں۔

اس آیت میں انہیں خیر البریہ (اللہ کی مخلوقات میں سب سے بہتر لوگ) فرمایا گیا.......... خیر البریہ وہ کیوں نہ ہوں.......... وہ خیر

القرون قرنی کے مصداق جو تھے............ وہ خیر البریہ کیوں نہ ہوں
.... انہیں خیر الکتب قرآن جو عطا ہوا تھا............ ان کے لیے
جنت کے اور جنت کے باغوں کے............ جنت عدن کے وعدے
ہوئے............ پھر انہیں یہ خوشخبری سنائی گئی کہ اللہ ان سے راضی ہو گیا
.... اللہ نے انہیں اپنی رضا کی سند عطا فرمائی............ اور وہ اللہ سے
راضی ہو گئے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رضی اللہ عنھم کے زیور سے مزین
ہو چکے ہیں............ ان کے ساتھ بغض رکھنے والے اور ان کے دشمن
جھوٹے راویوں کی بیان کردہ جتنی بھی داستانیں سناتے رہیں اور جتنے بھی
جادو کے زور سے سانپ لوگوں کو دکھاتے رہیں ان سب کے قلع قمع کے
لیے ایک عصائے موسوی ہی کافی ہے............ سب وضعی روایات جن
سے اصحاب رسول کے دامن کو داغ دار کرنے کی کوشش کی گئی ہے ان
کے رد کے لیے قرآن کی ایک آیت ہی کافی ہے............ اور جس شخص کا
قرآن پر ایمان ہے وہ قرآن کے مقابلے میں ان بے سرو پا روایات کو
ماننے کے لیے ہرگز ہرگز تیار نہیں ہو سکتا۔

آیت نمبر ۶۲

سورۃ المائدہ کے آخری رکوع میں اس سوال و جواب کا ذکر ہوا جو قیامت کے میدان میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور اللہ رب العزت کے درمیان ہوگا۔

اللہ رب العزت پوچھے گا............ کیا آپ لوگوں کو کہہ کر آئے تھے کہ مجھے اور میری ماں کو الہ اور معبود بنا لینا............

اس کا تفصیلی اور بڑا خوبصورت جواب سیدنا عیسی علیہ السلام عرض کریں گے۔ پھر اللہ فرمائے گا:

هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۹﴾ (المائدہ)

یہ وہ دن ہے کہ سچوں کو ان کا سچا ہونا آج کام آئے گا ان کے لیے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے یہ بڑی کامیابی ہے

دیکھیے! اس آیت میں کہا جا رہا ہے کہ سچے لوگوں کو ان کا سچ قیامت کے دن ایسا کام آئے گا کہ اس کے بدلے میں جنت بھی ملے گی اور اللہ کی رضا بھی حاصل ہوگی۔

ہر مؤمن اور صادق شخص کو اللہ کی رضا کا یہ پروانہ آخرت میں عطا ہوگا............ مگر میرے نبی ﷺ کے ساتھی اور صحابی ہی ایسے خوش بخت لوگ ہیں کہ انہیں اللہ کی رضا و خوشنودی کی سند اسی دنیا میں اور اسی زندگی میں عطا کر دی گئی۔ اس آیت کا مصداق بھی اصحاب رسول ہیں اس لئے کہ اجر و ثواب اور صلہ و بدلہ صادقین لوگوں کے لیے ہے............ اور گزشتہ خطبات میں............ میں کئی آیات آپ حضرات کے سامنے پیش کر چکا ہوں جن سے اصحاب رسول کی صداقت اور ان کا صادق ہونا واضح ہو رہا تھا............ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ...... اور هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ان ہی قدوسی صفات لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے اور صادقون کے لیے جنت بھی، جنت کے باغات بھی، اور رب العزت کی رضا کی

خوشخبری بھی۔

آیت نمبر ۶۳ سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۹۴ سے لے کر ۹۸ تک

منافقین کی بہانہ سازیوں کا شرارتوں اور خباثتوں کا ذکر فرمایا............ کچھ ذکر ان دیہاتی کفار و منافقین کا کیا کہ دیہاتوں میں رہنے کے اثرات کی وجہ سے ان میں درشتی اور کھردراپن زیادہ پایا جاتا ہے۔

سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۹۹ میں دیہاتی مسلمانوں اور مومنوں کا ذکر تقابلاً فرمایا جو ایمان قبول کرنے کی وجہ سے اللہ کی رحمت و مغفرت کے مستحق ٹھہرے پھر آیت نمبر ۱۰۰ میں اصحاب رسول کا تذکرہ انتہائی خوبصورت، دلکش، اور حسین انداز میں کرتے ہوئے فرمایا:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ۗ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۰۰﴾

اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے اور سب سے پہلے ایمان لانے والے اور جتنے مسلمان اخلاص کے ساتھ ان کے پیروکار ہیں اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے اور اللہ نے ان کے لیے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔

حضرات گرامی! آئیے سب سے پہلے یہ دیکھتے ہیں کہ مہاجرین و

انصار میں السابقون الاولون کون ہیں؟

کچھ مفسرین کا خیال ہے السابقون الاولون کا مصداق وہ مہاجرین و انصار ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں بیت اللہ اور بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھیں۔

(ابن سیرین، قتادہ، تفسیر جامع البیان)

عطاءؒ بن ابی رباح کہتے ہیں ان سے مراد بدری صحابہ ہیں۔

ابو یعلی کہتے ہیں اس سے مراد وہ صحابہ ہیں جو ہجرت مدینہ سے پہلے ایمان لائے۔

امام شعبیؒ کہتے ہیں اس سے مراد وہ صحابہ ہیں جو صلح حدیبیہ میں بیعت رضوان میں شریک ہوئے۔ (زاد المسیر ج ۴ ص ۴۹۰)

بعض مفسرین کی رائے یہ ہے اور یہی رائے دل کو بھاتی ہے کہ تمام مہاجرین و انصار پیچھے آنے والوں کے حساب سے السابقون الاولون میں شامل ہیں!

اس آیت میں تین گروہوں کا ذکر ہو رہا ہے......... ایک مہاجرین کا جنہوں نے اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے......... اللہ کے دین کے لیے......... امام الانبیاء ﷺ کی اطاعت کرتے ہوئے مکہ مکرمہ سے ہجرت کی اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کے مدینہ آ گئے۔

دوسرے انصار جو مدینہ منورہ کے باسی تھے اور انہوں نے امام الانبیاء ﷺ اور مہاجرین کی ہر طرح سے مدد کی......... اور اپنا سب کچھ مہاجرین کے لیے پیش کر دیا۔

تیسرے وہ لوگ جو ان مہاجرین و انصار کے پیروکار اور مطیع

بنے.........ان سب کے لیے جنت کے باغات اور نعمتیں ہونگی

.........ان سب کے لیے رضاء الٰہی کی سند ہے اور ان سب کی کامیابی و

کامرانی کا اعلان ہے اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے جس

پیارے اور حسین انداز میں تمام مہاجرین و انصار کی اور بعد میں مسلمان

ہونے والے صحابہ کرام کی مدح و ثنا، تعریف و توصیف، فضیلت و عظمت،

شان و مقام اور مرتبے کو بیان فرمایا ہے اگر کسی شخص کے دل میں شمع

اسلام کی ایک کرن بھی موجود ہو تو وہ یاران مصطفی اور اصحاب رسول کے

دین و ایمان میں اور اخلاص و اخلاق میں شک و شبہ اور ان کی عزت و

آبرو پر حملہ کر کے اپنی آخرت برباد نہیں کر سکتا!

سامعین گرامی قدر! اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ ....کی تفسیر

میں ....جتنے مفسرین کے اقوال میں نے ذکر کیے ہیں

.........ان میں سے جس قول کو بھی مان لیا جائے تو خلفاء اربعہ اس کا

مصداق لازماً بنتے ہیں۔ کیا وہ ابوبکرؓ ....اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ

میں سے نہیں ہوگا جس نے آزاد مردوں میں سے سب سے پہلے میرے

نبی ﷺ کی دعوت پر لبیک کہا......... پھر وہ ابوبکرؓ ہجرت میں سبقت

کرنے والا نہیں ہوگا جس نے نبوت کے ہمراہ ہجرت کا مشکل ترین سفر کیا!

کیا وہ عمرؓ اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ کا مصداق نہیں ہوگا جس کا

ایمان قبول کرنے میں چالیسواں نمبر ہے.........جس نے چھپ کر نہیں

دج گج کے ہجرت کی۔

کیا وہ عثمانؓ اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ میں شمار نہیں ہوگا جس کا

ایمان لانے والوں میں تقریباً چھٹا نمبر ہے.........جس نے ایک نہیں

بلکہ دو ہجرتیں کیں۔

کیا وہ علیؓ اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ کے شرف سے محروم ہوگا .... جو بچوں میں پہلا مؤمن ہے جو ہجرت والی رات بستر رسول پر سویا .... جو یدرواحد کا غازی ہے۔

کیا حضرت طلحہؓ و زبیرؓ اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ سے نکال دیئے جائیں گے جن کو رحمت کائنات ﷺ نے سامنے کھڑا کر کے اور نام لے کر جنت کی بشارت دی ہے۔

اگر یہ خوش نصیب لوگ اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ میں شامل ہیں اور یقیناً شامل ہیں .... تو ان لوگوں کے ایمان واخلاص، تقدس و تقویٰ، امانت و دیانت اور صداقت کو دیکھتے ہوئے اللہ نے ان سے اپنی رضا کا اظہار فرمایا .... جب اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ سب کے سب اللہ کی عطا پر راضی ہو گئے۔

تو پھر اصحاب رسول کے دشمن کون ہوتے ہیں جو اللہ اور صحابہؓ کے درمیان ہونے والی رضامندی کو اپنی مکروہ چالوں سے توڑنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں اللہ کی طرف سے رضامندی کا اعلان اور اصحاب رسول کو اپنی رضا کی سند .... یہ عارضی اور وقتی نہیں ہے بلکہ یہ خوشخبری دائمی ہے، اگر امام الانبیاء ﷺ کے انتقال کے بعد سوائے تین شخصوں کے باقی تمام صحابہ نے (العیاذ باللہ) مرتد ہو جانا تھا جس طرح کچھ لوگوں کا خیال ہے تو اللہ تعالیٰ انہیں جنت کی خوشخبریوں سے کبھی نہ نوازتا .... وہ عالم الغیب ہے .... وہ علیم بذات الصدور ہے ...... وھو بکل شیء علیم ہے .... وہ دلوں کے راز اور بھید تک جانتا ہے .... اس

نے جانچ کر اور پرکھ کر اور اصحاب رسول کے قلوب کو ٹٹول کر پھر انہیں اپنی رضا اور جنت کے باغات کی بشارت سنائی!

اللہ رب العزت نے اتنے انعامات اور کرم نوازیاں اصحاب رسول پر تب فرمائیں جب ان کے گناہوں، کوتاہیوں، قصوروں، خطاؤں کو معاف فرمادیا رحمت کے پانی سے ان کے قصور دھو دیے .... ان کی لغزشوں تک سے صرف نظر کرلی۔

پھر آج کا کوئی مؤرخ اور مفکر تنقیص اور تنقید کے طور پر ان کی کوتاہیوں کا تذکرہ کرتا ہے یا ان کی غلطیاں گنوانے کے لیے تحقیق کی دوکان کھولتا ہے تو اسے اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا بلکہ کل قیامت کے دن وہ اصحاب رسول کا مجرم بن کر پیش ہوگا۔

اللہ کی رضامندی کی سند کے بعد کسی شخص کو............ جس کا قرآن پر ایمان ہے اصحاب رسول پر تنقید زیب نہیں دیتی .... ہاں جس کا قرآن پر اور سورۃ توبہ کی اس آیت نمبر ۱۰۰ پر ایمان نہیں وہ جو چاہے کہتا پھرے............ بھلا کسی کی زبان کوئی روک سکتا ہے!

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر ہم بھی رضاء الٰہی اور جنت کے طلب گار ہیں تو ہمیں اصحاب رسول کی پیروی کرنی چاہیے............ ان کے ایمان واعمال کی تحسین کرنی چاہیے۔ یاد رکھیں اصحاب رسول سے بغض اور ان کے ایمان واعمال سے بحث اور ان سے عناد رضائے الٰہی سے محرومی اور جنت سے دوری کا باعث ہے

(وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ)

آٹھویں تقریر

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○
مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی
الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ (الفتح ۲۹)
وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ مَقَامٍ آخَر:
لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ
وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ
اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ
الْحُسْنٰی ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۱۰

(الحدید)

ترجمہ: نہیں برابر تم میں سے وہ لوگ جنہوں نے فتح مکہ
سے پہلے مال خرچ کیا اور جہاد کیا یہ لوگ درجے اور
مرتبے میں ان لوگوں سے بلند اور بڑے ہیں جنہوں نے
فتح مکہ کے بعد مال خرچ کیا اور جہاد کیا اور بھلائی کا وعدہ
اللہ نے ان سب سے کر رکھا ہے اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ
اس سے خبردار ہے۔

سامعین گرامی قدر! جس طرح سب انبیاء کرام علیہم السلام اللہ کے دوست، پیارے، مرتضیٰ اور مصطفیٰ ہوتے ہیں مگر ان کے مابین درجات کا فرق ہے۔

اسی طرح اصحاب محمد ﷺ سب کے سب جنتی، مغفور، صادق و عادل ہیں مگر ان کے مابین بھی درجات کا فرق اور تفاوت ہے انبیاء علیہم السلام کی جماعت میں درجوں اور مراتب کے فرق کو قرآن مجید نے بیان فرمایا ہے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ
مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ۚ

(البقرہ ۲۵۳)

یہ رسول ہیں جن میں سے بعض کو بعض پر ہم نے
فضیلت دی ہے ان میں سے کچھ وہ ہیں جن سے اللہ
نے کلام کیا اور بعض کے درجے بلند کر دیے ہیں!

ویسے تو سب انبیاء علیہم السلامؑ اپنے اپنے طور پر بڑا بلند مقام رکھتے ہیں...... اور بڑی اونچی شان رکھتے ہیں...... مگر سب سے اعلیٰ

.... سب سے افضل .... سب انبیاء علیہم السلام سے برتر و بالا قدر

.... عظیم اور بالاقدر اگر کوئی نبی ہے تو وہ عبداللہ کا دریتیم، آمنہ کا نور نظر

امام الانبیاء، خاتم النبیین سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے!

اصحاب رسول کے مابین مراتب کے فرق کو .... اور

درجات کے تفاوت کو اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں بیان فرمایا۔

آیت نمبر ۶۴

سورۃ حدید کی آیت نمبر ۱۰ میں ارشاد ہوا۔

لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ
وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ
اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ
الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿۱۰﴾

اصحاب رسول کی قدوسی صفات جماعت کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا

.... ایک حصہ اور ایک طبقہ وہ جو فتح مکہ سے پہلے ایمان لائے

.... فتح مکہ سے پہلے مال فی سبیل اللہ خرچ کیا .... فتح مکہ سے

پہلے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔

دوسرا طبقہ ان صحابہ کرام کا جو فتح مکہ کے بعد ایمان لائے، فتح مکہ

کے بعد اللہ کے راستے میں مال خرچ کیا ...... اور فتح مکہ کے بعد جہاد کیا۔

اللہ رب العزت نے فیصلہ فرمایا:

کہ جو لوگ فتح مکہ سے پہلے مال خرچ کرتے رہے اور فتح مکہ سے

پہلے جہاد کرتے رہے:

اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ
بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ

ان لوگوں کا درجہ اور مرتبہ بہت بلند و بالا ہے ان لوگوں
سے جو فتح مکہ کے بعد مال خرچ کرتے رہے اور فتح مکہ
کے بعد جہاد کرتے رہے
! فتح مکہ سے پہلے ایمان قبول کرنے والے اور فتح مکہ سے پہلے
اللہ کے راستے میں لڑنے والے .... ان کا درجہ بعد والوں سے اس
لیے بلند ہے کہ وہ دور مظلومیت کا دور تھا .... اس دور میں مسلمان
تعداد اور قوت کے لحاظ سے بھی کم تھے اور مسلمان مالی اعتبار سے بھی کمزور
تھے .... مخالفت شدید تھی .... مشرکین اور باطل پرست کثیر تعداد
میں تھے .... ان حالات میں ایمان قبول کرنا اور اپنا مال اللہ کی راہ
میں لگانا، اور اللہ کی راہ میں جان کے نذرانے پیش کرنا اور جہاد کرنا
نہایت مشکل اور دل گردے کا کام تھا۔

فتح مکہ کے بعد صورت حال بدل گئی، مسلمان تعداد میں بڑھ گئے،
اسلام کا رعب دنیائے کفر پر چھا گیا .... مسلمانوں کی مالی حالت میں
بھی بہتری آ گئی اس لیے اللہ رب العزت نے دونوں ادوار اور دونوں
زمانوں کے مومنوں کے لیے فرمایا کہ یہ درجے، مرتبے، مقام اور اجر
میں برابر نہیں ہو سکتے۔

فتح مکہ سے پہلے ایمان لانے والے فتح مکہ کے بعد ایمان لانے
والوں سے اعلیٰ اور برتر ہیں۔

فتح مکہ سے پہلے اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے والے
.... فتح مکہ کے بعد مال خرچ کرنے والوں سے برتر اور بالا قدر ہیں
فتح مکہ سے پہلے جہاد کرنے والے .... فتح مکہ کے بعد جہاد

کرنے والوں سے مرتبے میں افضل ہیں۔

یہ قرآنی فیصلہ ہے............ یہ رب العرش کا فیصلہ ہے

............اور جس شخص کا قرآن پر ایمان ہے اور جسے اللہ کے فرمان پر یقین ہے............ وہ اس فیصلے کے سامنے اپنے سر کو جھکا دے گا

............وہ اپنی من پسند عقیدتوں کو اس فیصلے کے تابع کر دے گا

............وہ اپنی من چاہی محبتوں کو اس حکم کے سامنے مٹا دے گا۔

یاد رکھیے! عقیدت اور شے ہے اور حقیقت اور چیز ہے ....کیا اس حقیقت سے انکار ممکن ہے؟ کہ فتح مکہ سے پہلے اور خاص کر کے ہجرت سے پہلے............ اسلام کے لیے اور مسلمانوں کے لیے مظلومیت، مصائب اور دکھوں کا دور تھا...... اس دور میں ایمان قبول کرنا جان کو ہتھیلی پر رکھنے کے مترادف تھا...... اس وقت محمد عربی ﷺ کے دامن سے وابستہ ہونا موت کو دعوت دینے اور انگاروں سے کھیلنے کے مترادف تھا۔

اس دور میں اپنے بیگانے ہو گئے تھے، دوست دشمن ہو گئے تھے، رشتے ناطے ٹوٹ گئے تھے، پیار ومحبت کی فضائیں عداوت ونفرت میں تبدیل ہو گئیں تھیں، اصحاب رسول تو اس دور میں عام لوگ تھے ....ان میں سے اکثریت کی دنیاوی اعتبار سے کوئی حیثیت اور وقعت بھی نہیں تھی............ کئی ایک زرخرید غلام تھے............ کئی ایک غربت کے نچلے خانے میں شامل ہوتے تھے............ کئی ایک کا معاشرے اور سوسائٹی میں کوئی مقام بھی نہیں تھا۔

اور اس دور میں حالت یہ تھی کہ عبدالمطلب کے پوتے، ہاشمی

گھرانے کے ایک معزز فرد.........حسب ونسب کے لحاظ سے مکہ میں امتیازی حیثیت کے مالک، امین وصادق کے لقب سے شہرت پانے والے محمد عربی ﷺ جن کا مکہ والے اپنے بڑوں سے زیادہ احترام کرتے اور چھوٹوں سے بڑھ کر ان پر شفقت کرتے.........جنہیں اہل مکہ اپنے جھگڑوں میں ثالث اور فیصل تسلیم کرتے، جن کی راہوں میں وہ پلکیں بچھاتے جن کی امانت و دیانت اور شرافت وحیاء کی وہ قسمیں کھایا کرتے تھے.........جن کے اخلاق کے وہ گرویدہ تھے۔

انہوں نے جب دین فطرت (یعنی دین توحید) کی دعوت دی ....تو مکہ کے لوگوں نے ان کا حیا بھی نہیں کیا.........سارے احترام اور تمام تر اکرام اور عقیدتیں پس پشت ڈال دیں اور مخالفت پر کمر کس لی......... اس عظیم شخصیت کے راستے رکنے لگے۔ پتھر برنے لگے، فتوے لگنے لگے، پھبتیاں کسی جانے لگیں، مذاق اڑنے لگے، گالیاں ملنے لگیں، قتل کے مشورے ہونے لگے، کذاب، مجنون، ساحر شاعر کہا جانے لگا۔

ایسے دور میں اور ایسے وقت میں اور ایسے دگرگوں حالات میں اور ایسی کٹھن کی فضا میں اس صادق وامین محمد عربی ﷺ پر ایمان لانے والوں اور دامن تھامنے والوں پر ہونے والے مظالم اور پیش آنے والے مصائب کا کیا عالم ہوگا.........جب لوگ عبدالمطلب کے پوتے اور ابوطالب کے بھتیجے اور ہاشمی خاندان کے ایک معزز ترین شخص کا لحاظ نہیں کر رہے تھے تو حبشہ کے بلالؓ زرخرید غلام کا کیا حال ہوگا؟ عمارؓ و یاسرؓ اور ابوفکیہؓ کس کھاتے میں ہونگے؟ ان کے ساتھ کس قسم کا سلوک

روا رکھا گیا ہو گا؟

اس دور میں جو لوگ جان ہتھیلی پر رکھ کر .... اور ہر قسم کے نتائج سے بے پرواہ ہو کر محمد عربی ﷺ کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اسلام کے دامن سے وابستہ ہوئے وہ عرش والے کو کتنے پیارے لگتے ہونگے۔

جب خود اللہ کے گھر میں تین سو ساٹھ بت رکھ دیے گئے ہوں......

......گھروں اور دکانوں میں رکھے ہوئے معبودان کے علاوہ ہوں۔

جب معبودوں کی تعداد پوجنے والوں سے زیادہ ہو۔

اس وقت تپتے ہوئے کوئلوں پر لیٹ کر........... احد احد پکارنے والا بلال ؓ اللہ کو کتنا پیارا لگتا ہو گا۔

ان لوگوں کے ایمان کا مقابلہ کون کر سکتا ہے؟ کہ جب مکہ کی ساری آبادی میرے نبی کی دشمن تھی تب انہوں نے دوستی کا ہاتھ بڑھایا تھا۔

لوگوں نے میرے نبی ﷺ کو زخم لگائے تو انہوں نے مرہم رکھا ....لوگوں نے ستایا تو انہوں نے تسلیاں دیں ....لوگوں نے کذاب کے طعنے دیئے تو انہوں نے صادق کہا...........لوگ مخالف ہو گئے تو یہ موافق ہو گئے........... انہوں نے راستے میں پلکیں بچھائیں، فرمانبرداری اور اطاعت کی مثالیں قائم کیں، خدمت گزاری کے لیے ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کی محبت وایثار اور عقیدت وپیار کے وہ نمونے پیش کیے کہ دشمن بھی دنگ رہ گئے۔

پھر انہوں نے ہجرت کی........... اپنا وطن، پیارا وطن مکہ مکرمہ جس میں بیت اللہ ہے اسے چھوڑا اپنا گھر بار اور کاروبار غرضیکہ ہر چیز دین

پہ قربان کردی وطن سے بے وطن ہو گئے..........مکہ سے تقریباً پانچ سو
کلومیٹر دور مدینہ منورہ میں جا آباد ہوئے۔

مگر یہاں بھی سکھ کا سانس لینا نصیب نہیں ہوا..........مصائب،
دکھ، پریشانیاں مشرکین مکہ کبھی بدر میں آ دھمکے، کبھی احد میں پہنچے، کبھی
خندق میں برسر پیکار ہوئے صحابہ کرام ہجرت کرنے کے بعد مسلسل جنگوں
اور لڑائیوں میں مصروف رہے..........عزیز واقارب شہید ہوتے رہے،
اپنے وجود پر زخم سہتے رہے، اپنوں کے لاشے اٹھاتے رہے۔

پھر مکہ مکرمہ فتح ہو گیا..........پورا عرب اسلام کے زیر نگین آ گیا
..........مشرکین مکہ نے بھی سر تسلیم خم کر دیا..........اسلام کو عروج ملا،
مسلمانوں کو دنیوی عزت وعظمت سے مالا مال کر دیا گیا..........دکھ..........سکھ
میں بدل گئے، مصائب راحتوں میں تبدیل ہو گئے، تکالیف، غم کے سائے
چھٹ گئے، خوف وحزن کی کیفیت کافور ہو گئی، فتوحات اور مال غنیمت کے
ڈھیر لگنے لگے۔

سامعین گرامی قدر! اب آپ ہی فیصلہ فرمائیں.......... کہ فتح
مکہ سے پہلے ایمان لانے والے اور فتح مکہ کے بعد کلمہ پڑھنے والے کیا
برابر ہو سکتے ہیں؟

فتح مکہ سے پہلے جہاد کرنے والے اور فتح مکہ کے بعد جنگیں
کرنے والے مرتبے میں ایک جیسے ہو سکتے ہیں؟

اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہی ہو گا..........تو پھر اس
حقیقت کو تسلیم کر لیجیے کہ واقعہ کربلا غزوہ بدر کے ہم پلہ نہیں ہو سکتا..........اور
شہادت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہداء احد کا مقابلہ نہیں کر سکتی!

عقیدت ومحبت مجھے بھی سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت زیادہ ہے.........وہ نواسۂ رسول ہیں.........ولادت کے وقت ان کے کان میں اذان امام الانبیاء ﷺ نے دی.........آپ ﷺ نے انہیں گھٹی لگائی پھر نام رکھا.........سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت اعلیٰ ہیں بہت عظیم ہیں، بہت بلند مرتبہ اور عظیم المقام ہیں.........وہ صحابیٔ رسول ہیں.........مگر حقیقت یہ ہے اور یہ حقیقت قرآن نے بیان کی ہے کہ فتح مکہ کے بعد جہاد کرنے والے.........فتح مکہ سے پہلے جہاد کرنے والوں کے ہم مرتبہ نہیں ہو سکتے!

فتح مکہ ۸ھ میں ہوا.........اور غزوہ بدر فتح مکہ سے چھ سال پہلے ۲ھ میں ہوا اور غزوہ احد فتح مکہ سے پانچ سال پہلے ۳ھ میں ہوا۔

اور واقعہ کربلا فتح مکہ کے تقریباً ۵۳ سال بعد ۶۱ھ میں ہوا ....تو پھر اس قرآنی فیصلے کے سامنے اگر سر جھکانا ہے.........اور عرش والے کی بیان کردہ حقیقت کو اگر ماننا ہے۔

تو پھر مانئے کہ واقعہ کربلا غزوہ بدر و احد اور خندق کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور شہادت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ بدر کے شہداء اور غزوہ احد کے شہداء کے ہم مرتبہ نہیں ہو سکتی!

موضوع روایات کا سہارا لے کر.........من گھڑت کہانیوں پر اعتبار کر کے.........قصے، مرثیے، شعر و شاعری، لطیفے، چٹکلے، بے سروپا واقعات کا لحاظ کر کے آپ جو کچھ بھی کہیں آپ کی مرضی ہے.........آپ کو کون روک سکتا ہے؟

مگر قرآن کی سورۃ حدید.........اور سورۃ حدید کی آیت نمبر ۱۰

نے یہ واضح اور کھلا فیصلہ کیا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے جہاد کرنے والے فتح مکہ کے بعد جہاد کرنے والوں سے درجے اور مرتبے میں بہت اونچے اور بہت عظیم اور بہت بلند ہیں۔

آیئے میں آپ حضرات کے سامنے غزوۂ بدر و احد اور غزوۂ خندق کے متعلق کچھ آیاتِ قرآنی پیش کروں۔ ذرا توجہ اور غور سے سماعت فرمایئے:

اسلام اور کفر کے درمیان، مسلمانوں اور کفار کے مابین اور حق و باطل کے درمیان پہلا معرکہ بدر کے میدان میں لڑا گیا۔

مسلمان ابوسفیان کے ۶۰ آدمیوں پر مشتمل قافلے کو راستے میں روکنے کے لیے نکلے تھے.........تعداد میں کم اور بے سرو سامان ....کہ اللہ رب العزت نے انہیں ابو جہل کی قیادت میں آنے والے ایک ہزار جنگجو.........اور مسلح اور تجربہ کار لشکر کے مقابل لا کھڑا کیا!

مسلمانوں کے لیے بہت ہی سخت آزمائش اور کڑوے امتحان کا وقت تھا.........وہ بہت کم تعداد میں تھے، وہ لڑنے کی تیاری کر کے نہیں نکلے تھے.........بے سرو سامان اور اکثریت ناتجربہ کار لوگوں پر مشتمل تھی!

مقابلے میں ان سے تین گناہ بڑا لشکر تھا.........جو ہر قسم کے اسلحہ اور ساز و سامان سے لیس تھا......... اس میں تجربہ کار جنگجو اور پہلوان قسم کے فوجی موجود تھے!

پھر عجیب اتفاق یہ ہوا کہ کفار نے پہلے پہنچ کر ہموار زمین اور پانی پر اپنا قبضہ جما لیا لشکر اسلام نچلی جگہ پر تھا جہاں ریت بہت زیادہ تھی جس

میں چلتے ہوئے پاؤں زمین میں دھنس جاتے۔

پانی نہ ملنے کی وجہ سے وضو کرنے اور غسل کرنے میں دقت کا سامنا تھا..........پھر اوپر سے پیاس کی شدت نے پریشان کر رکھا تھا

مسلمان اس ظاہری صورتِ حال سے خاصے پریشان ہوئے ......شیطان نے عجیب عجیب وسوسے ذہنوں میں ڈالنے شروع کیے۔

پھر اللہ کی نصرت و مدد اترنے لگی.........زور کا مینہ برسا جس سے میدان کی ریت جسم گئی، غسل اور وضوء کرنے کے لیے اور پینے کے لیے پانی جمع ہو گیا، کفار کے لشکر والی جگہ کیچڑ اور پھسلن کی آماجگاہ بن گئی۔

جب یہ ظاہری پریشانیاں دور ہو گئیں تو مسلمانوں پر تھوڑی دیر کے لئے اونگھ طاری کر دی گئی آنکھ کھلی تو تمام تھکاوٹ دور اور ہر قسم کا خوف جاتا رہا۔

ارشاد ہوتا ہے:

اِذْ یُغَشِّیْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَیُنَزِّلُ عَلَیْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّیُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَیُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّیْطٰنِ وَلِیَرْبِطَ عَلٰی قُلُوْبِكُمْ وَیُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ﴿۱۱﴾

اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَی الْمَلٰٓىِٕكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿۱۲﴾ (الانفال)

جس وقت اللہ نے تم پر اونگھ طاری فرمادی اپنی طرف سے

تسکین کے واسطے اور اتارا تم پر آسمان سے پانی تاکہ
اس کے ذریعے تمہیں پاک صاف کر دے اور دور کر
دے تم سے شیطان کی نجاست اور مضبوط کر دے تمہارے
دلوں کو اور جما دے اس کے ذریعے تمہارے قدموں کو
جب حکم بھیجا تیرے رب نے فرشتوں کو کہ میں تمہارے
ساتھ ہوں پس تم مومنوں کے دل مضبوط رکھو میں کفار
کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا پس کفار کی گردنوں پر وار
کرو اور ان کے پور پور کاٹ دو۔

حدیث وسیرت اور تاریخ کی کتب میں موجود ہے کہ امام الانبیاء ﷺ غزوۂ بدر والی رات تمام رات سر سجدے میں رکھ کر اپنے مولا کے آگے عاجزیاں، استغاثہ اور فریاد کرتے رہے۔

آپ ﷺ کے لیے ایک عریش (عارضی جھونپڑی) بنایا گیا تھا .... جس کے باہر تمام رات سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہرہ دیتے رہے آپ ﷺ کی زبان مقدس پر دعا کے یہ الفاظ تھے:

اَللّٰهُمَّ اِنْ تُهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةُ لَنْ تُعْبَدَ فِي الْاَرْضِ اَبَدًا۔

اے میرے مولا! یہ تین سو تیرہ کی میری جماعت .... یہ میری زندگی کی کمائی اور میرا سرمایہ .... انہوں نے ہر موقع پر میرا ساتھ دیا .... میں نے انہیں بارہا آزمایا یہ ہر آزمائش میں پورا اترے۔

مولا! اگر آج یہ میری جماعت یہاں کام آ گئی تو پھر دھرتی

پر تیری خالص عبادت کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔

مولا! میری اور ان کی مدد فرما۔

آیت نمبر ۶۵ اللہ رب العزت نے میرے نبی ﷺ کے استغاثے اور اصحاب رسول کی فریاد اور پکار کے جواب میں فرمایا ....قرآن نے اسے بیان کیا:

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۝ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ (الانفال)

اس وقت کو یاد کرو جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے پھر وہ تمہاری فریاد کو پہنچا کہ میں ایک ہزار فرشتے اتار کر تمہاری مدد کرونگا جو فرشتے لگاتار چلے آئیں گے۔ اور اللہ رب العزت نے یہ امداد محض خوشخبری کے لیے دی ہے تاکہ اس کے ذریعہ تمہارے دل مطمئن ہو جائیں اور مدد صرف اللہ کی طرف سے ہے جو زبردست اور حکمت والا ہے۔

آیت نمبر ۶۶ جنگ بدر میں اللہ رب العزت نے نبی اکرم ﷺ کو فتح اور کامیابی کی بشارت اور حکم دیا کہ ایک مٹھی میں کنکریاں لے کر کفار کے لشکر کی جانب پھینکئے............پھینکنا آپ ﷺ کا کام ہوگا اور ہر کافر کی آنکھ

تک پہنچانا میرا کام ہوگا۔

پھر بے سر وسامان، نہتے اور معمولی تعداد کے لشکر اسلام کو اپنی قدرت وطاقت سے فتحیاب فرمادیا اور ناتجربہ کار .... کمزوروں کے ہاتھوں مکہ کے بڑے بڑے نامور پہلوانوں کو پٹوادیا۔

ان دونوں باتوں کو قرآن نے کس طرح بیان فرمایا ذرا سنیے:

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾ (الانفال)

پس کفار کو تم نے قتل نہیں کیا بلکہ انہیں اللہ نے قتل کیا اور آپ ﷺ نے مٹھی خاک کی نہیں پھینکی تھی جب آپ ﷺ نے پھینکی تھی بلکہ وہ اللہ نے پھینکی (یہ اس لیے کیا گیا تاکہ اللہ کی قدرت ظاہر ہو) تاکہ ایمان والوں پر اپنی طرف سے خوب احسان کرے بے شک اللہ (ہر پکار کو) سننے والا اور (ہر ایک کے حالات کو) جاننے والا ہے۔

سامعین گرامی قدر! غزوۂ بدر کے سلسلہ میں میں نے صرف تین آیات آپ حضرات کے سامنے پیش کی ہیں (مزید مطالعہ کے لیے سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۲۳ سے ۱۲۷ اور سورت الانفال آیت نمبر ۵ سے لے کر آیت نمبر ۱۹ تک دیکھیے)

جن سے ثابت ہو رہا ہے کہ غزوۂ بدر کے شرکاء مخلص مومن، اللہ کی

نصرت ورحمت پر یقین کامل رکھنے والے اور اپنی فریاد اللہ کے دربار میں پیش کرنے والے لوگ تھے!

اللہ نے ان کی فریاد کو شرف قبولیت بخشا اور آسمان سے مینہ برسا کر اور ان پر اونگھ طاری فرما کر اور ایک ہزار فرشتے اتار کر ان کی مدد فرمائی۔

پھر اللہ رب العزت نے ان کے فعل قتال کو اپنی طرف منسوب کرتے ہوئے فرمایا کہ کفار کو تم نے نہیں مارا بلکہ میں نے مارا ہے۔

اگر یہ لوگ مؤمن نہیں تھے اور مخلص مؤمن نہیں تھے (جس طرح چند بدبخت حضرات کا خیال ہے) تو اللہ رب العزت ان کی تعریفیں کیوں کر رہا ہے؟ اللہ ان کے مؤمن ہونے کی گواہیاں کیوں دے رہا ہے؟ اللہ فرشتے اتار کر انکی نصرت اور مدد کیوں کر رہا ہے .... اللہ ایک ہزار فرشتوں کے علاوہ مزید فرشتے اتارنے کی مشروط پیش کش کیوں کر رہا ہے؟

کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ بدر کے تین سو تیرہ شرکاء میں سیدنا صدیق اکبرؓ شامل تھے یا نہیں؟

کیا شرکاء بدر میں سیدنا فاروق اعظمؓ موجود نہیں تھے؟

غزوۂ بدر کے موقع پر سیدنا علیؓ بن ابی طالب کے کارناموں سے کوئی ذی ہوش انکار کر سکتا ہے؟

سیدنا طلحہؓ، سیدنا زبیرؓ، سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ، سیدنا امیر حمزہؓ، سیدنا ابو عبیدہ بن الجراحؓ، یہ سب حضرات غزوۂ بدر میں شریک تھے اور ان ہی کے تذکرے قرآن نے کیے .... اور ان ہی کی دلجوئی اور اطمینان قلب کے لیے کبھی بادل برسا اور پھر فرشتے اترے۔ اور ان ہی

خوش نصیبوں کے لیے میرے نبی ﷺ نے فرمایا تھا:

عرش والے نے بدر کے میرے تین سو تیرہ یاروں کو جھانک کر

دیکھا اور فرمایا:

اِعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ قَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ وَ بَدَّلْتُ

سَیِّاٰتِکُمْ حَسَنَاتٍ (بخاری)

آج کے بعد جو دل میں آئے کرتے رہو میں نے تمہیں
معاف کر دیا ہے اور تمہاری تقصیرات اور قصوروں کو بھی
میں نے نیکیوں میں تبدیل کر دیا ہے۔

جس شخص کا قرآن پر ایمان ہے اور جس شخص کو محمد عربی ﷺ کے فرمان پر اعتماد ہے۔ وہ شخص بدر کے شرکاء اصحاب رسول کی عظمتوں اور رفعتوں سے انکار نہیں کر سکتا.......... وہ ان پر تنقید بھی نہیں کر سکتا اور ان کی تنقیص بھی نہیں کر سکتا۔

ہاں جس شخص کا خیال یہ ہے کہ موجودہ قرآن خلفاء ثلاثہ کا جمع کردہ ہے اور انہوں نے اس میں ردوبدل کر دیا ہے.......... اور یہ قرآن جبریل علیہ السلام کا نازل کردہ قرآن نہیں ہے.......... ایسا شخص اگر صحابہ کرامؓ کے بارے میں اپنے دل میں بغض پالے تو اس پر گلہ اور شکوہ بھی نہیں ہے..........

اصحاب رسول پر تنقید کرنے والے شخص کو اپنی مغفرت و نجات کی فکر کرنی چاہیے.......... جن عظیم لوگوں پر وہ تنقید کر رہا ہے ان کے قصوروں کو تو رب کبھی کا معاف کر کے ان سے اپنی رضا اور جنت کے وعدے کر چکا ہے۔

غزوۂ احد | فتح مکہ سے پہلے لڑی جانے والی جنگوں میں غزوۂ احد بھی ہے جو ۳ھ میں فتح مکہ سے تقریباً پانچ سال پہلے لڑی گئی اس غزوہ میں بھی منافقین کے پول کھلے.........اور بھی منافقین کے چہروں پر پڑے تہہ بہ تہہ پردے اللہ رب العزت نے ایک ایک کر کے سرکا دیئے.........وقتی طور پر اور عارضی طور پر تھوڑی دیر کے لیے مسلمانوں کو شکست سے دوچار کر کے سونے کی طرح خالص مومنوں کو الگ کر دیا اور اسلام کا لبادہ اوڑھنے والے مفاد پرست، خود غرض، دین دشمن منافقین کو الگ کر دیا۔

تین ہزار کفار و مشرکین بدر کی خفت اور شکست کا بدلہ چکانے کے لیے اور مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے کے لیے مکہ مکرمہ سے نکل کھڑے ہوئے! انہوں نے احد کے قریب خیمہ زن ہونے کا فیصلہ کیا۔

ادھر نبی اکرم ﷺ ایک ہزار کا لشکر لے کر جانب احد روانہ ہوئے راستے سے ہی عبداللہ بن ابی تین سو ساتھیوں کو لے کر لشکر اسلام سے علیحدہ ہو گیا اور یہ کہتا ہوا واپس پلٹ گیا کہ جب میرا مشورہ (مدینے کے اندر رہ کر دفاعی جنگ کی جائے) نہیں مانا گیا تو ہمیں لڑنے کی کیا ضرورت ہے۔

اب مسلمانوں کی تعداد سات سو کے قریب رہ گئی.........عبداللہ بن ابی کا عین موقع پر تین صد آدمیوں کو لے کر نکل جانا.........مسلمانوں کے دو قبیلے بنو حارثہ اور بنو سلمہ کے لوگوں کے لیے کچھ لمحات کے لیے پریشانی کا باعث بنا.........ان کے دلوں میں کچھ کمزوری پیدا ہوئی.........خیال آیا کہ میدان چھوڑ کر واپس مدینہ چلے جائیں۔

مگر اللہ رب العزت نے ان کی دستگیری فرمائی اور ان کے

دلوں کو مضبوط کر دیا قرآن نے اسے کس طرح بیان فرمایا ذرا سنئے:

آیت نمبر ٦٧

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝

(آل عمران)

اور جب صبح کو آپ اپنے گھر سے نکلے بٹھلانے لگے مسلمانوں کو لڑائی کے مورچوں پر اور اللہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔ جب تمہاری دو جماعتیں پست ہمتی کا ارادہ کر چکی تھیں اور اللہ ان کا ولی اور مددگار تھا اور اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے مسلمانوں کو!

سامعین گرامی قدر! اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے غزوہ احد کے شرکاء کو مؤمنین فرمایا ہے اور مسلمانوں کے دو قبیلے جن کے قدم کچھ لرزنے لگے تھے ان کے بارے میں فرمایا کہ میں ان کا ولی اور مددگار بن گیا.......... اور آخر میں ایک مرتبہ پھر انہیں مؤمن کے لقب سے یاد کیا۔

غزوہ احد میں شریک سات صد مسلمان.......... ان میں سیدنا ابوبکرؓ، سیدنا عمرؓ، سیدنا عثمانؓ اور سیدنا علیؓ بن ابی طالب شامل تھے .... جن کے ایمان کی گواہی قرآن نے دی۔

آج کوئی منکرِ قرآن ہی ہوگا جو ان کے ایمان و اخلاص میں اور

ان کے توکل علی اللہ کے جذبے میں شک کرے.......... قرآن پہ ایمان رکھنے والا تو غزوہ احد میں شریک ایک ایک مجاہد، ایک ایک غازی اور ایک ایک شہید کو مؤمن بلکہ ایمان داروں کا سرخیل ہی سمجھے گا۔

آیت نمبر ۶۸،۶۹

غزوہ احد میں ستر صحابہ کرامؓ نے جام شہادت نوش فرمایا.......... ان میں امام الانبیاء ﷺ کے چچا سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے ان شہداء کو اللہ کے ہاں عالم برزخ میں جو زندگی اور جو عیش و نشاط حاصل ہوا اس کا تذکرہ سورۃ آل عمران میں واقعات احد کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِھِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ (آل عمران)

جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے آپ انہیں مردہ نہ سمجھیں بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں کھاتے پیتے اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل جو ان کو عطا کر رکھا ہے اس سے بہت خوش ہیں اور خوشیاں منا رہے ہیں ان لوگوں کی بابت جو ابھی تک ان کے پاس نہیں پہنچے ان کے پیچھے سے اس واسطے کہ انہیں نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے وہ خوش ہوتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل سے اور

بات سے بھی کہ اللہ ضائع نہیں کرتا مزدوری ایمان والوں کی!

سامعین گرامی قدر! یہ اطلاع (کہ شہیدا پنے رب کے ہاں زندہ ہیں، کھاتے پیتے خوشیاں مناتے)......... اللہ رب العزت نے غزوۂ احد کے شہداء کی ارواح کے کہنے پر دنیا والوں کو دی۔

(دیکھیے مسند احمد ج ا ص ۲۶۵، سنن ابی داؤد کتاب الجہاد)

اصحاب رسول میں سے جو لوگ شہادت کے مرتبے پر فائز ہوئے ان کے مقام و مرتبہ اور ان کی عظمت و شان کو اس آیت میں بیان فرمایا گیا۔

اگر (العیاذ باللہ) وہ مخلص مؤمن نہ ہوتے .... خود غرض اور طمع پرست، دنیادار اور لالچی ہوتے تو اللہ رب العزت انہیں شہادت کے یہ بلند و بالا مرتبے کیوں عطا فرماتا؟

عرش کا مالک جو سینوں کے راز بہتر جانتا ہے ان کی جاں فروشی کی داستانیں کیوں بیان کرتا؟

آیت نمبر ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳

مشرکین مکہ وقتی فتح کے گھمنڈ میں سرشار ہو کر بہت جلد میدان چھوڑ کر مکہ کی طرف پلٹ گئے .... کچھ آگے جا کر ان کو خیال آیا کہ ہم نے تو ایک سنہری موقع ضائع کر دیا......... مسلمان تو زخموں سے نڈھال تھے اور ہم انہیں یونہی چھوڑ کر جلدی میں واپس آ گئے۔

ہمیں واپس جا کر دوبارہ حملہ کرنا چاہیے اور مسلمانوں کی رہی سہی طاقت کا قلع قمع کر دینا چاہیے۔

امام الانبیاء ﷺ کو کسی ذریعہ سے مشرکین مکہ کے اس ارادے کا علم ہوا تو آپ نے اعلان فرمایا کہ:

جو لوگ کل لڑائی میں ہمارے ساتھ شریک تھے وہ دشمن کا تعاقب کرنے کے لیے تیار ہو جائیں .... اس سے پہلے کہ مشرکین کا لشکر مدینے کا رخ کرے ہم باہر نکل کر ان سے دو دو ہاتھ کر لیتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ نے یہ اعلان سنا تو ذرا بھی نہیں گھبرائے .... کئی دنوں کے تھکے ماندے، زخموں سے چور اور نڈھال .... ہر گھر کا کوئی نہ کوئی عزیز شہید ہوا تھا .... اپنوں کی جدائی کا غم .... مگر اعلان سنتے ہی صحابہ کرامؓ نکل پڑے اور مدینہ منورہ سے تقریباً ۱۲ کلو میٹر کے فاصلے پر مقام حمراء الاسد تک جا پہنچے قرآن نے اسے کس انداز میں بیان فرمایا:

اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛؕ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۚ﴿۱۷۲﴾

اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا ۖۗ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ ﴿۱۷۳﴾ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ یَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۷۴﴾ (آل عمران)

جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو مانا اس
کے بعد کہ انہیں (احد میں) زخم لگ چکے تھے جو لوگ
ان میں سے نیک اور پرہیزگار ہیں ان کے لیے بہت بڑا
ثواب اور اجر ہے۔
(منھم میں من بعضیہ نہیں بیانیہ ہے اس لیے کہ جن
لوگوں نے اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کی تھی وہ سب
کے سب محسن اور متقی تھے .... یہ دونوں صفتیں بیان
کرنے سے مقصد ان کی لوگوں کی تعریف و مدح کرنا
مقصود ہے یعنی اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا اس لیے لائق
تعریف و توصیف ہیں کہ ان میں احسان اور تقوی کی
صفات پائی جاتی ہیں) (یہ وہ لوگ تھے) جن کو
(ابوسفیان کے جاسوسوں) نے کہا تھا کہ مشرکین مکہ
تمہارے مقابلے میں لشکر جمع کر رہے ہیں لہذا تم ان سے
خوف کھاؤ تو یہ خبر سن کر ان کا ایمان اور بڑھ گیا اور وہ کہنے
لگے ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ کیا خوب کارساز ہے۔ (نتیجہ
یہ ہوا) کہ مسلمان اللہ کے فضل اور نعمت کے ساتھ پلٹے اور
انہیں کوئی برائی نہ پہنچی انہوں نے اللہ کی رضامندی کی
پیروی کی اور اللہ کا فضل بڑا ہے۔
کچھ مفسرین نے لکھا ہے کہ:
ابوسفیان نے غزوۂ احد کے موقع پر اعلان کیا تھا کہ اگلے سال بدر
میں پھر لڑائی ہوگی .... امام الانبیاء ﷺ نے اس کے چیلنج کو قبول

فرمالیا۔

وقت آنے پر ابوسفیان بھی ایک لشکر کے ساتھ نکلا اور امام الانبیاء ﷺ نے بھی صحابہ کرام کو نکلنے کا حکم صادر فرمایا........ابوسفیان کو راستے میں مسلمانوں کے جوش اور جذبے کا علم ہوا تو حوصلے پست ہو گئے اور ہمت جواب دے گئی........ وہاں سے پلٹنا چاہا مگر چاہتا تھا کہ واپسی کا الزام مسلمانوں پر آئے........ مدینے جانے والے ایک قافلے کو کچھ لالچ دے کر آمادہ کیا کہ مدینے جا کر انہیں مبالغہ آمیزی سے ہمارے لشکر کی، ہماری قوت کی اور ہمارے ارادوں کی اطلاع دو تاکہ ان کے حوصلے پست ہو جائیں اور وہ واپس مدینے بھاگ جائیں اور وعدہ خلافی اور بزدلی کا الزام مسلمانوں پر آ جائے۔

انہوں نے اطلاع دی تو مسلمانوں کے ایمان ویقین اور استقلال میں مزید اضافہ ہوا اور انہوں نے حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْل کا نعرہ لگایا۔

مسلمان حسب وعدہ بدر تک پہنچے وہاں تجارتی منڈی لگتی تھی ....تین شب و روز تجارت کی، نفع کمایا اور کامیابی وکامرانی کے ساتھ اللہ کا فضل ونعمت اور رضا کی سند لے کر لوٹے، اسے تاریخ میں بدر صغریٰ کہتے ہیں۔

سامعین گرامی قدر! غزوۂ احد کے فوری بعد یا غزوۂ احد سے ایک سال بعد اس واقعہ نے جسے قرآن نے اپنے اوراق میں جگہ دی ....عظمت اصحاب رسول پر اور صحابہ کرامؓ کی وفاداری اور اسلام کے لیے بے لوث خدمات پر مہر تصدیق ثبت نہیں کر دی؟

ستر ساتھیوں کی جدائی کا غم کھائے ہوئے لوگ ۔ خود زخموں سے چور اور نڈھال ، کئی دنوں کے تھکے ہوئے اور کئی راتوں کے جاگے ہوئے .... مگر اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کی ایک آواز پر بلکہ اشارہ ابرو پر لبیک کہتے ہوئے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے ۔

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ کے ترانے زبانوں پر اور شہادت کا جذبہ دلوں میں لئے ہوئے .... مقام بدر تک جا پہنچے یا حمرا الاسد تک پہنچ گئے ۔

قرآن نے انہیں محسن ، متقی ، اجر عظیم کے مستحق ، ایمان دار ، اللہ کے فضل و نعمت سے مالا مال ، رضائے الہی کے پیروکار قرار دیا ۔

ان قرآنی شہادتوں کے ہوتے ہوئے اگر کوئی شخص انہیں مفاد پرست ، دنیادار ، کنبہ پرور ، یا کینہ پرور اور منافق کہتا ہے تو اس شخص کا موجودہ قرآن پر ایمان نہیں ہو سکتا ۔

قرآن پر ایمان رکھنے والا شخص اصحاب رسول کی عظمتوں ، ان کی اسلام کے لیے خدمات ، دین کی سربلندی کے لیے کوششوں اور محمد عربی ﷺ کے ساتھ ان کی وفاداریوں سے انکار نہیں کر سکتا !

غزوہ خندق یہودیوں کے ایک قبیلے بنو نضیر کو مسلسل عہد شکنیوں کی بنا پر مدینہ سے جلاوطن کر دیا گیا تھا .... یہ خیبر میں جا کر آباد ہو گئے ۔

یہ انتقام کے جوش میں مشرکین و کفار کے ایک ایک قبیلے اور ایک ایک علاقے میں پھرے اور انہیں اکسایا کہ سب مل کر مدینہ پر حملہ آور ہوں اور مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے انہوں نے مکہ سے ابوسفیان کو تیار کر لیا ، بنو غطفان سے عیینہ بن حصین کو ساتھ ملایا ، بنو مرہ سے

حارث کو ساتھ لیا ان کے علاوہ بنو وائل، بنو اشجع اور نجد کے کچھ قبائل کو بھی آمادہ کر لیا۔

دس ہزار سے پندرہ ہزار تک مؤرخین نے ان کی تعداد لکھی ہے .... ان سب قبائل نے مدینے کا رخ کر لیا۔

امام الانبیاء ﷺ کو جب اطلاع ملی آپ ﷺ نے سیدنا سلمان فارسیؓ کے مشورے سے مدینہ کے ارد گرد خندق کھودنے کا حکم دیا۔

سخت سردی کا موسم تھا، غلہ ناپید تھا، بھوک کی وجہ سے صحابہ کرامؓ نے اور خود امام الانبیاء ﷺ نے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے تھے۔

مگر میرے نبی ﷺ کے جانثار صحابہ اور ان کے محبوب قائد سنگلاخ اور سخت پہاڑی زمین کی کھدائی میں حیرت انگیز قوت اور مردانہ وار ہمت کے ساتھ مشغول تھے!

اصحاب رسول محبت رسول کے جذبے سے .... اور اعلائے کلمۃ اللہ کے ولولے سے سرشار ہو کر پتھریلی زمین پر کدال مارتے اور مل کر کہتے:

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوا مُحَمَّدًا
عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِينَا أَبَدًا

ہم وہ ہیں جنہوں نے ساری زندگی کے لیے جہاد کرنے پر
محمد عربی ﷺ کی بیعت کر رکھی ہے۔

نبی اکرم ﷺ اس کے جواب میں فرماتے:

اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الْآخِرَةْ
فَاغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَ الْمُهَاجِرَةْ

مولا! اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے اس لیے میرے
مولا سب انصار اور سب مہاجرین کو معاف فرما دے۔

نسائی نے حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ صحابہ کرام خندق کھود رہے تھے کہ ایک بڑا پتھر.......... چٹان کی طرح ہماری راہ میں آ گیا.......... جس پر کدالیں کام نہیں کرتی تھیں۔

امام الانبیاء ﷺ کو اطلاع کی گئی، آپ ﷺ تشریف لائے .... کدال ہاتھ میں لی اور پوری قوت سے ضرب لگائی ایک تہائی پتھر ٹوٹ گیا اور اس میں سے بجلی کی سی چمک اور روشنی نمودار ہوئی۔

آپ ﷺ نے فرمایا شام کے خزانے میرے قدموں میں آئیں گے۔

پھر ضرب لگائی جس سے تہائی پتھر ٹوٹ گیا آپ نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور فرمایا میں مدائن کے محلات کی تمہیں خوشخبری دیتا ہوں۔

پھر تیسری ضرب لگائی پتھر مکمل طور پر ٹوٹ گیا آپ ﷺ نے فرمایا اللہ اکبر مجھے یمن کی چابیاں دی گئیں اور میں صنعاء کا دروازہ دیکھ رہا ہوں۔

معزز حضرات! یہ بات ذہن میں رہے کہ جن علاقوں کے فتوحات کی خوشخبریاں امام الانبیاء ﷺ دے کر خوش اور مسرور ہو رہے تھے اور اللہ اکبر کے پُر جوش نعرے لگا رہے تھے، یہ سب علاقے خلفاء ثلاثہ (سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم) اور سیدنا امیر معاویہؓ کے دور خلافت میں فتح ہوئے۔

اگر بقول بعضے یہ حضرات مخلص مومن نہیں تھے اور مفاد پرست

اور غاصب وظالم تھے تو امام الانبیاء ﷺ کی اس پیشن گوئی کا کیا بنے گا؟ اس پیشین گوئی کو کس کھاتے میں ڈالو گے؟

اگر صادق وامین رسول ﷺ کی پیشن گوئی سچی ہے........ اور ہر مومن اسے سچا سمجھتا ہے تو پھر یہ حقیقت تسلیم کرنی ہوگی کہ خلفاء ثلاثہ اور امیر معاویہ ؓ کی خلافت وحکومت سو فیصد برحق اور علیٰ نہج النبوۃ تھی۔

قرآن نے غزوہ خندق میں مسلمانوں کی حالت، اور پریشانی کو کس طرح بیان فرمایا........ آیئے سنئے:

آیت نمبر ۷۶،۷۵،۷۴

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۝ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۝ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ۝ (الاحزاب)

اے ایمان والو! اپنے اوپر ہونے والا اللہ کا انعام اور احسان یاد کرو جب چڑھ آئیں تھیں تم پر فوجیں پھر ہم نے ان پر تیز آندھی بھیجی اور ایسے لشکر بھیجے جن کو تم نے نہیں دیکھا اور اللہ تمہارے اعمال کو دیکھنے والا ہے جب مشرکین وکفار تم پر چڑھ آئے تھے اوپر سے اور نیچے کی

جانب سے اور جب (گھبراہٹ کی وجہ سے) آنکھیں کھلی
کی کھلی رہ گئیں تھیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے اور تم اللہ کی
نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔

(کفار کی تعداد اور ظاہری طنطنہ اس روز بہت زیادہ تھا اسے دیکھ کر بتقضائے بشریت صحابہ کرام کے دلوں میں مختلف خیالات آتے تھے ....کہ شاید آج ہماری فتح نہ ہو، بعض کا خیال تھا کہ فتح یقیناً ہمارا مقدر بنے گی.......... کچھ کے دل میں وسوسہ آتا کہ آج کہیں مدینے پر کفار کا قبضہ ہی نہ ہو جائے۔

یا یہ خطاب ان تمام لوگوں سے ہے جو ایمان کا اظہار کرتے تھے خواہ اخلاص کے ساتھ یا منافقانہ طریقے سے.......... اس خطاب کے مخاطب مخلص مومن اور منافق ہیں مومنوں کا خیال اور گمان یہ تھا کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے یقیناً وہ ہماری مدد کرے گا اور آج فتح ہماری ہوگی جیسے آیت نمبر ۲۲ میں بیان فرمایا۔

اور منافقین کا گمان یہ تھا کہ اللہ کا وعدہ نصرت جھوٹا ہے اور
آج مسلمانوں کا دنیا سے نام مٹ جائے گا۔ (جیسے آیت نمبر
۱۲ میں بیان فرمایا)

هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا
شَدِيْدًا ﴿١١﴾

اسی جگہ ایمان والے آزمائے گئے اور پوری طرح ان کو جھنجھوڑ دیا گیا۔

آیت نمبر ۷۷ مشرکین و کفار کی ہزاروں کے تعداد میں فوجیں

اور لشکر کو دیکھ کر.........اور ان کے کروفر سے متاثر ہو کر منافقین لگے بھاگنے اور تذبذب اور پریشانی میں بزدلی اور کمزوری کی باتیں کرنے لگے بلکہ مخلص مومنوں سے بھی کہنے لگے کہ آج بچنے کی ایک ہی صورت ہے کہ واپس مدینے پلٹ جاؤ یا اپنے قدیمی دین جو تمہارے آباء و اجداد کا تھا اس کی طرف پلٹ جاؤ۔

ان منافقین کی کم ہمتی، نفاق، شرارت اور بزدلی کا تذکرہ کرنے کے بعد مخلص مومن.........اصحاب رسول کے اخلاص و ایثار اور ان کی ثابت قدمی اور استقلال کا ذکر فرمایا۔ ذرا سنئے:

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۡ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ۝

(الاحزاب)

اور مومنوں نے جب کفار کے لشکروں کو دیکھا تو (بے ساختہ) کہہ اٹھے کہ یہ تو وہی ہے جس کی اللہ اور اس کے رسول نے ہمیں خبر دی تھی اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا تھا اور اس چیز نے ان کے ایمان میں اور جذبہ اطاعت میں اور اضافہ کر دیا۔

(اللہ اور اس کے رسول کا وعدہ کیا تھا؟ کہ تمہیں مصائب و تکالیف کی آزمائشوں سے گزارا جائے گا اور پھر تمہیں فتح و کامیابی سے ہم کنار کیا جائے گا)

غزوہ خندق کا انجام یہ ہوا کہ اللہ رب العزت نے ایک رات تیز

آندھی چلائی اتنی تیز کہ چھوٹے چھوٹے پتھر اور کنکر اڑ کر مشرکین کے موہنوں پر لگتے تھے.......... تیز ہوا سے چولہے بجھ گئے، چولہوں پر رکھے ہوئے دیگچے اور دیگیں زمین پر الٹ پڑیں، ہوا کے زور سے خیمے اکھڑ گئے.......... گھوڑے بدک کر بھاگ کھڑے ہوئے، پورا لشکر پریشان و سرگردان ہو گیا.......... اندھیری رات اور اوپر سے شدید سردی ناقابل برداشت ہو گئی.......... اس طرح مشرکین بھاگ کھڑے ہوئے۔

قرآن نے اسے بیان فرمایا:

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۭ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ﴿۲۵﴾

(الاحزاب)

اور اللہ رب العزت نے کافروں کو غصے میں بھرے ہوئے (نامراد) لوٹا دیا انہوں نے کوئی فائدہ نہیں پایا اور اس جنگ میں اللہ خود ہی مومنوں کو کافی ہو گیا اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا زبردست ہے!

آیت نمبر ۷۸

مدینے میں یہودیوں کا ایک قبیلہ بستا تھا بنو قریظہ.......... ان کے ساتھ مسلمانوں کا معاہدہ ہو چکا تھا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف دشمنوں کی کسی طور پر بھی مدد نہیں کریں گے۔

مگر انہوں نے عہد شکنی کرتے ہوئے غزوہ خندق کے موقع پر مشرکین و کفار کے لشکر کی حمایت اور مدد کی تھی۔

غزوہ خندق کے اختتام پر اللہ رب العزت کے حکم سے امام

الانبیاء ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو لے کر بنو قریظہ کے قلعوں کا محاصرہ کرلیا .... یہ محاصرہ بیس یا پچیس دن جاری رہا!

(سبحان اللہ! میرے نبی کے جانثار......... میرے نبی ﷺ کے وفادار یاروں کے کیا کہنے......... پہلے وہ تقریباً پچیس دن خندق کے موقع پر بھوکے پیاسے وہاں پڑے رہے......... کتنی تھکاوٹ ہوئی ہوگی......... کتنی راتوں کے جگ رتے ہونگے......... کتنی پریشانی، دکھ اور تکلیف کے یہ دن گزرے ہونگے۔

غزوۂ خندق سے ابھی گھروں تک بمشکل پہنچے کہ حکم آتا ہے ہتھیار نہیں اتارنے ابھی اور اسی وقت مغرب سے پہلے پہلے بنو قریظہ کی آبادی پر پہنچنا ہے......... ان میں سے کوئی ایک بھی بہانہ نہیں بناتا .... سستی اور غفلت کا مظاہرہ نہیں کرتا بلکہ ہر صحابی خوش دلی سے اور دینی جذبہ سے چل پڑتا ہے......... ایسے قدوسی صفات لوگوں کے ایمان واخلاص میں شک کرنے والا شخص نعمتِ عقل سے، فہم وفراست سے، انصاف پسندی سے اور دولتِ ایمان سے خالی دامن ہے) پچیس دنوں کے بعد بنو قریظہ نے قلعوں سے باہر آنے کی پیش کش کردی اور سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو ثالث اور فیصل مان لیا۔

انہوں نے فیصلہ فرمایا کہ ان میں سے لڑنے والوں کو قتل کردیا جائے اور بچوں اور عورتوں کو قیدی بنالیا جائے اور ان کا مال واسباب مسلمانوں میں تقسیم کردیا جائے۔

اللہ رب العزت نے اس واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے صحابہ کرامؓ پر ہونے والے انعامات کا اس طرح ذکر فرمایا:

وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ﴿۲۶﴾

(الاحزاب ۳۳، آیت ۲۶)

اور جن کفار نے مشرکین کی پشت پناہی کی تھی ان کو ان کے قلعوں سے نیچے اتار دیا اور ان کے دلوں میں تمہارا رعب ڈال دیا کچھ کو تم قتل کرنے لگے اور بعض کو قیدی بنالیا اور ان کی زمین اور ان کے گھروں اور ان کے مالوں کا تم کو مالک بنا دیا اور ایسی زمین کا بھی جس پر تم نے قدم نہیں رکھا۔

(اس زمین سے مراد خیبر ہے بعض علماء نے فرمایا ارض فارس و روم ہے بعض نے مکہ مکرمہ مراد لیا ہے) اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

اس آیت میں اصحاب رسول سے اللہ رب العزت نے کئی انعامات اور وعدوں کا تذکرہ فرمایا۔

بنو قریظہ کو مغلوب ہونا پڑا، ان کے قلوب میں مسلمانوں کی دہشت اور رعب ڈال دیا۔

نوجوانوں کو قتل کر دیا گیا اور بنو قریظہ کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنالیا گیا۔

بنو قریظہ کی زمینیں اور مکان مسلمانوں کو عطا کر دیئے اور آگے آنے والی فتوحات کا وعدہ فرمایا۔

سامعین گرامی قدر! غزوۂ خندق میں اور غزوۂ خندق کے بعد غزوۂ بنو قریظہ میں اللہ رب العزت نے جن لوگوں کی قربانیوں کے تذکرے کیے .... وہ مخلص مومن تھے .... ان مخلص مومنوں پر ہونے والے انعامات کا تذکرہ بھی اللہ رب العزت نے فرمایا۔

یہ جتنی آیات میں نے غزوۂ خندق اور غزوۂ بنو قریظہ کے متعلق پیش کی ہیں ان سے اصحاب رسول کے ایمان واخلاص اور تقویٰ و دیانت اور دین کے لیے جذبہ خدمت کا واضح ثبوت ملتا ہے۔

خلاصہ گفتگو | میری تمام تر گفتگو کا خلاصہ اور لب لباب یہ نکلا .... کہ فتح مکہ سے پہلے جہاد کرنے والوں کا مرتبہ فتح مکہ کے بعد جہاد کرنے والوں سے بہت اعلیٰ اور بہت بلند ہے۔

پھر فرمایا:

وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى

مرتبہ اور مقام تو پہلوں کا بلند و بالا ہے .... مگر فتح مکہ کے بعد ایمان لانے والے بھی کوئی معمولی لوگ نہیں کہ تم انہیں مؤلفۃ القلوب کہہ کہہ کر تنقید کرتے رہو یا ان کے ایمان میں شک کرتے رہو یا ان کے اخلاص اور دین کے ساتھ محبت وایثار میں مشکوک ہوتے رہو .... اگرچہ یہ فتح مکہ سے پہلے ایمان لانے والوں کا مقابلہ تو نہیں کر سکتے مگر

وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى

فتح مکہ سے پہلے ایمان لانے والے ہوں یا فتح مکہ کے بعد ایمان

لانے والے اور جہاد کرنے والے ہوں ....سب کے ساتھ اللہ نے خیر، بھلائی اور جنت کا وعدہ کر رکھا ہے وہ سب کے سب جنتی ہیں ....ان پر تنقید کرنے والا .... یا ان کے ایمان میں شک کرنے والا یقیناً لعنتی اور جنت سے محروم ہے۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

نویں تقریر

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○
مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی
الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَہُمْ (الفتح ۲۹)
وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْ مَقَامٍ آخر:
وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّہُمْ بِالْغَدٰوۃِ
وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْہَہٗ ؕ مَا عَلَیْکَ مِنْ
حِسَابِہِمْ مِّنْ شَیْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِکَ عَلَیْہِمْ
مِّنْ شَیْءٍ فَتَطْرُدَہُمْ فَتَکُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ
۵۲ (الانعام)

اور مت دور کیجیے ان لوگوں کو جو صبح وشام اپنے رب کی پکار
کرتے ہیں وہ چاہتے ہیں اللہ کی رضا ان کا حساب ذرا بھی
آپ کے متعلق نہیں اور آپ کا حساب ان کے متعلق
نہیں کہ آپ ان کو دور کر دیں ورنہ آپ بے انصافوں
میں سے ہو جائیں گے۔

سامعین گرامی قدر! دنیا کے اکثر کفار ایسے ہیں جو اللہ کی ذات کے قائل رہے مگر انبیاء علیہم السلام کی نبوت ورسالت کے انکاری رہے ...... آپ قرآن مجید میں مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کے .... اور خصوصاً امام الانبیاء ﷺ کے وقت کے کفار کو دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ وہ اللہ کی ذات وصفات کے قائل تھے .... مگر انبیاء کی نبوت ورسالت کو ماننے کے لیے تیار نہیں تھے۔

مشرکین مکہ نے اللہ اور اس کے رسول مکرم ﷺ میں تفریق اور جدائی کی کوشش کی (یعنی اللہ کی ذات پر ایمان، مگر امام الانبیاء ﷺ پر ایمان لانے سے انکار) مگر اللہ رب العزت نے قرآن مجید کی متعدد آیات میں .... ایمان واطاعت کے معاملے میں اپنے نبی کو اپنے ساتھ وابستہ رکھا۔ مثلاً:

أَطِيعُوا اللهَ وَ الرَّسُولَ ○ مَنْ يُطِعِ اللهَ وَ رَسُولَهُ ○

مَنْ يَعْصِ اللهَ وَ رَسُولَهُ ○ مَنْ حَادَّ اللهَ وَ رَسُولَهُ ○

يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ○ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ النَّبِيِّ ○

قرآن مجید کے علاوہ بھی آپ غور کریں گے تو آپ حضرات کو بہت جگہوں پر اللہ اور رسول مکرم ﷺ میں قرب و معیت کے جلوے نظر آئیں گے۔

کلمہ طیبہ میں دونوں کا ذکر اکٹھا.......... کلمہ شہادت میں تذکرہ اکٹھا.......... اذان میں پہلے اللہ کا ذکر پھر نبی کا ذکر.......... تکبیر میں دنوں کا اکٹھا ذکر نماز میں.......... اللہ کا ذکر پھر نبی کا ذکر.......... قبر یعنی عالم برزخ میں سوال و جواب میں پہلے اللہ کا ذکر پھر محمد عربی ﷺ کا ذکر۔

غرضیکہ اللہ اور اس کے رسول میں تفریق کرنا.......... ان میں سے ایک کو ماننا اور دوسرے کو نہ ماننا.......... ایک پر ایمان لانا اور دوسرے کا انکار کرنا.......... یہ ممکن ہی نہیں.......... یہ اللہ رب العزت کو برداشت ہی نہیں بلکہ سورۃ نساء کی آیت ۱۵۱ میں اس کو کفر سے تعبیر فرمایا ہے۔

امام الانبیاء ﷺ اور اصحاب رسول ؓ میں تفریق

جس طرح کفار و مشرکین اللہ پر ایمان رکھتے اور نبی اکرم ﷺ کی رسالت کا انکار کرتے تھے اسی طرح آج بعض مدعیان اسلام اللہ کے رسول ﷺ کو تو مانتے ہیں.......... مگر اصحاب رسول کو ماننے کے لیے تیار نہیں۔

یہ حضرات اللہ کے رسول اور اصحاب رسول کے درمیان تفریق پیدا کرنا چاہتے ہیں.......... جدائی ڈالنا چاہتے ہیں.......... دنوں کو ایک دوسرے سے الگ کرنا چاہتے ہیں۔

لیکن اللہ رب العزت قرآن مقدس میں اپنے پیارے پیغمبر ﷺ کے اسم گرامی کے ساتھ ان کے یاروں کا بھی تذکرہ کرتے ہیں...... آیئے ذرا سنئے:

آیت نمبر ۷۹

سورۃ البقرہ میں ارشاد ہوا:

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۗ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ (البقرہ)

ایمان لے آیا رسول اس چیز پر جو اس کی طرف اللہ کی جانب سے اتری اور مومن بھی ایمان لائے، ان سب نے مانا اللہ کو اس کے فرشتوں کو اس کی کتابوں کو اور اس کے تمام رسولوں کو (وہ کہتے ہیں) ہم اس کے رسولوں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے (یعنی سب پر ایمان رکھتے ہیں) انہوں نے کہا کہ ہم نے سنا اور مانا ہم تیری بخشش چاہتے ہیں اے ہمارے رب اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔

سامعین گرامی قدر! اس آیت مبارکہ میں ذرا غور فرمایئے اور فیصلہ کیجیے کہ وَالْمُؤْمِنُوْنَ سے کون لوگ مراد ہیں؟...... جب یہ آیت اتر رہی تھی......... تو اس وقت کون حضرات تھے جنہیں مومنون کہا گیا؟

اگر اس سے مراد اصحاب رسول ہیں اور یقیناً وہی مراد ہیں

.........تو پھر اصحاب رسول کے ایمان میں شک کرنے والا قرآن پر ایمان رکھنے کا دعویدار کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ آیت مدنی ہے اس لیے اس میں تمام مہاجرین اور تمام انصار شامل ہیں ....جن میں سیدنا ابو بکرؓ، سیدنا عمرؓ، سیدنا عثمانؓ اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پہلی صف کے لوگ ہیں اور ان حضرات کے ایمان کو امام الانبیاء ﷺ کے ایمان کے ساتھ ذکر کیا گیا.........دونوں کے ایمان لانے کو اکٹھا ذکر کیا ہے.........اللہ رب العزت نبی اور اس کے یاروں میں جدائی اور تفریق برداشت نہیں کرتا۔

آیت نمبر ۸۰

فتح مکہ کے چند دن بعد شوال کے مہینے میں آپ غزوۂ حنین کے لیے تشریف لے گئے.........اس موقع پر لشکر اسلام بارہ ہزار کی کثیر تعداد میں تھا.........کچھ مسلمانوں کو کثرت تعداد پر گھمنڈ اور غرور ہوا.........اللہ رب العزت کو ان کی یہ ادا پسند نہ آئی کہ مسلمانوں نے اپنا توکل اور بھروسہ میری ذات سے ہٹا کر کثرت تعداد پر کر لیا۔

مخالف فوج نے اچانک تیروں کی ایسی بوچھاڑ کر دی کہ مسلمانوں کے پاؤں میدان سے اکھڑ گئے اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے ....امام الانبیاء ﷺ کچھ ساتھیوں کے ہمراہ میدان میں تھے ....ایک سفید رنگ کے خچر پر سوار.........آپ ﷺ نے خچر کا رخ اس طرف موڑ دیا جس طرف سے تیر آ رہے تھے اور بلند آواز سے یہ رجزیہ کلمات آپ ﷺ کی زبان مقدس پر تھے:

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ

اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

ہر طرف سے تیروں کی بارش ہو رہی تھی .... انتہائی پریشانی اور گھٹن کا ماحول تھا کہ الٰہی تائید اور آسمانی تسکین کی غیر مرئی بارش امام الانبیاء ﷺ پر بری .... پھر اس تسکین کا حصہ اصحاب رسول کو بھی اسی طرح ملا ذرا سنئے:

ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ

(التوبہ)

پھر اللہ نے اتار دی اپنی تسکین اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر اور اپنے وہ لشکر بھیجے جنہیں تم نے نہیں دیکھا اور کافروں کو پوری سزا دی اور کفار کی یہی سزا ہے۔

حضرات! ضد وعناد کی پٹی آنکھوں سے اتار کر .... اور انابت وانصاف کی عینک لگا کر دیکھیے اور پھر بتلائیے .... یہاں عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سے مراد کون حضرات ہیں؟ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ کا مصداق کون ہیں؟

یہ آیت فتح مکہ کے بعد اتری ہے .... اس میں تمام مہاجرین وانصار شامل ہیں .... فتح مکہ کے دن ایمان لانے والے بھی شامل ہیں .... سیدنا ابوسفیان ؓ بھی .... سیدنا معاویہ ؓ بھی جو عمرۃ القضا سے پہلے ایمان لا چکے تھے۔

خلفاء اربعہ تو پہلی صف کے لوگ ہیں .... ان سب حضرات کو مومن بھی کہا اور جس طرح کی تسکین امام الانبیاء ﷺ پر نازل فرمائی

.........اسی طرح کی تسکین محمد ﷺ کے یاروں پر بھی اتاری

نبی کریم ﷺ پر اور نبی کریم ﷺ کے یاروں پر تسکین کے اترنے کو اکٹھا ذکر کیا.........کیونکہ اللہ رب العزت کو یہ بات برداشت ہی نہیں کہ نبی اکرم ﷺ اور اصحاب نبی کے درمیان کسی معاملے میں جدائی اور تفریق ہو۔

آیت نمبر ۸۱ سورۃ آل عمران میں زیادہ تر تردید عیسائیوں کی گئی ہے۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہتے.........شرک کرتے اور محمد عربی ﷺ اور ان پر اترنے والے قرآن کا انکار کرتے.........اس کے باوجود ان کا دعویٰ تھا کہ ہم اللہ کے فرمانبردار ہیں.........ان کے اس دعویٰ کی تردید کرتے ہوئے قرآن نے کہا:

فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ۔ (آل عمران ۲۰)

پس اگر وہ (عیسائی) آپ سے جھگڑیں تو آپ کہہ دیں کہ میں نے تابع کیا اپنا چہرہ اللہ ہی کے لیے اور میرے پیروکاروں نے بھی۔

یعنی فرمانبرداری اور تسلیم و رضا شرک و کفر کا نام نہیں

.........عیسیٰ کو ابن اللہ کہہ کر الٰہی صفات میں شریک کرنے کا نام نہیں

.........اللہ کے آخری رسول کے انکار کرنے کا نام نہیں۔

بلکہ تسلیم و انقیاد اور فرمانبرداری و اطاعت دیکھنی ہو تو محمد کریم ﷺ اور ان کے جانثار ساتھیوں کو دیکھو.........انہوں نے کس طرح شرک و کفر، بت پرستی، رسوم جاہلیت، ظلم و عدوان، بداخلاقی، بے

حیائی، فسق وفجور کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنی جان ومال، کنبہ قبیلہ، آل و اولاد، رشتے داریاں، تجارت وزمینیں .... غرضیکہ تمام محبوب اور مرغوب چیزیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی، رضا اور حکم پر نچھاور اور قربان کر دیں۔

حضرات گرامی! ذرا غور فرمایئے اس آیت کریمہ میں ومن اتبعن سے کون سے پیروکار اور کون سے مطیع لوگ مراد ہیں؟

جس وقت یہ آیت مبارکہ نازل ہو رہی تھی اس وقت میں اور آپ تو موجود نہیں تھے اس وقت تابعین اور تبع تابعین بھی موجود نہیں تھے۔

بعد میں آنے والی امت کے علماء...... فقہاء...... صلحاء...... اتقیاء...... اور اصفیاء موجود نہیں تھے۔

اس وقت ائمہ مجتہدین، محدثین ومفسرین اور بعد میں آنے والے بزرگانِ دین بھی موجود نہیں تھے .... تو پھر یہ پیارا سا جملہ وَمَنِ اتَّبَعَنِ .... میرے مطیع اور میرے پیروکار کن خوش نصیب لوگوں کو کہا جا رہا ہے؟

معمولی عقل اور شعور رکھنے والا شخص بھی یہ تسلیم کرے گا کہ مَنِ اتَّبَعَنِ سے مراد اصحاب رسول ہیں .... جن خوش نصیب لوگوں کو میرا نبی اپنی صادق اور پاکیزہ زبان سے میرے پیروکار کے سنہری لقب سے یاد کر رہے ہیں۔

آج جو لوگ اصحاب رسول پر تنقید کرتے ہوئے انہیں مفاد پرست، کنبہ پرور، خود غرض اور منافق کہنے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں .... وہ اپنا سر پیٹتے رہیں اور حسد وعناد میں جلتے رہیں .... امام

الانبیاء ﷺ نے تو انہیں اپنا مطیع اور اپنا پیروکار فرما کر ان کے ایمان و دیانت پر اور ان کے جذبہ اطاعت پر مہر تصدیق ثبت فرمادی ہے! اور یہ مہر تصدیق اپنی مرضی سے نہیں لگائی بلکہ اللہ کے حکم سے لگائی ہے۔

اس آیت میں بھی اللہ رب العزت نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو اور اصحاب رسول کو اکٹھا رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی میں اور ان کے یاروں میں تفریق اور جدائی برداشت نہیں کرتا۔

آیت نمبر ۸۲

غزوہ بنی المصطلق کے موقع پر ایک مہاجر اور انصاری کے درمیان جھگڑا ہوگیا............ دونوں نے اپنی اپنی حمایت کے لیے اپنے ساتھیوں کو آواز لگائی۔

عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انصار کے جذبات بھڑکائے اور کہنے لگا تم نے انہیں رہائش دی، مدینے میں پناہ دی اور آج یہ تمہارے مقابلے میں تلواریں سونتنے کا سوچ رہے ہیں۔

رئیس المنافقین اور اس کے دوسرے منافق ساتھی کہنے لگے۔

لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ۭ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۸

(سورۃ المنافقون)

اگر ہم لوٹ کر مدینہ جائیں گے تو عزت والا وہاں سے ذلت والوں کو نکال دے گا سنو! عزت تو صرف اللہ کے

لیے ہے اور اس کے رسول کے لیے اور ایمان داروں
کے لیے لیکن یہ منافق اس بات کو جانتے نہیں!

یہ پہلا تبرا ہے جو منافقین نے اصحاب رسول پر کیا اور انہیں (العیاذ باللہ) ذلیل کہا۔

اللہ رب العزت نے اصحاب رسول کا دفاع کرتے ہوئے فرمایا:

عزت اور زور اللہ کے لیے ہے.......... اس کے بعد اس سے تعلق رکھنے کی بدولت رسول اللہ کی ہے اور پھر اللہ اور اس کے رسول سے تعلق رکھنے کی وجہ سے مؤمنین کی ہے!

اس آیت کا مصداق کون سے مؤمن ہیں؟ وہی نا جو غزوہ بنی المصطلق میں شامل تھے.......... یہ غزوہ ۵ ھ میں ہوا.......... مہاجرین اور انصار اس غزوہ شامل تھے اور خلفاء اربعہ پہلی صف کے لوگ تھے.......... ان ہی خوش نصیب لوگوں کو عزت دار اور زور آور فرمایا گیا اور اللہ نے اپنے لیے عزت وقوت کا بیان کرتے ہوئے ساتھ اپنے پیارے نبی ﷺ کو رکھا اور ساتھ ہی محبوب ﷺ کے یاروں کو یاد کیا۔

اللہ رب العزت کسی صورت میں بھی اصحاب رسول اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان جدائی اور مفارقت اور تفریق برداشت نہیں کرسکتے۔

آیت نمبر ۸۳ یہود ونصاریٰ کا دعویٰ تھا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہمارے دین پر تھے یعنی معاذ اللہ وہ بھی یہودی یا عیسائی تھے.......... مشرکین مکہ بھی اپنے آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا عاشق اور پیروکار کہلاتے۔

بلکہ یہ تینوں طبقوں کے لوگ امام الانبیاء ﷺ اور ان پر ایمان لانے والے لوگوں کو صابی یعنی بے دین اور ابراہیم علیہ السلام کے گستاخ کہا کرتے تھے اللہ رب العزت نے فرمایا نہ تو ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے اور نہ ہی عیسائی اور نہ ہی مشرک بلکہ وہ تو سب جھوٹے مذہبوں سے بیزار (یکسو) خالص مسلم یعنی فرمانبردار تھے۔

پھر فرمایا آؤ میں تم کو بتاؤں کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے سب سے زیادہ تعلق کن لوگوں کا ہے۔

إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرٰهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۶۸﴾ (آل عمران)

لوگوں میں سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی اور یہ نبی (محمد ﷺ) اور جو لوگ اس نبی پر ایمان لائے اور مومنوں کا سہارا اور ولی اللہ ہی ہے!

ذرا سوچئے وَالَّذِينَ اٰمَنُوا کا پہلا مصداق کون ہیں؟ جب یہ آیت اتر رہی تھی تو ایمان والے کون تھے؟ ظاہر اور واضح بات ہے کہ اس وقت اصحاب رسول ہی اس آیت کے مصداق اور مخاطب تھے ....ان کو ہی وَالَّذِينَ اٰمَنُوا کے لقب سے یاد کیا جا رہا ہے۔
............اور ان ہی کے متعلق کہا جا رہا ہے کہ جس طرح امام الانبیاء ﷺ سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے سب سے بڑھ کر تعلق اور مناسبت رکھتے ہیں اسی طرح اصحاب رسول بھی سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے تعلق اور مناسبت

رکھتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم سے تعلق رکھنے میں اور مناسبت میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ یارانِ نبی کو رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ نبی اکرم ﷺ اور اصحاب رسول میں تفریق اور جدائی گوارا نہیں کرتے۔

آیت نمبر ۸۴ سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۵۱ میں ایمان والوں کو منع کیا گیا کہ یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست مت بناؤ.........اب فطری طور پر سوال ذہنوں میں ابھرنے لگا کہ پھر مسلمانوں کے تعلقات، رفاقت اور دوستی کن لوگوں سے ہونی چاہیے تو فرمایا:

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ﴿۵۵﴾ (المائدہ)

مسلمانو! تمہارا دوست خود اللہ ہے اور اس کا رسول ہے اور ایمان والے ہیں جو نمازوں کی پابندی کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور وہ عاجزی کرنے والے ہیں۔

یہ بات تو اظہر من الشمس ہے کہ ہر شخص کی شخصیت اور کردار اس کے دوستوں اور ہم مجلس لوگوں سے پہچانا جاتا ہے.........اگر دوست اچھے ہیں.........اگر اس شخص کی محفل اچھی ہے تو پھر یہ شخص بھی اچھا ہی ہوگا۔

اس بات کا تو تصور بھی نہیں ہو سکتا کہ امام الانبیاء ﷺ ایسے لوگوں کو اپنا ساتھی بنائیں جو (العیاذ باللہ) منافق ہوں، مفاد پرست ہوں، فریب

کار ہوں، لالچی اور دولت دنیا کے حریص ہوں، ظالم اور اقتدار کے بھوکے ہوں، خائن اور کینہ پرور ہوں، بزدل اور ڈرپوک ہوں، دین کے دشمن اور اسلام مخالف ہوں۔

جو لوگ اصحاب رسول کی یہ تصویر پیش کرتے ہیں.......... کیا انہوں نے کبھی تنہائی میں بیٹھ کر سوچا ہے کہ جس نبی ﷺ نے ایسے کردار کے مالک لوگوں کو اپنا ساتھی اور دوست بنایا خود اس کا کیا کردار ہوگا ؟ (العیاذ باللہ)

اس آیت میں کس سے خطاب ہو رہا ہے؟ اور وَ الَّذِیْنَ آمَنُوْا کے خوبصورت الفاظ کے ساتھ کس کو یاد کیا جا رہا ہے؟ اگر اس کا مصداق اصحاب رسول نہیں تو پھر اور کون ہے؟

یہاں اللہ نے جہاں اپنی دوستی کا تذکرہ فرمایا.......... ساتھ اپنے نبی کی دوستی کا ذکر کیا اور پھر اصحاب رسول کی دوستی کا ذکر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ اصحاب رسول کو کسی حالت میں بھی اپنے نبی سے جدا نہیں دیکھنا چاہتے۔

آیت نمبر ۸۵ اسی آیت سے اگلی آیت میں فرمایا:

وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ (المائدہ)

اور جو شخص اللہ سے اور اس کے رسول سے اور ایمان داروں سے دوستی رکھے گا (وہ یقین مانے) کہ اللہ تعالیٰ کی جماعت ہی غالب رہے گی!

اس آیت سے ثابت ہوا کہ اصحاب رسول کی قدوسی جماعت اللہ کا

لشکر اور اللہ کی فوج ہے.......... اسی فوج اور اسی لشکر کے ذریعہ اللہ رب العزت نے دین اسلام کو قوت اور غلبہ عطا فرمایا۔

اب بھی جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اور اصحاب رسول سے دوستی رکھے گا وہ بھی حزب اللہ میں شامل ہو جائے گا۔

اور جو شخص اصحاب رسول سے محبت کا دم نہیں بھرے گا......

......اور اصحاب رسول سے دوستی نہیں رکھے گا وہ حزب الشیطان میں شمار ہوگا.......... کیونکہ جب اصحاب رسول سے اس کا تعلق نہیں تو پھر اللہ سے اور اس کے رسول سے ﷺ بھی اس کا کوئی تعلق نہیں ہے!

کسی ملک کی فوج کی حب وطنی پر.......... فوج کے ملک کے لیے مخلص ہونے پر جو شخص شک کرے یا فوج کی وفاداری پر تنقید کرے تو وہ شخص ملک وملت کا غدار سمجھا جاتا ہے۔

اصحاب رسول اللہ کی فوج ہیں.......... جو شخص اللہ کی فوج پر تنقید کرتا ہے اور ان کی وفاداری اور حب اسلام میں شک کرتا ہے تو ایسا شخص دین ومذہب کا غدار سمجھا جائے گا۔

اللہ رب العزت نے اس آیت میں اپنی دوستی کے ساتھ اپنے رسول کی دوستی کا ذکر فرمایا اور ساتھ ہی اصحاب رسول سے دوستی رکھنے کی ترغیب دی۔

اللہ رب العزت ہر حالت میں اپنے پیارے پیغمبر کو اور ان کے پیارے یاروں کو ساتھ ساتھ رکھنا چاہتے ہیں اور کسی صورت میں بھی ان کے مابین جدائی اور تفریق کو برداشت نہیں فرماتے!

آیت نمبر ۸۶

غزوۂ تبوک کے مشکل ترین سفر پر منافقین جھوٹے بہانے بنا کر گھروں میں بیٹھ گئے تھے..........واپسی پر انہوں نے جھوٹی قسمیں کھا کر اپنے اخلاص کا یقین دلایا..........کہ آئندہ ایسا نہیں ہوگا..........ہم تو مؤمن اور ایمان دار ہیں۔

اللہ رب العزت نے انہیں فرمایا:

وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ ؕ (توبہ ۱۰۵)

کہہ دیجیے تم عمل کیے جاؤ آگے تمہارے عمل اللہ خود دیکھ لے گا اور اس کا رسول اور ایمان والے بھی دیکھ لیں گے

یعنی آگے پتہ چل جائے گا کہ تم اپنے دعویٰ میں کتنے سچے ہو..........اللہ جو عالم الغیب ہے وہ بھی دیکھ لے گا کہ تم فلاں عمل کس نیت سے کر رہے ہو اور اللہ کے رسول اور اصحاب رسول بھی تمہارے رویوں کو دیکھیں گے کہ تم دین اسلام کے لیے کتنے مخلص ہو۔

اس آیت میں وَ الْمُؤْمِنُوْنَ سے مراد کون ہیں؟ اگر اس کا مصداق اصحاب رسول نہیں تو پھر اور کون ہے؟ اور اگر اس کا اولین مصداق صحابہ کرام ہیں تو پھر کوئی منکر قرآن ہی ہوگا جو اصحاب رسول کے ایمان و ایقان میں شک و شبہ کرے۔

یہاں بھی عرش والے نے اصحاب رسول کے تذکرے کو اپنے نبی ﷺ کے تذکرے کے ساتھ رکھا۔

آیت نمبر ۸۷

سورۃ یوسف میں سیدنا یوسف علیہ السلام کا واقعہ احسن القصص کہہ کر تفصیلاً بیان فرمایا.......... جیل میں سیدنا یوسف علیہ السلام کا دو قیدیوں کے سامنے توحید سے لبریز وعظ و نصیحت کو بھی بیان فرمایا۔

سورۃ یوسف کے آخر میں فرمایا.......... میرے آخری اور محبوب پیغمبر آپ بھی لوگوں کو بتائیں کہ میرا راستہ بھی یہی راستہ ہے۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ (یوسف)

میرے پیغمبر اعلان فرمائیے! میری راہ یہی ہے میں اور میرے پیروکار اللہ کی طرف بلا رہے ہیں پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ اور اللہ (شریکوں سے) پاک ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں!

اس آیت میں وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ سے مراد کون خوش نصیب لوگ ہیں؟ جو توحید کی طرف دعوت دینے میں اپنے نبی کے ساتھ شریک ہیں۔

یقیناً اس سے مراد اصحاب رسول ہیں.......... سیدنا ابو بکرؓ و عمرؓ اور سیدنا عثمانؓ اور سیدنا علیؓ ہیں۔

اگر یہ حضرات (العیاذ باللہ) مؤمن نہیں تھے.......... یا مخلص مؤمن نہیں تھے تو امام الانبیاء ﷺ نے وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ کے خوبصورت جملے کے ساتھ ان کو کیوں پکارا۔

جو شخص امام الانبیاء ﷺ کے سچے پیروکاروں کو مؤمن ماننے کے لیے تیار نہیں یا تاریخ کی تاریکیوں میں گم ہو کر ان کی امانت و دیانت

میں شک کرتا ہے تو ایسے شخص کا قرآن کی صداقتوں پر ایمان نہیں ہے!

اس آیت میں بھی اللہ رب العزت نے اپنے نبی کے ساتھ ان کے یاروں کا تذکرہ فرمایا.......... اللہ رب العزت کسی صورت میں بھی نبی ﷺ کے یاروں کو نبی سے الگ نہیں دیکھ سکتا۔

آیت نمبر ۸۸

سورہ ھود کی آیت نمبر ۱۱۲ میں فرمایا:

فَاسْتَقِمْ كَمَآ أُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ۚ إِنَّهُۥ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿١١٢﴾

پس آپ جمے رہیے جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور وہ لوگ بھی جو آپ کے ساتھ توبہ کر چکے ہیں اور حد سے تجاوز نہ کرو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھنے والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں امام الانبیاء ﷺ کو اور آپ کے ساتھیوں کو جو کفر و شرک سے توبہ کر چکے ہیں اور آپ کی معیت اختیار کر چکے ہیں احکام الٰہیہ پر استقامت سے قائم رہنے اور ڈٹ جانے کی تلقین کی گئی ہے نیز یہ کہا گیا کہ عقائد و اعمال، اخلاق، عبادات، معاملات اور دعوت و تبلیغ میں افراط و تفریط سے کنارہ کش ہو کر اعتدال کا راستہ اختیار کریں۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ اصحاب رسول کی مقدس جماعت نے ہر قسم کے گناہوں سے تائب ہو کر امام الانبیاء ﷺ کی معیت اور صحبت اختیار کی تھی یہاں اللہ رب العزت نے اصحاب رسول کا تذکرہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہی فرمایا اللہ رب العزت امام الانبیاء ﷺ اور اصحاب نبی کے درمیان جدائی اور تفریق کو ایک لحظہ کے لیے بھی گوارا نہیں فرماتے۔

آیت نمبر ۸۹

سورۃ تحریم کی آیت نمبر ۴ میں ارشاد ہوا:

فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ ۖ

پس بے شک اس کا دوست اللہ ہے اور جبریل ہے اور نیک بخت ایمان والے ہیں۔

اس آیت میں جن صالح المومنین کو امام الانبیاء ﷺ کا دوست کہا گیا ہے...... میں پوچھ سکتا ہوں کہ یہ نیک اور صالح مومن کون ہیں؟ جب یہ آیت کریمہ اتر رہی تھی اس وقت کون لوگ تھے جنہوں نے ایمان قبول کر کے محمد عربی ﷺ سے یاریاں نبھائیں......... دوستی کے حق ادا کیے۔

یقیناً وہ اصحاب رسول ہی تھے......... جنہیں صرف مومن نہیں کہا گیا بلکہ صالح، نیک بخت مومن کہا گیا ہے۔

آج جو شخص اصحاب رسول کے ایمان میں شک کرتا ہے .... یا ان کے صالح اور نیک ہونے میں شک کرتا ہے......... اس کا قرآن پر ایمان نہیں ہے......... وہ موضوع روایات اور من گھڑت تاریخی اقوال پر اعتبار کر کے اصحاب رسول میں سے بعض کو مفاد پرست، بعض کو کنبہ پرور، بعض کو خائن اور نہ جانے کیا کچھ کہتا رہتا ہے۔

تمہارے پاس دو راستے ہیں......... یا قرآن کی صداقتوں کو تسلیم کر کے جھوٹی روایات اور تاریخی بے سروپا کہانیوں کو کنڈم کر دو اور اصحاب رسول کی صداقتوں، عظمتوں اور ان کے عادل و منصف ہونے پر ایمان لاؤ......... یا قرآن کو (العیاذ باللہ) محرف سمجھ کر پیٹھ پیچھے ڈال

دو اور تاریخی روایات کو وحی کا درجہ دے کر سینے سے لگا لو اور اصحاب رسول کے خلاف تنقید کی پٹاری کھول کر بیٹھ جاؤ............ دونوں راستوں میں سے جو راستہ بھی پسند آ جائے اسے اختیار کر لو۔

صالح المومنین کے الفاظ سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ کوئی مشرک و کافر اور منافق تو دور کی بات ہے............ کوئی مومن جو غیر صالح ہو وہ بھی امام الانبیاء ﷺ کا رفیق، ساتھی اور دوست نہیں بن سکتا!

اس آیت میں بھی اللہ رب العزت نے اپنی دوستی کے ساتھ اصحاب رسول کے دوست ہونے کو بھی ذکر فرمایا............ اللہ رب العزت نبی اور یاران نبی میں تفریق اور جدائی برداشت نہیں کر سکتے!

آیت نمبر ۹۰

سورۃ مزمل آیت نمبر ۲۰ میں ارشاد ہوا:

إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِن ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِّنَ الَّذِينَ مَعَكَ ۚ

بے شک آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ قیام کرتے ہیں نزدیک دو تہائی رات کے اور آدھی رات کے اور ایک تہائی رات کے اور آپ کے ساتھ لوگوں کی ایک جماعت بھی۔

اللہ رب العزت نے اس آیت میں امام الانبیاء ﷺ کی کثرت عبادت کا ذکر فرمایا ہے اور آپ کے ساتھیوں میں سے دو چار نہیں بلکہ پوری ایک جماعت کو اس صفت میں آپ کے ساتھ شامل فرمایا ہے۔

حضرات! آپ خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ وَطَائِفَةٌ مِّنَ الَّذِينَ

مَعَكَ...... سے مراد کون لوگ ہیں؟

یہ کون ہیں جن کی شب خیزی کے تذکرے قرآن نے کیے؟ ان کے قیام لیل کی شہادتیں قرآن نے دیں۔

یقیناً یہ اصحاب رسول میں سے وہ لوگ ہیں جو بعد میں مہاجر کہلائے .... ان میں پہلی صف میں سیدنا صدیق اکبرؓ اور سیدنا فاروق اعظمؓ اور سیدنا عثمانؓ اور سیدنا علیؓ نظر آتے ہیں۔

جن کی تہجد گزاریوں کی گواہیاں قرآن دے، جن کے قیام لیل کی شہادتیں قرآن دے......... آج ان کو منافق اور خائن کہا جائے .... اصحاب رسول کے ایمان وعبادات میں شک کرنے والے شخص کا ایمان قرآن پر ہو نہیں سکتا۔

اس آیت میں بھی اللہ رب العزت نے امام الانبیاء ﷺ کی رات کی عبادت کا تذکرہ فرمایا تو ساتھ ہی اصحاب رسول کی شب خیزی کا ذکر بھی فرمایا۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ اور اس کے یاروں کے مابین جدائی اور تفریق گوارا ہی نہیں کرتا۔

آیت نمبر ۹۱ مشرکین مکہ تمنا کرتے تھے کہ یہ نبی اور اس کے ماننے والے جلد از جلد مر جائیں اور یہ قصہ ختم ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبانی ان کو جواب دیتے ہوئے فرمایا

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِىَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِىَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۸﴾ (سورۃ ملك)

میرے پیغمبر کہہ دیجیے بھلا دیکھو تو اگر اللہ مجھے اور میرے
ساتھیوں کو موت دے دے یا ہم پر رحم فرمادے (بہر
صورت یہ تو بتاؤ) کہ کافروں کو دردناک عذاب سے کون
بچائے گا۔

ذرا غور فرمایئے! معاذ اللہ تعذیب ہو یا رحمت کا معاملہ ہو کسی حال میں بھی امام الانبیاء ﷺ اور ان کا رب صحابہ کرام کو اپنے سے جدا نہیں کرتا شمع رسالت ہر حال میں اپنے پروانوں کو اپنے ساتھ وابستہ رکھتی ہے۔

اس آیت کریمہ میں و من معی سے مراد کون خوش نصیب لوگ ہیں۔

یہ کن کی قسمت کا ستارا چمکا کہ کائنات کا سردار ﷺ انہیں اپنا ساتھی کہہ رہا ہے۔ ع

جس سے وہ آپ ہی فرمائیں کہ ہم تیرے ہیں
اپنی آہوں میں وہ تاثیر کہاں سے لاؤں

یقیناً اس کا پہلا اور آخری مصداق اصحاب رسول ہی ہیں

جس شخص کو امام الانبیاء ﷺ سے کچھ بھی محبت ہوگی اور کچھ بھی تعلق ہوگا وہ آپ ﷺ کے ساتھیوں کا اور یاروں کا لازماً احترام کرے گا اور ان سے بھی محبت رکھے گا۔

میرے پیارے نبی ﷺ نے فرمایا:

مَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّهُمْ

جس نے میرے صحابہ سے محبت کی اس نے میری محبت کی
وجہ سے ان سے بھی محبت کی!

یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ سے محبت وعقیدت کا
دعویٰ کرے اور اصحاب رسول سے نفرت وعداوت کا اظہار کرے۔

نبی اکرم ﷺ سے عشق کا نعرہ اور اصحاب رسول پر تبرا
.........ابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ ومعاویہؓ اور عائشہؓ کو گالیاں۔

جس سے پیار ہوتا ہے اس کے ساتھ تعلق رکھنے والی ہر چیز سے
پیار ہوتا ہے۔

مجنوں لیلیٰ کے شہر کے درو دیوار کو چومتا ہے.........محبوب کی
گلیوں اور شہر سے پیار کرتا ہے۔

میں کیسے مان لوں.........ہاں میں اس شخص کو کیسے سچا مان
لوں جو کہے کہ مجھے چاند سے محبت ہے مگر اس کی چاندنی سے نفرت ہے۔

میں اس شخص کی صداقت کو کیسے تسلیم کروں جو کہے مجھے سورج سے
پیار ہے مگر اس کی کرنوں سے نفرت ہے۔

میں کیسے یقین کروں کہ ایک شخص کہے مجھے پھولوں سے پیار ہے
مگر ان کی خوشبو سے نفرت ہے۔

کون عقل مند اس شخص کی بات پر اعتبار کرے جو کہے مجھے باغ
سے محبت ہے مگر اس کے پھولوں سے نفرت ہے!

یہ دعویٰ کیسے تسلیم کیا جائے کہ میں شجر سے محبت کرتا ہوں مگر اس
کے ثمر سے مجھے نفرت ہے.........سمندر سے پیار اور پانی سے نفرت۔

جس شخص کو اپنے نبی سے محبت اور پیار ہو گا وہ اصحاب رسول سے محبت بھی کرے گا اور ان کا احترام بھی کرے گا۔

جو شخص اصحاب رسول پر تبرا کرتا ہے.......... ان سے نفرت کا اظہار کرتا ہے بلکہ ان کے ایمان و اخلاص میں شک کرتا ہے وہ شخص محبت رسول کے دعویٰ میں بھی جھوٹا ہے۔

آیت نمبر ۹۲

صلح حدیبیہ کا سفر...... عمرہ ادا کرنے کی غرض سے ہوا تھا.......... جب امام الانبیاء ﷺ نے جانے کا ارادہ فرمایا تو منافقین نے ساتھ جانے سے انکار کیا اور جھوٹ موٹ کے بہانے بنا لیے .... اور نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ جانے والے صحابہ کے متعلق بھی کہنے لگے کہ اب ان کا زندہ بچ کر واپس مدینے آنا مشکل ہے۔

اللہ رب العزت نے منافقین کے اس خیال کو بیان فرمایا:

بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۖ وَكُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿۱۲﴾ (الفتح)

بلکہ تم (منافقین) نے تو گمان اور خیال کیا تھا کہ اللہ کے رسول کا اور مومنوں کا اپنے گھروں کی طرف لوٹ آنا ناممکن ہے اور یہی خیال تمہارے دلوں میں کھب گیا تھا اور تم نے برا گمان کر رکھا تھا اور در اصل تم لوگ ہو ہی تباہ ہونے والے۔

اس آیت کریمہ میں رسول اللہ کے ذکر کے ساتھ مومنوں کا

تذکرہ ہوا..........اس مؤمنون سے مراد کون لوگ ہیں؟

حدیبیہ کے سفر میں..........میں اور آپ تو شریک نہیں تھے، تابعین بھی شریک نہیں تھے آخر یہ کون لوگ ہیں جن کے ایمان کی گواہیاں اللہ رب العزت قرآن کے اوراق میں دے رہا ہے۔

یہ وہی چودہ سو صحابہؓ ہیں جنہوں نے شجرۃ الرضوان کے نیچے بیٹھ کر بیعت رضوان کی تھی اور پھر اصحاب رضوان کے نام سے معروف ہوئے!

ان میں سیدنا ابو بکرؓ موجود تھے، سیدنا عمرؓ ان میں شامل تھے، سیدنا عثمانؓ کا تو ان میں امتیازی مقام ہے، سیدنا علیؓ حدیبیہ کا معاہدہ تحریر کرنے والے تھے!

ان میں طلحہ و زبیر بھی تھے، ابن عوف اور ابن جراح بھی تھے ....ان سب کو اللہ نے اپنی رضا اور خوشنودی کی سند عطا فرمائی اور اس آیت میں ان کو مؤمنون کہہ کر ان کے ایمان پر مہر تصدیق ثبت فرمائی۔

جو بدبخت ان کے ایمان میں بحث کرتا ہے اور اپنی مجالس میں ان کے کردار کا مذاق بناتا ہے..........اس بدبخت کا قرآن مقدس پر ایمان نہیں ہے!

سامعین گرامی قدر! جتنی آیات آج کے خطبے میں..........میں نے پیش کی ہیں ان سے یہ حقیقت واضح ہو رہی ہے اور ادنیٰ عقل رکھنے والے کو بھی یہ بات سمجھ آ رہی ہے کہ ایمان و اسلام کا معاملہ ہو یا ہجرت و جہاد کا ذکر ہو یا جنگ و صلح کی بات ہو، راحت و عسرت ہو، یا دکھ اور سکھ کا وقت ہو، سفر ہو یا حضر ہو، اطمینان و تسکین کا نزول ہو یا دعوت و تبلیغ کا مرحلہ ہو

یاد نیا دآ خرت کا ذکر ہو........... ہر جگہ اور ہر موقع پر اصحاب رسول .... اپنے رسول ﷺ کے ساتھ ہیں .... اور زندگی کی ہر حالت میں صحابہ کرام نبی اکرم ﷺ کے دوست، ساتھی، ہمدرد اور رفیق ہیں۔

جس طرح نبی اکرم ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اسی طرح صحابہ کرام سے محبت نبی اکرم ﷺ سے محبت کا ثبوت ہے۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

دسویں تقریر

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ اَمَّا بَعۡدُ
فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ○
بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○
مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ ؕ وَالَّذِیۡنَ مَعَہٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی
الۡکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیۡنَہُمۡ (الفتح ۲۹)
وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیۡ مَقَامٍ آخَر:
وَلَا تَطۡرُدِ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ رَبَّہُمۡ بِالۡغَدٰوۃِ
وَالۡعَشِیِّ یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡہَہٗ ؕ مَا عَلَیۡکَ مِنۡ
حِسَابِہِمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ وَّمَا مِنۡ حِسَابِکَ عَلَیۡہِمۡ
مِّنۡ شَیۡءٍ فَتَطۡرُدَہُمۡ فَتَکُوۡنَ مِنَ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۵۲﴾
(الانعام)

سامعین گرامی قدر! گذشتہ خطبے میں .... میں نے چند ایسی آیات آپ کے سامنے رکھیں .... جن میں اللہ رب العزت نے اصحاب نبی کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ فرمایا .... معیت نبوی میں وہ سب کے سب باکمال ثابت ہوئے .... اللہ رب العزت کو یہ بات گوارا اور برداشت نہیں ہے کہ ایمان و اعمال میں، سفر و حضر میں جنگ و صلح میں، تکلیف و راحت میں غرضیکہ کسی جگہ بھی رسول اللہ ﷺ اور اصحاب رسول کے مابین جدائی اور تفریق ہو جن بدبختوں نے چند منٹ کے لیے ان کے درمیان تفریق اور جدائی .... اور تفریق و علیحدگی ڈالنے کی کوشش کی تو عرش والا یہ برداشت نہ کر سکا اور اپنے پیارے پیغمبر ﷺ کو روک دیا اور بڑی شدت اور سختی سے روک دیا!

اس حقیقت سے تو آپ واقف ہیں کہ ہر نبی پر ابتداء میں ایمان لانے والوں میں اکثریت غرباء اور مساکین کی ہوتی تھی .... اس وقت کے سردار اور وڈیرے وقت کے نبی کو یہی طعنہ دیتے تھے کہ تیرے ماننے والے گھٹیا لوگ ہیں .... سطحی رائے رکھنے والے، جن کا معاشرے میں اور سوسائٹی میں کوئی مقام اور عزت نہیں۔

سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم کے سرداروں نے کہا:

مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ ۚ

(ھود ۲۷)

اور تیرے پیروکاروں کو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ نیچ لوگ ہی ہیں سطحی رائے والے۔

امام الانبیاء ﷺ نے قریش مکہ کے سامنے جب دعوت توحید پیش فرمائی اور انہیں تمام الٰہوں سے ہٹا کر اور بچا کر ایک الٰہ کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دی .... تو اس دعوت کو تسلیم کرنا آسان نہیں تھا........ یہ دعوت باپ دادا کے دین سے بغاوت تھی۔

مکہ کے سرداروں نے اور وڈیروں نے مخالفت پر کمر کس لی .... میرے نبی ﷺ پر ایمان لانے والوں میں وہ لوگ انگلیوں پر گنے جا سکتے تھے جو دولت مند اور تاجر تھے ورنہ ایمان لانے والوں کی اکثریت غرباء، مساکین، غلام اور دنیوی اعتبار سے بے حیثیت لوگوں پر مشتمل تھی!

شاہ روم نے جو عیسائی مذہب سے تعلق رکھتا تھا اور تاریخ سے واقف تھا........ اس نے ابوسفیانؓ سے جب امام الانبیاء ﷺ کے مکتوب گرامی پہنچنے کے بعد تحقیق کی تو اس نے ابوسفیانؓ سے پوچھا!

نبوت کے مدعی کے پیروکار بڑے لوگ اور سردار قسم کے لوگ بن رہے ہیں یا عام غریب اور کمزور لوگ۔

ابوسفیانؓ نے جواب دیا:

مال دار لوگوں میں سے تو بہت کم ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی زیادہ تر عام لوگ اور کمزور طبقہ کے لوگ ہیں۔

شاہ روم نے دوسرا سوال کیا:

مدعی نبوت کے پیروکار بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں۔

ابوسفیانؓ نے کہا:

گھٹنے کا تو تصور ہی کوئی نہیں وہ تو مسلسل بڑھ رہے ہیں!

شاہ روم نے تیسرا سوال بڑا عجیب کیا اور ابوسفیانؓ کے حقیقت پسند جواب نے اسے عجیب تر بنا دیا۔

شاہ روم کہنے لگا:

کیا ایسا بھی کبھی ہوا کہ کوئی پیروکار ان سے ناراض ہو کر اور ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد پھر اس سے نکل بھاگے

ابوسفیانؓ نے کہا:

جس نے ایک دفعہ محمد عربی ﷺ کا دامن پکڑ لیا وہ مر گیا مگر ان سے جدا نہیں ہوا (ابوسفیانؓ اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے .... اور وہ کفار مکہ کے سردار تھے ان کی زبان سے .... یعنی دشمن کی زبان سے اصحاب رسول کی یہ تعریف و توصیف اصحاب رسول کی عظمتوں کی دلیل ہے .... اس وقت اسلام کا دشمن تو محمد کریم ﷺ کے ساتھیوں کی ایمان پر پختگی اور مضبوطی اور استقامت کا اقراری ہے اور آج محمد کریم ﷺ کو ماننے کا مدعی ان کے ایمان اور استقامت کے بارے میں مشکوک ہے۔ وا اسفا!)

آیت نمبر ۹۳ کفارِ مکہ نے امام الانبیاء ﷺ اور اصحاب پیغمبر کو عارضی طور پر جدا کرنے کی کوشش کی۔

جب انہوں نے کہا کہ ہم آپ ﷺ کی محفل میں آنے کے لیے تیار ہیں اور آپ ﷺ کی بات اور دعوت کو سننے کے لیے تیار ہیں .... مگر مجبوری یہ ہے کہ آپ کی محفل اور مجلس میں غریب، نادار اور نیچ قسم کے لوگ ہر وقت موجود ہوتے ہیں .... ان کے ساتھ ایک جگہ اور ایک مجلس میں بیٹھنا ہم جیسے سرداروں کو سجتا نہیں .... ان رزیل

لوگوں کے ساتھ بیٹھنا جن کے کپڑے میلے کچیلے ہوں...... ہماری توہین ہے
حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر موضح القرآن میں
فرمایا کافروں میں بعض سرداروں نے حضرت ﷺ سے کہا کہ تمہاری
بات سننے کو ہمارا دل چاہتا ہے لیکن تمہارے پاس بیٹھتے ہیں رذیل لوگ
ہم ان کے برابر نہیں بیٹھ سکتے!

(مکہ مکرمہ میں کفار ومشرکین کی جانب سے اصحاب رسول پر یہ
پہلا تبرا ہے جس کا مسکت جواب اللہ رب العزت نے دیا)

آج ہمارے معاشرے میں بھی کچھ علاقوں میں جہاں سرداری
نظام کی لعنت قائم ہے .... یہ ذہنیت موجود ہے .... وہ سردار
اور وڈیرے عام غرباء کو کمی کمین کے نام سے پکارتے ہیں اور ان کے ساتھ
بیٹھنے یا ان کے ساتھ مل کر کھانے کو اپنی ہتک اور بے عزتی سمجھتے ہیں۔

امام الانبیاء ﷺ نے سرداران مکہ کا یہ مطالبہ سنا تو آپ ﷺ
کے دل میں خیال آیا کہ یہ غریب صحابہ .... یہ بلال وعمار، یہ صہیب و
خباب اور یہ ابن مسعود اور یہ ابوفکیہہ رضی اللہ عنہم .... یہ تو میرے
اپنے ہیں .... دین اسلام کے متوالے ہیں

اگر میں چند لمحوں کے لیے انہیں اپنی محفل سے ہٹا دوں
.... اور قریش مکہ اور مکہ کے دوسرے سرداروں کو الگ وقت
دے دوں تو ہو سکتا ہے انہیں ہدایت مل جائے یہ بڑے بڑے لوگ
دین اسلام سے وابستہ ہو جائیں اور اگر یہ سردار اور وڈیرے مسلمان ہو
گئے تو ان کی دیکھا دیکھی مکہ کے دوسرے لوگ بھی دامن اسلام سے
وابستہ ہو جائیں گے!

امام الانبیاء ﷺ کی دلی خواہش اور قلبی تمنا یہ تھی کہ اللہ کرے ساری دھرتی کے لوگ مسلمان ہو کر جہنم کی آگ سے بچ جائیں اور جنت کی نعمتوں کے مستحق بن جائیں۔

قرآن نے آپ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ (توبہ ۱۲۹)

میرا پیغمبر تمہاری بھلائی پر حریص ہے۔

اس جذبے کے تحت آپ ﷺ کے دل میں خیال آیا کہ سرداران مکہ کے اس مطالبے پر میں چند لمحات کے لیے اپنے غریب ساتھیوں کو محفل سے ہٹا دوں............ تاکہ وہ سردار قرآن سن لیں .... شاید ایمان ان کے دل میں داخل ہو جائے............ اور وہ میری دعوت کے معاون بن جائیں۔

ذرا دیکھیے............ اصحاب رسولؓ کو چند لمحوں کے لیے اپنی مجلس سے اٹھانے میں نیت آپ ﷺ کی ہتک اور توہین کرنے کی نہیں ہے............ نیت بھی انتہائی نیک اور اسلام کی خیر خواہی کی ہے۔

مگر عرش والے کو اپنے نبی مکرم ﷺ کی یہ سوچ پسند نہ آئی اور فرمایا:

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ (انعام)

مت ہٹائیے اور نہ دور کیجیے ان لوگوں کو جو صبح شام اپنے
رب کو پکارتے ہیں خالص اس کی رضامندی چاہتے ہیں
ان کا حساب ذرا بھی آپ کے متعلق نہیں اور آپ کا
حساب ذرا بھی ان کے متعلق نہیں پس اگر (بالفرض)
آپ نے ان کو ہٹادیا اور دور کر دیا تو آپ بے انصافوں
میں سے ہو جائیں گے۔

اللہ اکبر! میرے نبی ﷺ کے غریب اور نادار ساتھی ....غلامی کی زندگی بسر کرنے والے جن کے پاس کھانے کو مناسب غذا نہیں ....جن کے پاس پہننے کے لیے معقول لباس نہیں ....جن کے پاس سر چھپانے کے لیے کوئی چھت نہیں ....جن کی کوئی برادری اور کنبہ قبیلہ نہیں ....تجارت اور دولتِ دنیا نہیں ....مکہ کے جاہلانہ معاشرے اور سوسائٹی میں ان کی پوچھ پریت نہیں ....جنہیں فرش پر حقیر اور کیڑے مکوڑے سمجھا جاتا ہے ....مگر عرش پر ان کی کتنی قدر و منزلت ہے ....عرش والے کی نگاہوں میں وہ کتنے معزز

اور مکرم اور محترم ہیں ....آسمانوں پر ان کی کتنی پذیرائی ہے کہ ان غربا کی خاطر اور غلاموں کی طرف داری کر کے عرش والے نے اپنے محبوب سے اتنے سخت لہجے میں بات کر دی۔

فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ

میرے محبوب اور پیارے پیغمبر! ﷺ، میں نے آپ کو منع کر دیا ہے اور روک دیا ہے کہ ان غریب صحابہؓ کو اپنی محفل سے نہیں نکالنا۔

(امام اہلسنت، رئیس المفسرین مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ نے
ولا تطرد.........کا پنجابی میں بڑا فٹ معنی کیا.........میرا سوہنا
انہاں نوں اپنی محفل چوں چکیں نہ پیا)

میرے پیارے! اگر میرے منع کرنے کے باوجود آپ ﷺ
نے پھر بھی ان غریب اور نادار صحابہ کو محفل سے باہر نکالا فَتَكُونَ مِنَ
الظَّالِمِينَ ....کتنے سخت لفظ ہیں.........ظالمین کا معنی کس طرح
کروں؟ زبان لڑکھڑا جاتی ہے.........بڑا نرم معنی کر رہا ہوں
.........پھر آپ بے انصافوں میں سے ہو جائیں گے!

مولا! میرے یاروں سے تجھے اتنا پیار کیوں ہو گیا ہے
.........کہ ان کی دلجوئی کی خاطر مجھے بھی تنبیہ کر دی!

جواب آیا.........تیرے یاروں کی ایک ادا نے انہیں میرا
محبوب بنا دیا.........اور وہ ادا ہے :

يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ

وہ ہر حالت میں خالص مجھے پکارتے ہیں.........مصیبت میں
ہوں تب بھی، راحت میں ہوں تب بھی.........دکھ میں ہوں یا سکھ
میں.........جنگ میں ہوں یا امن میں سفر میں ہوں یا حضر
میں.........صحت میں ہوں یا بیماری میں.........قید میں ہوں یا
آزادی کی فضاؤں میں.........پیٹ بھر کر کھا چکے ہوں یا پیٹ پہ پتھر
باندھ رکھے ہوں.........وہ تخت پہ ہوں یا تختوں پہ.........ہر جگہ اور
ہر حالت میں وہ پکارتے ہیں تو صرف اور صرف مجھے پکارتے ہیں
.........مجھے تیرے یاروں سے پیار اس لیے ہو گیا ہے کہ وہ میرے موحد

بندے ہیں!

يُرِيدُونَ وَجْهَه!

میرے پیارے پیغمبر ﷺ! مجھے پکارنے والے مجھے پکارتے رہے............ مگر اپنی غرض کے لیے، اپنی حاجت کے لیے اور اپنی مجبوری کی بناپر............ کوئی صحت کے لیے پکارتا ہے کوئی اولاد کے لیے میرا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے، کوئی رہائی کے لیے، کوئی کاروبار میں ترقی کے لیے۔

مگر اس دنیا میں صرف تیرے یار ہیں جو مجھے اپنی کسی غرض اور حاجت کے لیے نہیں پکارتے بلکہ مجھے راضی کرنے کے لیے اور میری رضا مندی حاصل کرنے کے لیے پکارتے ہیں۔

جن غربا اور مساکین اصحاب رسول کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی .... وہ لوگ ریاکار نہیں تھے، وہ دکھاوے کے لیے عبادات و اعمال نہیں کرتے تھے............ ان کا مقصد دنیا یا دنیا کا اقتدار حاصل کرنا نہیں تھا............ وہ العیاذ باللہ فریب کار یا دھوکے باز لوگ نہیں تھے بلکہ ان کے ایمان لانے، عبادات سرانجام دینے اور رب کو پکارنے سے مقصد اور غرض وغایت اللہ کی رضا کا حصول تھا۔

سامعین گرامی قدر! جب کائنات کے سردار اور سرتاج کو اس بات کی اجازت نہیں کہ اصحاب رسول کو ایک عظیم مقصد اور دینی ضرورت کی بناپر اپنی مجلس سے اٹھا دیں اور دور فرما دیں اور محبوب کائنات کو اور امام الانبیاء ﷺ کو تنبیہ کی جاتی ہے کہ اگر آپ ﷺ نے انہیں اپنی محفل سے دور کر دیا تو آپ بھی بے انصافوں میں شمار ہو نگے۔

پھر کسی دوسرے شخص کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ اصحاب رسول پر تبرا کرے اور ان کی شان میں گستاخیاں کرے............انہیں مفاد پرست کے طعنے دے، ان پر کنبہ پرور ہونے کی پھبتی کسے، انہیں ظالموں اور غاصبوں کے روپ میں پیش کرے، ان کے ایمان میں اور ان کی صداقتوں میں شک وشبہ کرے جو شخص اصحاب رسول کی ذرہ برابر بھی توہین کرتا ہے اور انہیں ہتک کی نگاہ سے دیکھتا ہے وہ ظالم ہے ....قرآن کی رو سے وہ ظالم ہے اور ظالموں کا ٹھکانہ دوزخ ہی ہے!

آیت نمبر ۹۴ قرآن مجید نے دوسری جگہ تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ اسی مضمون کو بیان فرمایا:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾ (کھف ۲۸)

میرے پیغمبر! اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ پابند رکھیے (روکے رکھئے، مقید رکھیے) جو صبح وشام (یعنی ہمیشہ) اپنے رب کی پکار محض اس کی رضا حاصل کرنے کے لیے کرتے ہیں اور آپ کی آنکھیں ان سے ہٹنے نہ پائیں دنیاوی زندگی کی رونق کے خیال سے۔

حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی نے تحریر فرمایا:

ایک کافر حضرت کو سمجھانے لگا کہ اپنے پاس رزیلوں کو

نہ بیٹھنے دو تاکہ سردار تمہارے پاس بیٹھیں رزیل
کہا غریب مسلمانوں کو اور سردار دولت مند کافروں کو
اس پر یہ آیت اتری! (موضح قرآن)

مشرکین سرداروں کے مطالبے کے جواب میں اللہ رب العزت نے غربا صحابہ کی ایسی دلجوئی فرمائی کہ سبحان اللہ!

مکہ کے سردار اور چوہدری ایمان لائیں یا نہ لائیں..........کوئی دامن اسلام میں آئے یا نہ آئے..........اسلام کے چہرے پر جمال و بہار آئے یا نہ آئے..........مال دار......دنیادار..........دولت مند آئیں یا نہ آئیں......نبی اکرم ﷺ کو حکم دیا جارہا ہے کہ آپ نے ان غرباء اور مساکین ساتھیوں کے ساتھ ہی رہنا ہے......آپ نے کسی حال میں بھی ان سے الگ اور علیحدہ نہیں ہونا۔

آپ ﷺ نے ان ہی کے ساتھ ہر وقت نشت و برخاست رکھنی ہے..........مجلس و مصاحبت و مجالست ان ہی کے ساتھ رہنی چاہیے۔

یہ لوگ آپ کی شفقت بھری نگاہوں کے سامنے رہنے چاہئیں..........آپ کی رحمت بھری نظریں ان ہی پر رہنی چاہئیں۔

سامعین گرامی قدر! امام الانبیاء ﷺ کو اس آیت کریمہ میں حکم دیا جارہا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ رہنا ہے اور آپ کے ساتھیوں نے آپ ﷺ کے ساتھ رہنا ہے..........کسی حالت میں آپ ﷺ ان کو اپنے سے الگ نہ فرمائیں۔

پھر اس دنیا میں اور اس زندگی میں اصحاب پیغمبر اپنے پیغمبر ﷺ کے ساتھ رہے......مگر اس دنیا سے رحلت فرمانے کے بعد......اور قبر

منور میں تشریف لے جانے کے بعد کوئی بھی آپ ﷺ کے ساتھ نہیں ہے۔ نہ سیدنا عثمان ؓ ذوالنورین، نہ سیدنا علی ؓ بن ابی طالب، نہ حسنین کریمین ؓ، نہ ازواجِ مطہرات ؓ میں سے کوئی اور نہ بنات میں سے کوئی۔

پوری کائنات میں یہ شرف صرف دو خوش نصیبوں کو حاصل ہے کہ وہ وفات کے بعد بھی اپنے نبی سے دور نہیں...... بلکہ امام الانبیاء ﷺ کے انتہائی قریب ہیں اور آغوشِ رسالت میں قرب ووصل کے لطف لے رہے ہیں۔ ہاں یہی دو خوش بخت ہیں ایک ابوبکر اور دوسرے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

آیت نمبر ۹۵

سورۃ حجر کی آیت نمبر ۸۷ میں اللہ رب العزت نے اپنے محبوب پیغمبر کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے آپ کو قرآن مجید اور اس میں شامل سورۃ الفاتحہ جیسی عظیم نعمت عطا فرمائی ہے۔

پھر آیت نمبر ۸۸ میں فرمایا:

کہ جن کفار ومشرکین کو ہم نے دنیا میں استعمال کرنے کے لیے مختلف اشیاء اور چیزیں عطا فرمائی ہیں آپ ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا کریں .... قرآن والی نعمت کے مقابلے میں ساری دنیا کی نعمت اور دولت بھی حقیر ہے۔

میرے پیارے پیغمبر! ان کفار ومشرکین کے ایمان نہ لانے پر اور ضد کرنے پر غم نہ کھایا کریں......... ضدی اور عنادی لوگوں کے پیچھے اپنے آپ کو پریشانی میں مبتلا نہ کیجیے۔

اس کے بعد فرمایا:

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾ (حجر)

اور ایمان والوں کے لیے اپنے بازو جھکائے رکھیے۔

جب پرندہ اپنے بچوں کو اپنے سایہ شفقت میں لیتا ہے تو انہیں اپنے پروں کے نیچے لے لیتا ہے۔

یہ محاورہ نرمی، شفقت، رحمت، پیار کرنے کا مفہوم ادا کر رہا ہے اللہ رب العزت کو اصحاب رسول سے اتنا پیار ہے، اتنا تعلق ہے، اتنا خیال ہے کہ اپنے پیارے پیغمبر کو حکم دے رہا ہے کہ اپنی جماعت کے ساتھ .... مومنین کے ساتھ نرمی اور شفقت سے پیش آئیں۔

سامعین گرامی قدر! ایک لحہ کے لیے یہاں رک کر سوچنے اور فیصلہ کیجیے کہ

اس آیت میں جن مومنوں کے لیے نبی اکرم ﷺ کو حکم ہو رہا ہے کہ اپنے بازو ان کے لیے جھکا دیجیے .... ان سے نرمی، ملاطفت اور تواضع کا برتاؤ فرمایئے۔

ان مومنوں سے مراد کون لوگ ہیں؟ ہم تو اس وقت موجود نہیں تھے .... بعد میں آنے والی پوری امت .... تابعین اور تبع تابعین ائمہ مجتہدین، فقہاء، اولیاء اور علماء تو موجود نہیں تھے پھر کن مومنوں کے لیے کہا جا رہا ہے کہ ان سے شفقت و مہربانی کا معاملہ فرمائیں؟

یقیناً اس سے مراد صحابہ کرامؓ ہیں .... جن میں خلفاء اربعہ شامل ہیں .... انہی کو مومن بھی کہا گیا اور نبی رحمت کو حکم ہوا کہ ان سے نرمی، شفقت، پیار کا معاملہ فرمائیں!

آج امت مسلمہ کے ہر ہر فرد کو چاہیے کہ وہ ایسے خوش بخت لوگوں کا احترام کرے اور ان کے ساتھ محبت و پیار کا معاملہ کرے

جو بد بخت ایسے عظیم لوگوں کو مومن تک ماننے کے لیے تیار نہیں اور صبح و شام ان عظیم ہستیوں پر تبرا کرتا ہے وہ ایمان کی دولت سے تہی دامن ہے اور اس کا قرآن کی صداقتوں پر بھی یقین نہیں ہے۔

آیت نمبر ۹۶ اسی سے ملتی جلتی ایک آیت سورۃ شعرا میں بھی ہے سورۃ شعرا کی آیت نمبر ۲۱۴ میں امام الانبیاء ﷺ کو حکم دیا گیا کہ اپنے قریبی رشتے داروں کو دعوتِ توحید اور پیغام رسالت پہنچایئے......... کیونکہ خیر خواہی میں ان کا حق مقدم ہے۔

آگے فرمایا:

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۱۵﴾ (شعراء)

اور اپنے بازو نیچے رکھیے ان کے لیے جو تیرے پیروکار ہیں مومن!

یہ آیت اور یہ سورت بالکل ابتدائی دور نبوت کی ہے .... جب اللہ اپنے حبیب ﷺ کو حکم دے رہا ہے کہ اپنے قریبی رشتے داروں کو اور برادری کے لوگوں کو دعوتِ اسلام دیجیے اور جو مومن تیرے مطیع ہیں .... تیرے پیروکار ہیں ان سے شفقت و نرمی کا معاملہ فرمایئے۔

ابتدائی دور کے مومن کون تھے ؟ پہلا مومن ہی سیدنا ابو بکرؓ ہے، بچوں میں پہلا مومن سیدنا علیؓ ہے، پانچواں یا چھٹا نمبر سیدنا عثمان ذوالنورینؓ کا ہے تقریباً چالیسواں نمبر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔

ان ہی لوگوں کو اور ان ہی خوش نصیبوں کو مومن اور نبی اکرم ﷺ

کے مطیع اور فرمانبردار کہا جارہا ہے۔

آج جو شخص ان کی فرمانبرداریوں میں اور ان کی اسلام کے ساتھ وفاؤں میں شک کرتا ہے اور ان کے کردار میں کیڑے نکالتا ہے اور انہیں مفاد پرست یا خودغرض ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے اس شخص کا قرآن پر ایمان نہیں ہے۔

آیت نمبر ۹۷ امام الانبیاء ﷺ کا اپنے یاروں سے تعلق

..........صحابہ کرام سے نرمی وملاطفت کا معاملہ..........ان کی دلجوئی ....اسے ایک اور جگہ پر قرآن نے بیان فرمایا:

وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ ۙ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵۴﴾ (انعام)

جو لوگ ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں وہ جب آپ کے پاس آئیں تو (یوں) کہیے کہ تم پر سلام ہو تمہارے رب نے مہربانی کرنا اپنے ذمہ مقرر کر لیا ہے کہ جو شخص تم میں سے کوئی برا کام ناواقفیت سے کر بیٹھے پھر اس کے بعد وہ توبہ کرلے اور اپنی اصلاح کرلے تو اللہ (کی یہ شان ہے) بڑی مغفرت کرنے والا بڑی رحمت والا ہے۔

اس آیت کریمہ سے پہلے آیت نمبر ۵۲ میں بیان ہوا کہ مشرکین مکہ اور سرداران قریش مسلمانوں کو حقیر اور رذیل سمجھتے تھے..........اور

ان کے ساتھ ایک محفل میں بیٹھنے کے لیے تیار نہیں تھے۔

اس آیت میں اللہ رب العزت نے اصحاب رسول کی عظمت و عزت اور رفعت و بلندیٔ شان کو بیان فرمایا۔

اور امام الانبیاء ﷺ کو حکم دیا گیا اور ہدایت فرمائی کہ آپ کے جانثار ساتھی جب آپ ﷺ کی محفل میں آئیں تو انہیں محفل سے ہٹانا تو دور کی بات ہے بلکہ آپ انہیں سلام کیا کریں.......... یعنی ان کے لیے سلامتی کی دعا فرمائیں.......... یا وہ سلام دیں تو ان کے سلام کا جواب عنایت فرمائیں۔

اور انہیں خوشخبری اور بشارت دیں کہ اللہ نے اپنے شکر گزار مؤمن بندوں کے لیے اپنی رحمت اور مہربانی کا پختہ فیصلہ کر رکھا ہے.......... اگر ناواقفیت سے اور جہالت سے ان لوگوں سے کوئی گناہ اور قصور ہو جائے اور غلطی کا احساس ہوتے ہی وہ معافی مانگ لیں اور توبہ کر لیں اور اپنی اصلاح کر لیں تو اللہ رب العزت غفور و رحیم ہے ان کے سارے کے سارے گناہ مٹا دے گا!

ذرا لفظ بِجَهَالَةٍ پر غور فرمایئے.......... اللہ تعالیٰ بتانا چاہتے ہیں کہ میرے نبی کے یار ناواقفیت اور لاعلمی کی وجہ سے غلطی اور گناہ کا ارتکاب کر سکتے ہیں...... عمداً، دیدہ دانستہ کسی کام کو گناہ جانتے ہوئے وہ اس کے مرتکب نہیں ہو سکتے۔

اللہ رب العزت نے ان کے لیے مغفرت اور معافی کا اعلان فرمایا.......... اور نبی رحمت ﷺ کے ذمہ لگایا کہ ان کو سلام کہیں.......... امام بیضاویؒ نے اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرمایا ہے:

اَمَرَهُ اَنْ یَّبْدَأ بِالتَّسْلِیْمِ اَوْ یُبَلِّغَ سَلَامَ اللّٰہِ

اللہ کے نبی کو حکم دیا گیا کہ آپ ان کو ابتداً سلام کریں یا ان تک اللہ کا سلام پہنچا دیں۔

اصحاب رسول کی عظمتوں کے کیا کہنے.........قربان جاؤں ....امام الانبیاء ﷺ کو ہدایت ہو رہی ہے کہ تیرے یار تیرے ہاں تیری محفل میں آئیں تو آپ انہیں سلام کہیں.........ان کے لیے سلامتی کی دعائیں کریں اور انہیں عرش والے کا سلام پہنچائیں۔

اس آیت میں اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ ....سے مراد کون لوگ ہیں؟ یہ کن کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ وہ تیری محفل میں آئیں تو انہیں سلام کہو؟.........یہ کن کے بارے میں معافی کے اعلان ہو رہے ہیں؟

اگر اس سے مراد اصحاب رسول نہیں ہیں تو پھر اور کون؟ ....جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی انصاف و صداقت کا جذبہ ہوگا.........وہ انکار نہیں کر سکتا کہ اس سے مراد اصحاب رسول ہی ہیں.........پھر جن خوش نصیب لوگوں کو اللہ اور اس کا رسول سلام کہے.........جن پر رحمت الٰہی کی بارش برس رہی ہو.........جن کی مغفرت کے اعلان ہو رہے ہوں۔

آج تاریخ کی کتابوں کے حوالہ جات سے ان کے کردار و اعمال پر بحث کرنے والا ذی ہوش اور عقل مند کیسے کہلا سکتا ہے؟

آج ان کے ایمان کے ثبوت مانگنے والا قرآن پر ایمان رکھنے کا دعویدار کیسے ہو سکتا ہے؟

آج ان کے اخلاص و دیانت داری کے بارے میں گفتگو کرنے

والا اسلام سے مخلص کیسے ہو سکتا ہے؟

حضراتِ گرامی قدر! آپ کے لیے دو راستے ہیں...... سوچ سمجھ کر فیصلہ کیجیے۔

ایک راستہ یہ ہے کہ قرآن پر ایمان لا کر اصحاب رسول کو جنتی، مخلص مومن، متقی، صادق و عادل، منصف و امین مان لیں اور اس کے خلاف تاریخی روایات کو دیوار پر مار دیں اور دوسرا راستہ یہ ہے کہ تاریخی روایات کو قبول کر لیں اور قرآن کی شہادتوں کو پس پشت ڈال دیں

.... بتائیے کون سا راستہ پسند ہے پہلا یا دوسرا ؟

آیت نمبر ۹۸ اسی سے ملتا جلتا ایک اور واقعہ بھی قرآن نے اپنے صفحات میں بیان فرمایا ہے:

ایک نابینا صحابی عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے خدمت میں اس وقت حاضر ہوئے جب بعض سردارانِ قریش نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور آپ انہیں دعوتِ اسلام اور دعوتِ توحید دے رہے تھے۔

یہ نابینا صحابی ہے اسے تو معلوم ہی نہیں کہ آپ کے خدمت اقدس میں اس وقت کون بیٹھا ہے؟

ابن ام مکتوم ؓ نے آتے ہی کسی آیت کے بارے میں پوچھنا شروع کیا.......... یارسول اللہ مجھے فلاں مسئلہ سمجھا دیجیے۔

امام الانبیاء ﷺ کو ابن ام مکتوم ؓ کا اس طرح آنا اور اس طرح مسئلہ پوچھنا ناگوار گزرا۔

آپ ﷺ کے دل میں آیا کہ یہ تو میرا اپنا ہے.......... یہ پھر

بھی کسی وقت مسئلہ پوچھ سکتا ہے.......... جن سرداروں کو میں مسئلہ سمجھا رہا ہوں............ یہ اس لیے ضروری اور اہم ہے کہ اگر ان سرداروں کی کایا پلٹ گئی......... اگر یہ مسلمان ہو گئے تو ان کے پیچھے کئی لوگ مسلمان ہو جائیں گے......... اگر ان کے بیٹھے ہوئے میں ابن ام مکتومؓ کی طرف متوجہ ہو جاؤں تو یہ سردار محسوس کریں گے اور شاید اس کے بعد وہ بات سننے کے لیے بھی تیار نہ ہوں!

نبی اکرم ﷺ کی عدم توجہ ابن مکتومؓ کی توہین کے نظریئے سے نہیں تھی.......... آپ کے اخلاص وخلوص میں رائی برابر بھی شک نہیں ہوسکتا مگر اس کے باوجود امام الانبیاء ﷺ کے چہرہ پُر انوار پر ناگواری کے آثار اور عبداللہ بن ام مکتوم کے آنے پر رخ مبارک پھیر لینا اللہ رب العزت کو پسند نہ آیا اور عجیب محبوبانہ انداز میں فرمایا:

عَبَسَ وَتَوَلّٰىٓ ۝ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ۝ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰىٓ ۝ (عبس)

تیوری چڑھائی (چیں بہ جبیں ہوئے، ترش رو ہوئے) اور منہ موڑ لیا (صرف اس لیے) کہ اس کے پاس ایک نابینا آیا اور آپ کو کیا معلوم (شاید وہ نابینا آپ کی تعلیم سے) سنور جاتا۔

سامعین گرامی قدر! یہ نابینا صحابی عبداللہ بن ام مکتومؓ کتنے خوش نصیب اور کتنے خوش قسمت ہیں جن کے لیے اللہ رب العزت نے یہ آیات اتاریں.......... یہ مقام انہیں حاصل ہے کہ ان کا تذکرہ قیامت تک کے لیے قرآن میں محفوظ فرما دیا.......... جب تک مسجد کے

محرابوں میں قرآن کی تلاوت ہوتی رہے گی.......... اس خوش قسمت نابینا کا تذکرہ بھی ہوتا رہے گا۔

آپ صحابی کی عظمت کا اندازہ لگائیں.......... رسولِ رحمت ﷺ نے ابن ام مکتوم کو کچھ کہا بھی نہیں.......... صرف چہرۂ نبوت پر ناگواری کے آثار ظاہر ہوئے.......... چہرۂ مبارک پر سلوٹیں نمودار ہوئیں.......... عرش والے کو صحابیٔ رسول کے بارے میں اتنی سی ناگواری بھی برداشت نہیں ہوئی اور اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کو تنبیہ فرما دی۔

روایات میں آتا ہے کہ ان آیات کے نزول کے بعد جب عبداللہ بن ام مکتومؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو امام الانبیاء ﷺ ان الفاظ کے ساتھ ان کا استقبال فرماتے:

مَرْحَبًا بِمَنْ عَاتَبَنِیْ فِیْہِ رَبِّیْ

خوش آمدید وہ آ گیا ہے جس کے بارے میں اللہ نے مجھے عتاب فرمایا۔ عتاب کا معنی ہے تنبیہ کرنا، جھڑک دینا۔

امام الانبیاء ﷺ کے بارے میں یہ جملہ ذرا کھٹکتا ہے ...... جھڑک دینا......

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے پنجابی میں معنی کیا...... واللہ مزہ آ گیا:

مَرْحَبًا بِمَنْ عَاتَبَنِیْ فِیْہِ رَبِّیْ

جی آیاں نوں اوہ آ گیا اے جس دے بارے میرے رب مینوں مہنہ دتا۔

مہنہ دینا...... اس میں محبت و پیار کی کیفیت جھلک رہی ہے۔

آج کے خطبے میں..........میں نے ایسی آیات قرآنیہ آپ حضرات کے سامنے پیش کیں جن سے ثابت ہو رہا ہے کہ اللہ رب العزت اپنے محبوب پیغمبر اور پیغمبر کے یاروں کے درمیان ایک لمحہ کے لیے بھی جدائی اور تفریق برداشت نہیں کر سکتا..........وہ اپنے محبوب ﷺ سے کہتا ہے..........اپنے یاروں کے ساتھ پابند رہنا ہے..........انہیں اپنی آنکھوں میں بسانا ہے..........اور انہیں اپنی محفل سے دور نہیں کرنا اور یہ آپ ﷺ کی محفل میں آئیں تو انہیں خود بھی سلام کہنا ہے اور میری طرف سے بھی سلام کہنا ہے۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

گیارہویں تقریر

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَ یُزَکِّیْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ

(البقرۃ:۱۲۹)

اے ہمارے پروردگار اور بھیج ان میں ایک عظیم الشان رسول انہی میں سے جو پڑھے ان پر تیری آیتیں اور سکھائے انہیں کتاب اور حکمت کی باتیں اور انہیں پاک کرے یقیناً تو ہی ہے غالب حکمتوں والا۔

سامعین گرامی قدر! یہ آیت کریمہ جس کی تلاوت کرنے کا شرف مجھے حاصل ہوا.......... یہ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۲۹ ہے.......... اس آیت کا لفظی ترجمہ بھی میں نے آپ کو سنا دیا ہے۔

آپ حضرات میں سے جن خوش نصیب لوگوں کو قرآن مجید سے کچھ بھی تعلق ہے وہ یقیناً سمجھ گئے ہونگے.......... کہ اس آیت کریمہ میں اس دعا کا ذکر ہوا جو دعا جد الانبیاء سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور ان کے فرزند ارجمند سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے بیت اللہ کو تعمیر کرتے ہوئے مانگی تھی!

انہوں نے بیت اللہ کی تعمیر کرتے ہوئے تین دعائیں مانگیں

..........اور اللہ رب العزت نے ان کی تینوں دعائیں قبول فرمالیں!

اس آیت کریمہ میں تیسری دعا کا ذکر ہے اور یہی دعا مقصودی دعا ہے!..........عرض کیا!

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُوْلًا

اے ہمارے پروردگار اور پالنہار! تیرے حکم سے تیرا گھر ہم نے تعمیر کر دیا.......... مگر مولا! گھر اچھے لگتے ہیں بسنے والوں سے.......... اور مکان سجتے ہیں مکینوں سے.......... مولا تیرا گھر ہم نے بنا دیا ہے اسے آباد کرنے والا "محمد ﷺ" تو بھیج دے!

وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُوْلًا

رسولاً کی تنوین عظمت کو ظاہر کرنے کے لیے ہے۔

مولا! میں تجھ سے کسی عام رسول کا سوالی نہیں ہوں.......... بلکہ میں تجھ سے ایسے رسول کا سوالی ہوں جو صرف حسین نہ ہو بلکہ حسینوں میں احسن ہو..........جو جمیلوں میں اجمل ہو..........جو کاملوں میں اکمل ہو

..........جو شریفوں میں اشرف ہو..........جو کریموں میں اکرم ہو
..........جو عظیموں میں اعظم ہو..........میں تجھ سے ایک ایسے رسول کا
سوالی ہوں جو امام الانبیاء ہو..........نبیوں کا خاتم ہو..........رحمۃ اللعالمین
ہو..........شفیع المذنبین ہو..........صاحب قرآن بھی ہو اور صاحب معراج
بھی..........جو حوضِ کوثر کا ساقی ہو..........اور مقام محمود کا دولہا ہو۔

میں تجھ سے ایک ایسے رسول کا سوالی ہوں جو سب سے افضل ہو
..........اعلیٰ و ارفع ہو..........پوری کائنات کا سردار ہو..........ساری
مخلوق سے برتر اور بالا قدر ہو نوریوں، ناریوں اور خاکیوں کا امام ہو۔

مگر میرے مولا! یہ عظیم و برتر، اعلیٰ و افضل مہتر و بہتر اور عالی مرتبہ
رسول..........نوریوں میں سے نہ بھیجنا ورنہ فخر نوری کریں گے..........
میرے پالنہار! ایسا بلند مقام نبی جنوں میں سے بھی نہ بھیجنا ورنہ فخر جن
کریں گے..........

وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ .....مِنْهُمْ وہ بلند شان اور
اعلیٰ مقام پیغمبر انسانوں میں سے بھیجنا..........تاکہ فخر بھی انسان کریں کہ
امام الانبیاء اور خاتم المرسلین نبی.....اور اتنا بلند مرتبہ نبی انسان اور بشر ہے!

مِنْهُمْ .....ان ہی میں سے وہ نبی بھیجنا..........وہ نبی کسی کا پوتا ہو
..........کسی کا بیٹا ہو..........کسی کا بھتیجا ہو، کسی کا داماد ہو، کسی کا باپ ہو، کسی کا
خاوند ہو، کسی کا سسر ہو، کسی کا نانا ہو!

آیت نمبر ۹۹

ایسا بلند مرتبہ نبی جو سید البشر ہوگا..........وہ مبعوث
ہو کر کیا کام سرانجام دے گا ؟

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اس عظیم پیغمبر کی بعثت کے چار مقصد

ذکر کیے۔

پہلا مقصد .... یَتْلُوْا عَلَیْہِمْ اٰیٰتِکَ ......لوگوں کو تیری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنائے۔

وَ یُعَلِّمُہُمُ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَۃَ ......اس پیغمبر کی بعثت کا دوسرا مقصد یہ ہوگا کہ وہ تلاوتِ آیات کے بعد کتاب کی تعلیم دے گا ....اور تیسرا مقصد ہوگا حکمت کی تعلیم دینا..........

حکمت سے مراد اچھی اچھی باتیں.......... اسوۂ رسول اور سنت کی تعلیم ہے.......... وہ پیغمبر لوگوں کو زندگی گزارنے کے طور طریقے سکھائے .... خوشی اور غمی.......... دکھ اور سکھ.......... صحت و بیماری .... تجارت و حرفت.......... عدالت و حکومت.......... حقوق و معاملات .... رہن سہن اور میل ملاپ کے معاملے میں ان کی تربیت کرے.......... انہیں کامیاب زندگی گزارنے کے گر سکھائے اور طریقے بتائے۔

وَ یُزَکِّیْہِمْ ...... آیاتِ قرآنیہ کی تلاوت کر کے.......... اور قرآن کی تعلیم دے کر اور حکمت و دانائی کی باتیں بتا کر.......... ان کا تزکیہ کر دے.......... ان کو پاکیزہ بنا دے.......... انہیں پاک صاف کر دے.......... انہیں شرک و کفر سے پاک کر دے.......... منافقت اور اخلاق و کردار کی کوتاہیوں سے انہیں پاک کر دے.......... اخلاق و عادات......معاشرت......تہذیب و تمدن......سیاست......رہن سہن...... تجارت و معاملات کی کمزوریاں ان سے دور کر دے.......... غرضیکہ ان کی اصلاح کرے، تزکیہ نفوس کرے، ان کی تربیت کرے، انہیں

سنوارے......... وہ عظیم الشان پیغمبر ایسا ہو کہ جو لوگ اس کی خدمت میں آئیں، اس کی محفل میں آئیں .... شرک و کفر کی دلدل میں پھنسے ہوئے، عصیاں کاریوں اور نافرمانیوں کی وادیوں میں بھٹکے ہوئے .... ظلم و عدوان کے عادی .... شراب نوشی کے خوگر .... سود خور...... زانی .... بت پرستی کے مریض .... لوگوں کی آبرو پر حملے کرنے والے .... لڑکیوں کو زندہ قبروں میں گاڑنے والے .... ڈاکو اور رہزن لٹیرے اور چور .... اس پیغمبر پر ایمان لا کر اس کی محفل اور مجلس میں آئیں، وہ پیغمبر ان پر ہاتھ رکھے اور زمین کے ان ذروں کو آسمان کے تارے بنا دے، .... شر القرون (دور جاہلیت کو) کو خیر القرون بنا دے .... شرک کی جگہ توحید آ جائے .... کفر کی جگہ ایمان آ جائے ...... بے حیائی کی جگہ حیا لے لے .... جھوٹ کی جگہ سچ سنبھال لے .... خیانت امانت میں بدل جائے .... راہزن رہبر بن جائیں .... چور دین کے پہریدار بن جائیں ...... ظالم و غاصب عادل بن جائیں .... مشرک موحد بن جائیں .... بت پرست رحمان پرست ہو جائیں .... ہرجائی یک جائی بن جائیں .... جھوٹ بولنے والے صادق کہلائیں .... وہ پیغمبر قرآن کی آیات کے ذریعے اپنی محفل میں آنے والوں کا تزکیہ کرے۔

وہ پیغمبر اپنی سیرت و سنت اور اپنے اسوہ کے ذریعے ایمان قبول کرنے والوں کے حالات اور عادات کو سنوارے وہ پیغمبر اپنے ساتھیوں کی اسلامی نقوش کے مطابق تربیت کرے .... وہ ان کا تزکیہ کرے،

رزائل اور گندی عادات اور گندے اخلاق ان کے دلوں سے کھرچ دے۔
اور انہیں سچا...... منصف...... عادل...... متقی...... محسن...... باعمل......
باکردار...... باحیا...... صالح مؤمن بنادے۔

اس طرح تزکیہ کرے...... کہ اللہ عرش سے اعلان کرنے لگ جائے أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ...... أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ...... أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ ...... أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ...... یہی متقی ہیں ...... سچے بھی وہی ہیں، نیک چلن میرے محمد ﷺ کے یار ہیں ...... یہ ساتھی میرے نبی کے ہیں مگر یہ فوج میری ہے۔

اس طرح اپنے ساتھیوں کا تزکیہ کرے کہ عرش والا ...... عرش سے ان کے لیے اپنی رضا کے پروانے اتارے۔

اس طرح تزکیہ کرے کہ اللہ ان کے لیے جنت کے باغات کا وعدے کرے اور ان کی کوتاہیوں کی معافی کا اعلان کرے۔

وہ پیغمبر اپنے ساتھیوں اور ایمان لانے والوں کی ایسی تربیت کرے اور ان کے اخلاق و عادات ایسے سنوارے کہ اللہ انہیں قرآن مجید میں اس پیغمبر کی رسالت پر بطور گواہ پیش فرمائے:

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ

(تفصیل آگے جا کر ان شاء اللہ بیان کروں گا)

آیت نمبر ۱۰۰

سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا میں

امام الانبیاء ﷺ کی بعثت کے جو چار مقاصد ذکر ہوئے، ان کو قرآن مجید میں کہیں بالکل اسی طرح اور کہیں معمولی تبدیلی کے ساتھ دوسری

جگہوں پر بھی ذکر کیا۔

سورۃ البقرہ.......... دوسرے پارے کی ابتداء میں تحویل قبلہ کی بحث میں اللہ رب العزت نے فرمایا کہ ہم نے بیت المقدس کی جگہ بیت اللہ قبلہ اس لیے بنایا تاکہ ہم اپنی نعمت تم پر پوری کریں.......... بیت اللہ کو تمہارا مرکز اور قبلہ بنا دینے سے تمہیں عزت و برتری عطا فرماؤں.......... بیت اللہ چونکہ اللہ رب العزت کی رحمت.......... برکات، تجلیات اور انوار کا مرکز ہے اس لیے نماز جیسی اہم عبادت کے لیے.......... جو مسلمانوں کے لیے معراج کا درجہ رکھتی ہے.......... بیت اللہ کو قبلہ مقرر کرنا سب سے بڑی روحانی نعمت ہے۔

آگے فرمایا:

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿١٥١﴾

(البقرۃ:۱۵۱)

جس طرح ہم نے تمہیں میں سے ایک رسول بھیجا

(مطلب یہ ہے کہ جس طرح تم کو امت وسط بنا کر تم پر نعمت فرمائی اسی طرح ہم نے تم ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا۔ یا جس طرح ہم نے بیت اللہ کو تمہارا قبلہ بنا کر تم پر اپنی عظیم نعمت کی ہے اسی طرح ہم نے عظیم رسول تمہیں عطا کر کے تم پر اپنی نعمت فرمائی ہے)

جو ہماری آیات تمہارے سامنے تلاوت کرتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور وہ چیزیں تم کو سکھاتا ہے

جن کو تم نہیں جانتے تھے۔

اس آیت کریمہ میں بھی اللہ رب العزت نے امام الانبیاء ﷺ کے مقاصد بعثت میں.......... ایک مقصد یہ ذکر فرمایا کہ وہ اسلام قبول کرنے والوں اور اپنی محفل میں بیٹھنے والوں کا تزکیہ نفوس اور تزکیہ قلوب کرتا ہے۔

وہ پیغمبر انہیں شرک ونفاق سے، کفر والحاد سے، گناہوں کی آلودگیوں سے، مختلف رزائل سے، گندے خصائل سے، اخلاق و دیانت کی کمزوریوں سے پاک اور صاف کرتا ہے۔

آیت نمبر ۱۰۱ سورۃ آل عمران میں جنگِ احد کا تفصیلی تذکرہ اللہ رب العزت نے فرمایا.......... وقتی شکست کے کچھ اسباب بھی بیان فرمائے.......... غزوہ احد میں شہید ہونے والے خوش نصیب لوگوں کی جنت میں اعلیٰ.......... ارفع.......... اولیٰ اور برتر و بالا قدر زندگی کا تذکرہ بھی فرمایا منافقین کی بدعہدیوں اور خباثتوں کا ذکر کر کے مسلمانوں کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ

(آل عمران: ۱۶۴)

تحقیق اللہ نے مومنوں پر احسان کیا کہ ان ہی میں سے ایک رسول ان میں بھیجا جو ان کو آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا

ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم
دیتا ہے یقیناً وہ سب اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے!
اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے اپنے آخری
اور محبوب نبی کی تشریف آوری کو اپنے انعام اور احسان
سے تعبیر فرمایا ہے۔
ساتھ ہی فرمایا کہ مِنْ اَنْفُسِهِمْ ......
وہ عظیم پیغمبر انسانوں کی جنس میں سے مبعوث فرمایا۔
قرطبی نے لکھا ہے:
وَ مَعْنٰى مِنْ اَنْفُسِهِمْ اَنَّهٗ وَاحِدٌ مِّنْهُمْ وَ بَشَرٌ
مِثْلُهُمْ (قرطبی جلد۴ صفحہ ۲۶۴)
مِنْ اَنْفُسِهِمْ کا معنی اور مفہوم یہ ہے کہ وہ عظیم نبی
ان میں سے ایک فرد ہے اور ان جیسا بشر اور آدمی ہے!
اس آیت میں بھی اللہ رب العزت نے اپنے پیغمبر کی بعثت کے
چار مقاصد ذکر فرمائے ہیں .... جن میں سے ایک مقصد ہے وَ
یُزَكِّيْهِمْ ...... کہ وہ پیغمبر قرآن کی تعلیم، اپنی سنت و سیرت کی روشنی میں
انہیں پاک اور صاف بناتا ہے .... وہ پیغمبر اپنے ماننے والوں کی
عملی تربیت کرتا ہے اور انہیں شرکیہ عقائد سے، رزیلہ اخلاق سے، برے
اعمال سے، آبائی رسم و رواج سے .... ان کے ظاہر اور باطن کو پاک
کرتا ہے .... ان کے سینے، دماغ اور دل کو ستھرا کر دیتا ہے۔
وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ
اور یقیناً وہ (اس نبی) کے آنے سے پہلے صریح گمراہی

میں تھے۔

ان کے عقائد اس قدر برباد تھے .... کہ وہ اپنے ہاتھوں سے گھڑے ہوئے اور بنائے ہوئے بے جان بتوں کو اپنا الٰہ اور مشکل کشا مانتے تھے۔ انہوں نے تین سو ساٹھ بت، بیت اللہ کے اندر رکھے ہوئے تھے ...... گھر میں رکھے ہوئے معبودوں کی تعداد اس کے علاوہ تھی۔

سفر کا معبود الگ تھا اور دوکان میں الگ معبود رکھا ہوا تھا ...... غرضیکہ معبودوں کی تعداد عابدین سے زیادہ تھی۔

کبھی کبھی تو وہ ستو کو گوندھ کے اس کا معبود بنا لیتے اور تھوڑی دیر کے بعد بھوک ستاتی تو اسے گھول کے پی جاتے!

وہ لوگ پرلے درجے کے جاہل، گمراہ اور مشرک تھے۔

عقائد کے ساتھ ساتھ ان کے اعمال بھی انتہائی غلیظ .... گھٹیا اور قابلِ نفرت تھے۔

شراب ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی .... سود کو وہ تجارت کی طرح حلال سمجھتے تھے .... زنا ان کے ہاں فیشن کی شکل اختیار کر چکا تھا .... مردار کھاتے تھے .... حلال و حرام کے درمیان کوئی تمیز روا نہ رکھتے .... چوری چکاری اور رہزنی ان کا وطیرہ تھا .... ان کے بعض قبائل اپنی لڑکیوں تک کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔

یہ ہے ہلکی سی تصویر مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ کی ....

پھر میرے پیغمبر جن کی بعثت کے مقاصد میں سے ایک عظیم مقصد یُزَکِّیْهِمْ ...... تھا یعنی تزکیۂ قلوب و نفوس .... انہوں نے عرب کے ان بدوؤں کا .... اس درماندہ قوم کا .... ذلت و بربادی اور خواری

وشر ساری میں ڈوبی ہوئی اس قوم کا.......... جہالت وضلالت کے اندھیروں میں بھٹکنے والی اس قوم کا.......... شرک وکفر کی دلدل میں غرق اس قوم کا.......... ایسا تزکیہ قلوب کیا.......... اور ایسی تعلیم وتربیت کی کہ وہی لوگ ساری دنیا کے ہادی بن گئے.......... وہی جاہل زمانے بھر کے معلم بن گئے.......... پھر انہوں نے دوسرے لوگوں کی راہنمائی کی .... وہی رہزن رہبر ہو گئے۔

ع

کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا
کس نے ذروں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا
خود نہ تھے جو راہ پہ اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

ایک دوسرے شاعر نے کتنی خوبصورت بات کی ہے۔ ع

کل تو تھا میں میکدے میں خشک ساحل کی طرح
آج ساقی نے مجھے قطرے سے دریا کر دیا

آیت نمبر ۱۰۲

سورۃ الجمعہ میں ارشاد ہوا:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝۲ (جمعہ:)

وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں ایک رسول ان ہی میں سے بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور

ان کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا
ہے اور اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی گمراہی میں تھے!

اس آیت میں اُمّیین (ناخواندہ) عرب کے لوگوں کو کہا.....
......کیونکہ نبی اکرم ﷺ کے اوّلین مخاطب وہی تھے اور ان کی اکثریت ان پڑھ تھی آیت کے آخر میں ان کی کھلی، صریح اور واضح گمراہی کا تذکرہ فرمایا
.........یعنی اس قوم میں علم وہنر کچھ نہ تھا..........نہ ان کے پاس کوئی آسمانی کتاب تھی..........ان کی جہالت.....وحشت.....درندگی ضرب المثل تھی..........بت پرستی.....اوہام پرستی کا نام ملت ابراہیمی رکھ دیا تھا
.....پوری کی پوری آبادی کھلی گمراہی اور واضح ضلالت میں بھٹک رہی تھی۔

ایسی قوم میں ایک رسول بھیجا..........جس نے کتاب وحکمت کی تعلیم کے ایسے چراغ جلائے..........اور اپنی سیرت وسنت کے ایسے دیئے روشن کیے..........کہ وہی قوم دنیا بھر کے لوگوں کے لیے رہبر اور راہنما بن گئی..........اور اس قوم کے تقویٰ وفلاح، صداقت ورشد کی گواہیاں عرش والے نے قرآن میں نازل فرمائیں!

سامعین گرامی قدر! قرآن مجید کی مختلف سورتوں سے چار آیات میں نے آپ حضرات کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

ان چاروں آیتوں کا مفہوم معمولی تغیر وتبدل کے باوجود ایک ہی ہے ان آیات میں موجود ایک کلمہ یُزَکِّیْہِمْ .....میری تقریر کے موضوع سے تعلق رکھتا ہے!

یعنی وہ عظیم الشان اور رفیع المرتبہ پیغمبر..........اپنے دربار میں آنے والوں کو کتاب وحکمت کے نور سے منور کر دے اور ان کے قلوب و

نفوس کا تزکیہ کر دے۔

کافر تھے تو مومن بنا دے.........ظالموں کو عادل بنا دے
.........رہزنوں کو رہبر بنا دے.........مشرکین کو موحد بنا دے
.........گناہ گاروں کو متقی بنا دے.........گمراہوں کو راشد بنا دے
.........جھوٹوں کو صادق بنا دے.........حزب الشیطان کو حزب اللہ بنا دے.........دوزخ کے مستحق لوگوں کو جنت کا وارث بنا دے۔

میں آپ حضرات سے پوچھنا چاہتا ہوں.........کہ میرا پیغمبر اپنے اس مقصد میں کامیاب ہوا یا نہیں؟

جو ڈیوٹی آپ ﷺ کے ذمے لگائی گئی تھی وہ آپ نے کما حقہ ادا فرمائی یا نہیں؟

اگر آپ اپنی بعثت کے مقصد میں کامیاب ہوئے.........اور اگر آپ نے اپنی ڈیوٹی ادا کرنے کا حق ادا کیا.........تو پھر ماننا پڑے گا کہ تئیس سال کے عرصے میں جو خوش نصیب لوگ ایمان قبول کر کے آپ کی محفل میں آئے.........آپ نے ان سب کا تزکیہ قلوب فرمایا.........اور ان کی تربیت کر کے انہیں رشکِ ملکوت بنا دیا.........آپ کی تمام کلاس سو میں سے سو نمبر لے کر پاس ہوئی.........ان میں سے کوئی بھی ناکام نہیں ہوا.........بھلا جس مدرسے کا معمار خلیل اللہ ہو.........جس مدرسے کا مہتمم خود اللہ ہو.........جس مدرسے کا مدرس محمد رسول اللہ ہو.........جس مدرسے کا نام بیت اللہ ہو.........جس مدرسے کا نصاب کتاب اللہ ہو.........اور جس مدرسے کے طالب العلم حزب اللہ ہوں.........اس کلاس کا نتیجہ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ نہیں ہو گا تو اور کیا ہو گا۔

پھر ان کے لیے انعام لَھُمْ مَغْفِرَۃٌ وَّ رِزْقٌ کَرِیْم ..... نہیں ہوگا تو اور کیا ہوگا پھر ان کے لیے اعلان اَعَدَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ ..... نہیں ہوگا تو اور کیا ہوگا پہلے وہ مشرک تھے .... میرے نبی کی تربیت نے موحد بنادیا .... پہلے وہ کافر تھے میرے نبی کی تعلیم نے مومن بنا دیا .... پہلے وہ بدکار تھے میرے نبی کی صحبت نے نیکوکار بنادیا .... پہلے وہ شریر تھے میرے نبی کی مجلس میں آئے تو شریف کہلائے .... پہلے وہ بت پرست تھے میرے نبی نے ہاتھ لگائے تو توحید پرست بن گئے .... وہ پہلے کیا تھے اور اسلام قبول کرنے کے بعد کیا ہو گئے .... صرف ایک دو مثالیں بیان کرکے بات واضح کرنے کی کوشش کرونگا۔

سیدنا عمرؓ اور حجر اسود

امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ عمرہ کی ادائیگی کے لیے بیت اللہ پہنچے .... طواف کرنے سے پہلے حجر اسود کو بوسہ دینے کے لیے حجر اسود کے سامنے آئے .... حجر اسود کو بوسہ دینے سے پہلے خیال آیا کہ میرے اردگرد ایسے لوگ بھی کھڑے ہیں جو نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں وہ دیکھ رہے ہیں کہ میں ایک پتھر کو بوسہ دینے لگا ہوں .... وہ کیا سوچیں گے کہ مسلمان ہمیں تو منع کرتے تھے کہ بتوں کی تعظیم نہ کرو اور آج خود ایک پتھر کو تعظیما چومنے لگے ہیں!

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایک قدم پیچھے ہٹے اور حجر اسود کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

اِنِّیْ اَعْلَمُ اَنَّکَ حَجَرٌ لَا تَنْفَعُ وَ لَا تَضُرُّ لَوْلَا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَبَّلَکَ مَا قَبَّلْتُکَ

میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تو ایک بے جان پتھر ہے میرا
نفع اور میرا نقصان تیرے ہاتھ میں نہیں ہے اگر میرے
محبوب پیغمبر نے تجھے نہ چوما ہوتا تو عمر بھی تجھے کبھی نہ
چومتا..........

دیکھا آپ نے! یہ لوگ کبھی بے جان بتوں کی تعظیم کیا کرتے تھے
ان کو چومتے اور ان کے آگے ہاتھ جوڑتے۔

مگر میرے نبی نے اپنی تعلیم و تربیت سے ان کا ایسا تزکیہ فرمایا کہ
اب وہ حجر اسود کو چومنے سے بھی ہچکچانے لگے!

دختر کشی اور دختر پروری

آپ حضرات جانتے ہیں کہ عرب کے بعض قبائل بیٹی کی پیدائش کو
اپنے لیے باعث ننگ و عار سمجھتے تھے اور اس ننھی سی معصوم جان کی پیدائش
سے اس حد تک کبیدہ خاطر اور پریشان ہوتے تھے کہ زمین میں گڑھا کھود کر
اسے زندہ دفن کر دیتے تھے.......... اور اس عمل کو ظلم و زیادتی نہیں بلکہ
نشانِ عزت و فخر سمجھتے تھے۔

آج کے مہذب دور میں ہم ایسے فعل اور ایسے عمل کا تصور بھی نہیں
کر سکتے.......... اور یقین نہیں آتا کہ کیا ایک باپ اپنی لختِ جگر کے ساتھ
ایسی انسانیت سوز اور اخلاق کش حرکت بھی کر سکتا.......... مگر احادیث کے
اوراق میں اس کا تذکرہ موجود ہے.......... اور قرآن مجید میں سورۃ نحل کی
آیت نمبر ۵۸۔۵۹ میں بھی اس کا ذکر موجود ہے۔

ایسی اجڈ اور ایسے ظالم لوگوں میں اخلاقی اور انسانی اقدار کو قائم کرنے
کے لیے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوتے ہیں.......... پھر انہوں نے

قرآن وسنت کے رنگ میں اس قوم کو رنگا .... اور ایسے برے اخلاق اور انسانیت کش ذہنیت میں کیسا انقلاب پیدا کر دیا .... ذرا سنیئے۔

عمرۃ القضاء کی ادائیگی کے بعد امام الانبیاء ﷺ مکہ سے رخصت ہونے لگتے ہیں تو سید الشہداء سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ کی کم سن صاحب زادی امامہ جو ابھی تک مکہ مکرمہ میں تھی، چچا چچا کہتی ہوئی آپ کے پاس دوڑتی ہوئی آئی .... سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہ نے گود میں اٹھالیا۔

سیدنا زید بن حارثہ اور سیدنا جعفر طیار ؓ بھی وہیں موجود تھے .... جھگڑا یہ ہوا کہ اس یتیم بچی کی پرورش کون کرے؟

ان تینوں نے اپنا اپنا حق جتانا شروع کر دیا اور اپنے اپنے حق میں دلائل دینے لگے۔

سیدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا یہ سب سے پہلے میرے پاس آئی ہے اور یہ میری چچا زاد بہن بھی ہے۔

حضرت زید رضی اللہ تعالی عنہ نے دلیل دی کہ حمزہ ؓ میرے دینی بھائی تھے اس نسبت سے میں امامہ کا چچا ہوں۔

سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنا حق یوں جتایا .... کہ حضرت حمزہ ؓ تو میرے بھی دینی بھائی تھے اور اس بچی کی خالہ میری زوجہ ہے لہٰذا میں اس کا سب سے زیادہ حقدار ہوں۔

امام الانبیاء ﷺ نے تینوں کے دعوؤں کو برابر کا درجہ دیا اور فرمایا .... خالہ ماں کے برابر ہوتی ہے .... پھر آپ نے امامہ کو حضرت جعفر ؓ کے حوالے کر دیا۔ (بخاری ج ۲ ص ۶۱۰)

حضرات گرامی قدر! یہ بات میں جانتا ہوں کہ ان تینوں صحابہ کا کوئی تعلق لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے والے طبقے سے نہیں تھا............ مگر قبل از اسلام لڑکیوں پر ایسا مہربان بھی کون تھا؟

جس قوم میں دختر کشی کی عادت باعث فخر ہو............ اسی قوم کے افراد میں تعلیم رسول اور تربیت نبوی کی بدولت............ اخلاق و احسان کی یہ اعلیٰ قدریں پیدا ہو گئیں............ کہ اپنی نہیں بلکہ دوسروں کی بیٹی کے لیے جھگڑنے لگے!

جو قوم اخلاق باختہ، اجڈ قوم کے نام سے متعارف تھی............ جو عورتوں کی عزتیں لوٹ لیا کرتے تھے۔

اسی قوم کے افراد جب دامن ایمان سے وابستہ ہوئے............ اور داعیٔ نبوت نے ان کی صحیح خطوط پر تربیت کی............ اور ان کے ذہنوں کا اور قلوب کا تزکیہ کیا تو وہی لوگ حاتم طائی کی بیٹی اور عدی بن حاتم کی بہن کی عزت کے پہریدار اور رکھوالے بن گئے۔

عدی بن حاتم نے مسلمانوں کے ہاتھ گرفتار ہونے والی بہن سے جب پوچھا:

كَيْفَ وَجَدْتِ مُحَمَّدًا وَاَصْحَابَهُ

تو نے محمد (ﷺ) اور اس کے ساتھیوں کو کیسا پایا۔

تو بہن نے جواب میں کہا:

میری عزت وعصمت تیرے گھر میں اتنی محفوظ نہیں جتنی محمد عربی ﷺ کے گھر میں محفوظ تھی!

سامعین گرامی قدر! میں ایک مرتبہ پھر آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ

امام الانبیاء ﷺ اپنی بعثت کے مقصد میں کامیاب ہوئے یا نہیں؟

اگر آپ حضرات کا جواب اثبات میں ہے اور یقیناً اثبات میں ہی ہوگا.........کہ اللہ رب العزت نے ہمارے پیارے پیغمبر کو ہادی اور معلم اور مزکی اور مصلح بنا کر مبعوث فرمایا تھا۔

پھر آپ کامیاب معلم ثابت ہوئے کہ لاکھوں لوگوں کو قلیل عرصے میں قرآن وحکمت کے زیور سے مزین کیا۔

مزکی ایسے تھے کہ.........اسلام قبول کرنے والوں کو ایسا متقی اور پرہیزگار بنادیا کہ وہ دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کرنے لگیں۔

امام الانبیاء ﷺ تب اپنے مقصد میں کامیاب و کامران ٹھہریں گے.........جب یہ حقیقت تسلیم کرو گے کہ ان کی خدمت میں رہنے والے لوگ.........ان کی محفل اور مجلس میں بیٹھنے والے حضرات.........پکے اور مخلص مؤمن تھے، وہ تقوی و پرہیزگاری کے کوہِ گراں تھے......وہ سب کے سب عادل اور صادق تھے.........دیانت وامانت میں اور غیرت وحیا میں یکتا تھے.........وہ سب کے سب کامیاب و کامران، رشد وفلاح کا سرچشمہ اور باقی امت کے لیے کامل نمونہ اور مثال تھے۔

وہ سب کے سب مغفور اور رحمتِ الٰہی کے مستحق اور اللہ کی رضا اور خوشنودی کے حقدار تھے۔

وہ سب کے سب جنتی.........ان کے ساتھ بھلائی کے وعدے.........اور ان میں سے کسی ایک کو جہنم کی گرم ہوا چھو بھی نہیں سکتی!

اور اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ امام الانبیاء ﷺ کی ایک بیٹی، ایک داماد، اور دو نواسے.........اور صرف تین صحابہ.........ہی ہدایت یافتہ

ہوئے ....صرف یہی خالص مؤمن بنے ....میرے نبی ﷺ نے صرف ان ہی کا تزکیہ کیا..........صرف ان ہی نے صدق دل سے اسلام کو تسلیم کیا..........یہی امام الانبیاء ﷺ کی پوری جدو جہد اور محنت کا نتیجہ تھے..........بس ان ہی چند لوگوں نے صدقِ دل سے ایمان قبول کیا۔ اوران گنے چنے چند احباب کے علاوہ تقریباً سوا لاکھ اصحاب رسول (معاذ اللہ) مخلص مؤمن نہیں تھے بلکہ منافق تھے، مطلب پرست اور دنیادار تھے، خود غرض لالچی اور حریص تھے..........ظالم اور بے انصاف تھے..........اور امام الانبیاء ﷺ کے انتقال کے بعد سوائے تین صحابہ کے (ابوذر، سلمان، مقداد اور بعض روایات میں عمار بن یاسر اور حذیفہ) باقی سب صحابہ (معاذ اللہ) مرتد ہو گئے تھے (دیکھیے رجال کشی ص ۸، اصول کافی ج ۲ ص ۲۴۲، تنقیح المقال ج ۲ ص ۲۱۶)

تو یہ شخص یہ عقیدہ اپنا کر اصحاب رسول پر تنقید اور تبرا نہیں کر رہا..........بلکہ یہ شخص امام الانبیاء ﷺ کی بعثت کے مقاصد (معلم ہونا، مزکی اور ہادی ہونا) کی تکذیب کر رہا ہے!

جو شخص چند حضرات کے علاوہ تمام کے تمام اصحاب رسول کو (معاذ اللہ) مرتد، منافق، ظالم، غاصب سمجھتا ہے..........وہ قرآن کی بے شمار آیات کا منکر ہے..........یا وہ قرآن کی حقانیت اور محفوظیت کا قائل نہیں ہے۔

ایسا شخص میرے نبی کی رسالت کے اعجاز، تربیت نبوی کے انداز، اور تعلیم رسالت کے اثرات کا واضح منکر ہے۔

ذرا سوچیے! اگر امام الانبیاء ﷺ اپنی پوری نبوی زندگی میں دو چار

اشخاص کو مومن بناتے ہیں..........اور رہتی دنیا تک کی ہدایت وقیادت اور بعد میں آنے والے مسلمانوں کی امارت وامامت کے لیے صرف ایک شخص کو تیار فرماتے رہے اور وہ شخص بھی چچازاد بھائی اور داماد!

تو بتایئے اسے نبوت کا کمال اور عروج کہیں گے؟

جس ہستی کو رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث کیا گیا ہو..........جو لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا کا مصداق ہو..........جو كَافَّةً لِلنَّاسِ کے لقب سے مزین ہو..........جس کا اعلان إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا ہو..........جسے قیامت تک کے لوگوں کے لیے اور مشرق ومغرب تک بسنے والوں کے لیے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا گیا ہو..........جو ختم نبوت کا تاج پہن کر آیا ہو..........جو إِنِّي بُعِثْتُ مُعَلِّمًا کا مصداق ہو..........اور يُزَكِّيهِمْ جس کی بعثت کا مقصد ہو۔

ایسا اولوالعزم پیغمبر..........ایسا کامیاب ترین پیغمبر..........اپنی پوری زندگی میں صرف چند لوگوں کی اصلاح کر سکا..........وہ بھی اپنی بیٹی، داماد، دو نواسے اور صرف تین آدمی..........اس کی محفل میں آنے والے اس کے ساتھ رہنے والے سب کے سب منافق اور خود غرض تھے اور اس پیغمبر کی آنکھیں بند ہوتے ہی سارے مرتد ہو گئے..........تو اس میں تنقیص اور تنقید کس پر ہو رہی ہے؟ کبھی آپ حضرات نے غور فرمایا۔

ایک سکول میں پانچ ہزار طالب العلم ہوں..........اور صرف تین پاس ہوں اور باقی سب کے سب فیل ہو جائیں تو کیا تمام تر قصور بچوں کا ہوگا اور اساتذہ کی محنت پر کوئی حرف نہیں آئے گا؟

ایک ہسپتال میں سال کے دوران ہزاروں مریض آئے ہوں اور

شفا صرف تین مریضوں نے پائی ہو تو کیا اس ہسپتال کے ڈاکٹر بے قصور ہو نگے؟

ایک خانقاہ میں کسی اللہ والے کے پاس لاکھوں مرید آئے ہوں .... اللہ والے نے برسوں ان کا تزکیہ قلوب کیا......... قرآن وسنت کے رنگ میں رنگنے کی کوشش کرتا رہا......... اللہ والا بڑا مخلص اور محنتی بھی تھا......... مگر لاکھوں مریدوں میں صرف اپنے قریبی رشتے داروں میں سے دو چار افراد اور تین چار مریدوں کے سوا......... باقی سب کے سب خود غرض، بدمعاش، اور دولتِ دنیا کے حریص نکلے۔

تو ایسی خانقاہ کے بزرگ کو کون کامیاب کہے گا؟

پھر مزے اور لطف کی بات یہ ہے کہ جن حضرات کو بقول کچھ لوگوں کے میرے نبی کے تزکیہ سے فائدہ ہوا......... ان میں ایک سیدنا علیؓ ہیں جو امام الانبیاء ﷺ کے اعلان نبوت کے وقت چھ سال کے بچے تھے۔

مجھے بتائیے! چھ سال کا بچہ گناہوں سے پاک ہوتا ہے یا نہیں؟

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو پہلے ہی پاک تھے۔

دوسری شخصیت سیدہ فاطمہ بنت محمد کی ہے......... ایک روایت میں اعلان نبوت کے وقت معصوم بچی تھیں اور ایک روایت میں وہ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئیں وہ پیدا ہی پاک ہوئیں۔

تیسری اور چوتھی شخصیت سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کی ہے ان دونوں کی پیدائش ہی مدینہ منورہ میں ہوئی......... یہ دونوں پیدا ہی پاک ہوئے۔

تو کیا میرے پیغمبر پاکوں کو پاک کرتے رہے؟

کیا یُزَکِّیْھِمْ کا یہی مفہوم ہے؟ .... کیا اس میں میرے باکمال نبی ﷺ کا کوئی کمال اجاگر ہوتا ہے؟

میرے بھائی! صابن وہی اچھا ہوتا ہے، جو میلے کپڑے صاف کرے اور چراغ وہی پسندیدہ ہوتا ہے جو اندھیروں کو دور کرے۔

میرے پیغمبر ﷺ کی صفت تزکیہ کا کمال تب بنے گا .... کہ کفر وشرک اور بت پرستی کی دلدل میں غرق لوگ .... ظلم وجہل کے اندھیروں میں بھٹکنے والے لوگ، زانی وشرابی اور سود خور، عصیان کار اور رب کے نافرمان، اور لڑکیوں کو زندہ قبروں میں دفن کرنے والے۔

میرے نبی کی محفل میں آئیں اور ایمان قبول کریں .... میرا نبی ان کے دلوں کا تزکیہ کرے اور ان کی تربیت کرے انہیں رشد وہدایت کے اس اونچے مقام تک پہنچا دے کہ عرش کا مالک ان کے ایمان، تقویٰ، رشد وہدایت، اپنی رضا اور جنت کی ضمانت دینے لگے۔

پھر ان کے تذکرے صرف فرش پر نہیں عرش پر بھی ہونے لگیں .... ان کی تعریف ومدح میں قرآن کی آیات نازل ہونے لگیں۔

یہ ہے میرے نبی کا کمال! یہ ہے میرے نبی کی تربیت کا اثر، یہ ہے میرے نبی کی صفت یُزَکِّیْھِمْ کا ثمرہ اور نتیجہ۔

شاعر کہتا ہے۔ ع

سمندر سے ملے پیاسے کو شبنم
بخیلی ہے یہ رزاقی نہیں ہے

میرے نبی ﷺ کے دربار سے جہاں رحمت وہدایت کا دریا موجزن ہے .... اس دریا سے صرف دو چار افراد کو پانی ملے

..........اسے سخاوت کون کہے گا ایک اور شاعر کہتا ہے۔

بہار میں تو زمین سے بہار ابلتی ہے

مزہ تو تب ہے خزاں میں بہار پیدا کر

ایک اور شاعر نے کیا خوب کہا۔ ع

نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے

مزہ تو تب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی

سامعین گرامی قدر! اگر میرے نبی کی محفل میں تیئیس سال رہنے والے لوگ دولتِ ایمان وایقان سے (معاذ اللہ) محروم رہے.......... انہیں اس رحمت سے کچھ حصہ نہیں ملا.......... تو بتائیے اس میں صحابہ کرامؓ کا قصور کیا ہے؟

اگر یہ شمع نبوت کے پروانے نہ بنتے.......... حضور اکرم ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دیتے.......... کفار اور منافقین کی طرح آپ سے دور دور رہتے...... سازشیں اور اسلام دشمن تدبیریں کرتے.......... نبی اکرم ﷺ سے بیزاری اور نفرت کا اظہار کرتے.......... میدان جنگ میں آپ کا ساتھ نہ دیتے.......... ہجرت کے سفر کے ساتھی نہ بنتے.......... جان ومال آپ پر فدا نہ کرتے.......... پھر تو ان کا قصور بنتا تھا۔

مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ ساری زندگی آپ ﷺ کے دستہ بستہ غلام رہے.......... مصائب برداشت کر کے ایمان قبول کیا.......... پیارے سے پیارا رشتہ آپ کے لئے توڑ ڈالا.......... اپنوں کے خلاف تلواریں سونت لیں.......... وطن سے بے وطن ہو گئے.......... گھر بار اور کاروبار سے منہ موڑ لیا.......... بدر واحد وخندق میں مردانہ وار لڑے.......... آپ نے

مال مانگا تو کسی نے آدھے گھر کا سامان اور کسی نے گھر کا مکمل سامان ان کے قدموں میں ڈھیر کر دیا.........تپتے ہوئے کوئلوں پر لیٹے، خون میں نہائے، زخم برداشت کیے.........ان کے چمڑے ادھیڑ دیے گئے ....مال چھین لیے گئے.........اولاد سے جدا ہوئے.........غرضیکہ زندگی کی ہر متاعِ عزیز.........اور اپنی ساری کائنات کو نبی اکرم ﷺ کے قدموں پر قربان کر دیا.........ہر چیز کو پس پشت ڈال کر اپنی زندگی معیت رسول اور صحبت نبوی میں گزار دی.........آپ کے اشارہ ابرو کی تعمیل کی ....ہر حکم مانا.........پیروی اور اتباع کے نمونے قائم کیے اس کے باوجود بھی اگر وہ مومن نہیں تھے.........صادق وامین نہیں تھے ....صالح اور متقی نہیں تھے تو پھر اس میں ان کا کیا قصور ہے؟

اور آخر میں یہ بھی سنیے اور اسے دل کی تختی پر لکھ لیجیے کہ

اگر میرے نبی کے یہ جانثار.........مومن نہیں تھے تو پھر ان کے بعد آنے والے لوگ مومن نہیں ہو سکتے!

اگر انہیں میخانہ رسالت سے کوئی جام نہیں ملا.........اور اگر انہیں نور نبوت سے کچھ روشنی نہیں ملی.........تو پھر قیامت تک کسی کو کچھ بھی نہیں مل سکتا۔ جن پروانوں نے شمع نبوت کے لیے دنیا.........رشتے اور تعلقات.........دولت دنیا ہر چیز قربان کر دی تھی.........اگر ان کو کچھ نصیب نہیں ہوا تو دنیا میں کسی اور کو پھر وہاں سے کیا ملے گا؟

معاذ اللہ! اگر امام الانبیاء ﷺ یار غار کو.........اور سیدنا فاروق اعظمؓ کو اور ذوالنورین عثمانؓ کو ایمان کی دولت سے مالا مال نہیں کر سکے.........تو پھر بعد والے کس کھاتے میں جائیں گے؟

اس لیے یہ نظریہ کہ صرف چند لوگ مخلص مؤمن بنے چھ یا سات۔
.... باقی سب مفاد پرست اور منافق تھے .... یہ نظریہ عقل ونقل
کے خلاف ہے! اس نظریئے سے قرآن وحدیث کی صریح نفی ہوتی ہے
.... قرآن پر ایمان رکھنے والا کوئی شخص بھی اس نظریئے سے اتفاق
نہیں کر سکتا۔

قرآن وسنت گواہی دے رہے ہیں کہ میرے نبی ﷺ کے سب
صحابہ رضوان اللہ اجمعین ...... پختہ مؤمن ...... اعلیٰ درجے کے سچے ......
بہت نیک چلن ...... ہدایت یافتہ ...... مغفور ...... آسمانِ رشد وہدایت کے
ستارے ...... رب کے پیارے ...... نبی کے آنکھوں کے تارے ...... اللہ
کی رضا اور خوشنودی کے حق دار ...... اور جنت کے اعلیٰ درجوں کے وارث
تھے ...... ان میں سے کوئی بھی منافق ظالم، غاصب اور جھوٹا نہیں تھا۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

بارھویں تقریر

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○
مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى
الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا
يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ
فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ
فِي التَّوْرٰىةِ ۛۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۛۚ كَزَرْعٍ

اَخۡرَجَ شَطۡئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسۡتَغۡلَظَ فَاسۡتَوٰى عَلٰى سُوۡقِهٖ يُعۡجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَـغِيۡظَ بِهِمُ الۡكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنۡهُمۡ مَّغۡفِرَةً وَّاَجۡرًا عَظِيۡمًا ۞ (الفتح ۲۹)

سامعین گرامی قدر! گزشتہ جمعۃ المبارک کے خطبے میں .... میں نے یہ بیان کیا تھا کہ امام الانبیاء سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے مقاصد میں سے ایک عظیم مقصد .... قرآن مجید نے بیان فرمایا .... وَيُزَكِّيهِمْ کہ میرا پیغمبر ایمان لانے والوں کے نفوس اور قلوب کی تطہیر اور تزکیہ کرتا ہے۔

وہ اپنے ساتھیوں میں ایسی ایسی صفات پیدا کر دیتا ہے .... اور ان کے باطن کا تزکیہ اور صفائی کر کے انہیں اتنے اونچے مرتبے پہ پہنچا دیتا ہے کہ عرش کا مالک قرآن مجید میں ان کے اوصاف اور کمالات کے جا بجا تذکرے کرتا ہے!

سورۃ فتح کی اس آیت کریمہ میں جہاں اللہ رب العزت نے میرے پیارے نبی ﷺ کے اوصاف کے تذکرے بڑے عجیب انداز میں فرمائے ہیں .... وہاں اللہ نے آیت کی ابتداء ہی میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نبی اکرم ﷺ کی رسالت کی صداقت کے لیے بطور گواہ پیش فرمایا ہے!

امام الانبیاء ﷺ کی رسالت و نبوت کی صداقت کے بہت سے دلائل ہیں .... ان میں سے ہر ایک دلیل میرے پیارے نبی ﷺ کی رسالت کو اور نبوت کو ثابت اور واضح کر رہی ہے۔

گزشتہ انبیاء علیہم السلام کی اور گزشتہ آسمانی کتابوں کی پیش گوئیاں ......اور گزشتہ کتب میں آپ ﷺ کے تذکرے .... میرے نبی ﷺ کی صداقت کی بہت بڑی دلیل ہے۔

آپ ﷺ کے دست مبارک پر صادر ہونے والے معجزات آپ ﷺ کی رسالت پر زبردست دلیل ہے۔

ان معجزات میں چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا............ رات کے ایک قلیل حصے میں آسمانوں کی سیر کرنا اور ایک امی کی زبان سے قرآن مجید جیسی بے مثل و بے ریب کتاب کا پڑھا جانا......... اِن کے علاوہ اور بے شمار اور لا تعداد معجزات ہیں۔

آپ کی پیش کردہ تعلیمات (توحید کی دعوت، ظلم و عصیان سے روکنا، سود اور جھوٹ سے منع کرنا، آپس میں رحم دلی کی دعوت دینا اور قطع رحمی سے روکنا وغیرہ) آپ کی نبوت و رسالت کی واضح دلیل ہے اور ایک بہت اونچے درجے کی دلیل .... آپ کی رسالت و نبوت کی صداقت کے لیے خود آپ کی گزری ہوئی زندگی ہے۔

آپ کی گزری ہوئی زندگی کے چالیس سال .... اتنے مقدس، اتنے پاکیزہ، اتنے ستھرے اور اتنے بے عیب تھے کہ آپ ﷺ نے اعلان نبوت کے پہلے روز کوہ صفا پر اپنی نبوت کی صداقت پر اسی کو بطور دلیل پیش فرمایا۔

هَلْ وَجَدْتُمُونِي صَادِقًا أَوْ كَاذِبًا

میری گزری ہوئی زندگی .... کھلی کتاب کی طرح تمہارے سامنے ہے......... میں نے زندگی کے ایام اسی شہر میں گزارے ہیں

..........تم میں میرے بچپن اور جوانی کے دوست اور ساتھی موجود ہیں۔

بتاؤ تم نے مجھے سچا پایا یا جھوٹا۔

میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ میرے پیارے پیغمبر کی نبوت و رسالت کی صداقت اور سچائی کے لیے جہاں بہت سارے دلائل ہیں ....وہاں آپ کے شاگرد اور تربیت یافتہ ساتھی بھی ایک بڑی دلیل کا درجہ رکھتے ہیں..........سورۃ الفتح کی اس آیت میں اللہ رب العزت نے اسی دلیل کو نبوت کی صداقت پر پیش فرمایا ہے۔

آیت نمبر ۱۰۳

سورۃ الفتح کی آیت نمبر ۲۸ میں اللہ رب العزت نے فرمایا کہ میں نے اپنے آخری رسول کو دین اسلام دے کر دنیا میں مبعوث فرمایا ہے تا کہ اس دین کو دنیا کے تمام ادیان پر غالب کر دیا جائے۔

پھر آیت نمبر ۲۹ میں دینِ اسلام کے بانی اور داعی کا نام نامی اسم گرامی ذکر فرمایا: محمد رسول الله..........

محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔

یہاں ایک لمحہ کے لیے رک کر ان حالات و واقعات پر ایک نظر ڈالیے..........جن حالات میں یہ سورت اتر رہی تھی۔

صلح حدیبیہ کا معاہدہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرما رہے ہیں اور خود رحمت کائنات ﷺ اسے لکھوا رہے ہیں:

مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللهِ

یہ معاہدہ اور یہ تحریر ہو رہی ہے محمد کی جانب سے جو اللہ کے رسول ہیں!

اس پر کفارِ مکہ کے نمائندے سہیل بن عمرو نے یہ اعتراض کر دیا کہ یہی بات تو تنازع اور جھگڑے کی بنیاد اور جڑ ہے۔

اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول مان لیں تو پھر تنازع اور جھگڑا ہی کیا رہ جاتا ہے۔ امام الانبیاء ﷺ نے اس کا یہ اعتراض سن کر رَسُوْلُ اللّٰهِ کے الفاظ مٹا دیئے اور لکھوایا مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ...... عبداللہ کے بیٹے محمد کی جانب سے۔

اللہ رب العزت نے اس موقع پر فرمایا:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

اے کفارِ مکہ کے نمائندے! اس ورق سے تو تم نے رسول اللہ کے الفاظ مٹا دیئے مگر لوحِ محفوظ سے............اور قرآن کے محفوظ اوراق سے ....اور اہل ایمان کے قلوب و دماغ سے انہیں کون مٹائے گا؟

میں نے ان الفاظ کو قرآن بنا کر اتار دیا ہے............یہ الفاظ اب قیامت کی صبح تک ہمیشہ تابندہ و درخشندہ رہیں گے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ...... دعویٰ ہے۔

وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ سے لے کر سورت کے آخر تک جو کچھ بیان ہوا وہ اس دعویٰ کی دلیل ہے...... اللہ رب العزت کہنا یہ چاہتے ہیں کہ میرے نبی کی صداقت کو پرکھنا چاہتے ہو تو میرے نبی کے یاروں اور ساتھیوں کو دیکھو۔

میرے نبی کے ساتھیوں کے اوصاف و خصائل کو دیکھو............

میرے نبی کے صحابہ کی خوبیوں پر نظر ڈالو اور فیصلہ کرو کہ محمد ﷺ اللہ کا سچا اور صادق پیغمبر ہے یا نہیں!

شاگردوں کی کامیابی............ استاد کے باکمال ہونے کی دلیل

ہے............کسی حکیم اور طبیب کے پاس آنے والے مریضوں کی سو فیصد شفایابی اس طبیب کے باکمال اور حاذق ہونے کی دلیل ہے۔

میرے پیغمبر کی پہچان کرنا چاہتے ہو تو میرے پیغمبر کے ساتھیوں کے اوصاف کو دیکھو!

جس کی صحبت میں بیٹھنے والا............اور جس کا تربیت یافتہ صدیق اکبر ہو وہ خود کتنا صادق اور سچا ہو گا۔

جس کا ساتھی فاروق اعظمؓ عدل و انصاف کرنے میں بے مثل و بے مثال ہو اس کا آقا کتنا بڑا منصف ہو گا۔

جس کے دربار کا ایک شخص اتنا باحیا ہو کہ فرشتے بھی اس سے حیا کرتے ہوں وہ خود کتنا باحیا ہو گا۔

جس کا خوشہ چیں علیؓ اَقْضَاهُمْ عَلِیٌّ......کے منصب پر فائز ہو وہ خود کتنا بڑا قاضی ہو گا۔

جس کی محفل میں بیٹھنے والا ابوذرؓ فقر و غناء کا بادشاہ ہو............وہ خود فقر و غنا کے کس اونچے منصب کا حامل ہو گا۔

جس کے غلام بلالؓ کے قدموں کی آہٹ جنت میں سنائی دیتی ہو............وہ خود کس مرتبے پر فائز ہو گا۔

جس کے ساتھیوں کو عرش کا مالک اپنی رضا کے پروانے عطا کرے............وہ خود اللہ کی رضا کا کتنا مستحق ہو گا۔

جس کے یاروں کو اللہ قرآن میں صادق......راشد......متقی......مفلحون اور اپنا لشکر قرار دے............وہ خود کتنا صادق اور بلند مرتبہ ہو گا۔

سورۃ الفتح کی آیت نمبر ۲۹ میں اللہ نے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

......دعوی پیش فرمایا اور اس دعوی کی صداقت پر صحابہ کرامؓ کے اوصاف کو بطور دلیل پیش فرمایا......... ارشاد ہوتا ہے:

وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ

اور جو لوگ آپ کے ساتھی ہیں وہ کفار پر سخت ہیں اور آپس میں بڑے رحم دل ہیں۔

اَشِدَّآءُ...... شَدِيْدٌ کی جمع ہے جس کے معنی زور آور، طاقت ور، قوی اور شجاع کے آتے ہیں۔

معنی اس طرح کریں گے کہ میرے نبی کے ساتھی کفار کے مقابلے میں چٹان کی طرح مضبوط اور سخت ہیں وہ کفار کے مقابلے میں ....كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ گویا کہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

وہ کفار کے مقابلے میں انتہائی دلیر، بہت بہادر اور بڑے طاقتور ہیں.........وہ باطل کے مقابلے میں سر کٹا سکتے ہیں مگر جھکا نہیں سکتے۔

اس آیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ وہ کافروں سے تند مزاجی، سخت کلامی سے پیش آتے ہیں یا کفار پر جور و ظلم کرتے ہیں یا بے رحم اور سخت دل ہیں۔

بلکہ مفہوم اور مراد یہ ہے کہ دین کے معاملے میں کفار کے لیے رأفت و رحمت کا جذبہ ان کے آڑے نہیں آتا......... دین کے معاملے میں وہ اپنے قریبی کفار رشتے داروں تک کا لحاظ نہیں کرتے.........وہ دین کے معاملے میں کافروں کے سامنے دب کر نہیں رہتے......... اصولِ دین کے معاملے میں ان سے کوئی سمجھوتہ نہیں کرتے.........وہ بکاؤ مال نہیں

ہیں کہ کوئی انہیں خرید لے............نہ وہ کفار کی دھمکیوں سے خائف اور مرعوب ہوتے ہیں۔

اللہ کے نبی کی محبت پر............اور دین کی سربلندی کے جذبے پر وہ اپنے کفار رشتے داروں تک کو ترجیح نہیں دیتے۔

غزوہ بدر و احد میں............غزوہ بدر کے قیدیوں کے بارے میں............صلح حدیبیہ کے موقع پر............فتح مکہ کے دوران اصحاب رسول نے ایسے ایسے کارنامے سرانجام دیئے کہ وہ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ کی صحیح تصویر نظر آئے۔

دوسری وصف اصحاب رسول کی بیان فرمائی۔

رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ......وہ سب کے سب ایک دوسرے کے ساتھ نہایت مہربان، رحمدل، شفیق اور غمگسار ہیں!

اسلام نے ان سب کو ایک ایسی دینی برادری اور اخوت و بھائی چارے کی لڑی اور سلسلے میں پرو دیا ہے کہ ان کی باہمی محبت والفت اور شفقت و رحمت حقیقی بھائیوں کی محبت و پیار اور شفقت سے بھی بڑھ گئی ہے!

اور زمانہ جاہلیت کی عداوتیں، مخالفتیں، لڑائیاں اور دشمنیاں ....ان کے دلوں سے اور ان کے دماغوں سے حرف غلط کی طرح مٹ چکی ہیں۔

رُحَمَآءُ............رَحِيْمٌ کی جمع ہے............معنی ہو گا بڑے نرم دل اور بہت نرم مزاج جس طرح موم کو پگھلا کر کسی چیز میں ڈال دیا جائے تو وہ یک جان ہو جاتا ہے اور اس میں کوئی جوڑ دکھائی نہیں دیتا............اسی طرح دین اسلام نے اور نبی اکرم ﷺ کی صحبت کے کمال نے ان سب کو

یک جان کر دیا ہے آپ خود سوچیں کہ جن لوگوں کو اللہ رب العزت نے ....خود اپنی خصوصی مہربانی اور خصوصی لطف سے بھائی بھائی بنا دیا ہو ....تو پھر ان کی باہمی محبت، پیار، شفقت، رحمدلی اور ایثار و مروت میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ (جس آیت میں ان کو بھائی بھائی بنانے کا تذکرہ ہوا ہے اسے میں تھوڑی دیر بعد پیش کرتا ہوں)

رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ...... میرے نبی کے ساتھی آپس میں نرم خو اور رحم دل اور ایک دوسرے سے پیار کرنے والے ہیں۔

جاہلیت کے زمانے میں جو ایک دوسرے سے نفرت کرتے تھے وہ اسلام لانے کے بعد ایک دوسرے سے محبت کرنے لگے...........وہ ایک دوسرے کے غم گسار اور غم خوار بن گئے...........رحمت اور نرم دلی کے زیور سے آراستہ ہو گئے۔

ابن سبا اور اس کے پیروکاروں نے ان کے درمیان نفرت و عداوت کے بیج بونے کی پوری کوشش کی مگر وہ ہر موقع پر اللہ کے فضل و کرم سے ناکام رہے اس دور سے لے کر آج تک ابن سبا کے پیروکار اس کوشش میں مصروف ہیں کہ سادہ لوح عوام کو باور کرایا جائے کہ امام الانبیاء ﷺ کے صحابہ ایک دوسرے کے مخالف تھے...........ان میں باہمی عداوت تھی......مخاصمت تھی...........وہ (العیاذ باللہ) ایک دوسرے کے دشمن تھے...........خاص کر کے خلفاء ثلاثہ اور حضرت معاویہؓ نے خانوادہ علیؓ پر بہت ظلم ڈھائے اور ان کے حقوق غصب کیے...........سیدنا علیؓ ان سب سے انتہائی نالاں اور ناراض رہے۔

مگر قرآن کی اس آیت رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ نے ان کذاب اور بد

باطن اور خبیث الفطرت بدمعاشوں کی تردید کردی .... اور ان کی مذموم خواہشات کو خاک میں ملا کر رکھ دیا۔

مولانا ثناء اللہ پانی پتی نے اپنی تفسیر میں فرمایا:

رَغِمَ اَنْفُ الرَّوَافِضِ الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّ اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ کَانُوْا یَتَبَاغَضُوْنَ بَیْنَہُمْ

اس آیت نے رافضیوں کے ناک کو خاک آلود کر دیا جو سمجھتے ہیں کہ محمد عربی ﷺ کے ساتھی ایک دوسرے کے ساتھ بغض رکھتے تھے اس آیت نے واضح فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھی ایک دوسرے کے دوست اور ہمدرد اور محبت و پیار کرنے والے لوگ تھے! وہ ایک دوسرے کے خیرخواہ، ایک دوسرے کی بھلائی چاہنے والے، خوشی وغمی میں شریک، مصیبت و راحت میں ایک دوسرے کے کام آنے والے تھے .... اور ان کے درمیان مخاصمت، منافقت، منازعت، دشمنی اور عداوت ہرگز ہرگز نہیں تھی!

کیا اس حقیقت سے کوئی انکار کرسکتا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شادی کے لیے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رشتہ مانگنے والے اور سیدنا علیؓ کو اس شادی پر تعاون کی پیش کش کر کے تیار کرنے والے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ ہی تھے؟

(حوالے کے لیے دیکھیے جلاء العیون ملا باقر مجلسی شیعہ، کتاب الامالی ج ۱ ص ۳۸، کشف الغمہ ج ۱ ص ۴۷۱)

کیا اس حقیقت سے انکار ممکن ہے کہ:

سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لوہے کی زرہ چار سو اسی درہم میں خرید

کر..........اور پھر زرہ بھی واپس کر کے..........سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خودداری کا مکمل لحاظ کرتے ہوئے اس شادی کے لیے تعاون کرنے والے سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی تھے؟

(حوالے کے لیے دیکھیے کشف الغمہ (شیعہ) ج ۱ ص ۴۸۵، بحار الانوار ملا باقر مجلسی شیعہ ج ۱۰ ص ۴۰)

کیا اس حقیقت سے کوئی ذی ہوش انکار کرسکتا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ نے اپنی لختِ جگر جو سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے تھیں اور حسنین کریمین ؓ کی حقیقی ہمشیرہ تھیں ان کا نکاح امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ساتھ کیا تھا۔

(حوالہ کے لیے دیکھیے مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۱۴۲، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۹۸ فروع کافی (شیعہ) جلد ۲ صفحہ ۱۴۱، مرآۃ العقول شیعہ جلد ۳ صفحہ ۴۴۹، شرح نہج البلاغۃ حدیدی جلد ۳ صفحہ ۴۷۵)

کیا یہ ایک روشن حقیقت نہیں ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹوں اور پوتوں کے نام..........ابوبکر، عمر، اور عثمان رکھے تھے۔

(حوالہ کے لیے کشف الغمہ ج ۱ ص ۵۹۰، جلاء العیون ص ۴۶۴، منتہی الآمال ص ۱۹۲، اصول کافی کتاب الحجۃ ص ۲۲۵)

اصحاب رسول کی تیسری وصف اس آیت کریمہ میں بیان فرمائی:

تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا

تو ان کو دیکھے گا سجدہ کرتے ہوئے اور رکوع کرتے ہوئے۔

یہ اصحاب رسول کی کثرتِ نماز، توجہ الی اللہ اور ان کی تہجد گزاری اور شب بیداری کی تصویر ہے۔

آیت کے پہلے حصے میں ان کی اس صفت کا تذکرہ ہوا جس کا تعلق مخلوق سے ہے.........اور اس حصے میں ان کی زندگی کے اس حصے کو بیان فرمایا جس کا تعلق خالق سے ہے۔

یعنی مخلوق کے ساتھ بھی ان کا تعلق صحیح بنیادوں پر قائم ہے......کہ وہ باطل کے لیے اور کفر کے لیے دو دھاری تلوار اور نہایت سخت ہیں اور اپنے مسلمان ساتھیوں کے لیے نہایت نرم خو اور شفیق ہیں۔

اور خالق کے ساتھ بھی ان کا تعلق اور ربط بہت مستحکم اور پختہ ہے کہ کسی وقت بھی وہ خالق کے ساتھ اپنے رشتے کو نہیں توڑتے اور کسی موقع پر وہ خالق سے غافل نہیں ہوتے۔

اصحاب رسول کی چوتھی صفت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا

چاہتے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی

یعنی دشمنانِ اسلام کے مقابلے میں اصحاب رسول کا ڈٹ جانا اور شیر کی طرح گرجنا.........اور اپنے دینی بھائیوں اور مذہبی برادری کے لیے ان کی شفقت اور رحمت.........اور دن رات ان کا اللہ کی عبادت میں اور رکوع وسجود میں مشغول ہونا......ان تمام اعمال سے ان کی غرض کیا ہے؟ ....وہ چاہتے کیا ہیں؟ دنیا اور دنیا کی دولت! تخت اور اقتدار! نمود و نمائش اور ریاکاری!

فرمایا نہیں.........بلکہ وہ صرف اللہ رب العزت کے فضل کے طلب گار ہیں.........اور فقط اسی کی رضا اور خوشنودی کے متمنی اور متلاشی ہیں ....اس کے سوا نہ ان کی کوئی غرض ہے اور نہ کوئی خواہش و آرزو

اصحاب رسول کی پانچویں صفت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ

ان (کے ایمان وعبادت) کی نشانی اور علامت ان کے
چہروں پر سجدوں کے اثر سے نمایاں اور واضح ہے!

اس نشان سے مراد وہ نشان نہیں جو اکثر نمازیوں کے ماتھے پر
پڑ جاتا ہے.......... جسے عرف عام میں ماتھے کا محراب کہتے ہیں..... کیونکہ
یہ نشان تقوی و پرہیزگاری کی دلیل اور حقیقی علامت نہیں ہے۔

بلکہ علامت اور نشان سے مراد ہے کہ

اصحاب رسول کے کامل ایمان، صدق و اخلاص، اور تقوی و
پرہیزگاری کی علامت اور نشانیاں ان کے چہروں میں کثرت سجود اور
عبادات میں مداومت کی برکت سے نورانیت، وقار اور خشوع وخضوع اور
تواضع کی صورت میں نظر آتی ہیں۔

اصحاب رسول کی مقدس جماعت کو پہچاننا کوئی مشکل کام نہیں......
......ان کے چہروں پر نور ایمان کے جلوے صاف دکھائی دیتے ہیں۔

شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ

جب کوئی صحابی کسی مجمع میں بیٹھتا تو دور سے پہچان لیا جاتا چہرے
کے نور سے۔

اصحاب رسول کی چھٹی صفت کا ذکر اس طرح فرمایا:

ذَالِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰيةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ

ان کی یہ اوصاف تورات میں بھی بیان ہوئے اور انجیل
میں بھی بیان ہوئے۔

یعنی اصحاب رسول کے یہ اوصاف اور یہ صفات صرف قرآن میں بیان نہیں ہو رہیں بلکہ ان صفات کا تذکرہ تورات وانجیل میں بھی مذکور ہے!

جس طرح امام الانبیاء ﷺ کے متعلق قرآن نے ارشاد فرمایا:

اَلنَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ

کہ علماء اہل کتاب اس نبی امی کو توریت وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

جس طرح نبی اکرم ﷺ کے تذکرے توریت اور انجیل میں ہوئے.......... اسی طرح آپ کے صحابہ کی صفات کا تذکرہ تورات وانجیل میں ہوا بعض مفسرین نے مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ پر وقف کیا ہے.......... معنی یہ ہوگا کہ اصحاب رسول کی یہ بیان کردہ صفات توریت میں بھی بیان ہوئیں وَ مَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ کا تعلق اگلے جملے كَزَرْعٍ اَخْرَجَ سے ہے معنی اس طرح ہوگا کہ: انجیل میں اصحاب رسول کی مثال اور صفت اس کھیتی اور درخت کی ہے جس نے اپنی انگوری نکالی۔

فَاٰزَرَهٗ...... پھر اس انگوری اور کونپل کو مضبوط کیا۔

فَاسْتَغْلَظَ...... پھر وہ مضبوط ہوگئی.......... موٹی ہوگئی۔

فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ......

پھر وہ اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی۔

یعنی جس طرح زمین سے باہر نکلنے والی کونپل اور انگوری اور نرم د

نازک سا پتہ، بہت کمزور ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔ پھر اس کی جڑ سے اور کونپلیں نکلیں
اور انہوں نے اسے مضبوط کر دیا۔۔۔۔۔ پھر وہ پھلتے اور پھولتے موٹا
ہو گیا۔۔۔۔۔۔ پھر اپنے تنے پر کھڑا ہو گیا۔

یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ

وہ کھیتی اور وہ درخت اپنے بونے والوں کو خوش کر رہا ہے
(کسان وہ سرسبز و شاداب کھیتی اور درخت کو دیکھ دیکھ کر
خوش ہوتا ہے)

یہی مثال اصحاب رسول کی ہے کہ وہ ابتداء اسلام میں انگوری کی
طرح کمزور اور بہت قلیل تعداد میں تھے۔۔۔۔۔۔ وہ اپنے ایمان کو ظاہر
کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھے۔۔۔۔۔۔ ہر طرف خطرات ہی خطرات تھے
۔۔۔۔۔۔ مصائب و مشکلات کی تیز آندھیاں تھیں۔

پھر آہستہ آہستہ یہ تعداد بڑھنے لگی اور اسلام کی کھیتی پھلنے اور پھولنے
لگی۔۔۔۔۔۔ پھر وہ مضبوط ہو گئے۔۔۔۔۔۔ اسلام کی ایک ریاست قائم ہو گئی
۔۔۔۔۔۔ اسلام کو فتوحات اور کامیابیاں ملنے لگیں۔۔۔۔۔۔ جنگوں میں فتوحات
کا سلسلہ چل نکلا۔۔۔۔۔۔ پھر فتح مکہ سے وہ لوگ سرخرو ہوئے۔۔۔۔۔۔ پورا
عرب ان کے زیر نگین آ گیا حنین اور طائف کے دروازوں پر وہ دستک
دینے لگے۔۔۔۔۔۔ اور دنیا کی سپر طاقت روم کو للکارنے لگے۔۔۔۔۔۔ تبوک
کا سفر کیا اور شاہِ روم کے عزائم خاک میں ملا دیئے۔

اسلام کی کھیتی اپنے عروج اور ترقی کے آخری منازل کو چھونے لگی
اس سرسبز و شاداب کھیتی کو دیکھ کر۔۔۔۔۔۔ اللہ رب العزت اور رسول اکرم ﷺ جو
اس کھیتی کو لگانے والے ہیں وہ خوش ہو رہے ہیں۔

لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ

(اللہ رب العزت نے صحابہ کرام کو یہ ترقی، یہ نشوونما اور یہ عروج اور یہ کامیابیاں اور فتوحات اس لیے بخشیں) تاکہ کافروں کو ان کی وجہ سے غصہ دلائے اور وہ آتش غضب میں جلتے رہیں اور کڑھتے رہیں!

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان وتقویٰ، خلوص ومحبت، جذبہ جانفروشی، حق کی راہ میں ان کی جنگی .... استقامت وعزیمت .... اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے ان کی کوشش اور محنت .... جہاد فی سبیل اللہ کے لیے دور دراز علاقوں کے سفر، دین کی سربلندی کے لیے مالی قربانیاں .... دیکھ دیکھ کر اللہ کے رسول خوش ہوتے ہیں .... مسرور ہوتے ہیں .... ان کے لیے دعائیں کرتے ہیں۔

اور کفار اصحاب رسول کی کامیابیاں دیکھ کر .... ان کی ترقی اور نشوونما دیکھ کر .... فتوحات کے یہ سلسلے دیکھ کر غیظ وغضب میں اور حسد کی آگ میں جل بھن جاتے ہیں۔

یاد رکھیے! آج بھی اصحاب رسول سے محبت اور عقیدت .... اور ان سے پیار ایمان کی علامت ہے۔

اور آج بھی ان سے کینہ اور بغض .... ان کی بدگوئی اور ان پر تبرا .... اور ان پر تنقید اور ان کی تنقیص .... اور ان کے ایمان و اخلاص میں شک .... اور ان کے عدل وتقویٰ میں شبہ .... اور ان کے حیرت انگیز کارناموں کا انکار .... وہی لوگ کرتے ہیں جن کے دلوں میں کھوٹ ہے .... جو نفاق کے مریض ہیں ....

سنو اور غور سے سنو! جس بد بخت کے دل میں صحابہ کرامؓ کے بارے میں رائی کے دانے کے برابر بغض ہوگا وہ يَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ کا مصداق ٹھہرے گا یہ میں نہیں کہتا............ اہلسنت کے مشہور امام حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی محفل میں ایک شخص نے بعض صحابہ کرامؓ کے بارے غلط کلمات کہے............ امام مالکؒ نے اس شخص کے سامنے سورۃ فتح کی یہ آیت تلاوت فرمائی............ جب يَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ پر پہنچے تو فرمایا:

جس شخص کے دل میں صحابہ کرامؓ میں سے کسی کے ساتھ بغض ہو تو وہ اس آیت کی وعید میں داخل ہے۔ (قرطبی، روح المعانی)

آیت کے آخر میں فرمایا:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا

اصحاب رسول کی دنیوی ترقی............ فتوحات اور کامیابیوں کے بعد ان کے اخروی درجات اور مراتب کا ذکر بھی فرمایا۔

اللہ نے ان لوگوں سے جو ان میں سے ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے!

یہ آیت کریمہ صلح حدیبیہ کے بعد اتری ہے............ اس نے تمام اصحاب رسول کا احاطہ کر رکھا ہے............ مہاجرین ہوں یا انصار .... بدری ہوں یا اصحابِ رضوان............ سب کے ساتھ اللہ رب العزت نے بخشش و مغفرت کا............ اور عظیم اجر و ثواب کا وعدہ کر رکھا ہے۔

آج تاریخ کی تاریک راہوں میں گم ہو کر.......... اصحاب رسول پر تنقید کرنے والے اور ان کی غلطیوں کو مزے لے لے کر بیان کرنے والے .... دراصل اس آیت کا منہ چڑانے میں لگے ہوئے ہیں.......... وہ ہاتھ پاؤں مار کر ایسے ایسے دلائل ڈھونڈنے کی کوشش کرتے ہیں جن سے اصحاب رسول کی تنقیص کا پہلو نکلتا ہو۔

ایک اشکال کا جواب

آیت کریمہ کا یہ آخری حصہ.......... اصحاب رسول کی عظمت اور منقبت کا اعلان کر رہا ہے.......... مگر بعض ایسے بد بخت بھی ہیں جن کے دل اصحاب رسول کے ساتھ حسد اور بغض میں بھرے ہوئے ہیں۔

انہوں نے اس آیت سے بھی صحابہ کرام کی تنقیص کا پہلو نکال لیا .... ان کا کہنا یہ ہے کہ اس آیت میں منھم کا جو لفظ ہے.......... یہ من بعضیہ ہے.......... اور اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سب کے سب مغفرت اور اجر عظیم کے حق دار نہیں بلکہ یہ وعدہ بعض کے ساتھ ہے!

بڑی عجیب بات ہے.......... بلکہ از قسم خرافات ہے.......... ورنہ اسی سورۃ کی بہت سی آیات کا انکار کرنا پڑے گا۔

کیا اسی سورت میں اور حدیبیہ کے اسی موقع پر.......... اللہ رب العزت نے ان سب سے اپنی رضا کا اعلان نہیں کیا؟

ان پر تسکین اتارنے کی خبر نہیں دی.......... ان سب کے دلوں کے اخلاص کی گواہی نہیں دی؟

سورۃ الفتح کی آیت نمبر ۴۔ ۱۸۔ ۲۶۔ ۲۸ کا ایک بار مطالعہ فرمائیں دشمنان صحابہ کے اس اشکال اور شبہے کا جواب مل جائے گا۔

معمولی علم رکھنے والا بھی جانتا ہے کہ مِن صرف بعض کا معنی نہیں دیتا بلکہ مِن چودہ مختلف معانی پر دلالت کرتا ہے............ ہر جگہ مِن کا معنی اس جگہ کی مناسبت سے کریں گے۔

اس آیت میں مِن بیانیہ ہے۔

جس طرح نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ...... میں مِن بیانیہ ہے............ اگر یہاں بھی مِن بعض کے معنی میں ہو............ تو لازم آئے گا کہ قرآن کا بعض حصہ تو شفا ہے اور بعض شفا نہیں ہے............ حالانکہ یہ سوچنا بھی گمراہی اور نری ضلالت ہے۔

اسی طرح فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ میں بھی مِن بیانیہ ہے۔

اور اگر یہاں مِن بعض کے معنی میں لیں تو معنی بنے گا کہ بعض بتوں کی پرستش سے باز آجاؤ اور بعض کی عبادت کرتے رہو............ اور یہ معنی کوئی ذی ہوش ماننے کے لیے تیار نہیں ہے۔

شیعہ علماء اور مفسرین نے بھی............ سورۃ الفتح کی اس آیت میں مِن کو بیانیہ تسلیم کیا ہے۔

مشہور شیعہ عالم طوسی نے اپنی تفسیر میں لکھا:

مِنْهُمْ قِيْلَ اَنَّهُ بَيَانٌ يَخُصُّهُمْ بِالْوَعْدِ دُوْنَ غَيْرِهِمْ (مجمع البیان ج ۹ ص ۳۲۸)

یعنی یہاں مِن بیان کے لئے ہے یہ وعدہ مغفرت اور وعدہ اجر عظیم صرف اصحاب محمد کے ساتھ مخصوص ہے ان کے علاوہ دوسروں کے ساتھ نہیں۔

ایک اور شیعہ عالم فتح اللہ کاشانی نے اپنی تفسیر میں لکھا:

مِن از برائے بیان است از قبیل فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ (منہج الصادقین جلد:۸ صفحہ:۳۹۹)

یعنی جس طرح مِنَ الْاَوْثَانِ میں مِن بیانیہ ہے اسی طرح یہاں بھی مِن بیان کے لیے ہے!

سامعین گرامی قدر! سورۃ الفتح کی آیت نمبر ۲۹ کی مختصر سی تفسیر اور مفہوم میں نے آپ حضرات کے سامنے بیان کر دیا ہے۔

اس آیت میں اللہ رب العزت نے صحابہ کرام کے بہت سے بے مثال اور لا جواب اوصاف وصفات کا تذکرہ فرمایا............ اور انہیں اپنے نبی کی رسالت کی صداقت پر بطور دلیل پیش فرمایا............ کہ جن شاگردوں میں ایسے ایسے اوصاف پائے جائیں............ تو ان کے استاد کے اوصاف و مراتب کا کیا عالم ہو گا۔

اس آیت میں یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا...... کے الفاظ پر ایک مرتبہ پھر نظر ڈالیے۔

میرے نبی کے یار اپنے ہر عمل و کردار میں ہر وقت اللہ رب العزت کے فضل و کرم اور رضامندی و خوشنودی کی جستجو اور تلاش میں مگن ہیں۔

جن لوگوں کی یہ صفت عرش والا اور علام الغیوب، اور دلوں کے بھید جاننے والا بیان کرے............ تو پھر آپ ہی فیصلہ فرما دیں کہ وہ لوگ ایسے افعال اور اعمال کر سکتے ہیں جو رضائے الٰہی کے سراسر خلاف ہوں؟

کیا اس آیت کے مصداق ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نہیں ہیں؟
اگر ہیں اور یقیناً ہیں.......... تو پھر ان سے ممکن ہے کہ وہ خاندان علی پر ظلم و ستم کریں؟

خلافت غصب کرلیں اور باغ فدک پر قبضہ کرلیں.......... اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دربار میں دھکے ماریں.......... اور ان کے گھر کو آگ لگا دیں!

اس آیت کریمہ میں اصحاب رسول کی ایک صفت اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ بھی ذکر کی گئی ہے۔

کہ وہ کفار کے مقابلے میں سیف براں ہیں اور استقامت کے پہاڑ ہیں پھر یہ بھی بتایا گیا کہ اصحاب رسول کے تذکرے اور ان کے اوصاف کے تذکرے.......... اور ان کے لیے مثالیں پہلی آسمانی کتابوں میں بھی بیان ہوئیں۔

نیز ان کے عبادات، رکوع و سجود کی کثرت اور ان کے چہروں سے نمایاں اور ظاہر ہونے والے نشانوں کا تذکرہ بھی فرمایا میں عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ:

میرے نبی نے اپنے لیے مقرر کردہ مناصب میں سے ایک منصب يُزَكِّيهِمْ.......... کہ وہ ایمان لانے والوں کے باطن اور قلوب کا تزکیہ کرتا ہے۔

آپ اس منصب کے ادا کرنے میں سو فیصد کامیاب رہے..........
.... اور اپنے ساتھیوں کا ایسا تزکیہ کیا اور انہیں غلط عقائد اور گندے نظریات اور برے اعمال اور بدکرداریوں سے ایسا پاک صاف اور ستھرا کر دیا کہ اللہ

رب العزت نے قرآن مجید میں جگہ جگہ ان کے ایمان، تقویٰ، رشد و ہدایت، اعمال صالحہ، ان کے خشوع وخضوع .... ان کے انفاق فی سبیل اللہ، ان کے جذبہ جہاد، محبتِ الٰہی، حب رسول جیسے اوصاف کے تذکرے فرمائے۔

ان شاءاللہ میں آئندہ خطبات میں اصحاب رسول کے ایسے اوصاف وصفات کا تذکرہ کرونگا .... جو اوصاف وصفات قرآن میں اللہ رب العزت نے بیان فرمائے۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ

تیرہویں تقریر

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○
وَاِنْ یُّرِیْدُوْۤا اَنْ یَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ؕ هُوَ الَّذِیْۤ اَیَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۶۲﴾ وَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّاۤ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۶۳﴾

(الانفال آیت نمبر ۶۲ اور ۶۳)

اگر وہ تجھ سے دغا بازی کرنا چاہیں گے تو اللہ تجھے کافی ہے
اسی نے اپنی مدد سے اور مومنوں کے ذریعے تیری تائید
کی ہے۔ان کے دلوں میں باہمی محبت و الفت ڈال دی
اگر آپ زمین میں جو کچھ ہے وہ سارے کا سارا خرچ کر
ڈالتے تو بھی ان کے دل میں الفت و محبت نہ ڈال سکتے
یہ تو اللہ نے ہی ان میں الفت ڈال دی وہ غالب ہے
حکمتوں والا!

سامعین مکرم! میں نے گذشتہ سے پیوستہ خطبے میں عرض کیا تھا کہ امام الانبیاء ﷺ کی بعثت کے مقاصد میں سے ایک عظیم مقصد قرآن نے بیان فرمایا۔

وَيُزَكِّيهِمْ ...... کہ میرا پیغمبر لوگوں کا تزکیہ کرتا ہے یعنی انہیں صحیح معنوں میں مومن بناتا ہے.......... اور مومنوں والی تمام تر خوبیاں ان کے ظاہر و باطن میں پیوست کر دیتا ہے۔

گذشتہ خطبے میں.......... سورۃ الفتح کی آیت نمبر ۲۹ میں اصحاب رسول میں موجود صفات اور خوبیوں کا تذکرہ ہوا۔

جن صفات میں ان کی پہلی صفت أَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ذکر فرمائی.......... کہ وہ کفار کے مقابلے میں سخت ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ نرم دل، نرم خو، آپس میں پیار و محبت کرنے والے ہیں!

اسی سلسلہ میں دو تین آیات مزید پیش کرنا چاہتا ہوں.......... ان آیات میں اصحاب رسول کی کچھ مزید صفات اور اوصاف کا بھی تذکرہ ہوگا۔

آیت نمبر ۱۰۴

سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۵۱ میں مؤمنوں کو منع کیا گیا کہ وہ یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستی اور محبت نہ رکھیں......... ساتھ ہی فرمایا کہ جو ان سے دوستی رکھے گا وہ انہیں میں شمار ہوگا۔

آیت نمبر ۵۲۔ ۵۳ میں منافقین کا کفار سے دوستی رکھنے کا اور مسلمانوں کے تعجب کرنے کا ذکر ہوا۔

آیت نمبر ۵۴ میں ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۡ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۴﴾ (المائدہ)

اے ایمان والو! جو شخص تم میں سے مرتد ہو جائے گا اپنے دین سے (تو اللہ کو کیا پرواہ ہے) اللہ عنقریب ایسے لوگوں کو لائے گا جن سے اللہ محبت کرتا ہے اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں وہ نرم دل ہونگے مؤمنوں پر اور سخت ہونگے کافروں پر وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کریں گے یہ ہے فضل اللہ کا دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اللہ بڑی وسعت والا اور علم والا ہے!

بعض مفسرین کا خیال ہے کہ یہ خطاب مخلص مؤمنوں کو نہیں بلکہ

ظاہری طور پر ایمان کا دعوی کرنے والے منافقوں سے ہے۔

کہ اگر تم یہود و نصاری سے دوستی کر کے دین اسلام سے نکلنا چاہتے ہو تو نکل جاؤ.......... اللہ کو اس کی کیا پرواہ ہے؟ میں نے اپنے دین کی ترقی اور ترویج کے لیے بلند صفات صحابہ کرام کو چن رکھا ہے!

مگر جمہور مفسرین کا خیال یہ ہے کہ یہ آیت درحقیقت آنے والے فتنہ کی پیشنگوئی ہے۔

امام الانبیاء ﷺ کے انتقال پر ملال کے فورا بعد فتنہ ارتداد نے سر اٹھایا.......... اور کئی نئے نئے اسلام لانے والے مرتد ہو گئے.......... ادھر منکرین زکوۃ نے پر پرزے نکالنے شروع کر دیئے.......... پھر جھوٹے مدعیان نبوت کے زہریلے فتنے نے اپنا زہر پھیلانا شروع کیا۔

ایک بات ذہن میں رکھیے کہ اصحاب رسول میں سے کوئی شخص بھی مرتد نہیں ہوا..........

فتح الباری میں ہے!

لَمْ يَرْتَدَّ مِنَ الصَّحَابَةِ اَحَدٌ وَ اِنَّمَا ارْتَدَّتْ قَوْمٌ مِنَ الْاَعْرَابِ مِمَّنْ لَا نُصْرَةَ لَهُ فِي الدِّيْنِ وَ ذَالِكَ لَا يُوْجِبُ قَدْحًا فِي الصَّحَابَةِ الْمَشْهُوْرِيْنَ (فتح الباری جلد ۱۱ صفحہ ۳۲۴)

اصحاب رسول کی جماعت میں سے کوئی بھی مرتد نہیں ہوا بعض اجڈ دیہاتی جن کا دین کی نصرت میں کوئی عمل دخل اور حصہ نہیں رہا (صرف زبان سے کلمہ پڑھا دہی لوگ خلافت ابی بکرؓ میں مرتد ہوئے) اس سے مشہور صحابہ کرامؓ

کے بارے میں کوئی شک وشبہ پیدا نہیں ہوتا۔

قرآن مجید کی دوسری کتنی آیات میں اللہ نے صحابہ کرام کے ایمان، ان کے خاتمہ بالایمان، ان کے لیے مغفرت و بخشش، اپنی رضا کا اعلان اور جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔

اگر ان میں سے تین چار کے علاوہ سب نے مرتد ہو جانا تھا تو اللہ رب العزت کی طرف سے مغفرت اور جنت کے وعدے اور اپنی رضامندی کے اعلان سب (معاذ اللہ) بچوں کا کھیل بن جائے گا!

امام الانبیاء ﷺ کی وفات کے بعد دیہاتوں میں رہنے والے کچھ لوگ ارتداد کا شکار ہوئے.......... منکرین زکوٰۃ اور ختم نبوت کے ڈاکو بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔

حالات بے حد تشویشناک تھے.......... مگر خلیفہ اول بلا فصل سیدنا صدیق اکبرؓ اس آیت کا پہلا مصداق بن کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

کچھ صحابہ کرام کو تذبذب تھا کہ ایک ہی وقت میں کئی محاذوں پر لڑنا شاید سود مند اور نفع بخش نہ ہو۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا جری، دلیر، باہمت اور بہادر شخص بھی مشورہ دیتا ہے کہ فی الحال منکرین زکوٰۃ کے خلاف لشکر کشی نہ کی جائے

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کا مشورہ سن کر فرماتے ہیں:

أَجَبَّارٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَخَوَّارٌ فِي الْإِسْلَامِ

زمانہ جاہلیت میں تو تم بہت سخت تھے اب اسلام میں نرم خو ہو گئے ہو۔

اگر تم میں سے کوئی نہیں جانا چاہتا تو ابو بکرؓ اکیلا ہتھیار سجا کر نکلے گا

اور ہر اس شخص سے زکوٰۃ وصول کرے گا جو نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں زکوٰۃ دیتا تھا.......... میرے جیتے جی اسلام میں کمی واقع ہو! ناممکن۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس جرأت واستقامت کو دیکھ کر تمام صحابہؓ جہاد کے لیے تیار ہوئے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

ہم ابتداء میں اس جنگ کو پسند نہیں کرتے تھے مگر جب اس کا انجام ہمارے سامنے نکھر کر آ گیا تو ہم خلیفہ اول کے شکر گزار ہوئے کہ انہوں نے کمال تدبر اور ایمانی جرأت سے اسلام کو ایک بہت بڑے فتنے سے بچالیا!

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ابتداء میں مخالف رائے رکھتے تھے.......... بعد میں وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس کارنامے کا ذکر کر کے فرمایا کرتے تھے کہ اگر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میری ساری زندگی کی عبادت لے لیں اور میری ساری نیکیاں لے لیں .... اور اس کے بدلے میں مجھے صرف اپنی ایک رات اور اپنا ایک دن دے دیں تو میں راضی اور خوش ہوں۔

رات سے مراد غارِ ثور کی رات ہے اور دن سے مراد یہی دن جب فتنہ ارتداد کے مقابلے کے لیے وہ استقامت کے کوہ گراں بن گئے تھے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے:

قَامَ فِي الرِّدَّةِ مَقَامَ الْاَنْبِيَاءِ

فتنہ ارتداد میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے مقام پر کھڑے ہوئے جس مقام پر اللہ رب العزت نبیوں کو

کھڑا کیا کرتا تھا۔

اللہ رب العزت نے مرتدوں اور دین کے دشمنوں کے مقابلے میں جس قوم کو کھڑا کرنے کا اس آیت میں وعدہ فرمایا............ان کی چار صفات کا ذکر فرمایا ان کی پہلی صفت بیان فرمائی:

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ

اللہ ان سے محبت کرتا ہوگا اور وہ سب اللہ کے محب ہونگے۔

ان کی دوسری صفت بیان فرمائی:

اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ

وہ مؤمنوں کے لیے شفیق اور نرم دل ہونگے اور کفار کے لیے سخت اور تیز ہونگے۔

یہی صفت اصحاب رسول کی سورۃ الفتح کی آیت ۲۹ میں بیان ہوئی

اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ

وہ کافروں پر سخت اور آپس میں رحم دل ہیں

ان کی تیسری صفت کو بیان فرمایا:

يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

وہ اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے۔

اور ان کی چوتھی صفت کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ

کسی کی الزام تراشیوں سے اور ملامت کرنے والوں کی ملامت سے وہ نہیں ڈرتے اس آیت کا صحیح اور حقیقی مصداق خلیفہ اول بلافصل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ اور ان کے روانہ کردہ لشکروں میں شامل

اصحاب رسول ہیں۔

اور اس آیت میں بیان کردہ اوصاف سب کے سب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں میں پائے جاتے ہیں۔

یہی وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ عرش والا محبت کرتا ہے۔

جن کے ساتھ عرش والا محبت کرتا ہو.........فرش پہ چلنے والے اس کے مطیع بندوں کو بھی چاہیے کہ وہ ان سے محبت کریں۔

اور اگر عرش کا مالک ان سے محبت کرتا ہے.........تو پھر فرش پہ چلنے والا اگر ان پہ تبرا کرے اور ان سے بیزاری اور نفرت کا اظہار کرے تو یہ دراصل اللہ کے مقابلے میں آنے کی کوشش کر رہا ہے!

جن خوش نصیبوں سے خالق کائنات محبت کرتا ہو اور پھر اپنی محبت کا اظہار بھی قرآن میں کرتا ہو.........تو ایسے خوش نصیبوں سے نفرت کا اظہار کرنے والا.........اور دل میں ان کے لیے بغض پالنے والا.........ان کا کیا نقصان کر سکتا ہے بلکہ وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔

چاند پہ تھوکنے والے کی تھوک اس کے منہ پہ ہی پڑتی ہے!

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے رفقاء صحابہ کرامؓ ہی ہیں جن کے اوصاف اس آیت میں بیان ہو رہے ہیں.........وہی تھے جنہوں نے مرتدین کے خلاف سب سے پہلے تلوار اٹھائی۔

اگر اس آیت سے مراد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھ دوسرے اصحاب رسول ہیں تو پھر اس آیت میں ان کی بیان کردہ صفات کا اقرار ہر مسلمان کہلانے والے کو کرنا ہوگا۔

پھر ماننا پڑے گا کہ یہ اللہ کے محبوب بھی تھے اور محب بھی

پھر تسلیم کرنا ہوگا کہ یہ کفار کے مقابلے میں انتہائی سخت تھے اور ایک دوسرے کے ساتھ شفقت کرنے والے، نرم دل اور نرم خو اور محبت کرنے والے تھے۔ پھر اس بات کا اقرار کرنا پڑے گا کہ وہ لوگ اللہ کی رضا کے لیے اور دین کی سربلندی کے لیے جہاد کرنے والے تھے۔

اور دین کے معاملے میں کسی کی الزام تراشی اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا انہیں کوئی ڈر اور خوف نہیں تھا!

ان ہی لوگوں کے لیے اللہ نے اپنے فضل و رحمت کا اعلان فرمایا.......... اور آیت نمبر ۵۵ میں ان ہی لوگوں کی نماز، زکوۃ اور عبادات کا تذکرہ فرمایا اور پھر آیت نمبر ۵۶ میں ان خوش بخت لوگوں کو أُولٰئِكَ حِزْبُ اللهِ (یہی اللہ کا لشکر ہے) کے تمغے سے نوازا گیا۔

آیت نمبر ۱۰۵

سورۃ الانفال کی آیت نمبر ۶۱ میں فرمایا کہ اگر مشرکین تم سے صلح کرنا چاہیں تو اللہ پر بھروسہ رکھ کر ان سے صلح کر لیں۔

آیت نمبر ۶۲ میں فرمایا کہ اگر کفار و مشرکین صلح کے ذریعے تمہیں دھوکہ دینا چاہیں تو گھبرائیے نہیں.......... کیونکہ

فَإِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ هُوَ الَّذِیٓ اَیَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ

بے شک آپ کو اللہ کافی ہے وہی ہے جس نے آپ کو اپنی غیبی مدد (ملائکہ) سے اور (ظاہری مدد) مومنوں سے قوت و تائید عطا فرمائی ہے۔

(یہاں اللہ رب العزت نے مومنوں کی مدد کا اپنی مدد کے ساتھ ذکر فرمایا.......... جس طرح اللہ کی مدد شک و شبہ سے بالاتر ہے اسی طرح مومنوں کی مدد بھی ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہے)

سامعین گرامی! یہاں ایک لمحہ کے لیے ٹھہریئے اور رکیئے.........

اور مجھے بتائیے کہ اس آیت میں بالمؤمنین سے مراد کون لوگ ہیں؟

جب یہ آیت اتر رہی تھی تو اس وقت......... نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد آنے والی امت تو تھی نہیں......... نہ تابعین نہ تبع تابعین .... نہ ائمہ مجتہدین اور نہ اولیاء امت اور نہ علماء ملت......... اس وقت تو میرے نبی ﷺ کے ساتھی تھے۔

سیدنا ابوبکرؓ تھے، سیدنا عمرؓ تھے، سیدنا عثمانؓ تھے، سیدنا علیؓ تھے، سیدنا طلحہؓ اور زبیرؓ تھے، سیدنا سعد بن عبادہؓ تھے اور سیدنا سعد بن معاذؓ تھے...... ان ہی لوگوں کو مؤمنین کے لقب سے یاد کیا جا رہا ہے......... اور نبی اکرم ﷺ کی حمایت میں ان ہی کی مدد کو اپنی مدد کے ساتھ ملا کر ذکر کیا جا رہا ہے۔

آج جو بدبخت ان خوش نصیب لوگوں کے ایمان و اخلاص کے بارے میں مشکوک ہے دراصل اس کا اپنا ایمان مشکوک ہے......... بلکہ اس بدبخت کا اس قرآن پر ایمان نہیں ہے!

آگے فرمایا:

وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ ۚ لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَّا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۚ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٦٣﴾

(الانفال ۶۳)

اللہ نے ان مؤمنوں کے دلوں میں باہمی الفت و محبت ڈال دی ہے اگر آپ روئے زمین کی تمام دولت خرچ کر دیتے تو بھی ان کے دلوں میں الفت پیدا نہ کر سکتے

لیکن اللہ نے ان میں باہم الفت فرمادی بے شک وہ
غالب ہے حکمتوں والا۔

اس آیت سے واضح ہوا کہ اصحاب رسول کے مابین اسلام لانے
سے قبل............ دور جاہلیت میں ایسی عداوت اور دشمنی تھی کہ اس کا دور کرنا
.... اور اسے محبت میں بدلنا انسانی طاقت سے بالا تر تھا............
یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ ساری دنیا کی دولت اور پوری زمین کے خزانے
خرچ کر کے بھی ان کی عداوت کو الفت میں نہیں بدل سکتے تھے۔

تاریخ وسیرت کی کتابیں پڑھیے............ نبی اکرم ﷺ کی تشریف
آوری سے پہلے عرب میں جدال وقتال............ جھگڑے اور لڑائی، مارکٹائی
کا بازار گرم تھا۔

معمولی باتوں پر چھڑنے والی لڑائی سالوں پر محیط ہو جاتی............
بلکہ جنگ کی یہ آگ صدیوں تک بھڑکتی رہتی۔

وہ آپس میں بغض وعناد رکھتے اور ایک دوسرے کے خون کے
پیاسے تھے ان حالات میں امام الانبیاء ﷺ تشریف لائے............ اور
توحید کا پیغام سنایا اور اتحاد واخوت کا عالم گیر سبق پڑھایا............ اسلام کے
مرکز پر میرے نبی نے سب کو جمع فرمادیا............ اور اللہ رب العزت نے
اپنے فضل واحسان سے ان کے درمیان صدیوں سے موجود عداوت کو محبت
میں تبدیل کر دیا............ جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے وہ
.... ایک دوسرے کے جانثار بن گئے۔

دین اسلام کے اسٹیج پر وہ محبت والفت کی لڑی میں پروئے گئے
.... اور بھائی بھائی بن گئے!

اللہ رب العزت کے اس اعلان کے بعد.........اور یہ خبر دینے کے بعد بھی جو شخص یہ کہتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کے مابین عداوت تھی.......... دیرینہ دشمنیاں قائم تھیں.........بنو ہاشم اور بنو امیہ قبیلوں کے درمیان بغض وعناد موجود تھا.........وہ آپس میں لڑتے رہتے تھے ایک دوسرے کے مخالف تھے.........وہ شخص عقل وفہم اور انصاف سے عاری تو ہے ہی ....مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ قرآن کی اس واضح آیت کے واضح حکم کا انکاری بھی ہے۔

آگے فرمایا:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۝ (انفال:۶۴)

اے میرے نبی تجھے بھی اللہ کافی ہے اور ان مومنوں کو بھی اللہ کافی ہے جو تیرے پیروکار ہیں۔

کچھ علماء نے اس آیت کا دوسرا معنی کیا:

اے میرے نبی تجھ کو فی الحقیقت اکیلا اللہ کافی ہے اور ظاہر اسباب کے اعتبار سے مخلص مومنوں کی جماعت کافی ہے

.........اس سے پہلے فرمایا:

اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ...... گویا یہ اسی کا خلاصہ ہوا (تفسیر عثمانی)

سورۃ الانفال کی آیت نمبر ۶۴ میں جن مومنوں کو نبی اکرم ﷺ کا مطیع اور پیروکار کہا گیا ہے.........ان سے مراد کون لوگ ہیں؟ یہ کن خوش نصیبوں کو محمد عربی ﷺ کا پیروکار اور مومن کہا جا رہا ہے ؟

بھلا اصحاب رسول کے سوا اور کون ہو سکتا ہے؟ ان میں حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) شامل نہیں ہیں؟ اگر ہیں اور یقیناً ہیں تو انہیں عرش والے نے میرے نبی کا سچا پیروکار بھی فرمایا ہے......... اور مومن کا خطاب بھی عطا فرمایا ہے۔

آیت نمبر ۱۰۶

سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۰۳ بھی سن لیجیے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۖ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۗ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

اور مضبوط پکڑلو اللہ کی رسی کو سب مل کر اور پھوٹ نہ ڈالو اور اللہ کا احسان اور نعمت یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی پھر تم اس کے فضل اور مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پہنچ چکے تھے تو اس نے تمہیں بچا لیا یوں اللہ اپنی آیات تم پر کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ!

سورۃ آل عمران کی یہ آیت بھی سورۃ الانفال کی آیت نمبر ۶۳ کے مضمون ہی کو بیان کر رہی ہے۔

اس آیت میں اسی حقیقت کو بیان فرمایا کہ تم زمانہ جاہلیت میں

ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے.........تمہارے مابین عداوتیں اور دشمنیاں تھیں.........اللہ رب العزت نے اپنے فضل وکرم سے تمہاری عداوتیں اور دشمنیاں الفت میں تبدیل کر کے تمہیں بھائی بھائی بنا دیا۔

اور تم شرک کے مرتکب تھے.........غیر اللہ کے پجاری تھے ....اور دوزخ کے کنارے پر کھڑے تھے.........یعنی بس مرنے کی دیر تھی.........مرنے کے بعد عذاب میں گرفتار ہو جانا تھا۔

اللہ رب العزت نے اپنے نبی ﷺ کے ذریعہ توحید کا پیغام دے کر تمہیں دوزخ کے کنارے سے ہٹا کر جنت کے باغات کا وارث بنا دیا۔

دنیوی نعمت یہ فرمائی کہ باہمی جھگڑوں اور عداوتوں کو مٹا کر تمہیں بھائی بھائی بنا دیا

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوجوں کے درمیان ....منافقین کی غلط فہمیوں اور شرارتوں اور خباثتوں کی بنا پر ہونے والے لڑائی کو بنیاد بنا کر ....آج پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ یہ دونوں آپس میں دشمن یا ایک دوسرے کے جانی مخالف تھے۔

آئیے میں ایک حوالہ آپ حضرات کو سناؤں.........ذرا توجہ سے سماعت فرمائیے۔

امیر المؤمنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عین جنگ صفین کے موقع پر پوچھا گیا۔

کہ جو لوگ آپ کے مقابلے میں آئے ہیں

أَمُشْرِكُونَ هُمْ ....کیا وہ مشرک ہیں؟

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

لَا .... نہیں وہ مشرک نہیں ہیں۔

پوچھنے والے نے کہا:

أَمُنَافِقُوْنَ هُمْ ...... کیا وہ منافق ہیں؟

سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

لَا ..... نہیں وہ منافق بھی نہیں ہیں!

سوال کرنے والے نے کہا:

پھر آپ کے نزدیک ان کی حیثیت کیا ہے؟

جواب میں سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

هُمْ اِخْوَانُنَا بَغَوْا عَلَيْنَا

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۴ صفحہ ۱۰۱۳)

وہ ہمارے بھائی ہیں جنہوں نے ہمارے خلاف زیادتی کی ہے۔

حضرت علیؓ کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ سیدنا امیر معاویہؓ اور سیدنا علیؓ .... ایک دوسرے کے دشمن نہیں بلکہ وہ آپس میں بھائی بھائی تھے۔

اور اخروی نعمت یہ عطا فرمائی کہ جہنم کی آگ سے نجات عطا فرمادی۔

سامعین گرامی قدر! کہاں وہ لوگ جن کا کہنا یہ ہے کہ وفاتِ پیغمبر کے ساتھ ہی دو چار حضرات کے علاوہ تمام کے تمام اصحاب رسول (العیاذ باللہ) دین سے منحرف ہو گئے تھے اور اسلام سے پھر گئے تھے .... وہ حضرات اس آیت کریمہ پر غور کریں اور اسے بار بار پڑھیں .... اس

آیت میں اللہ رب العزت نے انہیں جہنم کی آگ سے بچانے کی خوشخبری دی ہے اگر بعد میں انہوں نے کفر اور ظلم کا ارتکاب کر کے دوزخ کی آگ کا ایندھن ہی بننا تھا تو پھر اللہ رب العزت کو یہ بشارت اور یہ خوشخبری سنانے کی کیا ضرورت تھی؟

جس شخص کا قرآن پر ایمان ہے.......... اور جس کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ وہی قرآن ہے جو جبریل امین لے کر آیا تھا اور محمد کریم ﷺ پر نازل ہوا .... اور یہ لاریب کتاب ہے جو تغیر و تبدل سے محفوظ ہے.......... وہ شخص تو اس آیت کو پڑھ کر اور سن کر اس حقیقت کو تسلیم کرے گا کہ میرے نبی کے سب ساتھی باہمی نفرتوں اور عداوتوں سے پاک تھے.......... وہ سب ایک دوسرے کے دوست اور آپس میں بھائی بھائی تھے۔

اور ان میں سے کسی ایک کو بھی جہنم کی گرم ہوا چھو نہیں سکتی وہ سب کے سب جنتی اور ہدایت یافتہ ہیں۔

شیعہ مسلک کے مشہور عالم طبرسی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے:

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک مقام پر یہی آیت تلاوت فرمائی ایک دیہاتی شخص نے آیت کریمہ کو سن کر کہا:

مَا أَنْقَذَهُمْ مِنْهَا وَهُوَ يُرِيدُ أَنْ يُقْحِمَهُمْ فِيهَا

اللہ رب العزت نے اصحاب رسول کو دوزخ سے اس لیے نہیں بچایا کہ پھر ان کو جہنم میں داخل کرے گا۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس دیہاتی کے یہ خوبصورت جملے سن کر فرمایا:

أُكْتُبُوهَا مِنْ غَيْرِ فَقِيهٍ (مجمع البیان ج ۱ ص ۴۸۳)

اس دیہاتی کی اس بات کو لکھ لو اگر چہ یہ دیہاتی فقیہ نہیں ہے!

آیت نمبر ۱۰۷

سورۃ الانفال کی آیت نمبر ۷۲ میں ارشاد ہوتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُم مِّن وَلَايَتِهِم مِّن شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا ۚ وَإِنِ اسْتَنصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلَّا عَلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٧٢﴾

جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی (مراد مہاجرین ہیں) اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کے راستے میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے ان مہاجرین کو پناہ دی اور مدد کی یہ سب آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں

اس آیت میں مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے آنے والے مہاجرین کو اور مدینہ منورہ میں رہنے والے انصار کو ایک دوسرے کا رفیق اور دوست کہا گیا ہے۔

آیت نمبر ۱۰۸

سورۃ حجرات کی آیت نمبر ۱۰ میں فرمایا:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿١٠﴾

بے شک سب مومن بھائی بھائی ہیں پس اپنے بھائیوں

میں ملاپ کرادیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم

کیا جائے۔

سامعین گرامی قدر! انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمائیے.......... کہ

قرآن مجید کے سب سے پہلے مخاطب کون تھے؟

ہر ذی شعور ایک ہی جواب دے گا اصحاب رسول اس آیت کے

پہلے مصداق تھے۔

جن میں سیدنا ابو بکر اور سیدنا علی.......... ایمان لانے میں سبقت کا

درجہ رکھتے ہیں۔

تو پھر تسلیم کیجیے کہ اللہ رب العزت نے ان سب کو ایک دوسرے کا

بھائی قرار دیا ہے۔

آیت نمبر ۱۰۹

سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۷۱ میں ارشاد ہوتا ہے:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ

بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ

الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ

وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ

اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

مومن مرد و عورت ایک دوسرے کے (مددگار، معاون)

دوست ہیں وہ بھلائیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے

روکتے ہیں نماز قائم کرتے اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ

اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں ان ہی لوگوں پر

یقیناً اللہ رحم فرمائے گا بے شک اللہ غالب اور حکمتوں والا ہے!

اس آیت میں جن لوگوں کو ایمان والا کہا گیا ہے.......... ان سے مراد کون ہیں؟

یہ آیت کریمہ جس وقت نازل ہو رہی تھی.......... اس وقت کون لوگ تھے جو ایمان کے دعویدار تھے؟

ادنیٰ سمجھ رکھنے والا شخص بھی سمجھ سکتا ہے کہ اس آیت کے اولین مخاطب اصحاب رسول تھے۔

جن کو ایک دوسرے کا ہمدرد، معاون اور غم گسار کہا جا رہا ہے.......... تاریخ کی جھوٹی روایات کے سہارے پر اور کذاب راویوں کے اعتماد پر یہ کہنا کہ ان کے مابین جھگڑے، اختلافات، لڑائیاں.......... اور ان کے مابین بغض و عناد اور مخالفت تھی.......... دراصل یہ کہنا ہے کہ قرآن کے مقابلے میں ہمارے لیے تاریخ زیادہ معتبر ہے.......... اور یہ بات وہی بد بخت کہہ سکتا ہے جس کا اس لاریب کتاب پر ایمان نہیں ہے۔

پھر اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے میرے نبی کے ساتھیوں کے کچھ اوصاف کا تذکرہ فرمایا ہے۔

اصحاب رسول میں یہ اوصاف اور یہ صفات امام الانبیاء ﷺ کی صفت یُزَکِّیۡهِمۡ...... کے اثرات کا نتیجہ ہیں۔

میرے نبی مکرم ﷺ نے اپنے ساتھیوں کے قلوب و نفوس کا ایسا تزکیہ کیا تھا کہ وہ رشک ملکوت بن گئے.......... اور عرش سے اللہ رب العزت نے ان کے اوصاف قرآن بنا کر اتار دیے۔

ان شاء اللہ آئندہ جمعۃ المبارک کے خطبے میں اس موضوع پر .... یعنی میرے نبی ﷺ نے تزکیہ نفوس کر کے اپنے ساتھیوں میں کیسے کیسے اوصاف اور صفات پیدا کر دی تھیں .... اس پر مزید قرآن مجید کی آیات پیش کرونگا۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

چودھویں تقریر

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِہٖ فَقَدِ اھْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا ھُمْ فِیْ شِقَاقٍ ۚ فَسَیَکْفِیْکَھُمُ اللّٰہُ ۚ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

(البقرہ:)

اگر وہ تم جیسا ایمان لائیں تو ہدایت پا جائیں گے اور اگر وہ اعراض کریں تو وہ صریح ضد میں ہیں پس تیری طرف سے ان کو اللہ کافی ہے اور وہ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے۔

سامعین گرامی قدر! میں گزشتہ خطبات میں آپ کو یہ بات سمجھا چکا ہوں کہ امام الانبیاء ﷺ کی بعثت کے مقاصد میں سے ایک مقصد ہے تزکیہ نفوس، وَيُزَكِّيهِمْ

یعنی میرا پیغمبر .... لوگوں کے قلوب و نفوس کو رذائل سے، بد اخلاقیوں سے، برے اعمال سے پاک اور ستھرا کر دیتا ہے ایسا طیب اور ایسا طاہر اور ایسا پاکیزہ بنا دیتا ہے کہ خود رب العالمین قرآن میں ارشاد فرماتا ہے:

وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ ۚ
أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ ۝ (حجرات)

کفر کو اور گناہوں کو اور نافرمانی کو تمہاری نگاہوں میں ناپسندیدہ بنا دیا اور یہی لوگ نیک چلن اور ہدایت یافتہ ہیں!

اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے امام الانبیاء ﷺ نے اپنے ساتھیوں کی ایسی تربیت فرمائی .... ان کے قلوب کا ایسا تزکیہ فرمایا .... اور انہیں ہدایت و رشد کے ان درجات تک پہنچایا .... اور انہیں ایمان و یقین کی اس منزل تک پہنچایا کہ ان کے ایمان کو باقی لوگوں کے لئے معیار قرار دیا گیا۔

یہودیوں سے اور منافقین سے کہا گیا کہ ایمان اس طرح لاؤ جس طرح محمد عربی ﷺ کے صحابہ لائے ہیں۔

گویا کہ اصحاب رسول ہدایت کا نمونہ بن گئے۔

آیت نمبر ۱۱۰ سورۃ البقرہ کی ابتدائی بیس آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان تین جماعتوں کا تفصیلی ذکر فرمایا.......... جن تین جماعتوں کا اجمالی تذکرہ سورۃ الفاتحہ میں ہو چکا تھا۔

پہلی جماعت: مُنْعَمْ عَلَيْهِمْ

جن پر اللہ کی رحمت و فضل ہوا.......... جن پر عرش کے مالک نے اپنا انعام فرمایا۔

دوسری جماعت: مَغْضُوبٌ عَلَيْهِمْ

جن پر اللہ رب العزت کا غضب اور غصہ نازل ہوا۔

تیسری جماعت: ضَآلِّيْن

جو سیدھے راستے سے بھٹک گئے!

یعنی ایک جماعت مومنین کی، دوسری جماعت کفار کی، اور تیسری جماعت منافقین کی!

منافقین وہ لوگ ہیں جو زبان سے ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں .... مگر ایمان ان کے دلوں میں جگہ نہیں پکڑتا۔

ایمان کا زبانی اظہار کر کے وہ اپنے گمان میں مگن رہتے ہیں کہ ہم اللہ کو اور مومنوں کو دھوکہ اور فریب دے رہے ہیں۔

اللہ رب العزت نے فرمایا:

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ

جب ان منافقین سے کہا جاتا ہے کہ منافقانہ ایمان قبول نہیں ایمان اس طرح لاؤ جس طرح ایمان لائے لوگ۔

اَلنَّاس میں الف لام عہد کا ہے اور اس سے مراد اصحاب رسول

ہیں.........اصحاب رسول کی طرح ایمان لاؤ.

ای اِیْمَانًا مَقْرُوْنًا بِالْاِخْلَاصِ وَ بَعِیْدًا عَنِ النِّفَاقِ (کبیر)

یعنی اخلاص کے ساتھ ایمان لاؤ جس میں منافقت کی ذرہ برابر بھی ملاوٹ نہ ہو۔

اس آیت نے ثابت کر دیا کہ اصحاب رسول کی جماعت مخلص مؤمنین کی قدوسی جماعت ہے.........اور ان کا ایمان سو فیصد خالص، اور اس قدر کامل و مکمل.........نفاق سے کلی طور پر مبرا.........اس قدر پاکیزہ.........اللہ رب العزت کی نگاہ میں اتنا پسندیدہ اور مقبول کہ منافقین کے سامنے اسے بطور ماڈل اور نمونہ کے رکھا گیا۔

میرا آپ حضرات سے سوال ہے کہ کیا.........الناس میں سیدنا ابوبکرؓ، سیدنا عمرؓ، سیدنا عثمانؓ اور سیدنا علیؓ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) شامل نہیں ہیں؟ کون ذی شعور اور کون ہوشمند انکار کر سکتا ہے؟

اگر خلفاء اربعہ اس میں شامل ہیں اور یقیناً ہیں.........تو پھر آج ان کے ایمان سے بحث کیوں؟

آج ان کے اخلاص پر گفتگو کیوں؟

آج یہ کہنا کیوں؟ کہ وہ منافق تھے، ظالم تھے، غاصب تھے، دین کے دشمن تھے۔

آج ان پر تنقید کے نشتر کیوں؟

جن خوش نصیب لوگوں کے ایمان کو دوسرے لوگوں اور خاص کر کے منافقین کے لیے بطور نمونہ پیش کیا جا رہا ہے.........آج ان ہی لوگوں

کے ایمان واخلاص کو تولنے کے لیے ترازو سجائے جا رہے ہیں!

اگر بقول دشمنانِ صحابہ کے اصحاب رسول اور خاص کر کے ابو بکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ ذوالنورین کا ایمان دکھلاوے کا ایمان تھا............ ان کا ایمان اخلاص کی دولت سے مالا مال نہیں تھا............ وہ منافقانہ طور پر نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ملے ہوئے تھے۔

تو پھر ان کے ایمان کو منافقین کے لیے نمونے کے طور پر اور ماڈل کے طور پر کیوں پیش فرمایا؟

یہ بات تو پھر بڑی مضحکہ خیز ہوگی............ کہ مدینہ کے منافقین کو جو زبانی ایمان کا دعویٰ کرتے تھے............ کہا جا رہا ہے کہ تم صحابہ جیسے منافقوں کی طرح ایمان لاؤ (العیاذ باللہ)

جواب میں منافقین نے کہا:

اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ

کیا ہم اس طرح کا ایمان لائیں جس طرح کا ایمان بے وقوف لائیں ہیں!

سفاہت کہتے ہیں کوتاہ عقلی، ناعاقبت اندیشی............ بے عقلی کو منافقین اپنے آپ کو صاحب فہم و فراست، عقلمند اور زیرک سمجھتے کہ اُدھر سے مفاد ملے تو اُدھر کے ہو جاؤ...... اور اِدھر فائدہ نظر آئے تو اِدھر چلے جاؤ۔

اصحاب رسول کو بے وقوف اس لیے کہہ رہے ہیں کہ وہ اسلام کے دامن کو پکڑ کے بیٹھ گئے ہیں............ بلکہ جم گئے ہیں............ بس جو بات محمد عربی ﷺ کی زبان سے نکلے وہ صحیح ہے............ اس کے خلاف سب غلط ہے۔ وہ سمجھتے تھے یہ سب بے وقوف لوگ ہیں جنہوں نے دین اور مذہب

کے لیے وطن عزیز کو چھوڑ دیا......... تجارت، کاروبار تباہ کر دیئے، مکانات اور زمینیں ترک کر دیں...... بال بچے قربان کر دیئے......... کنبہ اور برادری سے منہ موڑ لیا...... اس لیے وہ اصحاب رسول کو بے وقوف سمجھتے تھے

جس طرح آج کل ترقی پسند اور روشن خیالی کے نشہ میں مبتلا اعتدال پسندی کے دعویدار......... اور اقتدار و دولت کے نشہ میں مست طبقہ .... دین دار، عبادت گزار، پختہ مسلمانوں کو......... اللہ اور رسول کے احکامات سے بغاوت کرنے والوں کے آگے بند باندھنے والوں کو .... جمود پسند، رجعت پسند، کم فہم، تنگ نظر، بنیاد پرست، دقیانوسی کے القابات سے نوازتے رہتے ہیں!

یہ بعینہ ان منافقین کی نقل اور تقلید ہے۔

حقیقت میں بے وقوف شخص وہ ہے......... جو علم اور اہل علم سے اعراض کرتا ہے......... اللہ کی نافرمانیوں پر کمربستہ رہتا ہے......... بد اخلاق اور بد معاملہ ہے......... حلال و حرام میں تمیز روا نہیں رکھتا......... نیکیوں کی طرف راغب نہیں ہوتا......... اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و پیروی نہیں کرتا!

منافقین کے طعن کا جواب

اللہ رب العزت نے منافقین کے اس طعنے کا اور اصحاب رسول پر منافقین کی طرف سے ہونے والے تبرا کا جواب دیا:

أَلَآ إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلَٰكِن لَّا يَعْلَمُونَ ﴿١٣﴾

سنو! درحقیقت یہی لوگ بے وقوف ہیں لیکن جانتے نہیں!

اس جملہ کو اللہ رب العزت نے أَلَآ حرف تنبیہ سے......... پھر إِنَّ

کے ساتھ اور پھر جملہ اسمیہ لا کر مؤکد فرمایا............جس کا حاصل اور مفہوم یہ ہے کہ یہ لوگ دائماً بے وقوف رہیں گے اور انہیں اپنی اس سفاہت کا علم نہیں ہوگا۔

دراصل بے وقوف اور احمق یہی لوگ ہیں............جنہوں نے توحید کو چھوڑ کر شرک کو اختیار کیا............صراط مستقیم سے ہٹ کر گمراہی کے راستے پر چلے............آخرت پر دنیائے فانی کو ترجیح دی............بے وقوف حقیقتاً یہی لوگ ہیں جو حق کو باطل اور ہدایت کو ضلالت سمجھتے ہیں۔

ان سے بڑھ کر بے وقوف کون ہوگا؟

جنہوں نے آپ کی صداقت کو پرکھا............معجزات کو دیکھا............پہلی کتابوں میں آپ کی صفت ونعت کو پڑھا پھر بھی ایمان کی دولت سے محروم رہے یہ منافق ایسے احمق، بے عقل اور بے وقوف ہیں جو اپنی حماقت اور بے وقوفی کو سمجھ بھی نہیں رہے۔

اللہ رب العزت نے وہی جملہ اور وہی بات منافقین کے منہ پر دے ماری............اس سے ثابت ہوا کہ جو شخص جیسا معاملہ اور جیسا سلوک اصحاب رسول سے کرے گا وہ خود اسی سلوک کا مستحق ہوگا۔

جو اصحاب رسول کو بے وقوف کہے گا وہ خود پرلے درجے کا بے وقوف ہوگا اور جو صحابہ کرام کو منافق سمجھے گا وہ خود منافق ہوگا............اور جو کافر کہے گا وہ خود کافر ہوگا۔

عجیب بات بڑی عجیب بات آپ کو سناؤں............کہ جب دین کے دشمنوں نے اللہ کے متعلق کوئی غلط اور نازیبا بات کہی............تو اللہ رب العزت نے وہی بات ان کے منہ پر دے ماری............اور جب دشمنان

دین نے کوئی غلط اور اخلاق سے گری ہوئی بات امام الانبیاء ﷺ کے متعلق کہی.........تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی لہجہ میں جواب دیا۔

کیا قرآن نے اس حقیقت کو بیان نہیں فرمایا کہ جب دین کے دشمنوں نے اللہ تعالیٰ کے متعلق کہا:

يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ

اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔

اللہ رب العزت نے انہیں جواب دیتے ہوئے فرمایا:

غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ

اللہ کے ہاتھ کیوں بندھے ہوئے ہیں.........ہاتھ تو ان بدبختوں کے اپنے بندھے ہوئے ہیں۔

اسی طرح اعلانِ نبوت کے پہلے دن......اعلانِ توحید سن کر ابولہب نے آپ ﷺ کو پتھر بھی مارے اور ساتھ بددعا بھی دی:

تَبًّا لَكَ سَائِرَ الْيَوْمِ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا

تیرا سارا دن تباہ اور برباد ہو جائے کیا تو نے ہم سب کو اس مسئلے کے سنانے کے لیے جمع کیا تھا!

اللہ رب العزت نے ابولہب کو اسی کے الفاظ میں جواب دیا:

تَبَّتْ يَدَا اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ

ٹوٹ گئے ہاتھ ابولہب کے اور وہ ہلاک و برباد ہوا۔

اسی طرح جب منافقین نے اصحابِ رسول کو بے وقوف کہا تو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت جواب دیتے ہوئے فرمایا:

اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ

درحقیقت بے وقوف وہی لوگ ہیں جو میرے نبی کے
ساتھیوں کو بے وقوف کہہ رہے ہیں!

آیت نمبر ۱۱۱ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۳۵ میں یہود و نصاریٰ کی
ایک بات کا ذکر فرمایا:

کہ وہ کہتے ہیں کہ ہدایت یافتہ ہونا چاہتے ہو............اور
ہدایت پانا چاہتے ہو تو یہودی یا عیسائی بن جاؤ۔

آیت نمبر ۱۳۷ میں اللہ رب العزت نے ان کو جواب دیتے
ہوئے فرمایا:

فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا ۚ

پس اگر وہ یہود و نصاریٰ اس طرح ایمان لے آئیں
جس طرح اے مومنو! تم ایمان لائے ہو تو وہ ہدایت
پا جائیں گے!

سامعین گرامی قدر! اس آیت کریمہ میں اصحاب رسول کے ایمان
کو معیار قرار دیا گیا ہے۔

جن کے بارے میں اللہ کہے:

كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ

کہ ان کے دلوں کی تختی پر ایمان میں نے اپنے ہاتھوں
سے لکھ دیا ہے

اور جن کے بارے میں ارشاد باری ہو:

وَلَٰكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ (حجرات ۷)

اللہ نے تمہارے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دی

جن خوش نصیب لوگوں کا ایمان............ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا...... کا مصداق ہو

ان کا ایمان ہی اس لائق ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کے ایمان کے لیے معیار اور کسوٹی بنے

آپ حضرات سے میرا سوال یہ ہے کہ اگر اصحاب رسول کا ایمان ہر قسم کے نقائص اور عیوب سے پاک نہ ہوتا............ اگر اصحاب رسول کا ایمان سونے کی طرح کھرا............ اور خالص نہ ہوتا............ تو اللہ رب العزت ان کے ایمان کو معیار اور کسوٹی قرار دیتا؟

جو بد بخت اپنے دلوں میں اصحاب رسول کی مقدس جماعت کے متعلق کینہ پالتے ہیں اور ان کے ایمان میں شک وشبہ میں مبتلا ہیں...... کیا اس آیت کریمہ نے ان کے فاسد خیالات پر کاری ضرب نہیں لگائی؟

آگے فرمایا:

وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ

اور اگر وہ منہ موڑیں اور اعراض کریں............ اور صحابہ کرامؓ جیسا خالص ایمان نہ لائیں تو وہ ضد اور مخالفت کا شکار ہیں............ اور ضد وعناد اور اختلاف برائے اختلاف کرتے ہوئے انکار کریں تو اصحاب رسول کو اور خود رسول اللہ کو وہ کیا نقصان پہنچا سکتے ہیں!

فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ

ان کے لیے تو اللہ کافی ہے............ اور جس کے لیے اللہ کافی ہو انہیں ابن سبا کی اولاد کیا نقصان پہنچا سکتی ہیں!

آیت نمبر ۱۱۲

سورۃ النساء میں منافقین کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ۝۱۱۵

جو شخص باوجود راہ ہدایت کے ظاہر اور واضح ہو جانے کے بھی رسول اللہ کی مخالفت کرے اور مومنوں کا راستہ چھوڑ کر چلے ہم حوالے کر دیں گے اس کو اسی طرف جو اس نے اختیار کی اور ہم اسے جہنم میں داخل کریں گے اور جہنم بری جگہ ہے جانے کی۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے جہنم میں داخل ہونے کے دو سبب ذکر فرمائے:

پہلا سبب ہے حق بات واضح اور ظاہر ہو جانے کے بعد اللہ کے رسول کی نافرمانی کرنا۔

اور دوسرا سبب ہے مومنین کا متفقہ طریقہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرنا یہ دو راستے ہیں جو کسی بھی شخص کو دوزخ تک پہنچانے کا ذریعہ اور سبب ہیں ایک وہ بدبخت لوگ جو نبی اکرم ﷺ کی پیروی اور اتباع نہ کریں اور اسوہ رسول کے خلاف راستہ اختیار کرلیں۔

دوسرے وہ بدبخت جو مومنین کا متفقہ راستہ ترک کر کے کوئی اور راستہ اختیار کرلیں!

ایک لمحہ کے لیے یہاں رک کر اور ٹھہر کر مجھے ایک بات کا اور ایک سوال کا جواب دیجیے!

کہ اس آیت کریمہ میں غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ ...... سے مراد کون سے مؤمن ہیں؟ اس آیت کا پہلا مصداق کون لوگ ہیں؟

جس وقت یہ آیت شریفہ نازل ہو رہی تھی اس وقت کون لوگ تھے جنہیں اس آیت میں مؤمن کہا گیا ہے؟

یقیناً آپ سب حضرات کا متفقہ جواب ہو گا کہ اس سے مراد اصحاب رسول ہیں .... اس آیت کا اولین مصداق صحابہ کرامؓ تھے!

تو پھر ثابت ہوا کہ رسول اللہ کا راستہ اور اصحاب رسول کا راستہ ایک ہی ہے! اور رسول اکرم ﷺ کی اتباع اور پیروی اصحاب رسول کی پیروی میں منحصر ہے۔

اور اصحاب رسول کے راستے کی مخالفت حقیقت میں نبی کریم ﷺ کی مخالفت ہے!

اصحاب رسول پہ تبرا .... اصحاب رسول کے ایمان میں شک و شبہ .... اصحاب رسول کو منافق کہنا ...... یہ تو رہا ایک طرف جو شخص اصحاب رسول کے راستے کو چھوڑ کر کوئی دوسرا راستہ اختیار کرے گا ...... اللہ رب العزت اسے بھی جہنم کی دہکتی ہوئی آگ کے حوالے کر دے گا۔

اس آیت کریمہ میں لوگوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ اصحاب رسول کے اختیار کردہ راستے کو اختیار کرو .... اس سے ہٹو گے تو جہنم کا ایندھن بن جاؤ گے!

ارشاداتِ نبوی | اگر چہ میرے خطبے کا موضوع تو اصحاب رسول کے مقام کو قرآن کے آئینے میں بیان کرنا ہے............مگر موضوع کی مناسبت سے مناسب سمجھتا ہوں کہ امام الانبیاء ﷺ کے دو تین ارشادات بھی پیش کردوں تا کہ معاملہ نور علیٰ نور ہو جائے!

امام الانبیاء ﷺ کی ایک بہت ہی مشہور حدیث ہے:

تَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلَاثٍ وَّ سَبْعِیْنَ مِلَّةً کُلُّهُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً (مشکوٰۃ صفحہ ۲۹، ترمذی)

میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی ایک فرقے کے علاوہ سب جہنم میں جائیں گے۔

اصحاب رسول نے پوچھا............یارسول اللہ! نجات پانے والی جماعت کون سی ہے آپ نے فرمایا:

مَا اَنَا عَلَیْهِ وَ اَصْحَابِیْ

نجات پانے والی جماعت اس راستے کی پیروکار جماعت ہے جس راستے پر میں اور میرے صحابہ چل رہے ہیں!

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اصحاب رسول کی پیروی اور اطاعت ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے............دوزخ سے نجات اور جنت میں داخلے کا سبب بھی یہی ہے کہ اصحاب رسول کے راستے کو اختیار کیا جائے۔

ایک اور ارشاد نبی بھی سماعت فرمایئے:

عَلَیْكُمْ بِسُنَّتِیْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ

تم پر لازم ہے کہ میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء

راشدین کی سنت کی پیروی کرو!

تَمَسَّکُوا بِهَا وَ عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ

اس سنت اور ان کے طریقے کو خوب تھام لو بلکہ پچھلی

داڑھوں کے ساتھ مضبوطی سے پکڑ لو۔

وَ اِيَّاكُمْ وَ مُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ

بِدْعَةٌ وَ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ (ابوداؤد، ترمذی)

دین میں نکالی ہوئی نئی نئی باتوں سے پرہیز کرنا اس لیے

کہ دین میں نکالی ہوئی ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر

بدعت گمراہی ہے!

اس حدیث پر غور فرمایئے:

امام الانبیاء ﷺ نے خلفاء راشدین کو بہت بڑی سند عطا فرمائی

ہے کہ جو کام وہ کریں گے وہ بھی سنت کہلائے گا اور امت پر لازم ہے کہ ان

کی سنت اور ان کے طریقے کی پیروی کریں!

جس طرح اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں کئی جگہوں پر اپنی

اطاعت کے ساتھ ساتھ اپنے رسول کی اطاعت کا حکم دیا ہے............ بلکہ

ایک مقام پر فرمایا:

وَ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ

جس نے نبی کریم ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

اسی طرح امام الانبیاء ﷺ نے اتباع اور پیروی میں اپنی سنت

اور خلفاء راشدین کی سنت کو مساویانہ حیثیت دیتے ہوئے اپنی سنت کے

ساتھ ان کی سنت کو بھی لازم پکڑنے کا حکم دیا۔

کیونکہ خلفاء راشدین تعلیمات نبوی کے ترجمان ہیں .... اور وہ سنت نبوی کا آئینہ ہیں۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی سے یہ حقیقت بھی واضح ہوگئی کہ آپ نے خلفاء راشدین اور صحابہ کرامؓ کے راستے پر چلنے کا حکم دے کر یہ ثابت فرمایا کہ میرے ساتھی ہدایت یافتہ ہیں۔ میرے ساتھی حق کے راستے پر ہیں .... میرے ساتھی دوسرے لوگوں کو بھی سیدھے راستے پر چلانے والے ہیں .... میرے صحابہ حق کا معیار اور صداقت کی کسوٹی ہیں!

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

پندرہویں تقریر

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○
اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ
الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ
وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ
اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴿۱۱۲﴾ (سورۃ توبہ)

وہ ایسے ہیں جو (گناہوں سے) توبہ کرنے والے عبادت
کرنے والے حمد کرنے والے روزہ رکھنے والے رکوع
اور سجدہ کرنے والے نیک باتوں کا حکم دینے والے اور
بری باتوں سے روکنے والے اور اللہ کی حدوں کا خیال

رکھنے والے اور ایسے مؤمنین کو آپ خوشخبری سنا دیجیے۔

سامعین گرامی قدر! میں پچھلے ایک دو خطبات میں اس موضوع پر اظہار خیال کر رہا ہوں کہ:

امام الانبیاء ﷺ کی بعثت کا ایک مقصد .... بلکہ عظیم مقصد لوگوں کے نفوس و قلوب کا تزکیہ کرنا تھا .... یعنی ایمان قبول کرنے والوں کے اخلاق سنوارنا .... ان میں تمام تر انسانی اوصاف پیدا کرنا .... انہیں رذائل اور گندے اعمال سے پاک صاف کرنا ...... ظلم و زیادتی، تکبر و غرور، دولت دنیا کی حرص .... نمود و نمائش اور شرک و کفر کی باریک سے باریک رگوں کو کاٹ کر انہیں شرافت و حیا، عاجزی و تواضع، خشوع و خضوع اخلاص و ایثار اور توحید و اسلام کی دولت سے مالا مال کر دینا آپ ﷺ کی اس صفت کو قرآن مجید نے کئی جگہوں پر .... یُزَکِّیْھِمْ کے جملے سے ذکر فرمایا ہے!

دنیا کا ہر حقیقت پسند .... اور منصف مزاج شخص اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ:

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح اپنے باقی مقاصد میں کامیاب ہوئے .... اسی طرح آپ اپنے اس مقصد میں بھی پوری طرح کامیاب ہوئے۔

آپ ﷺ نے اپنے ساتھیوں کا .... اپنی محفل میں بیٹھنے والوں کا ایسا تزکیہ کیا اور ان کے قلوب کو ایسا ستھرا اور ایسا پاکیزہ بنا دیا کہ اللہ رب العزت نے قرآن مجید کے اوراق میں ان کے اوصاف کے تذکرے .... ان کی خوبیوں کے تذکرے .... ان کے اخلاص کے

تذکرے.......... اور ان کی تعریفیں کرنی شروع کر دیں!

انہیں کامل اور پختہ مومن کہا.......... انہیں متقی اور پرہیزگار قرار دیا.......... انہیں ہدایت یافتہ اور نیک چلن فرمایا.......... ان کی صداقتوں کے اعلان کیے۔

ان کے انفاق فی سبیل اللہ.......... اور ان کے جہاد پر نکلنے کے تذکرے فرمائے۔

ان کے ایثار اور قربانی کے جذبوں کا ذکر کیا.......... ان کی ہجرت کے سفر کو سراہا اور قبولیت کی سند عطا فرمائی۔

ان کا عبادات میں انہماک اور شوق.......... ان کا اپنے رب پر کامل توکل اور بھروسے کو بیان کیا۔

ان کی تلاوتِ قرآن کا ذکر کیا.......... اور ان کی شب بیداریوں کی تعریفیں کیں!

ان کی دعاؤں اور پھر ان دعاؤں کی قبولیت کے تذکرے کیے.......... ان کی سچی توبہ.......... خشیت الٰہی.......... اور مصائب پر ان کا صبر کرنا بیان فرمایا۔

ان کے اطمینان قلب.......... ان کی محبت الٰہی.......... ان کی مختلف مواقع پر آزمائشیں.......... ان کی رقتِ قلب.......... ان کا جذبہ اطاعت.......... ان کی صفتِ شجاعت کو جگہ جگہ بیان فرمایا۔

کہیں ان کی عسکری صلاحیتوں کو سراہا.......... کہیں ان کی جانفروشی کی تعریف فرمائی!

میں ان شاء اللہ ان آیات کریمہ کا تذکرہ کروں گا جن میں اللہ رب

العزت نے اصحاب رسول کی صفات واوصاف کا تذکرہ فرمایا ہے!

آیت نمبر ۱۱۳

سورۃ آل عمران میں ارشاد ہوا:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ اَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ (آل عمران ۱۱۰)

تم تمام امتوں میں سے بہتر امت ہو جو لوگوں کے نفع و اصلاح کے لیے ظہور میں آئی ہے!

کچھ مفسرین نے اس کا معنی اس طرح بھی فرمایا ہے کہ:

خَيْرَ أُمَّةٍ...... مضاف اور مضاف الیہ ہیں۔

معنی ہو گا تم امت کے بہترین لوگ ہو۔

مشہور مفسر قرطبی نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ:

ہم لوگوں میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو دوسرے لوگوں کو کھینچ کھینچ کر اسلام کی طرف لا رہے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں:

خیر امت سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کی۔

سیدنا عمر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ:

اس سے مراد اصحاب رسول ہیں اور پھر ہر وہ شخص مراد

ہے جو اصحاب رسول کی پیروی کرے اور ان جیسے اعمال بجالائے۔ (قرطبی)

اس آیت سے مراد.......... اگر اصحاب رسول ہی ہوں تو پھر ان کی منقبت اور عظمت دوبالا ہورہی ہے.......... کہ قرآن نے انہیں امت کے بہترین افراد قرار دیا ہے۔

اور اگر اس آیت میں صحابہ کے بعد آنے والے افراد بھی شامل ہوں تو پھر میرا سوال یہ ہے کہ

جس وقت یہ آیت اتر رہی تھی تو اس وقت زمین پر کون لوگ تھے جن کو خیر امت کے لقب سے یاد کیا گیا؟

اس آیت کے پہلے مخاطب کون تھے؟.......... اس آیت کے اولین مصداق کون لوگ ہیں؟

یقیناً آپ کا جواب ہوگا کہ.......... آیت کے پہلے مخاطب اور آیت کے اولین مصداق اصحاب رسول ہی ہیں!

انہیں ہی خیر امت کے لقب سے نوازا جارہا ہے۔

پھر آج ان کے ایمان واخلاص میں شک کرنے والا گروہ بتائے..........اور صحابہؓ پر تنقید کے نشتر چلانے والے حضرات بتائیں کہ...... خیر امت وہی ہوتے ہیں جو دولت ایمان واخلاص سے تہی دامن ہوں۔

کیا خیر امت کا لقب اللہ علام الغیوب ان کو عطا کرتا ہے جو فتنہ وفساد کے بانی ہوں؟ کنبہ پرور ہوں، دولتِ دنیا اور اقتدار کے حریص ہوں؟ نئی نئی بدعات کے موجد ہوں.......... قرآن وسنت کی صریح خلاف ورزی کرنے والے ہوں؟

تاریخ کے اوراق میں گرفتار لوگ ہی بغیر پڑھے اور بغیر سمجھے

اصحاب رسول پر تنقید اور تبرا کا بازار گرم کیے رکھتے ہیں۔

ورنہ جس شخص کا قرآن پر ایمان ہے.......... اور جو شخص قرآن کو

محفوظ کتاب تسلیم کرتا ہے.......... وہ تاریخ کی ایسی بے سر و پا روایات

کو دیوار پر مار کر قرآن کو سینے سے لگا لیتا ہے.......... اور اس بات کا قائل

ہوتا ہے کہ اصحاب رسول کو قرآن نے خیر امت کے لقب سے مزین فرمایا

ہے.......... لہذا ہمیں بھی چاہیے کہ ہم انہیں خیر امت تسلیم کر کے ان کا

احترام کریں۔

خیر امت ہونے کی وجہ

اس آیت میں اللہ رب العزت نے

خیر امت ہونے کی وجہ کیا بیان فرمائی:

تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ۔

تم نیکی کا حکم دیتے ہو برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر

ایمان لاتے ہو..........

خیر امت تین باتوں کی وجہ سے بنی

یہ دوسرے لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہیں.......... یہ لوگوں کو

برے کاموں سے روکتے ہیں.......... اور اللہ پر کامل ایمان لاتے ہیں۔

یہ تین صفتیں جس جماعت میں ہیں اور جن لوگوں میں پائی جائیں گی

.... وہ خیر امت کا مصداق بنیں گے اس لیے کہ وہ اس سلسلہ میں

اصحاب رسول کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔

مگر اس آیت میں خیر امت سے حقیقی اور اصل مراد اصحاب رسول

ہی ہیں! جو امر بالمعروف کرتے تھے اور نہی عن المنکر سے پیچھے نہیں ہٹے تھے اور ان کا ایمان کامل اور مکمل ایمان تھا۔

آیت نمبر ۱۱۴ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ .... میں اللہ رب العزت نے اصحاب رسول کے جس کامل اور صحیح ایمان کا تذکرہ فرمایا ہے .... اس ایمان کا معیار خود بیان فرمایا ذرا سنیے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ
ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝

(حجرات ۱۵)

ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر انہوں نے شک نہ کیا اور اپنے مال و جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہی لوگ سچے ہیں۔

اس آیت میں اصحاب رسول کے ایمان کی تعریف فرمائی .... کہ وہ خالص دل سے خلوص کے ساتھ ایمان لائے .... اور ان کے ایمان میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے اور وہ اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں اور وہی صادق کہلانے کے حق دار ہیں!

حضرات گرامی قدر! میرے نبی نے اپنے ساتھیوں کے قلوب و نفوس کا ایسا تزکیہ فرمایا .... انہیں ایسا پاکیزہ بنایا کہ وہ خالص ایمان لانے کے بعد اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں .... اور اس جذبے میں اور باقی ہر معاملے میں وہ سچے اور صادق ہیں!

آیت نمبر ۱۱۵

ایمان کامل کیا ہوتا ہے جو سب سے پہلے اصحاب رسول کو نصیب ہوا اسے قرآن نے دوسرے مقام پر اس طرح بیان فرمایا:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَ إِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝ (الانفال)

ایمان والے تو وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل خوف زدہ ہو جاتے ہیں اور جب ان پر اللہ کی آیتیں پڑھی جائیں تو وہ ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ صرف اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں!

اس آیت شریفہ میں اللہ رب العزت نے جو اس آیت کے حقیقی مصداق ہیں ان کے ایمان کی تعریف فرمائی ہے۔

کہ ان کے دل اللہ کے ذکر سے خوف زدہ ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے رب پر کامل بھروسہ رکھتے ہیں اور آیات قرآنیہ سن کر ان کے ایمان مزید پختہ اور مضبوط ہو جاتے ہیں۔

اللہ رب العزت جو دلوں کے بھید تک جانتا ہے وہ تو صحابہ کرامؓ کے ایمان کے کامل ہونے اور مکمل ہونے اور مستحکم ہونے پر گواہی دے رہا ہے۔ اور آج کے بد بخت ان کے ایمان و اخلاص میں مشکوک ہو رہے ہیں .... کچھ تو انہیں مؤمن تک ماننے کے لیے تیار نہیں۔

اور کچھ انہیں مؤمن تسلیم کر کے ایسی ایسی باتیں ان سے منسوب کرتے ہیں جو کامل ایمان کے منافی ہیں۔

ان سب کو اس آیت پر غور کرنا چاہیے اور دل و جان سے اصحاب

رسول کے ایمان کامل اور یقین صادق پر ایمان لانا چاہیے!

آیت نمبر ۱۱۶

آیت نمبر ۱۱۳ میں اللہ رب العزت نے اصحاب رسول کے خیر امت ہونے کا تذکرہ فرمایا اور ان کے......خیر امت ہونے کی وجہ بیان فرمائی......آیئے اس مضمون کی ایک اور آیت آپ حضرات کے سامنے پیش کروں۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (آل عمران)

اور تم میں ایسے لوگوں کی ایک جماعت ہونی چاہیے جو نیکی کی طرف دعوت دیں اچھے اچھے کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے منع کریں اور وہی لوگ ہیں کامیاب و کامران ہونے والے!

اس آیت کا پہلا مصداق اور حقیقی مصداق اصحاب رسول ہیں......جنہوں نے دعوت الی الخیر کا فریضہ احسن انداز میں ادا کیا۔

وہ ہمیشہ نیکی اور اچھے کاموں کی تلقین کرتے رہے......اور برائی کو انہوں نے ہر طریقے سے روکا۔

ان ہی لوگوں کو اللہ رب العزت نے فلاح و کامیابی کی نوید سنائی۔

اگر بقول دشمنان صحابہ......اصحاب رسول نبی اکرم ﷺ کے انتقال کے بعد......(معاذ اللہ) مرتد ہو گئے تھے......وہ دین اسلام سے دور ہٹ گئے تھے......یا انہوں نے خاندان علیؓ پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے تھے......یا وہ غاصب اور ظالم تھے......یا سیدنا

معاویہؓ کنبہ پرور اور مفاد پرست تھا............

تو پھر مجھے بتلائیے! کیا فلاح اور کامیابی اسی کو کہتے ہیں؟

للہ سوچئے اور غور فرمائیے.......... اور اس بات کو دل ویقین کے ساتھ تسلیم کیجیے کہ اصحاب رسول دنیا میں بھی کامیاب زندگی گزار کر گئے اور وہ آخرت میں بھی فوز وفلاح سے سرفراز ہونگے!

آیت نمبر ۱۱۷ اسی مضمون کو قرآن مقدس نے ایک دوسرے مقام پر بیان فرمایا:

سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۴۲ میں تحویل قبلہ کے بارے میں پیشگی اطلاع دی گئی کہ ہم عنقریب تمہارا قبلہ.......... بیت المقدس کے بجائے بیت اللہ بنانے والے ہیں۔

یہ بیت اللہ جغرافیائی اعتبار سے ساری دنیا کے سینٹر میں واقع ہے.......... جس طرح تمہیں امت وسط بنایا.......... اسی طرح قبلہ بھی سب سے اعلیٰ اور پوری دنیا کا سینٹر .... تمہارے لیے مقرر کرنا چاہتے ہیں۔

ارشاد ہوا:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ (بقرۃ: ۱۴۳)

اور اسی طرح ہم نے بنایا تم کو امت معتدل تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول تم پر گواہی دینے والا ہو۔

اُمَّةً وَّسَطًا ...... درمیانی امت.......... معتدل امت..........

اعتدال پسند امت.......... اس لحاظ سے کہ یہ امت افراط وتفریط سے مبرا

اور پاک ہے!

یہود نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ محترمہ کو گالیاں نکالیں ....(العیاذ باللہ) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ محترمہ پر الزام تراشی کی۔

اور عیسائیوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو ابنُ اللہ اور نُوْرٌ مِّنْ نُوْرِ اللہ کہا۔

امت محمدیہ معتدل امت ہے اس نے کہا سیدنا عیسیٰ معاذ اللہ ایسے بھی نہیں تھے جس طرح یہود کہتے ہیں۔

اور حضرت عیسیٰ ابنُ اللہ اور نُوْرٌ مِّنْ نُوْرِ اللہ بھی نہیں تھے بلکہ وہ عبداللہ اور رسول اللہ تھے........صاحب کتاب اور صاحب معجزات پیغمبر تھے!

تمہیں امت وسط بنایا تاکہ اللہ کا رسول تمہارے سامنے احکام دین کو بیان کرنے والا ہو........اور پھر تم سب لوگوں کے سامنے دین پہنچانے والے بن جاؤ!

اس آیت کریمہ میں امت وسط........کے پہلے مصداق کون ہیں؟........یہ کون ہیں جن کے لئے کہا گیا اور رسول تم پر گواہ بنے؟ (یعنی دین بیان کرنے والا اور بتلانے والا)

اس آیت کے پہلے مصداق کون ہیں؟

یقیناً اصحاب رسول ہی ہیں........تو پھر ان کے ایمان و اخلاص میں شک کرنے والے کا ایمان قرآن پر ہو سکتا ہے؟

اصحاب رسول پر تبرا وہی شخص........ہاں صرف وہی شخص کر سکتا

ہے۔جس کا یہ فاسد عقیدہ ہو کہ موجودہ قرآن خلفاء ثلاثہ کا جمع کردہ ہے اور انہوں نے اس میں ردو بدل کر دیا ہے۔

سامعین گرامی قدر! آج کے خطبے میں............ میں نے تین ایسی آیات آپ کے سامنے رکھی ہیں جن میں اصحاب رسول کو خیر امت .... اور امتِ وسط کہا گیا ہے............ ان کے کامل ایمان کو بیان کیا گیا ہے اور انہیں شہداء علی الناس کہا گیا ہے!

اب میں کچھ اور آیات کریمہ آپ حضرات کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں............ جن میں اصحاب رسول کی مختلف صفات اور اوصاف کا تذکرہ اللہ رب العزت نے فرمایا ہے!

آیت نمبر ۱۱۸

سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۱۱۱ میں اصحاب رسول کی قربانی وایثار کو ذکر فرمایا............ ان کے جہاد فی سبیل اللہ اور شہادت کا تذکرہ فرمایا

پھر فرمایا............ ان میں ان صفات کے علاوہ کچھ اور صفات بھی پائی جاتی ہیں۔

اَلتَّآئِبُوْنَ .... ان کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ (شرک وکفر سے، نافرمانیوں اور عصیان کاریوں سے، گناہوں اور خطاؤں سے) توبہ کرنے والے ہیں۔

اَلْعَابِدُوْنَ ...... وہ اللہ رب العزت کی خالص عبادت کرنے والے ہیں۔

اَلْحَامِدُوْنَ ...... وہ اللہ رب العزت کی حمد وثناء اور تعریف و توصیف میں مشغول رہنے والے ہیں۔

اَلسَّآئِحُوْنَ ..... روزہ رکھنے والے ہیں .... کچھ مفسرین نے جہاد کے لیے سفر کرنے والے کا معنی کیا ہے۔

اَلرّٰکِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ ..... رکوع اور سجدہ کرنے والے

اَلْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ نیک کاموں کا حکم دینے والے اور برائیوں سے روکنے والے۔

وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ (التوبہ ۱۱۲)

اور اللہ کی حدود کا خیال رکھنے والے (یعنی وہ اللہ کی نافرمانیوں والے کام نہیں کرتے .... جو حدیں اللہ نے قائم کر دیں ہیں وہ ان سے باہر نہیں نکلتے)

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ..... اور ایسے مومنین کو (جن میں یہ صفات اور یہ اوصاف پائے جاتے ہوں) آپ خوشخبری سنا دیجیے!

سامعین گرامی قدر! آپ ان آیات کو غور سے پڑھیں .... ان میں اصحاب رسول ہی کا تذکرہ ہو رہا ہے .... یہ سب کے سب اوصاف .... اور یہ تمام تر صفات اصحاب رسول کی قدوسی جماعت میں پائے جاتے تھے۔

اصحاب رسول ہی کو کہا گیا کہ وہ گناہوں سے سچی توبہ کرنے والے ہیں .... وہ عبادت گزار، رکوع وسجود کے شوقین، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے خوگر .... اور اَلْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ کی صفت سے متصف تھے، آپ حضرات خود ہی فیصلہ فرمائیں جن کی ایک صفت نیکی کا حکم دینے والے قرآن نے ذکر کی ہے .... کیا وہ لوگ خود نیکیوں کے حریص نہیں ہوں گے؟

جن کی ایک صفت نہی عن المنکر ہو.........کیا وہ خود گناہوں اور برائیوں سے نہیں بچتے ہونگے؟

جن کی ایک صفت اَلْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ اللہ نے بیان کی ہو ....کیا وہ اللہ کی حدود کو پھلانگنے والے ہو سکتے ہیں؟

اگر نہیں اور یقیناً نہیں ....تو پھر آج ان کے ایمان واعمال سے بحث کیوں ہوتی ہے؟

آج ان کے تقویٰ و پرہیزگاری میں شک کیوں کیا جاتا ہے؟

اگر وہ اللہ کی قائم کردہ حدود کی حفاظت کرنے والے تھے ....تو پھر ان کو کینہ پرور اور کنبہ پرور اور مفاد پرست کے طعنے کیوں؟

پھر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر بیت المال میں خیانت کرنے، شریعت کی خلاف ورزی کرنے، دین کے احکام کو بدلنے اور منبر پر برسرعام سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گالیاں دینے کے مکروہ اور گھناؤنے الزام کیوں؟ اس طرح کے پست، گھٹیا اور اخلاق سے گرے ہوئے فعل اور کام کی توقع تو ایک عام شریف آدمی سے بھی نہیں کی جا سکتی۔

چہ جائیکہ یہ گھٹیا کام ایسا شخص کرے جسے رسول رحمت ﷺ کی صحبت نصیب ہوئی ہو۔

جس کے لیے اللہ کے معصوم پیغمبر ﷺ نے دعائیں مانگی ہوں ......اور جسے کتابت وحی کے عظیم اور نازک منصب پر فائز کیا ہو!

آیت نمبر ۱۱۹ اصحاب رسول کی جو صفات.........اور جو اوصاف

سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۱۱۲ میں بیان ہوئیں ایسی صفات کو اللہ رب العزت

نے ایک اور مقام پہ ذکر فرمایا:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝۲ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝۳ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝۴ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝۴ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝۵ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝۶ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝۷ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝۸ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝۹ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝۱۰ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۱۱

پہلی آیت کریمہ میں فرمایا مومنوں نے آخرت میں فلاح اور کامیابی پائی .... پھر آیت نمبر ۲ سے لے کر آیت نمبر ۹ تک مومنین کی صفات کا ذکر فرمایا.......... جن میں سے ایک صفت مومنین کی ذکر فرمائی۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ...... مومن وہ ہیں جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

ہاں صرف دو جگہوں پر اجازت ہے ایک بیوی اور دوسری لونڈی۔

آگے فرمایا:

فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ

اور جو ان دو جگہوں کے علاوہ شہوت رانی کریں وہی ہیں

حد سے تجاوز کرنے والے!

اس آیت سے جہاں ثابت ہو رہا ہے کہ زنا حرام ہے وہیں متعہ کی حرمت بھی ثابت ہو رہی ہے۔

کیونکہ جس عورت سے متعہ کیا جاتا ہے وہ بیوی کے حکم میں نہیں ہے۔

توجہ سے سنئے اور بات کو پلے باندھ لیجئے کہ جس عورت سے متعہ کیا جائے وہ بیوی کے حکم میں داخل نہیں ہے............ کیوں نہیں ہے اس لئے کہ:

نکاح والی بیوی خاوند کی وارث ہوتی ہے مگر متعہ والی عورت اس مرد کی وارث نہیں ہوتی۔

خاوند اپنی بیوی کا وارث بنتا ہے.......... مگر متعہ کرنے والا مرد متعہ والی عورت کا وارث نہیں ہوگا۔

نکاح والی بیوی سے جنم لینے والی اولاد خاوند کی اولاد کہلائے گی .... مگر متعہ والی عورت سے پیدا ہونے والی اولاد متعہ کرنے والے مرد کی اولاد نہیں کہلائے گی۔

نکاح والی بیوی کو اپنے سے الگ کرنے کے لئے طلاق کی ضرورت ہوتی ہے.......... مگر متعہ والی عورت کے لئے طلاق ضروری نہیں ہے!

نکاح والی بیوی طلاق کے بعد یا خاوند کی موت کے بعد عدت گزارے گی.......... مگر متعہ والی عورت کے لئے عدت گزارنا کوئی ضروری نہیں ہے۔

ایک اور بات بھی ذہن میں رکھیئے کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ متعہ ابتدا میں حلال تھا بعد میں حرام ٹھہرایا گیا.......... یہ بات غلط ہے اور سورۃ المومنون کی اس آیت کے منافی ہے۔

کیوں کہ سورۃ المومنون مکی سورۃ ہے اور مکہ مکرمہ میں کہا جا رہا ہے بیوی اور لونڈی کے علاوہ.......... شہوت رانی کے لئے تیسرا راستہ غلط اور حرام ہے.......... اور ایسا راستہ اختیار کرنے والے شریعت کی حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔

اگر متعہ اسلام کے ابتدائی دور میں حلال اور جائز ہوتا تو پھر سورۃ المومنون میں اس تیسری جگہ کا بھی ذکر ہونا چاہیئے تھا.......... مگر سورۃ المومنون میں صرف دو جگہوں کا ذکر ہوا.......... ایک بیوی اور دوسری لونڈی.......... اور تیسری جگہ کی تلاش کو حد سے تجاوز قرار دیا گیا۔

مدارک اور روح المعانی نے لکھا ہے:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى تَحْرِيمِ الْمُتْعَةِ وَالْاِسْتِمْنَا بِالْيَدِ وَاللَّوَاطَتِ لِاِرَادَتِ الشَّهْوَةِ۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ متعہ، مشت زنی اور لواطت سب حرام ہیں۔

مومنین کی صفات گننے کے بعد بطور ثمرہ اور نتیجہ کے فرمایا

أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ ﴿١٠﴾ الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿١١﴾

ان صفتوں سے موصوف لوگ ہی فردوس کے وارث ہوں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

سامعین گرامی قدر! انصاف سے بتلایئے اور عدل کے تقاضوں کو مدنظر رکھ کر فیصلہ کیجئے کہ:

سورۃ المومنون مکی سورت ہے.......... اس میں قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ سے کون لوگ مراد ہیں؟

جس وقت یہ سورت اور یہ آیات اتر رہی تھیں اس وقت دھرتی پر کون لوگ تھے جنہیں مومنون کے پیارے لقب سے یاد کیا گیا؟

ہر ذی عقل یہ بات تسلیم کرے گا کہ اس آیت میں مومنون کے اولین مصداق اور حقیقی مخاطب میرے نبی کے صحابہؓ ہی ہیں۔

وہی تھے جو مخالفت کے طوفانوں میں.......... اور مخاصمت کی آندھیوں میں.......... اور مشکلات کی وادیوں میں اٰمَنَّا کہہ کر میرے نبی کا ساتھ نبھا رہے تھے۔

وہ ابوبکرؓ ہی تھا جو اٰمَنْتُ کہنے کے "جرم" میں بیت اللہ میں کفار کی مار کھاتے کھاتے بے ہوش ہو گیا تھا۔

وہ عمرؓ و عثمانؓ ہی تھے جو ایمان قبول کر کے میرے نبی کے دست و بازو بنے تھے۔

وہ حیدر کرارؓ ہی تھا جو بچپن میں اٰمَنْتُ کہہ کر بچوں میں پہلا مسلمان ہونے کے شرف سے سرفراز ہوا تھا۔

ان ہی خوش نصیب لوگوں کو مومنون کہہ کر ان کی فلاح و کامرانی اور کامیابی کا اعلان فرمایا!

اور پھر ان ہی خوش نصیب لوگوں کے اوصاف کے تذکرے فرمائے.......... میرے محبوب پیغمبر ﷺ نے اپنی صفت یُزَکِّیْهِمْ

.... کے تحت اپنے ساتھیوں کا ایسا تزکیہ فرمایا.......... ان کے دلوں کی ایسی صفائی.......... ان کے باطن کو ایسا ستھرا فرمایا کہ اللہ رب العزت صحابہ کرام کی مومنانہ صفات کا گواہ بن گیا۔

ان صفات میں سے ایک صفت ان کی دیکھئے

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝

اور جو اپنی (سپردگی میں آنے والی) امانتوں اور کیے گئے عہد و اقرار کا خیال رکھتے ہیں۔

اصحاب رسول کی ایک صفت بیان فرمائی کہ وہ امانت میں خیانت نہیں کرتے بلکہ جو امانت ان کے سپرد ہو جائے وہ اس کا لحاظ اور خیال کرتے ہیں!

دولت دنیا کی امانت ہو، زیورات کی امانت ہو.......... وہ امانت میں خیانت نہیں کرتے۔

پھر انصاف سے بتایئے! کہ جو لوگ دنیا کی دولت، مال، اسباب میں خیانت کے مرتکب نہیں ہوتے

وہ خلافت کے غاصب ہو سکتے ہیں؟.......... وہ باغ فدک کے غاصب ہو سکتے ہیں؟

اور وہ خلافت والی اتنی بھاری امانت میں خیانت کر سکتے ہیں؟

آج جو شخص یہ کہتا ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بیت المال کی رقم اپنے رشتے داروں پر بے دریغ خرچ کرتے تھے...... اور خمس کے مد میں آنے والی پانچ لاکھ کی رقم انہوں نے اپنے چچازاد بھائی مروان کو بخش دی تھی۔

وہ شخص یا تو سورۂ مومنون کی اس آیت سے باخبر نہیں ہے...... یا وہ شخص تاریخ کے چیتھڑوں کو قرآن کے مقدس ورقوں پر ترجیح دیتا ہے۔

آیت نمبر ۱۲۰ اسی سورۂ مومنون میں کچھ آگے جا کر اللہ رب العزت نے پھر اصحاب رسول کی صفات کا تذکرہ فرمایا!

سورۂ مومنون کی آیت نمبر ۵۳ میں ان مشرکین اور کفار کا ذکر فرمایا جو دولت دنیا، مال واسباب اور اولاد کی وجہ سے اس خیال میں مبتلا تھے کہ اللہ رب العزت ان سے راضی اور خوش ہے.......... اسی لئے تو یہ انعامات ہم پر نازل ہو رہے ہیں۔

اس کے بعد اللہ رب العزت نے مومنون کا ذکر فرمایا...... جو حقیقی طور پر اللہ کی رحمتوں اور دنیا و آخرت میں سرخرو ہونے کے مستحق ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ هُمْ مِّنْ خَشْیَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ۔

بے شک جو لوگ اپنے رب کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں۔

وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ یُؤْمِنُوْنَ۔

اور جو لوگ اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

وَالَّذِیْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا یُشْرِكُوْنَ۔

اور جو اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتے۔

وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَاۤ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰی رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ۔

اور جو لوگ (اللہ کی راہ میں) دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور باوجود (انفاق فی سبیل کرنے کے پھر بھی) ان کے دل کپکپاتے ہیں کہ وہ اپنے رب کے پاس

جانے والے ہیں!

(یعنی وہ اللہ کے راستے میں مال خرچ کر کے فخر، غرور اور تکبر نہیں کرتے............ بلکہ اعمال صالحہ کرنے کے باوجود آخرت کے حساب سے اور اپنے اللہ کے حضور پیشی سے ڈرتے رہتے ہیں کہ خدا معلوم ان کے یہ اعمال اور ان کی یہ نیکیاں درجہ قبولیت بھی پاتی ہیں یا نہیں!

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان آیات کے بارے میں دریافت کیا کہ

یارسول اللہ! ڈرنے والے یہ لوگ کون ہیں؟ وہ لوگ مراد ہیں جو شراب پیتے، بدکاریاں کرتے ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

نہیں............ بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو نماز پڑھتے، روزہ رکھتے اور صدقہ وخیرات کرتے رہتے ہیں اور ڈرتے رہتے ہیں کہ کہیں ہمارے یہ اعمال نامقبول نہ ہو جائیں۔

(ترمذی تفسیر سورۃ المومنون۔ مسند احمد ج ۶، ص ۱۶۰)

مومنوں کی یہ صفات شمار کر کے نتیجہ نکالا

أُولَٰئِكَ يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُونَ ﴿٦١﴾ (المؤمنون)

یہی وہ لوگ ہیں جو نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں اور یہی لوگ ہیں جو نیک کاموں کی طرف سبقت کرنے والے ہیں!

سامعین گرامی قدر! سورۃ المومنون مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی تھی

......جن خوش نصیب لوگوں کا ان آیات میں تذکرہ ہو رہا ہے...... ان سے مراد مکہ کے مظلومانہ دور میں ایمان قبول کرنے والے...... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں ان ہی لوگوں کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ

وہ نیک کاموں میں جلدی کرنے والے اور نیک کاموں کی طرف دوڑ دوڑ کر جانے والے ہیں!

آیت نمبر ۱۲۱

اصحاب رسول کی خشیت اور اللہ کے ہاں حاضری کا ڈر اسے ایک دوسرے مقام پر یوں ذکر کیا:

يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ۗ اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ۝ (الشوری ۱۸)

قیامت کی جلدی ان لوگوں کو پڑی ہوئی ہے جو اسے مانتے نہیں اور جو قیامت پر ایمان رکھتے ہیں وہ تو اس سے ڈر رہے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ وہ قیامت برحق ہے۔

سامعین گرامی قدر! اس آیت کی ابتداء میں اللہ رب العزت نے ان کفار کا ذکر فرمایا...... جن کا قیامت کے وقوع پر ایمان نہیں ......وہ پوچھتے پھرتے ہیں کہ قیامت کب آئے گی...... ان بدبختوں کو قیامت کی جلدی پڑی ہوئی ہے۔

پھر فرمایا:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ بِهَا

اور جو لوگ مومن ہیں وہ تو اس سے ڈرتے رہتے ہیں۔

یہ کفار کے مقابلے میں وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کے ساتھ کس کا تذکرہ ہو رہا ہے؟

قیامت کے منکرین کے تذکرے کے مقابلے میں قیامت کی پیشی سے ڈرنے والے کون لوگ تھے؟

آپ میں سے ہر ایک کا جواب یہی ہوگا کہ اس سے مراد اصحاب رسول کی مقدس جماعت ہے۔

پھر جن خوش نصیب لوگوں کو عرش کا مالک .... لاریب و بے عیب کتاب میں اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کے الفاظ کے ساتھ یاد کرے ...... آج ان کے ایمان میں شک کرنے والا مومن کہلانے کا حق دار ہو سکتا ہے؟ اور عظمتوں کے مالک جن لوگوں کے بارے میں اللہ رب العزت کہے کہ وہ مجھ سے ڈرنے والے اور قیامت کا خوف رکھنے والے لوگ ہیں۔

بھلا ایسے لوگ غاصب اور ظالم ہو سکتے ہیں؟ .... ایسی صفات کے حامل لوگوں سے امید کی جا سکتی ہے کہ وہ خاندان علی پر ظلم و ستم کریں؟ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کا حق دبالیں .... باغ فدک غصب کرلیں، خلافت پر جبراً قابض ہو جائیں؟

ادنیٰ شعور رکھنے والے شخص کا جواب بھی نفی میں ہوگا .... تو پھر تسلیم کیجئے کہ یہ سب باتیں ابن سبا کی پھیلائی ہوئی ہیں .... اور ایسے خیالات ان ہی لوگوں کے ہو سکتے ہیں جن کا ایمان اس قرآن پر نہیں!

آیت نمبر ۱۲۲: سورۃ زمر کی آیت نمبر ۸ میں مشرکین کا تذکرہ کیا گیا .... کہ مصیبت میں گرفتار ہو کر اپنے رب کو پکارنے لگ جاتے ہیں ......

...... پھر جب ہم اس مصیبت کو دور کر کے اپنا انعام فرما دیں تو وہ ہمیں بھول جاتا ہے اور میرے ساتھ اوروں کو شریک بنانے لگ جاتا ہے۔

پھر آیت نمبر 9 میں فرمایا:

أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُوا رَحْمَةَ رَبِّهِ ۗ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ۝

بھلا جو شخص راتوں کے اوقات سجدے اور قیام کی حالت میں (عبادت میں) گزارتا ہے اور آخرت سے ڈرتا ہو اور اپنے رب کی رحمت کا امیدوار ہو (اور جو اس کے برعکس ہو برابر ہو سکتے ہیں) آپ کہہ دیجیے کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں بلاشبہ نصیحت عقل مندی حاصل کرتے ہیں۔

اللہ رب العزت سمجھانا یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح عالم اور جاہل برابر نہیں ہو سکتے اسی طرح مومن اور کافر......... فرمانبردار اور نافرمان بھی برابر نہیں ہو سکتے۔

یہ آیت سورۂ زمر کی ہے اور یہ مکی سورت ہے......... اس آیت میں اللہ رب العزت نے مشرکین اور مومنین کے صفات کا تقابل کیا ہے کہ ایک طرف اللہ کے فرمانبردار بندے ہیں......... راتوں کو اٹھ اٹھ کے طویل قیام اور لمبے لمبے سجدوں سے اپنے رب کو یاد کرتے ہیں......... قیامت کے دن کی پیشی سے خوف رکھتے ہیں اور اللہ کریم کی رحمت کے

امیدوار رہتے ہیں۔

دوسری طرف مشرکین ہیں.........غیر اللہ کے پجاری، قیامت کے منکر، رب کی نافرمانیوں میں زندگی گزارنے والے۔

کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟

آپ حضرات سے میرا سوال یہ ہے کہ.........مشرکین سے مراد تو کفارِ مکہ ہو گئے.........جن میں ابو جہل تھا، امیہ تھا، ابولہب تھا، عتبہ اور شیبہ تھے۔

یہ أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا

سے مراد کون لوگ ہیں؟

یہ مشرکین و کفار کے مقابلے میں جن مومنین کا تذکرہ ہو رہا ہے
.........آخر یہ کون لوگ تھے؟

یہ راتوں کو اٹھ اٹھ کے رب کو منانے والے.........یہ رب کی رضا کے لیے اپنی نیند میں قربان کرنے والے.........یہ طویل سجدے اور قیام کرنے والے.........یہ آخرت کا خوف دل میں رکھنے والے.........
.........یہ رب کی رحمت کے امیدوار.........آخر یہ صفات کن لوگوں کی بیان کی جا رہی ہیں؟

یہ علم والے کن کو کہا جا رہا ہے؟

اور یہ عقلمندی کی سند یں کن لوگوں کو عطا کی جا رہی ہیں؟

اس سوال کا جواب بھلا اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے.........کہ اس سے مراد مکہ مکرمہ میں ایمان قبول کرنے والے اصحاب رسول ہیں جنہوں نے جان ہتھیلی پہ رکھ کر کلمہ پڑھا۔

ان میں پہلا نمبر سیدنا صدیق اکبرؓ کا ہے.........ان میں زیدؓ بن حارثہ ہے.........ان میں عثمانؓ ذوالنورین ہے.........ان میں سیدنا عمرؓ اور سیدنا علیؓ ہیں۔

ان کے ایمان کی.........شب خیزیوں کی، خوف آخرت کی، اور امید رحمت کی گواہی خود عرش والے نے دی ہے۔

آج جو بدبخت ان کے ایمان، اعمال صالحہ، اور ان کے تقویٰ و اخلاص میں شک کرتا ہے.........وہ قرآن پر ایمان رکھنے کے دعویٰ میں جھوٹا ہے!

آیت نمبر ۱۲۳ قرآن مجید نے کئی جگہوں پر اصحاب رسول کے ایمان، تقویٰ، خشیت الٰہی اور ان کی عبادات کا تذکرہ فرمایا ہے ایک مقام آپ بھی سماعت فرمائیں:

إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِهَا خَرُّوا سُجَّدًا وَسَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ۩ ﴿۱۵﴾ تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ﴿۱۶﴾ (السجدہ)

ہماری آیتوں پر تو بس وہی ایمان لاتے ہیں کہ جب انہیں آیتوں کے ذریعے نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور وہ تکبر و غرور نہیں کرتے خوابگاہوں سے ان کے پہلو علیحدہ ہو جاتے ہیں وہ اپنے

رب کو پکارتے ہیں خوف اور امید سے اور ہماری دی ہوئی
روزی میں سے خرچ کرتے ہیں!

معمولی شعور رکھنے والا شخص بھی سمجھ سکتا ہے کہ اس آیت کا اولین مصداق اصحاب رسول ہی ہیں۔ اور اس آیت میں ان ہی کے اوصاف و صفات کا تذکرہ ہو رہا ہے۔

امام الانبیاء ﷺ نے اپنے ساتھیوں کا ایسا تزکیہ فرمایا........ کہ عرش والا بھی ان کے ایمان اور تقویٰ کی تعریفیں کرنے لگا۔

ان کی عاجزی کے تذکرے، ان کے سجدوں کے ذکر، میٹھی نیند اور نرم بستروں کو چھوڑ کر اللہ کے حضور کھڑے ہونے کے تذکرے........ ان کی پکاروں کے تذکرے، ان کے خوفِ الٰہی اور رب کی رحمت کی امید کے تذکرے........ اور پھر ان کے اللہ کے راہ میں مال خرچ کرنے کے تذکرے........ اگر اصحاب رسول مؤمن، متقی اور مخلص محب نبی نہیں ہیں .... تو پھر اور کون ہے جو ان صفات کا حامل ہو۔

آیت نمبر ۱۲۴ قرآن مجید نے اصحاب رسول کی ایک اور خوبی اور صفت کا ذکر فرمایا:

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ
زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ (التوبہ)

اور جب کوئی سورت اتاری جاتی ہے تو ان (منافقین میں سے) میں سے کوئی (ازراہِ تمسخر) کہتا ہے کہ اس سورت نے تم میں سے کس کا ایمان بڑھایا، پس جو لوگ ایمان

لائے ہیں ان کا ایمان اس سورت نے بڑھا دیا اور وہ اس سے خوش ہوتے ہیں۔

سورۃ توبہ غزوۂ تبوک کے بعد اتری ہے.........سورۃ توبہ کی اس آیت میں منافقین کے مقابلے میں فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا......کے ساتھ جن مومنوں کا تذکرہ فرمایا:

آخر ان سے مراد کون لوگ ہیں؟

میں اور آپ تو اس وقت تھے ہی نہیں.........تابعین تک اس وقت نہیں تھے.........پھر اس آیت کا حقیقی اور اولین مصداق کون ہیں؟

یہ کون ہیں جن کے بارے میں اطلاع دی جا رہی ہے.........کہ قرآن کے نازل ہونے سے ان کے ایمان مزید مضبوط ہوتے ہیں.........اور وہ نزولِ قرآن سے خوش ہوتے ہیں!

اگر اس کا مصداق اصحاب رسول نہیں ہیں تو پھر اور کون ہے؟

اور اگر اس کا مصداق صحابہ کرام ہیں اور یقیناً وہی ہیں.........تو پھر ان کے ایمان و اعمال کے متعلق بحث کرنے والے کا اپنا ایمان مشکوک ہے!

آیت نمبر ۱۲۵

قرآن مجید کی ایک اور آیت کریمہ دیکھیے......

......کس خوبصورتی کے ساتھ اصحاب رسول کا تذکرہ کیا گیا ہے!

سورۃ النور کی آیت نمبر ۴۸ میں منافقین کے رویے کا تذکرہ فرمایا کہ منافقین کو جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ اللہ کا رسول ان کے جھگڑوں اور تنازعات کا فیصلہ چکائے.........تو منافقین اس کے لیے تیار نہیں ہوتے۔

منافقین کے مقابلے میں مؤمنین کا ذکر یوں فرمایا:

إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ (النور)

ایمان والوں کی بات تو یہ ہے کہ جب انہیں اس لیے بلایا جاتا ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان کے درمیان فیصلہ کرے تو وہ کہتے ہیں ہم نے سنا اور تسلیم کرلیا یہی لوگ فلاح اور کامیابی پانے والے ہیں۔

سورۃ النور غزوۂ بنی المصطلق کے بعد اتری ہے اور یہ غزوہ تقریباً ۵ ھ میں ہوا..........سورۃ النور کی آیت نمبر ۴۸ میں منافقین کے ایک منفی رویے کا اور ان کی خباثت کا ذکر ہوا۔

ان کے برعکس مؤمنین کے تسلیم و رضا اور سراپا وفا کا ذکر کیا گیا اور انہیں مُفلِحون قرار دیا گیا۔

۵ ھ میں منافقین کے مقابلے میں جن فرمانبردار مؤمنین کا تذکرہ ہوا..........وہ کون تھے؟

آخر وہ کون لوگ ہیں......جن کی اطاعت واتباع اور اسلامی احکام کی پیروی......اور جن کے فوز و فلاح کے تذکرے اس آیت میں ہوئے؟

اگر اس آیت کا مصداق اصحاب رسول نہیں تو پھر اور کون ہے؟

آیت نمبر ۱۲۶

سورۃ البقرہ میں اللہ تعالیٰ نے امام الانبیاء ﷺ کے صحابہؓ کے ایک اور وصف کا ذکر فرمایا:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَندَادًا

يُحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ﴿۱۶۵﴾ (البقرہ ۱۶۵)

اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے شریک اوروں کو ٹھہرا کر ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ سے ہونی چاہیے۔ (یعنی وہ اللہ کے ساتھ مخلوقات کو شریک بنا کر............ان میں وہی صفات مانتے ہیں جو صفات اللہ رب العزت کے ساتھ خاص ہیں) اور ایمان والے اللہ کی محبت میں بہت سخت ہوتے ہیں۔

(آج کے دور میں جب مخلص مسلمانوں کو انتہا پسندی کے طعنے دیئے جا رہے ہیں اور غیر مسلموں کی نقالی کرنے والے، مادر پدر آزاد، مذہب سے لاتعلق، دین سے بیزار اور احکام الٰہیہ سے غافل لوگ اپنے آپ کو معتدل اور اعتدال پسند کہلانے کے خبط میں مبتلا ہیں اس ماحول کو مدنظر رکھ کر.......

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْ اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ...... کا مفہوم ہوگا

............ایمان والے اللہ کی محبت میں انتہاء پسند ہوتے ہیں!

وہ دین کے معاملے میں............اور اللہ کے احکام کے راستے میں کسی کی پرواہ نہیں کرتے۔

وہ اپنے بیٹے سے کہتے ہیں..........شکر کرو تم بدر کے میدان میں میری تلوار کی زد میں نہیں آئے۔ ورنہ میں تمہاری گردن قلم کر دیتا

..........اس دن تم میرے بیٹے نہیں تھے اس دن ابو بکرؓ کے بیٹے وہ تھے جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے کھڑے تھے!

سامعین گرامی قدر! سورۃ البقرہ کی اس آیت میں مشرکین اور غیر اللہ کے پجاریوں کے مقابلے میں جو وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ..... کہا گیا...... ......اس سے مراد کون ہیں؟

سورۃ البقرہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ....ظاہر بات ہے کہ مہاجرین اور انصار سب کے سب اس آیت کا مصداق ہیں پھر اس حقیقت کو تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہیں ....کہ اصحاب رسول کو سب سے بڑھ کر محبت اپنے اللہ سے تھی۔

اور اللہ سے محبت کرنے والا..........ظالم، غاصب اور جھوٹا نہیں ہو سکتا۔

آیت نمبر ۱۲۷۔ ۱۲۸

سورۃ نمل میں ارشاد ہوا:

هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝ (نمل)

قرآن کی یہ آیتیں نری ہدایت ہیں اور خوشخبری ایمان والوں کے لیے جو (مومن) ایسے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کر دیتے ہیں اور آخرت پر پورا یقین رکھتے ہیں!

سورۃ نمل مکی سورت ہے..........سورۃ نمل کی ان آیتوں میں صحابہ کرام کو بشارت اور خوشخبری سے نوازا گیا ہے۔

اور اصحاب رسول کے اوصاف کا تذکرہ کیا ہے۔

کہ وہ پابندی کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں.......... اللہ کے راستے میں مال خرچ کرتے ہیں.......... اور قیامت پر صرف ایمان نہیں بلکہ یقین رکھتے ہیں۔

اس آیت نے اصحاب رسول کے ایمان پر مہر تصدیق ثبت کر دی .... نیز بتایا کہ وہ پختہ نمازی، اللہ کی راہ میں مال لگانے والے اور قیامت پر یقین رکھنے والے ہیں!

سامعین گرامی قدر! میں آج کے خطبے میں اور اس مختصر وقت میں کتنی آیات پیش کر سکتا ہوں ہمارا موضوع (اصحاب رسول، قرآن کے آئینے میں) تسلسل کے ساتھ جاری ہے!

آج کے خطبے میں.......... میں نے جتنی آیات آپ حضرات کے سامنے پیش کیں، ان سے میرا مقصد یہ بات ثابت کرنا ہے کہ امام الانبیاء، خاتم النبیین ﷺ نے اپنی صفت اور اپنی بعثت کے مقصد یُزَکِّیھِمْ ...... میں پوری طرح کامیابی حاصل کی۔

اور آپ نے اپنے ساتھیوں.......... اور اپنی محفل و مجلس میں بیٹھنے والوں کا ایسا تزکیہ فرمایا.......... ان کے ظاہر اور باطن کو اس طرح چمکایا.......... اور ان کے دلوں کو اس طرح قلعی کیا کہ:

وہ زمین کے ذرے تھے آپ نے انہیں آسمان کے تارے بنا دیا.......... وہ ایسے مخلص اور پختہ مؤمن بنے اور ایسے سنورے.......... اور اپنی ایسی اصلاح کی.......... اور ایسے ایسے اعمال صالحہ کیے.......... اور اطاعتِ الٰہی اور فرمانبرداری پیغمبر کی ایسی ایسی مثالیں پیش فرمائیں کہ

جنہیں دیکھ کر آسمان کے فرشتے بھی حیران ہو گئے۔

پھر قرآن میں اللہ رب العزت نے ان کے اوصاف اور صفات کے تذکرے فرمائے جو رہتی دنیا تک باقی رہیں گے۔

انہیں پڑھ پڑھ کر.......... اور سن سن کر ایمان والوں کے سینے ٹھنڈے ہوتے رہیں گے۔

اور کفار و مشرکین اور دشمنوں کے سینے بغض و حسد کی آگ سے جلتے رہیں گے۔

اصحاب رسول کی کچھ اور صفات اور اوصاف.......... جن کے تذکرے قرآن نے اپنے اوراق میں محفوظ فرمائے ہیں۔

ان شاء اللہ آئندہ جمعۃ المبارک کے خطبے میں بیان کرونگا۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

سولھویں تقریر

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○
الٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِیْمِ ﴿۲﴾ هُدًی
وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِیْنَ ﴿۳﴾ الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ
الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ
یُوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾ اُولٰٓئِكَ عَلٰی هُدًی مِّنْ رَّبِّهِمْ
وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵﴾ (سورۃ لقمان)

یہ حکمت والی کتاب کی آیات ہیں جو نیکوکاروں کے لئے
ہدایت اور رحمت ہے جو لوگ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ

ادا کرتے ہیں اور وہ آخرت کا مکمل یقین رکھتے ہیں۔ یہی
لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی
لوگ فلاح اور نجات پانے والے ہیں۔

سامعین گرامی قدر! امام الانبیاء ﷺ کو معلم کے ساتھ ساتھ مزکی بھی بنا کر مبعوث کیا گیا تھا۔

آپ جہاں قرآن وحکمت کی تعلیم دیتے تھے .... وہیں آپ اپنے ساتھیوں کی عملی تربیت بھی فرماتے تھے۔

آپ نے قرآن کے رنگ میں .... اور اپنی سنت کے رنگ میں اپنے صحابہ کو ایسا رنگا کہ وہ انمول ہیرے اور قیمتی موتی بن گئے۔

ان کی جہالت کو علم کے نور سے دور فرمایا......... ان کے کفر کو اسلام سے بدل دیا......... ان کی فسوق وفجور سے اٹی ہوئی زندگی کو نیکیوں اور فرمانبرداریوں سے منور کر دیا۔

وہ ایسے بدلے .... ایسے تبدیل ہوئے .... میرے نبی نے ایسا انقلاب پیدا کیا......... اس طرح ان کی کایا پلٹی .... کہ اللہ رب العزت نے قرآن مقدس کے اوراق میں ان کے مختلف اوصاف و صفات کے تذکرے فرما کر......... انہیں مُفْلِحُوْنَ اور فَآئِزُوْنَ کی نویدوں سے نوازا......... اور اپنی رضا، خوشنودی .... اور جنت کے باغات کی ان کو خوشخبری سنائی۔

میں گذشتہ خطبات میں اس سلسلہ کی کئی آیاتِ کریمہ پیش کر چکا ہوں۔ مزید کچھ آیات آج کے خطبے میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔

آیت نمبر ۱۲۹

سب سے پہلے ان ہی آیات کو دیکھتے ہیں......
جو خطبے میں تلاوت کی گئی ہیں۔

یہ سورۃ لقمان کی ابتدائی آیات ہیں اور یہ سورۃ مکی ہے۔
اللہ رب العزت نے قرآن کے نزول کا مقصد ذکر فرمایا
کہ یہ محسنین کے لئے رحمت اور نری ہدایت ہے۔
محسنین محسن کی جمع ہے...... اس کا ایک معنیٰ ہے احسان کرنے والا
دوسرا معنیٰ ہے نیکیاں کرنے والا،
تیسرا معنیٰ ہے انتہائی اخلاص اور بڑے خشوع وخضوع سے اللہ کی عبادت کرنے والا۔
جس طرح حدیث جبرائیل علیہ السلام میں ہے کہ جبرائیل کے پوچھنے پر کہ احسان کسے کہتے ہیں؟
امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا تھا
اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ
تو اللہ کی عبادت ایسے کر گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے۔
(قرآن ویسے تو سب لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور رحمت ہی رحمت ہے مگر قرآن سے صحیح معنوں میں فائدہ صرف محسنین اور متقین ہی اٹھاتے ہیں)
محسنین سے مراد یہاں کون ہیں!
اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ۔
جو نماز اہتمام کے ساتھ پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے

ہیں اور قیامت کا کامل یقین رکھتے ہیں۔

پھر اللہ رب العزت نے نتیجہ نکالا:

أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔

ہدایت یافتہ بھی یہی لوگ ہیں اور فلاح و کامیابی پانے والے بھی یہی لوگ ہیں۔

آپ تمام حضرات انصاف سے فیصلہ فرمائیں کہ

سورہ لقمان کی اس آیت میں محسنین کن لوگوں کو کہا جا رہا ہے؟

مکہ مکرمہ میں تو صرف دو گروہ تھے............ایک مشرکین مکہ کا اور دوسرا نبی اکرم ﷺ کے ساتھیوں کا۔

مکہ مکرمہ کی تیرہ سالہ زندگی میں کوئی ایک بھی منافق نہیں تھا۔

پھر یہاں محسنین کے ساتھ کس کے تذکرے ہو رہے ہیں............

یقیناً اصحاب رسول کے............تو پھر قرآنی فیصلہ تسلیم کیجئے کہ:

صحابہ کرام محسنین بھی تھے............ہدایت یافتہ بھی............اور آخرت کے اعتبار سے کامیاب و کامران بھی!

آج جو تصویر اصحاب رسول کی ہماری تاریخ کے راویوں نے پیش کی ہے............اسے دیکھ کر کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ ایک محسن اور ہدایت یافتہ شخص کی تصویر ہے؟ کیا محسن اور ہدایت یافتہ شخص اور آخرت کا کامیاب شخص............غاصب اور ظالم ہو سکتا ہے؟

وہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پر ظلم و تشدد کر سکتا ہے؟............کیا محسن شخص کسی کے حق پر ناجائز قبضہ کر سکتا ہے؟

اگر آپ کا جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہو گا تو پھر اس حقیقت کو مان لیجئے کہ دشمنانِ اصحاب رسول نے .... ہماری تاریخ کو مسخ کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔

اس لئے اصحابِ رسول کو تاریخ کے اوراق میں دیکھنے کے بجائے قرآن کے صفحات میں دیکھنے کی عادت ڈالیے۔

آیت نمبر ۱۳۲،۱۳۱،۱۳۰

سورۃ النور میں اللہ رب العزت نے منافقین پر زجریں فرمائیں اور ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کا اعلان فرمایا .... اور کچھ احکام مسلمانوں کی اصلاح کے لئے اور معاشرے کو زنا کے گند سے پاک کرنے کے لئے بیان فرمائے۔

وہاں اللہ نے یہ بھی ذکر فرمایا

فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ۝ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

(سورۃ النور)

ان گھروں میں جن کے بلند کرنے اور جن میں اپنے نام کی یاد کا اللہ نے حکم دیا ہے (یعنی مساجد) وہاں صبح و شام اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں ایسے لوگ جن کو تجارت اور خرید

وفروخت اللہ کے ذکر سے اور نماز قائم کرنے سے اور
زکوۃ کی ادائیگی سے غافل نہیں کرتی وہ اس دن سے
ڈرتے رہتے ہیں جس دن بہت سے دل اور بہت سی
آنکھیں (خوف وگھبراہٹ کی وجہ سے) الٹ پلٹ ہو
جائیں گی (انجام ان لوگوں کا یہ ہوگا) اللہ انہیں ان کے
اعمال کا بہت ہی اچھا بدلہ دے گا بلکہ اپنے فضل سے
زیادہ بھی عطا فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے
شمار روزی عطا کرتا ہے!

سامعین گرامی قدر! آیت کے الفاظ پر غور کیجئے اور بتایئے کہ یہاں
رِجَالٌ سے مراد کون لوگ ہیں؟

یہ کن لوگوں کے اوصاف اور صفات اور خوبیوں کا تذکرہ ہو رہا ہے؟

اللہ رب العزت نے ان آیات میں اصحاب رسول کی چند خوبیوں کا
عجیب انداز میں تذکرہ فرمایا:

کہ میرے نبی کے ساتھی اب اس مقام پر پہنچ چکے ہیں کہ انہیں دنیا
کے کام اور زندگی کے دھندے.........خرید وفروخت اور سوداگری اور
تجارت اور دوکانداری اللہ کے ذکر سے، نماز کی ادائیگی سے، اللہ کی راہ میں
مال خرچ کرنے سے نہیں روک سکتے۔

یہ ساری باتیں ان کی نگاہوں میں ثانوی درجہ رکھتی ہیں.........
ان کی نظروں میں اہمیت اور اولیت ہے تو صرف دین کی ہے۔

حیف اور تعجب ہے کہ عرش کا مالک اپنی سچی زبان سے.........
میرے نبی کے ساتھیوں کے ایمان کی.........اور اعمال کے اخلاص کی

..........اور قیامت کے دن کے ڈر کی تعریفیں کرے.......... اور صحابہ کا دشمن تاریخ کے سہارے ان پر تنقید کرے.......... ان کے ظلم کی داستانیں سناتا پھرے۔ انہیں خلافت کا غاصب اور جھوٹا کہے۔

تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اصحاب رسول کو گالیاں دینے والے .... اور ان پاکیزہ لوگوں پر تبرا کرنے والے کا ایمان قرآن پر نہیں ہے۔

آیت نمبر ۱۳۳

سورۃ حج کی آیت ۳۴ کو ختم کرتے ہوئے فرمایا: وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ ﴿٣٤﴾

میرے پیغمبر! آپ ہمارے احکامات اور ہمارے فرمان کے سامنے گردن جھکا دینے والوں کو (عاجزی کرنے والوں کو) (جنت) کی خوشخبری سنا دیجئے۔

یہ عاجزی کرنے والے کون ہیں اسے بیان کرتے ہوئے فرمایا:

الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَالصَّابِرِينَ عَلَىٰ مَا أَصَابَهُمْ وَالْمُقِيمِي الصَّلَاةِ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ﴿٣٥﴾ (سورۃ حج)

(عاجزی کرنے والے ایسے لوگ ہیں) کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور پہنچنے والی مصیبتوں پر وہ صبر کرتے ہیں وہ نماز قائم کرنے والے ہیں اور ہماری عطا کردہ روزی میں سے خرچ کرتے ہیں۔

سورۃ حج مدنی سورۃ ہے.......... اور سورۃ حج کی ان آیتوں میں

مُخْبِتِیْنَ...... عاجزی کرنے والے، احکام الٰہیہ کے سامنے گردنیں جھکانے والے.......... اس سے مراد کون ہیں؟

مدینہ منورہ کے نواح میں یہودی رہتے تھے .... کیا وہ مراد ہو سکتے ہیں؟

مدینہ منورہ کے اندر رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی رہتا تھا.......... اس کے علاوہ کئی منافق تھے...... کیا اس آیت کا مصداق وہ ہو سکتے ہیں؟

اگر آپ کا جواب نفی میں ہے.......... اور یقیناً نفی میں ہی ہو گا.......... تو پھر بتایئے ان آیات کا حقیقی مصداق کون لوگ ہو سکتے ہیں؟

اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے کہ تسلیم کر لیا جائے کہ اس آیت کا اولین مصداق صحابہ کرام کی قدوسی جماعت ہے۔

اس سے مراد مہاجرین و انصار کی مقدس جماعت ہے.......... ان ہی کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ:

وہ ہمارے ہر حکم کو سر جھکا کر مان لیتے ہیں.......... ان ہی کو کہا جا رہا ہے کہ قیامت میں رب کے حضور پیشی سے ڈرتے رہتے ہیں۔

ان ہی کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ:

وہ دین کے راستے میں آنے والی تکالیف، مصائب، دکھوں اور پریشانیوں پر صبر کرتے ہیں۔

وہی ہیں جو تنگدستی کے باوجود ہمارے راستے میں مال خرچ کرتے رہتے ہیں۔

لوگو! جن کے ایمان کی، جن کی عاجزیوں کی، جن کی فرمانبرداریوں کی، جن کے صبر کی، جن کی عبادات کی اور جن کے مال خرچ کرنے کی

تعریفیں عرش والا کرے.........اور کرے بھی قرآن کے اوراق میں
......ان کے ایمان میں شک کرنے والا پھر مومن کہلانے کا حق دار کیسے ہو
سکتا ہے؟

آیت نمبر ۱۳۴

سورۃ العصر میں ارشاد فرمایا:

وَالْعَصْرِ ۝۱ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝۲ اِلَّا
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا
بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝۳

قسم ہے زمانے کی (یا قسم ہے عصر کے وقت کی)
انسان سراسر خسارے اور گھاٹے میں ہے۔ (یا قسم ہے
نبی کریم ﷺ کے مبارک دور اور زمانے کی جس میں
آپ کی رسالت و نبوت کا نور پوری آب و تاب کے
ساتھ چمک رہا ہے) یہ زمانہ اور یہ دور گواہ ہے کہ انسان
سراسر خسارے اور گھاٹے میں ہے۔

ہاں اس نقصان اور اس خسارے اور اس گھاٹے سے بچنے کے لئے
چار باتوں پر عمل کرنا ضروری ہے۔

پہلی بات ہے کہ وہ صدق دل سے اپنے رب کریم پر ایمان لائے
.........نیز ان کے پروردگار نے ان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے جس نبی
کو مبعوث فرمایا ہے.........اس کی تصدیق کریں.........اس نبی پر
اترنے والی کتاب پر ایمان بھی لائیں اور اس کتاب میں بیان کردہ
احکامات کو مانیں اور اس کتاب کی نواہی سے رک جائیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ:

جس دلی ایمان کا انہوں نے اقرار کیا ہے.......... ان کا ایک ایک عمل اس کے مطابق ہو۔

تیسری بات یہ ہے کہ:

صرف اپنی اصلاح پر قناعت کر کے بیٹھ نہ جائیں بلکہ دوسروں کو بھی حق کی نصیحت ووصیت کریں.......... وہ ایک دوسرے کو سچائی پر ڈٹے رہنے کی تلقین کرتے رہیں۔

چوتھی بات یہ کہ:

وہ ایک دوسرے کو حق کے راستے میں آنے والے مصائب، مشکلات، دکھ اور پریشانیوں پر صبر کرنے کی تاکید کرتے رہیں.......... ان کے قدم حق کے راستے میں نہ پھسلیں۔ وہ حق بات پر قائم ودائم رہیں۔

ان چار باتوں پر عمل کرنے والے لوگ.......... نقصان اور گھاٹے میں نہیں ہوں گے بلکہ نفع میں ہوں گے.......... دنیا وآخرت میں سرخرو اور کامیاب ہوں گے۔

سامعین گرامی قدر! سورۃ العصر میں ذرا تدبر فرمائیں.......... اور فیصلہ کریں..... اٰمَنُوْا..... عَمِلُوْا..... تَوَاصَوْا..... یہ ماضی کے صیغے ہیں اور ماضی کا معنیٰ دیں گے۔

ایمان لے آئے.......... عمل کیے.......... تاکید ونصیحت کی.......... اللہ رب العزت سورۃ العصر میں یہ کن خوش نصیب لوگوں کا تذکرہ کر رہا ہے.......... یہ کون خوش بخت لوگ ہیں جو ایمان قبول کر کے.......... اور اعمال صالحہ کر کے.......... اور حق وصبر کی تاکید وتلقین کر کے نقصان اور خسارے سے بچ گئے اور کامیاب قرار دیئے گئے۔

یہ مکی سورت ہے.........اور مکہ مکرمہ میں منافقین کا وجود تک نہیں تھا.........مکہ مکرمہ میں یا مشرکین مکہ تھے یا مسلمان تھے۔

ابو جہل تھا یا ابو بکرؓ تھا.........ابولہب تھا یا عمرؓ تھا۔

پھر بتلایئے سورۃ العصر میں گھاٹے اور خسارے سے بچنے والوں سے مراد کون ہیں؟

یقیناً اصحاب رسول ہی مراد ہیں.........جنہوں نے انتہائی مظلومیت کے عالم میں میرے نبی کے دامن کو تھاما.........اور قرآن کی اس سورت کے اولین مصداق بن گئے۔

اور اللہ رب العزت نے گواہی دی کہ مہاجرین صحابہ مومن بھی ہیں اور صاحب عمل بھی ہیں۔

یہ تمام کے تمام خوش قسمت لوگ حق پر ثابت قدم رہنے والے اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرنے والے ہیں۔

آیت نمبر ۱۳۵ سورۃ التین میں اللہ رب العزت نے پانچ قسمیں کھا کر انسان کی احسن انداز میں تخلیق کو بیان فرمایا.........جو انسان کبھی مسجودِ ملائکہ بنا پھر جب اللہ رب العزت کا نافرمان بنا تو جانوروں سے بدتر ہو گیا.........جب اس نے رسولِ رحمت ﷺ کی نافرمانی کی اور ان پر ایمان نہ لایا بلکہ تمسخر اڑاتا رہا.........مذاق بناتا رہا تو پھر اس کے سر سے سرداری کا تاج ہم نے واپس لے لیا.........اور اسے ذلت و خواری کی دلدل میں دھکیل دیا۔

إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۝٦

(اس ہلاکت اور ذلت وخواری سے صرف وہ لوگ محفوظ رہ
سکتے ہیں) جو ایمان لے آئے، عمل کیے اچھے، پس ان
کے لئے نہ ختم ہونے والا اجر اور بدلہ ہوگا۔
یہی لوگ تو ہیں جو احسن تقویم پہ پیدا ہونے کی قدر و قیمت سمجھنے
والے ہیں۔
اور ایمان اور اعمال صالحہ کی زندگی اختیار کرنے کی توفیق پاتے
ہیں۔ یقیناً یہی وہ لوگ ہیں جو انسانیت کی لاج رکھتے ہیں......... اللہ کے
احکام بجالانے میں.......... اللہ کے رسول کے مطیع ہیں۔
ان خوش نصیب لوگوں کو مولا کریم ایسا اجر دے گا جو کبھی ختم نہیں ہو
گا جب تک وہ اس دنیا میں زندہ رہیں گے.......... ان پہ رب کی رحمتوں کا
نزول ہوتا رہے گا۔
اور جب اس دنیا سے رخصت ہونے کا وقت آئے گا..... تو ان کو
اِرْجِعِیۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ... کی نوید سنائی جائے گی۔
اور یہی وہ لوگ ہیں کہ قیامت کے دن جب قبروں سے اٹھیں گے
...... تو...... لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ...... کی آن اور شان
ان کے چہروں سے جھلک رہی ہوگی۔
اور یہی وہ لوگ ہیں کہ جب جنت میں پہنچیں گے تو
سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ ..... کے مبارک لفظوں سے
ان کا استقبال کیا جائے گا۔
سامعین گرامی قدر! سورۃ التین کی اس آیت کریمہ میں جن مومنوں
کو خوشخبری اور بشارت سنائی جارہی ہے......... اس سے مراد یقیناً اصحاب

رسول ہی ہیں۔

سورۃ التین کے نزول کے وقت وہی تھے جو اٰمَنُوۡا اور عَمِلُوۡا کے معیار پر سو فیصد پورے اتر رہے تھے۔

جن خوش نصیب لوگوں کے بارے میں اللہ رب العزت ان کے ایمان کی گواہی دے کر............ نہ ختم ہونے والے اجر اور ثواب کی بشارت اور خوش خبری دے رہا ہو۔

ان کے ایمان اور تقویٰ میں شک کرنے والے شخص کو اپنے ایمان کی خیر منانی چاہیے۔

آیت نمبر ۱۳۶ سورۃ الحج کی آیت نمبر ۳۸ سے لے کر ۴۰ تک

اللہ رب العزت نے مکہ کے مظلوم مسلمانوں کا تذکرہ فرمایا............ جو اپنے گھروں سے بلا قصور نکالے گئے...... پھر ان سے مدد و نصرت کا وعدہ کیا گیا۔

آگے فرمایا

اَلَّذِیۡنَ اِنۡ مَّکَّنّٰہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوۡا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَنَہَوۡا عَنِ الۡمُنۡکَرِ ؕ وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الۡاُمُوۡرِ ﴿۴۱﴾ (حج)

(یہ جن کا تذکرہ ہوا) ایسے لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں حکومت عطا فرمائیں تو یہ لوگ (خود) بھی نماز کی پابندی کریں گے اور زکوٰۃ کی ادائیگی کریں گے اور (دوسروں) کو بھی نیکی کا حکم دیں گے اور برائیوں سے روکیں گے اور ہر کام کا انجام اللہ کے اختیار میں ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس کہتے ہیں اس آیت کا مصداق مہاجرین و

انصار اور ان کے پیروکار ہیں۔

مشہور تابعی ابو العالیہ کا خیال یہ ہے کہ

اس آیت سے مراد امت محمدیہ ہے۔ ان کے ذمہ لازم ہے کہ جب بھی ان میں سے کسی کو اللہ رب العزت دنیا میں اقتدار و حکومت عطا فرمائے تو وہ خود بھی احکام اسلام کی پابندی کریں.......... اور دوسروں کو بھی احکام دین پر عمل کرنے کا حکم دیں......... اور غیر شرعی افعال و اعمال اور برائیوں سے معاشرے کو پاک صاف کر دیں۔

مگر جمہور مفسرین کا خیال یہ ہے کہ ماقبل کی آیات میں مہاجرین کا ذکر خیر ہوا........... جن پر مکہ مکرمہ میں ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے .... اور پھر انہیں وطن چھوڑنے پر مجبور کر دیا گیا۔

اس آیت میں انہیں دنیوی اقتدار اور حکومت کی خوشخبری دی جا رہی ہے.......... اور ساتھ ہی ان کی خوبیوں اور اوصاف کا تذکرہ ہو رہا ہے کہ وہ نماز قائم کریں گے...... زکوٰۃ کی ادائیگی کریں گے...... امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ بھی سرانجام دیں گے۔

تفسیر مدارک نے، تفسیر خازن نے اور تفسیر روح المعانی نے یہی تحریر فرمایا ہے!

خلفاء اربعہ مہاجرین میں شامل ہیں اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بھی مہاجرین کے گروہ میں شمولیت کا شرف رکھتے ہیں۔

سامعین گرامی قدر! انصاف کے تقاضوں کو مدنظر رکھ کر بتایئے .... کہ اللہ رب العزت نے اپنی لاریب کتاب میں اصحاب رسول کی خلافت و حکومت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ

اگر ہم انہیں ملک میں اقتدار بخشیں.........تو وہ خود بھی دین کے تقاضوں پر پورا اتریں گے اور دوسروں کو بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہیں گے۔ وہ راہِ حق سے بال برابر انحراف نہیں کریں گے اور زمین پر اللہ کے دین کو نافذ کریں گے.........اور زندگی کے ہر شعبے میں اللہ کے قانون کو رائج کریں گے.....ہم ان کو حکومت عطا کریں گے تو وہ نیکی کو فروغ دیں گے اور جرم و گناہوں سے اللہ کی زمین کو پاک کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے!

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت خلفائے راشدین کی حقانیت کی واضح دلیل ہے.........اور اس آیت نے مہاجرین صحابہ کی پاکیزہ سیرت و کردار کو بیان کیا ہے۔

آپ حضرات خود فیصلہ فرمائیں کہ اگر خلیفہ اوّل بلا فصل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خلافت و حکومت کے ملنے کے بعد.........خاندانِ علیؓ پر ظلم کیا ہو.........سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دھکے مار کر دربار سے نکال دیا ہو.........ان کی توہین کی ہو پھر ان کی وراثت غصب کر لی ہو.........تو قرآن کی یہ آیت سچی ہوگی یا (العیاذ باللہ) جھوٹی؟

امر بالمعروف کرنے والوں کی تصویر ایسی ہوتی ہے جو دشمنانِ ابوبکر نے پیش کی ہے اور نہی عن المنکر کرنے والے ایسی ہوتے ہیں جو خود خلافت غصب کرلیں.........اور مستورات پر ظلم کریں!

اگر اس آیت کریمہ کی حقانیت پر اور صداقت پر آپ کا ایمان ہے.........تو پھر یہ حقیقت تسلیم کرنی ہوگی کہ اصحاب رسول کی مقدس جماعت میں سے جو جو بھی مسند خلافت پر فائز ہوا.........وہ عادل و منصف تھا

............وہ متقی اور پرہیزگار تھا............وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا مصداق تھا۔

اور اس کی خلافت قرآنی وعدہ کی تصدیق تھی۔

ان خلفاء کے متعلق جو کچھ پروپیگنڈہ............کیا گیا اور اسے تقریر و تحریر میں بیان کیا گیا اور زہر اگلا گیا............وہ سب دشمنانِ اصحاب رسول کی گھناؤنی اور مکروہ سازش کا نتیجہ ہے۔

ایسی سب روایات سبائی راویوں کی کارستانی ہے............جن کا موجودہ قرآن پر ایمان نہیں۔

جن لوگوں کا قرآن پر ایمان ہے............وہ ایسی بے سروپا روایات کو ردی کی ٹوکری میں پھینک کر قرآن کی گواہی کو تسلیم کرتے ہیں۔

اور اصحاب رسول کی خلافت کو خلافت صادقہ اور راشدہ مانتے ہیں۔

آیت نمبر ۱۳۸،۱۳۷

سورۃ البلد میں فرمایا

ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ

(البلد:۱۸)

پھر ان لوگوں میں سے ہو جاتا جو ایمان لائے اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین اور رحم کرنے کی وصیت کرتے رہے یہی لوگ ہیں دائیں بازو والے۔(یعنی خوش بختی والے)

ان آیتوں سے پہلے کچھ نیک اعمال کا تذکرہ ہوا............قیدیوں کو چھڑانا............بھوکے اور مساکین کو کھانا کھلانا......یتیم کے ساتھ حسن سلوک

اس کے بعد فرمایا:

ان سب اعمال کے مقبول ہونے کی اوّلین اور لازمی شرط یہ ہے کہ بندہ مخلص ایمان دار ہو (اگر ایمان نہیں ہے اور شرک کی آمیزش عقائد میں موجود ہے تو سب اعمال غارت اور برباد ہیں)

پھر وہ ایمان والے ایک دوسرے کو تاکید کرتے رہتے ہیں کہ توحید کے بیان کرنے میں اور نہی عن المنکر کرنے میں جو مصائب اور سختیاں آئیں ان پر صبر کیا جائے۔

اور وہ اللہ کی مخلوق پر............غریبوں پر، یتیموں پر اور مساکین پر رحم وکرم کریں۔

یہ سورۃ مکی ہے............مکہ مکرمہ میں اٰمَنُوْا اور وَتَوَاصَوْا کا مصداق کون لوگ ہیں؟

یہ مساکین و یتامیٰ کا خیال رکھنے والے............ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرنے والے آخر کون ہیں؟

ایک دوسرے پر رحم کی تاکید اور وصیت کرنے والے سے مراد کون ہے؟

کیا اس سے مراد کفار مکہ ہیں؟ کیا ان آیات کے مصداق ابو جہل اور ابولہب ہیں؟

کون عقلمند اور ذی شعور اس بات کو مان سکتا ہے؟............اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ تسلیم کیا جائے کہ ان آیات کا حقیقی اور اوّلین مصداق............مکہ میں ایمان لانے والے صحابہ کرامؓ ہیں۔

جن میں سیدنا ابوبکر و عمر، سیدنا عثمان و علی (رضی اللہ عنہم) سب سے

پہلی صف میں ہیں!

پھر تسلیم کرو کر ان ہی کے متعلق ارشاد ہوا

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ

یہی لوگ ہیں دائیں بازو والے......... یعنی بڑے نصیب اور بڑے بخت والے جن کو عرش کے دائیں جانب جگہ ملے گی......... اور ان کا اعمال نامہ ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔

سامعین گرامی قدر! اصحاب رسول کے یہ اوصاف......... اور اصحاب رسول کی یہ صفات جو اللہ رب العزت نے سورۃ البلد کی ان آیات میں اور پچھلی بیان کردہ کئی آیات میں بیان فرمائیں

یہ سب میرے پیارے نبی ﷺ کی صفت......... يُزَكِّيهِمْ .... کا ثمرہ اور نتیجہ ہے۔

میرے نبی ﷺ نے اپنے ساتھیوں کا ایسا تزکیہ فرمایا.........

اور انہیں ایسا سنوارا اور گناہوں اور عصیان کاریوں کی نفرت ان کے دل میں ڈالی......... اور ایسی ایسی خوبیاں اور صفات اور کمالات......... ان کے باطن میں پیدا کئے کہ عرش والا لاریب کتاب کی مختلف سورتوں میں ان کے حسین اور احسن اوصاف کے تذکرے کرنے لگ گیا

آیت نمبر ۱۳۹ سورۃ الشوریٰ میں اصحاب رسول کے چند اوصاف

اور چند صفات کا تذکرہ یوں فرمایا:

فَمَا أُوتِيتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝ وَالَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ

الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ ﴿٣٧﴾ وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَ أَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۖ وَأَمْرُهُمْ شُورٰى بَيْنَهُمْ ۖ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُونَ ﴿٣٨﴾ (الشوریٰ)

تمہیں جو کچھ دیا گیا ہے وہ دنیا کی زندگی کا معمولی سا نفع اور اسباب ہے۔ (یعنی دنیا کی دولت و مال اور دنیا کے اسباب معمولی اور حقیر ہیں.......... اگرچہ قارون کا خزانہ ہی کیوں نہ ہو.......... اس لئے اس کے دھوکے میں مبتلا نہ ہو جانا کیونکہ یہ عارضی، ناپائیدار اور فانی ہے) اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہتر بھی ہے اور باقی رہنے والا بھی ہے۔ (آخرت میں جو کچھ انعامات اللہ نے تیار کر رکھے ہیں بہتر اور پائیدار) وہ ان لوگوں کے لئے ہیں جو ایمان لائے اور جو صرف اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اور (یہ انعامات ان کو ملیں گے) جو کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں اور غصے کے وقت بھی درگذر سے کام لیتے ہیں۔ اور (یہ انعامات ملیں گے ان کو) جنہوں نے اپنے پروردگار کا حکم مانا اور نماز کو قائم رکھا اور ان کا ہر کام آپس کے مشورے سے ہوتا ہے اور وہ ہماری دی ہوئی روزی میں سے خرچ کرتے ہیں۔

حضرات گرامی قدر! یہاں ایک لحظہ کے لئے ٹھہریئے.......... پھر سوچئے اور آخر میں فیصلہ کیجئے کہ:

یہ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ...... اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا ...... وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ......اس کا اوّلین مصداق کون لوگ ہیں؟

سورۃ الشوریٰ مکی سورۃ ہے.........اور مکہ میں ایک جانب مشرکین مکہ تھے اور دوسری طرف اصحاب رسول تھے.........تیسرا طبقہ منافقین کا مکہ مکرمہ کی مظلومانہ زندگی میں موجود ہی نہیں تھا.........پھر منافقین کے یہ اوصاف نہیں ہوتے جو اس آیت میں بیان کئے گئے ہیں۔

یہ اوصاف تو ابوبکرؓ و عمرؓ کے ہیں.........یہ اوصاف تو عثمانؓ و علیؓ کے ہیں.........یہ اوصاف تو طلحہؓ و زبیرؓ کے ہیں۔

جنہوں نے اللہ کا حکم مانا.........پھر وطن چھوڑ دیا.........اللہ کا حکم مانا پھر اپنا سب کچھ دین کے لئے قربان کر دیا!

اس آیت سے مراد وہ صحابہ کرام ہیں جو مکہ مکرمہ میں ایمان لائے تھے۔ان ہی لوگوں کے متعلق کہا گیا کہ:

وہ مومن ہیں......اپنے رب پر ہر حالت میں بھروسہ کرتے ہیں ......کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کے کاموں سے اجتناب کرتے ہیں۔

وہ تحمل اور حوصلے والے ہیں غصے کی حالت میں بھی آپے سے باہر نہیں ہوتے بلکہ قصور کرنے والوں کو معاف کر دیتے ہیں۔

اللہ رب العزت کے ہر حال میں فرمانبردار ہیں......نماز قائم رکھنے والے، اپنے معاملات آپس میں مشورے سے حل کرنے والے ہیں۔

اور اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو اس کے راستے میں خرچ کرنے والے ہیں۔

جن لوگوں کے بارے میں.........جن خوش بخت لوگوں کے

بارے میں اللہ رب العزت نے گواہی دی کہ:

وہ کبیرہ گناہوں سے بچتے رہتے تھے.......... آج ان کے متعلق یہ پروپیگنڈہ کرنا کہ وہ خلافت کے غاصب تھے، خاندانِ علی پر ستم ڈھانے والے تھے.......... باغِ فدک انہوں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے چھین لیا.......... دراصل قرآن کی حقیقتوں کو جھٹلانا ہے۔

سورۃ الشوریٰ کی آیت نمبر ۳۸ کہتی ہے

وہ اپنے پروردگار کے ہر حکم پر سر تسلیم خم کرنے والے تھے۔

مگر آج کہا جاتا ہے وہ اللہ اور رسول کے نافرمان اور حکم عدولی کرنے والے لوگ تھے۔

ادنیٰ شعور اور معمولی فہم رکھنے والا شخص بھی یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ.......... قرآن کی بیان کردہ حقیقت کے مقابلے میں کسی کی بات بھی پرکاہ کی حیثیت نہیں رکھتی۔

آیت نمبر ۱۴۰، ۱۴۱

سورۃ فاطر کی آیت نمبر ۲۸ میں اللہ رب العزت نے فرمایا کہ اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم اور سمجھ رکھتے ہیں (یعنی جو اللہ تعالیٰ کی عظمت و ہیبت کا کما حقہ علم رکھتے ہیں۔)

اس کے بعد فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَّن تَبُورَ ﴿۲۹﴾ لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِ ۚ إِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ ﴿۳۰﴾

(فاطر)

بے شک جو لوگ اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور
نماز کو قائم رکھتے ہیں اور ہماری عطا کردہ روزی سے
پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں اور ایسی تجارت کے
امیدوار ہیں جو کبھی گھاٹے اور خسارے میں نہ ہوگی۔
(یہ تمام اعمال وہ اس لئے کرتے ہیں) تاکہ اللہ انہیں
ان کا ثواب عطا کرے اور ان کو اپنے فضل سے اور
زیادہ دے۔ بے شک وہ بڑا بخشنے والا قدر دان ہے!

ان دو آیتوں میں اللہ رب العزت جن لوگوں کی.......... تلاوت
کتاب اللہ.......... نماز کی ادائیگی، اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کا تذکرہ
فرمارہا ہے.......... اور جن کے یہ خوبصورت اوصاف اور حسین صفات کے
تذکرے کررہا ہے

آخر یہ کون لوگ ہیں؟

سورۃ فاطر مکی سورۃ ہے..... مکہ مکرمہ میں ہجرت سے پہلے نازل ہوئی
.... اس وقت کون لوگ تھے؟ جو ان اوصاف کے حامل تھے؟

یقیناً اصحاب رسول ہی مراد ہو سکتے ہیں!

پھر جن لوگوں کے ایمان و اخلاص..... جن کے تقویٰ و پرہیزگاری
کے تذکرے قرآن نے کئے ہوں.......... ان اعلیٰ صفات اور بلند مرتبہ
اوصاف کے حامل لوگوں پر تنقید کے نشتر چلاتے ہوئے.......... اور ان کی
تنقیص کرتے ہوئے شرم کرنی چاہئے۔

آیت نمبر ۱۴۲ سورۃ بنی اسرائیل کی ابتداہی معجزہ معراج سے
ہوئی پھر اللہ رب العزت نے ایک اور معجزے کا تذکرہ فرمایا

..........یعنی قرآن مجید

إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا ﴿٩﴾ (بنی اسرائیل:)

بے شک یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو بہت ہی سیدھا ہے اور ایمان والوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں اس بات کی خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لئے بہت بڑا اجر و ثواب ہے!

یہ آیت سورۃ بنی اسرائیل کی آیت کریمہ ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل مکی دور کے بالکل آخر میں نازل ہوئی۔

اس آیت نے ایک بات تو یہ واضح فرمائی ....کہ قرآن کے نزول کا مقصد دم درود کرنا یا اس کے ختم پڑھنا نہیں ہے ....بلکہ اس کتاب کے نزول کا مقصد لوگوں کو سیدھے راستے کی راہنمائی کرنا ہے۔

دوسری بات یہ بیان ہوئی کہ:

یہ قرآن ان مومنوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں خوشخبریاں اور بشارتیں سناتا ہے کہ ان کے لئے دنیا و آخرت میں بڑا عظیم اجر اور بھاری ثواب موجود ہے!

انصاف سے بتایئے!

کہ جن مومنوں کو قرآن خوشخبری سنا رہا ہے..........اس قرآن کے نزول کے وقت وہ مومن کون تھے؟

اگر اصحاب رسول نہیں تھے تو پھر اس آیت کا پہلا مصداق کون

ہیں؟...... حتمی اور طے شدہ بات ہے کہ اس کے اولین مخاطب میرے نبی کے ساتھی ہیں جن کے بارے میں اللہ رب العزت ایمان کی ...... اور ان کے اعمال صالحہ کی گواہی دے رہا ہے۔

اور ان کے لئے اجر و ثواب کا اعلان فرما رہا ہے!

جن کے ایمان کی شہادت قرآن دے رہا ہو ...... اور جن کے اعمالِ صالحہ کی تحسین خود عرش والا کر رہا ہو

ان کے ایمان میں اور ان کے تقویٰ و اخلاص میں شک و شبہ اسی شخص کے دل میں پیدا ہو سکتا ہے۔ جس کا موجودہ قرآن پر ایمان نہ ہو۔

جن کا قرآن کہیں چھپا ہوا ہو۔

جس شخص کا عقیدہ و نظریہ یہ ہو کہ موجودہ قرآن ...... وہی ہے جو جبرائیل امین لے کر آئے تھے ...... اور محمد کریم ﷺ پر اُتارا گیا تھا ...... جس کی کسی آیت میں اور کسی جملے میں ...... اور کسی لفظ میں اور کسی حرف میں تبدیلی ناممکن ہے۔

وہ شخص اصحاب رسول کی تنقیص نہیں کر سکتا۔

اس کا قلم اصحاب رسول کی کردار کشی کے موضوع پر نہیں چل سکتا۔

...... اس کی زبان اصحاب رسول میں سے کسی بھی صحابی پر تنقید نہیں کر سکتی!

سامعین محترم! میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے ...... اور میری پیش کردہ آیات کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ ...... امام الانبیاء ﷺ کی بعثت کی غرض ...... یُزَكِّيهِمْ ...... کو سامنے رکھیں تو یہ حقیقت واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ:

آپ اپنی بعثت کی غرض اور مقصد میں ایک سو ایک فیصد پورے

اُترے، اور آپ نے اپنے ساتھیوں کا ایسا تزکیہ نفوس فرمایا............ کہ اللہ رب العزت نے ان کے اوصاف، خصائل محمودہ اور صفاتِ حمیدہ کی گواہیاں قرآن میں پیش فرمائیں!

باقی اِن شاء اللہ تعالیٰ آئندہ خطبہ جمعۃ المبارک میں بیان کروں گا۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

سترہویں تقریر

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِکَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۰﴾ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ، وَلَکُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ﴿۳۱﴾ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ ﴿۳۲﴾ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۳۳﴾

(حٰمٓ السجدہ)

سامعین گرامی قدر! میں گزشتہ کئی خطبوں میں .... یہ بات بیان کر رہا ہوں کہ امام الانبیاء، خاتم النبیین سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ .... معلم اور مزکی بن کر دنیا میں تشریف لائے۔

اور آپ کی ایک وصف قرآن مجید نے .... کئی جگہوں پر بیان فرمائی .... وَيُزَكِّيهِمْ ...... کہ آپ لوگوں کے باطن کا اور ان کے نفوس وقلوب کا تزکیہ فرماتے ہیں۔

چنانچہ واقعی آپ نے قرآن وسنت کے ذریعے .... اپنے صحابہ کرام کا ایسا تزکیہ نفوس فرمایا کہ:

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں جگہ جگہ ان کے ایمان کی پختگی کی، ان کے اعمال صالحہ کی .... ان کے تقویٰ واخلاص کی .... ان کے ایثار ووفا کی، ان کے دینی جذبہ کی، ان کے شوق شہادت کی، ان کے ولولہ جہاد کی شہادت اور گواہی دی .... اور پھر ان کی وفاؤں کے نتیجے میں ان پر ہونے والے انعامات کا تذکرہ فرمایا۔

آیت نمبر ۱۴۳ تا ۱۴۶ یہ آیات کریمہ جو خطبے میں ...... میں نے تلاوت کی ہیں .... ان میں بھی اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے ایمان کو اور پھر ان کی استقامت کو ذکر فرمایا ہے۔

ارشاد ہوا:

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ

بے شک جن لوگوں نے کہا ہمارا پروردگار، پالنہار اور پروان چڑھانے والا اللہ ہے۔

(اللہ پر ایمان تو مشرکین بھی رکھتے تھے اسی لیے وہ اپنے بچوں

کے نام عبداللہ رکھتے، خانہ کعبہ کو بیت اللہ کہتے.......... اللہ کو مان کر اس کے ساتھ اوروں کو شریک اور ساجھی بناتے تب ہی تو مشرک کہلائے مگر اس آیت میں جس ایمان کا ذکر ہے اس سے مراد شرک سے پاک ایمان ہے جس ایمان میں عبادت و پکار خالص اللہ کی ہو.......... جس ایمان لانے کے بعد سجدہ اور نذر و نیاز صرف اسی کے لیے ہو)

ثُمَّ اسْتَقَامُوْا

پھر وہ ایمان پر ثابت قدم رہے!

یعنی دعویٰ توحید پر جے رہے.......... اور اللہ ہی کی الوہیت و معبودیت پر مرتے دم تک ڈٹے رہے۔

سخت سے سخت ترین مصائب.......... اور ظلم و ستم کے پہاڑ انہیں اپنے عقیدے سے ایک انچ پیچھے نہ ہٹا سکے۔

غموں کی آندھیاں چلیں.......... دوست دشمنوں پر اتر آئے .... اپنے پرائے ہو گئے.......... تپتے ہوئے کوئلوں پر لیٹے، گرم ریت پر گھسیٹے گئے، لوہے کی کنگھیوں سے ان کے چمڑے ادھیڑ دیئے گئے، انہیں مار مار کر بے ہوش کر دیا گیا.......... مگر ان کی ایمان کی پختگی اور یقین کی مضبوطی میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آیا۔

سامعین گرامی قدر! ایک منٹ کے لیے یہاں ٹھہریئے اور آیت کے اس حصے پر غور اور تدبر فرمایئے!

یہ کون لوگ ہیں جو کہہ رہے ہیں:

رَبُّنَا اللّٰهُ ..... ہمارا پالنہار، پروردگار، مربی، پالنے والا اور ہماری ضروریات کا خیال رکھنے والا صرف اللہ ہے؟

قرآن یہ صفت کن لوگوں کی ذکر کر رہا ہے۔

ثُمَّ اسْتَقَامُوْا

پھر وہ دعویٰ ایمان پر ثابت قدم رہے؟

سورۃ حم السجدہ مکی سورت ہے.........تو کیا یہ مشرکین کا تذکرہ ہو رہا ہے؟ (العیاذ باللہ)

اگر نہیں اور یقیناً نہیں.........تو پھر اقرار کیجیے کہ اس آیت میں ذکر اور تذکرہ اصحاب رسول کا ہو رہا ہے۔

اس آیت میں تذکرہ سیدنا صدیق اکبرؓ کا ہو رہا ہے.........جنہیں بیت اللہ کے اندر مار مار کر ادھ موا کر دیا گیا تھا۔

اس آیت میں تذکرہ سیدنا عثمانؓ کا ہو رہا ہے.........جن کو ان کا چچا چٹائی میں لپیٹ کر دھواں دیا کرتا تھا۔

اس آیت میں تذکرہ حبشے کے بلالؓ کا، ابوجہل کی لونڈی زنیرہؓ کا، ابوفکیہہؓ کا، ابن مسعودؓ کا، عمارؓ و یاسرؓ و سمیہؓ کا ہو رہا ہے! یہی لوگ تھے جو اصحاب رسول کہلاتے تھے اور ایمان کے اقرار کی پاداش میں ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جاتے تھے اور یہ پہاڑ سے بڑھ کر اپنے موقف پر جمے اور ڈٹے رہتے تھے۔

اب ان پر ہونے والے انعامات کی تفصیل سنیے:

تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ

ان پر فرشتے یہ کہتے ہوئے آتے ہیں کہ تم کچھ بھی خوف اور غم نہ کرو (بلکہ) اس جنت کی بشارت سن لو جس کا تم سے

وعدہ کیا گیا تھا۔

(یہ فرشتے موت کے وقت آتے ہیں اور کچھ مفسرین نے فرمایا فرشتے یہ خوشخبری تین جگہوں پر دیتے ہیں موت کے وقت روح قبض کرتے ہوئے، قبر میں اور قبر سے دوبارہ اٹھنے کے وقت)

نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝

تمہاری دنیاوی زندگی میں بھی ہم تمہارے رفیق تھے اور آخرت میں بھی ہم تمہارے رفیق رہیں گے۔ (کچھ مفسرین نے اس کو اللہ کا کلام بتلایا ہے.......... اور بعض مفسرین نے اسے فرشتوں کا قول قرار دیا ہے) جس چیز کو تمہارا دل چاہے اور جو کچھ تم مانگو سب تمہارے لیے جنت میں موجود ہے۔

نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ۝

غفور اور رحیم رب کی طرف سے یہ سب کچھ بطور مہمانی کے ہے۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝

اور اس شخص سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو (لوگوں کو) اللہ کی طرف بلائے اور (خود بھی) نیک عمل کرے اور کہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

سامعین محترم! انصاف وانابت کی نظر سے فیصلہ کیجیے کہ مکہ مکرمہ میں وہ کون لوگ تھے جن کا تذکرہ ان آیات میں ہو رہا ہے؟

ان آیات کے پہلے مخاطب اصحاب رسول ہی ہیں!

ان آیات کا پہلا مصداق محمد عربی ﷺ کے صحابہ ہی ہیں یہی خوش نصیب لوگ ہیں :

جنہیں فرشتے موت کے وقت بشارتیں سنا رہے ہیں.

یہی وہ خوش بخت لوگ ہیں جن کو اللہ اپنی حمایت اور دوستی کے یقین دلا رہا ہے یہی وہ حضرات ہیں جو جنت میں اپنے رب کے مہمان بننے والے ہیں۔

ہاں یہی وہ عظیم لوگ ہیں جن کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ وہ میرے دین کے داعی ہیں۔

اور یہی وہ اعلیٰ مرتبہ شخصیات ہیں.......... جو اپنے آپ کو اللہ اور اس کے رسول کا مطیع اور فرمانبردار بنا چکے تھے۔

حیف اور افسوس ہے کہ جو حضرات جنت میں رب کے مہمان بننے والے ہیں.......... جو دین کے داعی ہیں، جو مسلم ہیں، جن پر تسلیاں لے کر فرشتے اتر رہے ہیں آج تاریخ کی کتب اور جھوٹی روایات کا سہارا لے کر .... اور کذاب راویوں پر اعتماد کر کے.......... ان کے ایمان و اخلاص میں شک کیا جا رہا ہے.......... ان کی خلافتیں موضوع بحث بنی ہوئی ہیں۔

ایسے عظیم المرتبہ اور اللہ کے مقرب بندوں پر تنقید کی پٹاری کھول لی جاتی ہے، ان کی تنقیص کے لیے زبانیں کھلتی ہیں.......... اور ان پر تبرا کے

لیے قلم رواں ہوتے ہیں!

جس شخص کا قرآن پر ایمان ہے.......... اور وہ اسے محفوظ کتاب تسلیم کرتا ہے وہ حم السجدہ کی ان آیات کو پڑھ کر.......... اس حقیقت کو ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ میرے نبی کے تمام صحابہ آخر وقت تک ایمان دار رہے.......... ایمان پر ثابت قدم رہے وہ سب کے سب جنتی ہیں اور جنت میں رب کے مہمان ہونگے!

آیت نمبر ۱۴۷ تا ۱۶۰

سورۃ الفرقان کی آیت نمبر ۶۰ میں مشرکین کے مغرورانہ اور متکبرانہ رویے کا ذکر فرمایا:

کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رحمان کو سجدہ کرو تو وہ کہتے ہیں .... وَمَا الرَّحْمٰنُ...... رحمان کیا ہے؟

پھر آیت نمبر ۶۳ سے لے کر آیت نمبر ۷۴ تک اللہ رب العزت نے عباد الرحمان (رحمان کے بندے) کی صفات کا تذکرہ فرمایا۔ پہلے آیات مبارکہ سنیے:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿۶۴﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿۶۵﴾ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿۶۶﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿۶۷﴾ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا

اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۞ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ۞ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۞ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ۞ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ۞ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ۞ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۞ (الفرقان)

ان آیات میں اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کی کچھ صفات اور کچھ اوصاف کا تذکرہ فرمایا ہے۔

رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں.........اور جب بے علم لوگ ان سے (جہالت کی) باتیں کرنے لگتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ سلام ہے۔

اور جو اپنے رب کے سامنے سجدے اور قیام کرتے ہوئے راتیں گزار دیتے ہیں اور جو یہ دعا کرتے ہیں کہ

اے ہمارے پروردگار ہم سے دوزخ کا عذاب دور رکھ کیونکہ دوزخ کا عذاب چمٹ جانے والا ہے! بے شک دوزخ ٹھہرنے اور رہنے کے اعتبار سے بری جگہ ہے۔

(عباد الرحمن وہ ہیں) جو خرچ کرتے وقت نہ تو اسراف کرتے ہیں اور نہ کنجوسی کرتے ہیں۔

اور جو اللہ کے علاوہ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور کسی ایسے شخص کو جسے قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہو وہ بجز حق کے قتل نہیں کرتے اور وہ زنا نہیں کرتے اور جو شخص ایسے کام کرے گا وہ اپنے اوپر سخت وبال لائے گا اسے قیامت کے دن دوہرا عذاب دیا جائے گا اور وہ ذلت اور خواری کے ساتھ ہمیشہ اسی میں رہے گا۔ مگر جو (شرک) سے توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک کام کرے ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور جو شخص توبہ کرے اور نیک عمل کرے تو وہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ (عباد الرحمن وہ ہیں) جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب کسی لغو اور فضول چیز پر ان کا گزر ہوتا ہے تو وہ شرافت سے گزر جاتے ہیں اور جب ان کو اللہ کی آیتوں کے ذریعے نصیحت کی جاتی ہے تو وہ اندھے اور بہرے ہو کر ان پر نہیں گرتے اور وہ یہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تو ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک

عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔

سامعین گرامی قدر! آیات کریمہ کا لفظی ترجمہ آپ حضرات نے سماعت فرمایا.......... سورۃ الفرقان مکہ مکرمہ میں ہجرت سے پہلے اتری ہے۔ انصاف سے بتائیے!

مکہ مکرمہ میں ان آیات کے نزول کے وقت وہ کون لوگ تھے جنہیں قرآن نے عبادالرحمن کے خوبصورت، حسین اور دلنشین لقب سے یاد فرمایا.......... رحمان کے سچے بندے۔

پھر ان کی صفات اور اوصاف گنتے ہوئے حد کر دی۔

ان کی عاجزیوں کا، تواضع کا انکساری کا ذکر فرمایا

رات کے جاگنے کا، طویل سجدوں اور لمبے قیام کا تذکرہ فرمایا

ان کی خشیت الٰہی اور خوف کا ذکر فرمایا اور ان کی دعاؤں کا ذکر فرمایا

پھر اللہ کے راستے میں ان کے مال خرچ کرنے کا تذکرہ فرمایا۔

پھر ان کی عقیدہ توحید میں پختگی، ایک اللہ ہی کی پکار کا تذکرہ کیا پھر کہا وہ کسی کو ناحق قتل نہیں کرتے اور وہ زنا بھی نہیں کرتے وہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔

خلاف شرع کام سے گزر ہو تو اپنا دامن بچا کر گزر جاتے ہیں۔ اللہ کی آیات میں تدبّر اور تفقہ سے کام لیتے ہیں۔

وہ ہر وقت دعا کرتے ہیں کہ ہماری اولاد اور ازواج کو بھی مؤمن اور متقی بنا کر ہماری آنکھیں ٹھنڈی فرما۔

ان صفات کو شمار کرنے کے بعد آیت نمبر ۷۵ میں ان کے لیے انعام کا اعلان فرمایا:

أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا

ان لوگوں کو جنت میں بالا خانے ملیں گے بوجہ (دین و طاعت پر) مضبوط اور ثابت قدم رہنے کے۔

وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا

اور ان کو اس جنت میں (فرشتوں کی جانب سے) دعا اور سلام ملے گا۔

خَالِدِينَ فِيهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا

وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے خوب جگہ ہے ٹھہرنے کی اور اچھی جگہ ہے رہنے کی

ان انعامات کے مستحق .... ایسے بالا خانوں کے رہائشی، رب کی رضا کے مصداق، فرشتوں کی جانب سے مبارک بادیں اور سلام کے تمغے .... یہ سب کچھ عباد الرحمٰن کو ملے گا........ جس کے اول مصداق اس امت میں صرف اور صرف اصحاب رسول ہیں........

جن خوش بخت اور خوش نصیب لوگوں کو فرشتے دعائیں دیں اور سلام کے تمغے پیش کریں........ انہیں آج کا کوئی بدنصیب تنقید کے نیزے پر رکھ لے تو اس سے اصحاب رسول کا کیا نقصان ہے؟

ایسا شخص اپنی آخرت برباد اور تباہ کر رہا ہے۔

آیت نمبر ۱۶۱

سورۃ زمر میں اللہ رب العزت نے کچھ آیتوں میں کفار اور مومنین کی صفات کا تقابل کیا ہے...... ان میں سے ایک آیت یہ ہے:

أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ

مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ
اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۲﴾ (زمر)

کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے دین اسلام کے لیے کھول
دیا ہے پس وہ اپنے پروردگار کی طرف سے ایک نور پر
ہے۔

(کَمَنْ هُوَ لَيْسَ كَذٰلِكَ ...... کیا یہ خوش بخت شخص اس کافر
کے برابر ہو سکتا ہے جس کے دل پر مہر لگ چکی ہے؟)

یعنی ایک طرف مؤمن ہے جس نے اسلام کی حقانیت ور توحید کی
صداقت کے دلائل میں تدبر اور غور کیا......... پھر اللہ نے حق کو قبول
کرنے کے لیے اس کا سینہ کھول دیا......... اور اسلام وتوحید کی سچائی پر
اس کا دل مطمئن ہو گیا۔

اور ضیاء اسلام اور توحید کے نور سے اس کا سینہ منور ہو گیا
دوسری طرف کافر ہے جس کا سینہ قبولِ حق سے بند ہے
یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے!

میرا سوال یہ ہے کہ:

سورۃ زمر مکی سورت ہے......... مکہ مکرمہ کی مظلومانہ زندگی میں
ایمان والوں کی تعداد قلیل تھی۔

اس آیت کریمہ میں جن لوگوں کا تذکرہ......... اللہ رب العزت
نے فرمایا ہے کہ ہم نے ان کا سینہ اسلام قبول کرنے کے لیے......... اور
ہدایت پانے کے لیے کھول دیا ہے
ان لوگوں سے مراد کون ہیں؟

ہر ذی ہوش شخص کا جواب یہی ہوگا کہ ان لوگوں سے مراد اصحاب رسول ہیں...... اور وہی اس آیت کے اول مخاطب اور پہلے مصداق ہیں جن لوگوں کا شرح صدر اسلام و ایمان کو قبول کرنے کے لیے خود اللہ رب العزت نے کیا ہو۔

کیا وہ لوگ اسلام سے اور ایمان سے پھر سکتے ہیں؟

اگر نہیں تو پھر ان لوگوں کا کیا بنے گا جو کہتے ہیں کہ بعض اصحاب رسول کا ایمان نفاق پر مبنی تھا.......... اور وفاتِ پیغمبر کے بعد تین صحابہ کے سوا سب مرتد ہو گئے تھے۔

اس کہنے میں صرف اصحاب رسول کی توہین و تنقیص ہی نہیں ہے .... بلکہ اللہ کے پاک پیغمبر سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی صفت یُزَكِّيهِمْ کا مذاق اڑانا ہے۔

اور اللہ رب العزت کے انتخاب لاجواب کو جھٹلانا ہے۔

آیت نمبر ۱۶۲

سورۃ زمر کی اسی آیت کے بعد اللہ رب العزت نے اصحاب رسول کی ایک اور وصف اور خوبی کا ذکر فرمایا:

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿٢٣﴾

اللہ نے بہترین کلام نازل فرمایا جو ایسی کتاب ہے جس کی آیات آپس میں ملتی جلتی بار بار دہرائی گئی ہیں۔ (ملتی

جلتی کا مطلب ہے کہ قرآن کے تمام حصے حسن کلام، فصاحت
و بلاغت میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے اور ایک
دوسرے کی تائید و تصدیق کرتے ہیں۔ اور مثانی کا
مطلب ہے کہ قصص و واقعات، مواعظ و احکام اور اس کے
مضامین کو بار بار دہرایا گیا ہے تاکہ اچھی طرح ذہن نشین
ہو جائے) (ان آیتوں کو سن کر) ان لوگوں کے رونگٹے
کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر
ان کے بدن اور دل اللہ کے ذکر پر نرم ہو جاتے ہیں
(یعنی جب ایسی آیات سنتے ہیں جن میں تخویف ہو، تہدید
ہو، وعید ہو، عذاب دنیوی یا اخروی کا تذکرہ ہو تو خوف الہی
سے وہ کانپ اٹھتے ہیں .... پھر جب ایسی آیات پر
پہنچتے ہیں جن میں رب کی رحمت و مغفرت اور مہربانیوں
کے تذکرے ہوں تو ان کے دل نرم ہو جاتے ہیں) یہ
(قرآن) اللہ کی ہدایت ہے جس کے ذریعہ اللہ جس کو
چاہتا ہے ہدایت عطا کرتا ہے۔

اس آیت کریمہ میں جن خوش نصیب لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے
.... وہ کون ہیں؟ قرآن مجید کی یہ آیت جب نازل ہو رہی تھی
.... تو کون لوگ تھے جو قرآن سن کر اللہ کے خوف سے کانپنے لگتے تھے؟

اصحاب رسول کے سوا کون ہو سکتا ہے؟

یہ ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ و علیؓ اور دوسرے صحابہ تھے جو مکہ مکرمہ اسلام
میں قبول کر چکے تھے۔

اور جن کے ہدایت یافتہ ہونے کی گواہی سورۃ زمر کی یہ آیت دے

رہی ہے۔

آیت نمبر ۱۶۳، ۱۶۴

اللہ رب العزت نے سورۃ حج کے آخر

میں ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۚۖ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۝ (حج)

اے ایمان والو! رکوع اور سجدہ کرتے رہو اور اپنے پروردگار کی عبادت میں لگے رہو اور نیک کام کرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ اور اللہ کے راستے میں جہاد کرو جیسے جہاد کرنے کا حق ہے اسی نے تمہیں (تمام امتوں میں سے) چنا ہے اور اس نے دین کے معاملے میں تم پر کوئی تنگی نہیں ڈالی اپنے باپ ابراہیم کی ملت کی

پیروی کرو اسی اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے نزول
قرآن سے پہلے بھی اور قرآن میں بھی تاکہ پیغمبر تمہیں
(حق بات) بتانے والا ہو اور تم (آگے) لوگوں کو بتانے
والے ہو پس تم لوگ نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور
اللہ کو مضبوطی سے تھام لو وہی تمہارا کارساز ہے پس کیا اچھا
کارساز ہے اور کتنا ہی بہتر مددگار ہے!

سامعین گرامی قدر!

سورۃ حج کی ان آیات میں جن لوگوں کو کچھ اوامر کا حکم دیا جارہا ہے
اور جن کا نام مسلمین رکھا گیا ہے............ جن کو فلاح و فوز کی یقین
دہانی کروائی جارہی ہے۔

جن کے بارے میں کہا جارہا ہے کہ انہیں تمام امتوں میں سے ممتاز
اور برگزیدہ بنایا گیا ہے۔

جن کے بارے میں فرمایا گیا کہ اللہ ان کا کارساز ہے اور مددگار
ہے آخر ان لوگوں سے مراد کون لوگ ہیں؟

وہ کون لوگ ہیں جنہیں یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کے مبارک لفظوں
سے پکارا جارہا ہے۔

ہر ذی ہوش............ اور معمولی عقل رکھنے والا شخص بھی سمجھ سکتا
ہے کہ اس آیت کے پہلے مخاطب اصحاب رسول ہیں اور ان آیات کے
اولین مصداق صحابہ کرام ہیں............ یہ سورۃ مدنی ہے............ اور
مہاجرین و انصار سب اس میں شامل ہیں............ ان سب کو مومن، فلاح
یافتہ، مجاہد فی سبیل اللہ، مسلمین کے القاب سے یاد کیا گیا ہے!

جن خوش نصیب لوگوں کو اتنے خوبصورت، حسین اور دلنشین القابات سے قرآن نے نوازا ہو........ ان کے بارے میں بدگمانیاں پھیلانا .... اور تنقید کا نشانہ بنانا.......... قرآنی احکام کو جھٹلانا ہے!

آیت نمبر ۱۶۵ تا ۱۷۸ سورۃ المعارج میں اللہ رب العزت نے کافر انسان کی حالت کو بیان فرمایا ہے کہ کافر دل کا کمزور سخت حریص، مصائب و تکالیف میں جزع فزع اور بے صبری کا مظاہرہ کرتا ہے۔

اور خوشحالی کی حالت میں تکبر و غرور کرتا ہے اور کار خیر میں اپنی دولت کو خرچ نہیں کرتا۔

اس کے بعد اللہ رب العزت نے کامل مومنوں کی کچھ صفات اور اوصاف کا تذکرہ فرمایا........ آیئے سنیئے!

إِلَّا الْمُصَلِّينَ ﴿٢٢﴾ الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ﴿٢٣﴾ وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَعْلُومٌ ﴿٢٤﴾ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ﴿٢٥﴾ وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿٢٦﴾ وَالَّذِينَ هُمْ مِنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُشْفِقُونَ ﴿٢٧﴾ إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ﴿٢٨﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ﴿٢٩﴾ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ﴿٣٠﴾ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ﴿٣١﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ﴿٣٢﴾ وَالَّذِينَ هُمْ بِشَهَادَاتِهِمْ قَائِمُونَ ﴿٣٣﴾ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ

صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ۝ أُولَٰئِكَ فِي جَنَّٰتٍ مُّكْرَمُونَ ۝ (المعارج)

لیکن وہ نمازی جو اپنی نماز پر ہمیشگی کرنے والے ہیں اور جن کے مالوں میں مقرر حصہ ہے مانگنے والوں کا بھی اور سوال سے بچنے والوں کا بھی اور جو قیامت کے دن پر یقین رکھتے ہیں اور جو اپنے پروردگار کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں بے شک ان کے رب کا عذاب بے خوف کی چیز نہیں اور جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں (یعنی زنا سے بچتے ہیں) مگر اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں انہیں کوئی ملامت نہیں۔

(سورۃ معارج مکی سورت ہے .... یہاں صرف بیویاں اور لونڈیوں کا ذکر ہوا ہے .... تیسری کوئی جگہ نہیں ہے شہوت رانی کے لیے .... جو لوگ کہتے ہیں کہ ابتدائے شریعت میں متعہ جائز تھا .... وہ اس آیت پر غور فرمائیں .... اگر ابتداء اسلام میں متعہ جائز ہوتا تو اس مکی سورت میں اس کا تذکرہ بھی ہونا چاہیے تھا)

(اسی لیے اگلی آیت میں بطور زجر فرمایا) اب جو کوئی ان دو راہوں کے علاوہ کوئی اور راہ ڈھونڈے گا (شہوت رانی کے لیے) تو ایسے لوگ حد سے نکلنے والے ہیں اور جو اپنی امانتوں کا اور اپنے عہد و پیمان کا خیال رکھنے والے ہیں اور جو اپنی گواہیوں پر قائم رہتے ہیں اور جو اپنی

نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

سامعین گرامی قدر!

اللہ رب العزت نے کفار کے تذکرے کے بعد سورۃ معارج کی آیت نمبر ۲۲ سے لے کر آیت نمبر ۳۴ تک جن لوگوں کی اعلیٰ صفات اور قابل رشک اوصاف کا تذکرہ فرمایا ہے۔

اس سے مراد کون لوگ ہیں؟

یہ سورت مکی سورت ہے.......... اور مکہ مکرمہ میں صرف دو گروہ تھے.......... ایک مشرکین مکہ کا گروہ تھا اور دوسری جماعت اصحاب رسول کی جماعت تھی.......... جنہوں نے بعد میں ہجرت کی اور مہاجرین کہلائے۔

اصحاب رسول کی بلند پایہ اور اعلیٰ اوصاف کے رب کائنات نے تذکرے فرما کر آیت نمبر ۳۵ میں بطور انعام فرمایا:

أُولَٰٓئِكَ فِي جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ

(ان صفات کے حامل لوگ) جنتوں میں عزت واحترام والے ہونگے۔

جن خوش نصیب لوگوں کے لیے اللہ رب العزت ان کی صفات اور خوبیاں شمار کر کے جنت کے وعدے فرمائے اور جن کو مکرمون کے خوبصورت لفظوں سے یاد کیا جائے.......... آج انہی لوگوں کے ایمان و اخلاص میں شک کرنا کس قدر بے باکی ہے؟

تنقید و تنقیص کرنے والوں کو اپنے انجام کی خبر بھی نہیں.......... مگر تنقید ان لوگوں پر کہ جنت جن کی منتظر ہے۔

آیت نمبر ۱۷۹، ۱۸۰

سورۃ الطلاق میں پہلے اللہ رب العزت نے کفار کو تخویف اور ڈرادا سنایا اور ان کے لئے تیار کردہ عذاب کا ذکر فرمایا.........

پھر مومنین کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ۚ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۛ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ﴿۱۰﴾ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ﴿۱۱﴾ (الطلاق)

پس اللہ سے ڈرو اے عقل مند ایمان والو یقیناً اللہ نے تمہاری طرف نصیحت (یعنی قرآن) اتاری ہے (اور اس نے تمہاری طرف بھیجا ہے) ایک رسول جو تمہیں اللہ کے واضح احکام پڑھ کر سناتا ہے تاکہ ان لوگوں کو جو ایمان لائیں اور اچھے عمل کریں وہ اندھیروں سے روشنی کی طرف لائے اور جو شخص ایمان لائے اور نیک عمل کرے اللہ اسے ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے بے شک اللہ نے اسے بہترین روزی دی۔

یہ سورت الطلاق کی آیتیں ہیں جو مدنی سورت ہے........ان

آیات میں اللہ رب العزت نے میرے پیارے پیغمبر کے ساتھیوں کی کئی اعلیٰ خوبیوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔

جو خوبیاں اور جو اوصاف ان میں میرے نبی کی تعلیم و تربیت کی وجہ سے پیدا ہوئے! میرے نبی نے ان کا تزکیہ نفوس فرمایا............ ان کے دلوں پر لگے ہوئے کفر و گناہوں کے زنگ کو اتارا۔

اور انہیں ایمان کی دولت سے مالا مال کر دیا............ انہیں کفر و شرک اور عصیاں کاریوں کے اندھیروں سے نکالا اور ایمان و اطاعت کا نور اور روشنی عطا فرمائی۔

انہیں عقل مند ہونے کی سند عطا فرمائی اور ان کے اعمال صالحہ کی تعریف فرما کر انہیں جنت کی ابدی نعمتوں کی بشارت سنائی۔

ان آیتوں کا مصداق مہاجرین بھی ہیں اور انصار بھی............ سب کے ساتھ اللہ رب العزت نے بہترین روزی اور جنت کا وعدہ فرمایا۔

ایسے خوش نصیب لوگوں کے ایمان سے بحث کرنا............ انہیں اپنے قلم کا تختہ مشق بنانا............ ان کے اعلیٰ اخلاق اور بلند صفات پہ پردے ڈالنا............ اپنی عاقبت برباد کرنے کے سوا کچھ نہیں!

آیت نمبر ۱۸۱

سورۃ نحل میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۗ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ (نحل)

جو کچھ تمہارے پاس ہے سب فانی ہے اور اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ باقی رہنے والا ہے اور صبر کرنے والوں کو ہم

اچھے کاموں کا بہترین بدلہ لازماً عطا کریں گے۔

صبر کا معنی ہے اللہ کے احکام پر جمے رہنا اور اس کی قائم کردہ حدود کو قائم رکھنا۔

اَلَّذِيْنَ صَبَرُوْا ...... صَبَرُوْا ماضی کا صیغہ ہے .... مراد مکہ مکرمہ کے وہ مظلوم صحابی ہیں جو دین توحید قبول کرنے کے بعد مشرکین کے مصائب برداشت کر رہے تھے .... اور مخالفت کے طوفانوں میں پہاڑ سے بڑھ کر مضبوطی سے دین پر جمے ہوئے تھے۔

انہیں خوشخبری سنائی جاری ہے کہ ہم انہیں ان کے اعمال کا بہترین صلہ اور بدلہ ضرور عطا فرمائیں گے۔

آیت نمبر ۱۸۲

سورۂ نحل کی اگلی آیت میں ارشاد ہوا:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (نحل)

جو شخص نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت بشرطیکہ مومن ہو تو ہم لازماً اسے نہایت پاکیزہ اور بہتر زندگی عطا فرمائیں گے اور (آخرت میں) ان کے نیک اعمال کا بہتر بدلہ بھی ضرور بالضرور دیں گے۔

اس آیت میں حیات طیبہ سے مراد دنیا کی زندگی ہے .... اس لیے کہ آخرت کی زندگی کا تذکرہ اگلے جملے میں موجود ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ایک مومن باکردار کی اطاعت و فرمانبرداری والی زندگی .... اور زہد و قناعت والی زندگی میں جو قلبی سکون اور دلی اطمینان

اور لذت وحلاوت محسوس ہوتی ہے وہ ایک کافر اور نافرمان انسان کو دنیا بھر کی آسائشوں اور سہولتوں کے باوجود میسر نہیں آتی۔

بعض مفسرین نے حیات طیبہ سے مراد رزق حلال لیا ہے۔

اور کچھ مفسرین نے حیات طیبہ سے مراد قناعت اور اطاعت الٰہی کی توفیق لی ہے۔

مراد کچھ بھی ہو.......... میں نے تو یہ ثابت کرنا ہے کہ مَنْ عَمِلَ پہ غور فرمائیں .... عَمِلَ ماضی کا صیغہ ہے.......... معلوم ہوتا ہے کہ آیت کے اترتے وقت کچھ لوگ موجود تھے جو ایمان لانے کے بعد اعمال صالحہ بجالاتے تھے۔

تو یقیناً یہ لوگ.......... اصحاب رسول ہی ہو سکتے ہیں.......... جن کے ایمان، اعمال صالحہ اور ان کے بدلے میں ملنے والے اجر وثواب کا تذکرہ ہوا۔

آیت نمبر ۱۸۳

اسی سورۃ نحل کی آیت نمبر ۹۸ میں ارشاد ہوا:

فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿٩٨﴾ إِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿٩٩﴾

(نحل)

اور جب آپ قرآن کی تلاوت کرنا چاہیں تو شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں بے شک ایمان والوں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھنے والوں پر شیطان کا زور نہیں چلتا۔

اس آیت میں بھی آمَنُوْا ماضی کا صیغہ استعمال ہوا............ معلوم ہوتا ہے کہ نزول قرآن کے وقت کچھ لوگ ایسے تھے جو ایمان کی دولت سے مالا مال تھے............ ان کی یہ صفت تھی کہ وہ اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں۔

اور وہ ایسے کھرے، مخلص مؤمن اور رحمان کے بندے تھے کہ شیطان ان پر قابو نہیں پاسکتا!

اس آیت کی موجودگی میں............ اور اللہ رب العزت کی اس اطلاع کے بعد............ جو شخص اس خبیث اور نجس عقیدے اور نظریئے کا قائل ہو کہ امام الانبیاء ﷺ کی وفات کے بعد تین چار صحابہ کے سوا سب کے سب (معاذ اللہ) مرتد ہو گئے تھے............ تو وہ شخص اس آیت کی صداقت کا منکر ہے۔

یہ آیت برملا اعلان کر رہی ہے کہ جو لوگ ایمان لا چکے تھے ان پر شیطان کا بس اور قابو نہیں چلتا۔

اگر وہی لوگ کچھ مدت بعد دین اسلام سے پھر گئے اور کفر کی جانب پلٹ گئے پھر تو ان پر شیطان کا وار کارگر ہو گیا............ اور شیطان نے ان پر قابو پالیا............ اور یہ بات قرآن کی اس آیت کی تکذیب کر رہی ہے............ ہم اس سوچ سے بھی اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

آیت نمبر ۱۸۴ اسی سورۃ نحل میں فرمایا:

قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ (نحل)

آپ کہہ دیجیے کہ اس قرآن کو آپ کے رب کی طرف سے
جبرائیل حق کے ساتھ لے کر آئے ہیں تا کہ اللہ ایمان
والوں کو ثابت قدم رکھے اور مسلمانوں کے لیے ہدایت
اور خوشخبری (کا ذریعہ) ہو جائے۔
یعنی یہ قرآن میرے پیغمبر کا بنایا ہوا نہیں ہے۔
بلکہ اسے جبریل امین جیسی مقدس ہستی نے حق و صداقت اور سچائی
کے ساتھ رب العزت کی طرف سے اتارا ہے۔
جیسے دوسرے مقام پہ فرمایا:

نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ﴿١٩٣﴾ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ
مِنَ الْمُنذِرِينَ ﴿١٩٤﴾ (شعراء)

اس قرآن کو روح الامین نے (جبریل امین) تیرے
دل پہ اتارا ہے۔!
نزول کا مقصد اور غرض یہ ہے کہ مومنین کے دل مضبوط اور مطمئن
رہیں.........اور یہ قرآن مسلمانوں کے لیے مزید ہدایت کا ذریعہ بنے اور
مسلمان اس کے سبب بشارت اور خوشخبریاں پائیں۔
سامعین گرامی قدر!
یہ سورت نحل کی آیت مقدسہ ہے.........یہ سورۃ ہجرت سے پہلے
نازل ہوئی ہے۔
اس آیت میں اللہ رب العزت نے.........اٰمَنُوْا کا لفظ
استعمال کیا ہے.........جو ماضی کا صیغہ ہے.........جو ثابت کر رہا ہے کہ
جن حضرات کی ایمانی پختگی، ہدایت اور بشارت کا تذکرہ ہو رہا ہے وہ حضرات

اس آیت کے نزول سے پہلے ایمان لا چکے تھے۔

ان خوش قسمت لوگوں کو اللہ رب العزت نے مؤمن اور مسلمان فرمایا ہے اور ان کی ثابت قدمی کا تذکرہ فرمایا ہے!

اگر ان حضرات نے بقول دشمنانِ صحابہ.......... بعد از وفاتِ نبی اسلام اور دین سے پھر جانا تھا

اور ان کے قدم ہدایت کے راستے سے پھسل جانے تھے...... تو پھر علام الغیوب نے ان کی ایمان پر ثابت قدمی کا تذکرہ کیوں فرمایا

یہ اصحابِ رسول پر تبرا نہیں بلکہ اللہ رب العزت کے صفتِ علم پر حملہ ہے۔

شاید اسی لیے دشمنانِ اصحاب رسول نے عقیدہ بداء ایجاد کیا......

......یعنی بعض اوقات اللہ کو کوئی کام کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ

..........یہ کام صحیح اور درست نہیں ہوا (معاذ اللہ)

آیت نمبر ۱۸۵ سورۃ الحج کی آیت نمبر ۵۲ میں فرمایا کہ جب بھی کوئی نبی اللہ کی وحی پڑھ کر قوم کو سناتا تو شیطان اس میں شبہات اور شکوک ڈال دیتا تھا۔

میرے پیارے پیغمبر! آپ کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہو رہا ہے کہ جب آپ قرآن پڑھ کر سناتے ہیں.......... تو شیطان مختلف قسم کے شکوک اور شبہات لوگوں کے ذہنوں میں ڈال دیتا ہے۔

یہ شکوک وشبہات کفار اور مشرکین کے لیے آزمائش اور فتنے کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔

اور ان مشرکین وکفار کے مقابلے میں مسلمانوں کا کیا حال ہوتا ہے

اسے بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوبُهُمْ ۗ وَإِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِينَ اٰمَنُوٓا إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ (حج)

اور تاکہ یقین کرلیں وہ لوگ جنہیں علم دیا گیا ہے کہ یہ آپ کے رب کی طرف سے حق ہے پھر وہ (اسی پڑھی ہوئی آیات پر) ایمان لائیں اور ان کے دل اللہ کی طرف جھک جائیں بے شک اللہ ایمان والوں کو سیدھے راستے کی طرف رہبری کرنے والا ہے!

سامعین گرامی قدر!

اس آیت کریمہ میں کفار و مشرکین کی گمراہی اور فتنے میں مبتلا ہو جانا

پھر اس کے مقابلے میں جن اہل علم کا تذکرہ ہوا ان سے مراد کون لوگ ہیں؟

یہ کن لوگوں کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ وہ آیات الٰہیہ پر ایمان لاتے ہیں؟ یہ کن عظیم المرتبہ لوگوں کا تذکرہ ہو رہا ہے کہ جن کے قلوب اللہ کی آیات کی طرف مائل ہوتے ہیں؟

آخر یہ کون ہیں؟ جن کی صراط مستقیم کی جانب اللہ رب العزت نے رہبری فرمائی ہے!

ہر شخص کا ایک ہی جواب ہوگا کہ

اصحاب رسول کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے؟

وہی اس آیت کے اولین اور پہلے مصداق ہیں.........وہی اس کے پہلے مخاطب ہیں۔

پھر آج ان کے ایمان کے بارے میں گفتگو اور بحث وہی کر سکتا ہے جس کا موجودہ قرآن پر ایمان نہ ہو۔

آیت نمبر ۱۸۶۔۱۸۷

اللہ رب العزت نے ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُوا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَ يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿۲۶﴾ الشوری)

اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو سب جانتا ہے اور ان لوگوں کی دعائیں جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے قبول فرماتا ہے اور ان کو اپنے فضل سے (مانگنے سے) زیادہ عطا کرتا ہے اور کفار کے لیے سخت عذاب ہے!

سامعین گرامی قدر!

یہ مکی سورت ہے.........مکہ مکرمہ میں ایمان لانے والوں کا تذکرہ ہو رہا ہے.....جو مظلومیت کے دور میں کفر کے آگے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنے رہے.........اور مضبوطی اور استقامت کے پہاڑ ثابت ہوئے۔

ان کے لیے گناہوں کی معافی کا اعلان فرمایا.......... ان کی عبادات کی قبولیت کا وعدہ فرمایا۔

اور انہیں خوشخبری اور بشارت سنائی کہ میں انہیں ان کے مانگے سے زیادہ عطا کرونگا۔

یا میں انہیں ان کے ایمان قبول کرنے اور نیک اعمال کا بدلہ اور ثواب ان کی توقع اور امید سے بڑھ کر دونگا۔

آیت نمبر ۱۸۸ سامعین گرامی قدر! میں مختلف آیات کریمہ سے اس بات پر استدلال کرنا چاہتا ہوں کہ امام الانبیاء ﷺ معلم اور مزکی بن کر تشریف لائے.......... اور قرآن نے آپ کی ایک صفت.......... وَ يُزَكِّيهِمْ .... کا کئی جگہوں پر تذکرہ فرمایا۔

کہ آپ ایمان لانے والے حضرات کے.......... اور اپنی محفل و مجلس میں بیٹھنے والے افراد کے قلوب ونفوس کا تزکیہ فرماتے ہیں۔

ان کو کفروشرک سے،نفاق والحاد سے پاک صاف بنادیتے ہیں!

قرآن مجید میں جگہ جگہ اللہ رب العزت نے اصحاب رسول کی مختلف صفات واوصاف کے تذکرے فرما کر.......... ان کے ایمان وتقویٰ کی گواہیاں دے کر.......... ان کے خشوع وخضوع کو بیان کرکے.......... ان کی خشیت الہی کو ذکر کرکے.......... اس حقیقت پر مہر تصدیق ثبت فرمائی ہے کہ میرا پیغمبر اپنی بعثت کے مقصد میں مکمل طور پر کامیاب ہوا اور میرا پیغمبر اپنے مشن میں کامران رہا ہے۔

میں اس سلسلے میں چند آیات انتہائی مختصر سے تبصرے کے ساتھ مزید پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں!

سورۃ الروم میں اللہ رب العزت نے قیامت کے دن کا تذکرہ کرتے ہوئے دو جماعتوں کا ذکر فرمایا۔

کفار کے بارے میں فرمایا.........وہ قیامت کے دن عذاب میں پکڑے جائیں گے۔

اور مسلمانوں کا تذکرہ فرماتے ہوئے کہا:

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِیْ رَوْضَةٍ یُّحْبَرُوْنَ ۝ (الروم)

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے وہ جنت میں خوش وخرم کردیے جائیں گے۔

سورۃ الروم مکی سورت ہے.........اس میں کفار ومشرکین کے تذکرے سے مراد کفار مکہ ہیں.........جن میں ابوجہل، ابولہب، عتبہ، شیبہ وغیرہ شامل ہیں۔

ان کفار کے مقابلے میں جن ایمان والوں کا تذکرہ فرمایا.........ان سے مراد کون ہیں؟

ہر ذی ہوش سمجھ سکتا ہے کہ مشرکین مکہ کے مقابلے میں جن مومنین کا تذکرہ ہو رہا ہے۔

اس سے مراد اصحاب رسول ہیں.........جو مکہ مکرمہ میں ایمان قبول کرچکے تھے ان ہی خوش نصیب لوگوں کے لیے اللہ رب العزت نے

جنت کے باغوں کا اور خوش وخرم زندگی کا وعدہ فرمایا ہے۔

آیت نمبر ۱۸۹، ۱۹۰

اسی سورت روم میں فرمایا:

مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ۝ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (الروم)

کفر کرنے والوں پر ان کے کفر کا وبال ہوگا اور نیک عمل کرنے والے اپنی ہی آرام گاہ سنوار رہے ہیں تاکہ اللہ ان کو اپنے فضل سے جزا دے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے یقیناً اللہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔

یہ آیتیں ہجرت سے پہلے نازل ہوئیں اور کفار کو عذاب کی وعید سنا کر ایمان والوں کا تذکرہ فرمایا۔

یہ وہی حضرات ہیں جو مکہ مکرمہ میں ایمان قبول کر چکے تھے اور نیک اعمال کے خوگر تھے۔

جو ایمان نہیں لائے وہ کفار کے زمرے میں شامل ہیں .... اللہ ان کو پسند نہیں کرتا .... اللہ تو محمد عربی ﷺ کے ساتھیوں کو پسند فرماتا ہے جو ایمان لائے اور اخلاص سے لائے اور پھر اچھے اچھے عمل کیے۔

جو شخص اصحاب رسول کو مؤمن ماننے کے لیے تیار نہ ہو وہ خود اللہ کی نگاہوں میں مؤمن نہیں ہے۔

آیت نمبر ۱۹۱

سورۃ لقمان کی آیت نمبر ۲۱ میں اللہ رب العزت نے مشرکین اور کفار کا تذکرہ فرمایا:

کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی نازل کردہ وحی کی پیروی کرو ....اور ہماری شریعت کے آگے سر جھکا دو............ تو وہ جواب میں کہتے ہیں کہ ہم تو اپنے آباء واجداد کے راستے کی پیروی کریں گے۔

اگلی آیت میں کفار کے مقابلے میں دوسری جماعت کا تذکرہ ان الفاظ میں فرمایا:

وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۭ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿٢٢﴾ (لقمان)

اور جو شخص اپنے آپ کو اللہ کے تابع کر دے اور وہ ہو بھی نیکو کار یقیناً اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا اور تمام کاموں کا انجام اللہ کی طرف ہے!

یہ آیتیں بھی مکی سورت کی ہیں............ آیت نمبر ۲۱ میں مشرکین مکہ کی ضد اور ہٹ دھرمی کو بیان فرمایا۔

اور آیت نمبر ۲۲ میں کفار کے مقابلے میں اللہ نے اپنے فرمانبردار اور مطیع لوگوں کا تذکرہ فرمایا۔

کفار کے مقابلے میں جن مسلم اور محسن لوگوں کا اللہ نے تذکرہ فرمایا ان سے اصحاب رسول کے علاوہ اور کون مراد ہو سکتا ہے؟

یہی وہ خوش قسمت لوگ ہیں جنہوں نے ایمان قبول کر کے اور محسن بن کے العروۃ الوثقیٰ کو تھام لیا اور پکڑ لیا............ یعنی اللہ سے پختہ عہد لے لیا

کہ وہ ان کو عذاب نہیں دے گا۔

آیت نمبر ۱۹۲ سورۃ عنکبوت کی آیت نمبر ۴ میں اللہ رب العزت نے کفار و مشرکین کا تذکرہ فرماتے ہوئے کہا.........کہ انہوں نے سمجھ رکھا ہے کہ وہ ہماری گرفت اور عذاب سے اور ہمارے قابو سے باہر ہو جائیں گے اور بھاگ نکلیں گے۔

پھر آیت نمبر ۷ میں فرمایا:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۝ (عنکبوت)

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ہم ان کے تمام گناہ ان سے دور کر دیں گے اور ان کو ان کے نیک اعمال کے بہترین بدلے عطا فرمائیں گے۔

اسی سورت عنکبوت میں آگے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ۝ (عنکبوت)

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کیے انہیں میں اپنے نیک بندوں میں شمار کروں گا۔

سورۃ عنکبوت مکی سورت ہے.........مکہ مکرمہ میں ہجرت سے پہلے نازل ہوئی۔

اس سورت کی ان دونوں آیتوں میں اٰمَنُوْا اور عَمِلُوْا ......دونوں ماضی کے صیغے استعمال کیے گئے ہیں۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ جن حضرات کا یہاں ذکر ہو رہا ہے وہ پہلے ایمان لا چکے اور نیک عمل کر چکے ہیں۔

ان سب حضرات کو.........صالحین قرار دیا گیا۔

اب جو شخص مہاجرین صحابہ کو منافق کہتا ہے.........یا ان کے ایمان کا انکار کرتا ہے۔

یا ان کے تقوی و نیکی کا انکار کرتا ہے.........تو حقیقت میں وہ شخص قرآن کی صداقتوں کا منکر ہے۔

جس شخص کا قرآن کی صداقت پر اور محفوظیت پر ایمان ہے.........وہ شخص اصحاب رسول کے ایمان اور تقوی و صداقت کا انکار نہیں کرسکتا! وہ ایمان رکھتا ہے کہ جن اصحاب رسول نے ہجرت فرمائی وہ سب کے سب آخر دم تک ایمان دار رہے اور وہ سب کے سب صالحین تھے.........ان میں کوئی بھی منافق نہیں تھا۔

سورت عنکبوت کی یہ دونوں آیتیں اس حقیقت پر شاہد اور گواہ ہیں

آیت نمبر ۱۹۳ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۳۵ میں فرمایا کہ یہود و نصاری لوگوں سے کہتے ہیں کہ ہدایت پانا چاہتے ہو تو یہودی یا عیسائی ہو جاؤ۔

(حالانکہ یہود و نصاری بعض نبیوں کو مانتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں)

اگلی آیت میں فرمایا کہ مسلمانو! تم ان کے جواب میں کہو:

قُولُوٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ

النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ (البقرہ ۱۳۶)

تم سب کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس چیز پر جو ہماری طرف اتاری گئی اور جو چیز ابراہیم، اسماعیل، اسحاق یعقوب (علیہم السلام) اور ان کی اولاد پر اتاری گئی اور جو کچھ اللہ کی طرف سے موسیٰ اور عیسیٰ اور دوسرے انبیاء کو دیا گیا ہم ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے (یعنی بعض پر ایمان لائیں اور بعض پر ایمان نہ لائیں بلکہ ہم سب انبیاء پر ایمان لاتے ہیں) اور ہم اسی اللہ کے فرمانبردار ہیں!

سامعین گرامی قدر!

انصاف سے بتلایئے کہ یہود و نصاریٰ کے جھوٹے دعویٰ کے جواب میں یہ سچا جواب کن لوگوں سے دلوایا جا رہا ہے؟

یہ قُوْلُوْا ......کے مخاطب کون ہیں؟

یہ آمَنَّا......کا اعلان کرنے والے کون ہیں؟

یہ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْن......کے پیارے اور محبت بھرے جملے کن لوگوں کی زبان سے ادا ہو رہے ہیں؟

یہود و نصاریٰ کے جواب میں جن کی زبان سے اللہ رب العزت ایمان کے اعلان کروا رہا ہے۔

آج ان ہی کے ایمان میں شک .... آج ان ہی کے اخلاص میں شک......... آج ان ہی کے اسلام میں شک باعث حیرت بھی ہے

اور لائق تعجب بھی۔

آیت نمبر ۱۹۴ مشرکین مکہ نے بیت اللہ کی تعمیر کی تھی اور وہ اپنے آپ کو بیت اللہ کا متولی سمجھتے تھے.......... وہ حاجیوں کو ستو پلاتے اور ان کی خدمت کیا کرتے تھے۔

مشرکین مکہ کو اپنے ان اعمال پر ناز تھا اور وہ مجلسوں میں اس کا تذکرہ کیا کرتے تھے۔

اللہ رب العزت نے ان کے جواب میں فرمایا:

أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ لَا يَسْتَوُونَ عِندَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿١٩﴾ (التوبہ)

کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کی خدمت کرنا اس شخص کے برابر کر دیا جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لایا اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا یہ دونوں اللہ کے نزدیک برابر نہیں اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا!

سامعین گرامی قدر!

سورۃ التوبہ مدنی سورت ہے.......... مدینہ منورہ میں.......... امام الانبیاء ﷺ کی زندگی کے آخری دور میں نازل ہوئی۔

سورۃ التوبہ کی اس آیت میں.......... مشرکین کے بظاہر اچھے نظر آنے والے اعمال کے مقابلے میں جن لوگوں کے ایمان اور جہاد فی سبیل اللہ کا تذکرہ ہو رہا ہے۔

یہ کون لوگ ہیں؟

جس وقت اس آیت کا نزول ہو رہا تھا تو اس وقت مدینہ منورہ میں اور مدینہ کے گردونواح میں ایسے کون سے لوگ موجود تھے جو ایمان کی صفت سے متصف.......... اور جہاد فی سبیل اللہ کے جذبے سے ایسے معمور تھے کہ خود اللہ ان کی گواہی اور شہادت دے رہا ہے۔

اگر یہ مہاجرین وانصار نہیں تھے.......... تو اور کون تھے؟

اور اگر اس سے مراد اور اس کے اولین مخاطب اصحاب رسول ہیں تو پھر ان کے ایمان اور اخلاص اور ان کے جذبہ جہاد میں شک کرنا کسی مسلمان کا شیوہ نہیں ہو سکتا!

آیت نمبر ۱۹۵ سورہ محمد کی آیت نمبر ۱۵ میں اللہ رب العزت نے مومنوں کو جنت کی خوشخبری اور بشارت سنائی۔

آیت نمبر ۱۶ میں منافقین کی ایک خباثت کا تذکرہ کیا کہ آپ کی محفل اور مجلس میں آتے ہیں مگر لاپرواہی اور غفلت اور شرارت کی نیت سے.......... جب باہر نکلتے ہیں تو مسلمانوں سے از راہ تمسخر پوچھتے ہیں کہ اس شخص (یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) نے ابھی ابھی کیا بیان کیا ہے؟

منافقین کے تذکرے کے بعد فرمایا:

وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ﴿۱۷﴾ (محمد)

اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں اللہ نے ان کو ہدایت میں اور بڑھا دیا ہے۔ اور ان کو ان کی پرہیز گاری عطا فرمائی ہے!

سورت محمد مدنی سورت ہے.......... یعنی ہجرت کے بعد نازل ہوئی ہے اس سورت میں منافقین کی ایک خباثت کے تذکرے کے بعد ....جن ہدایت یافتہ لوگوں کا تذکرہ ہو رہا ہے۔

اس سے مراد کون لوگ ہیں؟

آخر یہ خوش نصیب طبقہ کون سا ہے جن کے تقویٰ اور پرہیزگاری کو سراہا جارہا ہے۔

مہاجرین وانصار اور اصحاب رسول کے سوا کون ہوسکتا ہے؟

اور اگر اس سے مراد اصحاب رسول ہیں اور یقیناً ہیں.......... تو پھر ان کے ایمان، ایقان، خلوص، اخلاص، تقویٰ وعدالت کے متعلق بحث کرنے والا مؤمن بالقرآن ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں.......... منافقین کے مقابلے میں اصحاب رسول کے تذکرے سے یہ حقیقت واضح ہوئی کہ اصحاب رسول کا ایمان کھرا، اخلاص وخلوص پاکیزہ، تقویٰ بے مثال اور وہ ہدایت کے مرکز اور محور تھے!

سامعین گرامی قدر!

میں نے آج کے خطبے میں جتنی آیات پیش کی ہیں.......... ان آیتوں سے میرا استدلال یہ ہے کہ امام الانبیاء ﷺ کی بعثت کا ایک مقصد تزکیہ نفوس تھا۔

آپ اس مقصد میں سو فیصد کامیاب ہوئے اور ایمان داروں کی ایک ایسی بے مثال جماعت تیار فرمائی.......... کہ اللہ رب العزت نے ان کے ایمان، ان کے اعمال صالحہ، ان کے ولولۂ جہاد، ان کے تقویٰ، ان کی صداقت کے تذکرے قرآن مقدس میں فرمائے اور پھر ان پر دنیوی اور

اخروی انعامات کی بارش برسادی۔

اس سلسلے کا باقی مضمون ان شاء اللہ آئندہ خطبہ جمعہ میں بیان کروں گا۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

اٹھارہویں تقریر

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ
الْاَمِيْنِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○
ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا
فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ
بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾ (النحل)

پھر بے شک آپ کا رب ان لوگوں کے لیے جنہوں نے
مصیبت اٹھانے کے بعد ہجرت کی پھر جہاد کیا اور (دین
پر) قائم رہے تو آپ کا رب ان اعمال کے بعد بڑی

مغفرت کرنے والا بڑی رحمت کرنے والا ہے!

سامعین محترم! میں نے گذشتہ خطبات میں.......... بڑی تفصیل کے ساتھ اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فضائل ومناقب میں.......... قرآن مجید کی ایسی آیتوں سے استدلال کیا.......... جن میں ان کے ایمان واخلاص اور تقوی وہدایت اور مغفرت وبخشش کے تذکرے تھے اور ان کے لیے دنیوی اور اخروی انعامات کے وعدے کیے گئے!

اس سے پہلے کہ میں آپ حضرات کے سامنے وہ آیات پیش کروں.......... جن میں اصحاب رسول کے لیے فوز وفلاح، کامیابی وکامرانی، ان کے لیے جنت اور جنت کے باغات کے وعدے.......... ان کے مؤمن صادق ہونے کی سند، ان کے اعمال صالحہ کی تحسین.......... ان کے لیے مقرر کردہ اجر وثواب کا تذکرہ اللہ رب العزت نے فرمایا ہے۔

ضروری سمجھتا ہوں کہ اصحاب رسول کے دعویٰ ایمان کے بعد ان پر آنے والی آزمائشیں.......... ابتلاء وامتحان، اصحاب رسول کی ہجرت اور ہجرت کے بعد ان کا اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے جہاد.......... اور جہاد میں ان کی قربانیاں اور شہادتیں.......... ان سب چیزوں کا تذکرہ قرآن کے آئینے میں پہلے کروں۔

تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں اصحاب رسول کی تعریف وتوصیف.......... ان کے مؤمن صادق ہونے کی گواہی، ان کے لیے فوز عظیم کے اعلان اور جنت کی بشارتیں.......... ان کے جذبہ ایمان وجہاد اور ان کے اخلاص ووفا کو دیکھنے اور پرکھنے کے بعد دی ہیں۔

آپ تاریخ و سیرت کی کتابیں اٹھائیں اور انہیں پڑھیں
..........آپ پر یہ حقیقت واضح ہوگی کہ:

اعلان نبوت کے بعد خود امام الانبیاء ﷺ پر مصیبتوں اور دکھوں کے پہاڑ توڑے گئے آپ کا راستہ روکنے کے لیے مشرکین نے ہر حربہ استعمال کیا۔

جسمانی تکالیف، ذہنی اذیت، سوشل بائیکاٹ، فتوے اور گالیاں، توہین آمیز رویہ، ہتک آمیز سلوک، مخالفت میں میٹنگیں اور مشورے
..........غرضیکہ ہر طریق سے توحید کی آواز اور حق کی صدا کو دبانے کی کوشش کی گئی پھر جو خوش نصیب لوگ یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے آپ پر ایمان لائے اور آپ کی آواز پر لبیک کہا..........اور ہر بات میں آپ کی تائید اور تصدیق کی..........آپ کے دست و بازو بنے اور اصحاب رسول کہلائے

ان کو ستانے میں، ان کی آواز کو دبانے میں، ان کا راستہ روکنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی گئی۔

ان کا مکہ مکرمہ میں رہنا دوبھر کر دیا گیا..........ان کا چین چھن گیا، آرام تج گیا سکون لٹ گیا، نیندیں اڑ گئیں، شکنجوں میں کسے گئے، انگاروں پر لٹائے گئے، پتھروں سے پیٹے گئے اور خون میں نہلائے گئے۔

جب مکہ میں رہنا مشکل اور دوبھر ہو گیا..........تو انہیں ہجرت کی اجازت ملی اور کئی صحابہ حبشہ کی جانب ہجرت کر گئے جہاں ایک عیسائی بادشاہ نجاشی حکمران تھا۔

مشرکین مکہ کا وفد وہاں بھی جا پہنچا اور مظلوم مسلمانوں کی واپسی کا

مطالبہ کردیا مسلمانوں کی طرف سے سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بڑے بھائی سیدنا جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نجاشی کے دربار میں اسلام کا موقف اتنے موثر انداز میں پیش فرمایا کہ نجاشی اور اس کے درباری سن کر دنگ رہ گئے سیدنا جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر دلپذیر سن کر نجاشی نے مشرکین مکہ کے مطالبے کو مسترد کر دیا اور مسلمانوں کو شاہی مہمان کا درجہ دے دیا۔

مشرکین مکہ کے مظالم جب حد سے بڑھنے لگے.......... اور مسلمانوں کے لیے ناقابل برداشت ہونے لگے۔

اور مشرکین نے امام الانبیاء ﷺ کے شہید کرنے کا مذموم اور ناپاک منصوبہ بنالیا تو اللہ رب العزت نے اصحاب رسول کو اور خود رسول ﷺ کو مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کا حکم دے دیا،

آپ حضرات یقیناً میرے ساتھ اتفاق کریں گے کہ اپنا وطن چھوڑنا آسان کام نہیں ہے۔

اپنے کاروبار کو خیرباد کہنا.......... اتنا سہل نہیں ہے .... رشتے داروں اور برادری سے ٹوٹنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔

اپنے آبائی مکانوں سے نکل جانا کاردارد

مگر اصحاب رسول نے یہ سب کچھ، تن من دھن اور وطن، گھر بار اور مکان، دوکانیں اور کاروبار، برادری اور رشتے دار، رشتے اور ناطے بعض نے اپنے بیوی اور بچے.......... سب کچھ اللہ اور رسول ﷺ کی محبت میں اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے اور دین کی حفاظت کے لیے.......... قربان کر دیا

آئیے میں آپ حضرات کو قرآن مجید کی وہ آیات سناتا ہوں.......... جن

میں اصحاب رسول کی ہجرت اور جہاد فی سبیل اللہ کے تذکرے اللہ رب العزت نے فرمائے ہیں۔

آیت نمبر ۱۹۶ سب سے پہلے وہ آیت کریمہ پیش کرنا چاہتا ہوں جس میں اللہ رب العزت نے ان صحابہ کرام کو جو مکہ میں دکھ بھری اور مصیبت زدہ اور تکلیف دہ زندگی گزار رہے تھے..........انہیں وطن چھوڑنے کی اور ہجرت کرنے کی ترغیب دی۔

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ﴿٥٦﴾ (العنکبوت)

اے میرے مؤمن بندو میری زمین بہت وسیع اور کشادہ ہے پس تم میری ہی عبادت کرو۔

اس آیت میں اصحاب رسول کو کتنے پیار بھرے انداز سے مخاطب کیا جارہا ہے۔

اے میرے ایمان دار بندو!

اللہ رب العزت تو صحابہ کرام کو ایمان دار بندوں کی سند عطا فرمارہا ہے..........اور دشمنانِ اصحاب رسول کو ان کے ایمان میں شبہ ہو رہا ہے۔

گویا کہ اصحاب رسول کے دشمنوں کو اللہ کے کلام پر اعتبار اور اعتماد نہیں ہے!

سورۃ عنکبوت کی آیت نمبر ۵۷ میں فرمایا:

ہر نفس نے موت کا مزہ چکھنا ہے۔

یعنی اگر کسی کے دل میں خیال آئے کہ وطن سے ہجرت کروں گا تو راستے میں موت آجائے گی۔

تو یہ خیال دل سے نکال دے......... موت تو ہر حال میں آ نی ہی آنی ہے......... چاہے آدمی گھر کے تہہ خانے میں ہو یا ہجرت کر کے کھلے میدان میں ہو!

اللہ رب العزت کے اس مشورے کی تعمیل کرتے ہوئے مکہ میں ایمان قبول کرنے والے مؤمنین نے ہجرت فرمائی۔

کچھ لوگوں نے مکہ سے حبشہ کی جانب ہجرت کی......... اور پھر سب کے سب نے مکہ سے مدینہ کی جانب ہجرت کر کے......... مہاجر ہونے کا شرف حاصل کیا۔

آیت نمبر ۱۹۸،۱۹۷ اسی سورت عنکبوت کی اگلی آیت میں ایمان داروں کو خوشخبری سناتے ہوئے فرمایا:

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ نِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ﴿٥٨﴾ الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٥٩﴾ (العنکبوت)

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے انہیں ہم جنت کے ان بالا خانوں میں جگہ دیں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہونگی جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے عمل کرنے والوں کا کیا ہی اچھا اجر ہے! (وہ عمل کرنے والے کون ہیں)

جنہوں نے صبر کیا اور وہ اپنے رب پہ بھروسہ رکھتے ہیں!

یعنی دین پہ مضبوطی سے قائم رہے......... ہجرت کی تکلیفیں

برداشت کیں اہل وعیال اور عزیز واقارب سے دوری کو محض اللہ کی رضا کے لیے گوارا کیا ہم نے ایسے خوش نصیب لوگوں کے لیے جنت میں بالا خانے تیار کر رکھے ہیں۔

اس آیت کا پہلا مصداق.......... اصحاب رسول .... خصوصاً مہاجرین کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے؟

آیت نمبر ۱۹۹ قرآن مجید میں ایک اور مقام پر مکہ کے مظلوم مسلمانوں کو ہجرت کی ترغیب اس انداز سے دی:

قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ⑩ (الزمر)

کہہ دیجیے اے میرے مؤمن بندو! اپنے رب سے ڈرتے رہو جو لوگ اس دنیا میں نیکی کرتے ہیں ان کے لیے نیک بدلہ ہے (دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی) اور اللہ کی زمین بہت کشادہ ہے صبر کرنے والوں کو ان کا پورا پورا بے شمار اجر دیا جائے گا۔

سامعین گرامی قدر!

اس آیت میں بھی مکہ کے مظلوم اور ستائے ہوئے صحابہ کرام کو اللہ رب العزت نے اسی پیار بھرے انداز سے مخاطب کیا ہے۔

اے میرے ایمان دار بندو!

پھر فرمایا اگر مکہ میں ایمان بچانا مشکل ہو رہا ہے .... اور

تقویٰ اختیار کرنا دشوار ہو رہا ہے تو پھر میری زمین فراخ، وسیع اور کشادہ ہے..........کسی ایسے ملک کی طرف ہجرت کر جاؤ جہاں احکام الٰہی پر عمل کرنا آسان ہو اور جہاں ایمان و تقویٰ اختیار کرنے کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔

آخر میں فرمایا:

ہجرت کرنا واقعی ایک مشکل کام ہے..........وطن سے دوری اور برادری سے کنارہ کشی سہل نہیں..........اسی لیے اس کا اجر و ثواب بھی بلا حساب اور بے شمار ہو گا۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ:

اس آیت سے وہ مہاجرین مراد ہیں جو حبشہ کی جانب ہجرت کر گئے تھے!

تفسیر قرطبی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے امام الانبیاء ﷺ کا یہ ارشاد موجود ہے کہ:

قیامت کے دن میزان نصب کی جائے گی پھر نمازیوں کو ان کی نماز کا وزن کر کے اجر دیا جائے گا۔

اسی طرح حج کرنے والوں کو اور صدقات دینے والوں کو ان کے اجر عطا کیے جائیں گے۔

پھر ان لوگوں کو بلایا جائے گا جنہوں نے راہ حق میں مصائب برداشت کیے..........جن کو آزمائش کی بھٹیوں میں ڈالا گیا اور دکھوں کی وادیوں سے گزارا گیا..........ان کے لیے کوئی میزان نصب نہیں ہو گی..........ان کے لیے کوئی اعمال نامہ نہیں پھیلایا جائے گا بلکہ ان کو بغیر

حساب کے اجر دیا جائے گا۔

اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ

ان ستم زدہ اور مصیبت زدہ لوگوں کے اجر وثواب کو دیکھ کر وہ لوگ جنہوں نے دنیا میں آرام اور عافیت کی زندگی بسر کی تھی .... یہ آرزو اور خواہش کریں گے کہ کاش دنیا میں راہ حق میں ان کے وجود قینچیوں سے کاٹ دیئے جاتے اس آیت کریمہ میں مہاجرین کے لیے بہت بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے .... اور ان کے لیے بغیر حساب کے لا تعداد اجر وثواب کا اعلان کیا گیا ہے۔

وہ خوش نصیب لوگ جو حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے .... اور وہ خوش بخت جو مدینہ منورہ کی جانب ہجرت فرما گئے وہ اس آیت کا مصداق ہیں اور اس آیت میں بیان کردہ فضائل کے مستحق ہیں۔

آیت نمبر ۲۰۰

سورۃ نساء میں ہجرت کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا

وَمَن يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرَاغَمًا كَثِيرًا وَسَعَةً ۚ وَمَن يَخْرُجْ مِن بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿١٠٠﴾ (النسآء)

اور جو شخص اللہ کی راہ میں وطن چھوڑے گا تو وہ زمین میں جگہ پائے گا بہت اور کشادگی پائے گا اور جو کوئی اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف نکل کھڑا ہو پھر اسے

موت آ پکڑے تو بھی اس کا اجر اللہ کے ذمہ لازم ہو گیا اور

اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا مہربان ہے!

اس آیت میں جہاد کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا کہ ہجرت کرنے والوں کو رہنے کے لیے اچھا ٹھکانا دیں گے جس طرح مدینہ منورہ میں دیا اور ان کی روزی اور معیشت میں بھی کشادگی اور فراخی کر دیں گے جس طرح ہجرت کے کچھ مدت بعد ہی مہاجرین کے قدموں میں مال غنیمت کے ڈھیر لگ گئے۔

اس آیت مبارکہ میں جن لوگوں کو وطن چھوڑنے کی ترغیب دی جا رہی ہے اور جن کے لیے جائے قیام کی فراخی اور روزی کی کشادگی کا وعدہ ہو رہا ہے.........اور ہجرت کے دوران موت آ جانے کی صورت میں بھی اجر وثواب کے ثابت اور لازم ہونے کی یقین دہانی کروائی جا رہی ہے۔

آخر ان لوگوں سے مراد کون سے لوگ ہیں؟

اگر اس سے مراد مہاجرین اصحابِ رسول نہیں تو پھر اور کون ہیں؟

اس آیت سے مراد وہ صحابہ کرام ہیں جنہوں نے اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے وطن اور گھر بار کو خیر باد کہا اور بے پناہ اور لا تعداد اجر و ثواب کے مستحق ٹھہرے۔

آیت نمبر ۲۰۱، ۲۰۲

ہجرت کی ترغیب کے بعد اب میں ایسی آیاتِ کریمہ پیش کرنا چاہتا ہوں.........جن میں ہجرت کا ثمرہ بیان کیا گیا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا

لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ، وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ ، لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿٤١﴾ الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٤٢﴾ (النحل)

جن لوگوں نے ظلم برداشت کرنے کے بعد اپنا وطن اللہ کے واسطے چھوڑا ہم انہیں بہتر سے بہتر ٹھکانہ دنیا میں عطا فرمائیں گے اور آخرت کا ثواب تو بہت ہی بڑا ہے کاش کہ لوگوں کو معلوم ہوتا جو ثابت قدم رہے اور اپنے پالنے والے ہی پر بھروسہ کرتے رہے!

سامعین گرامی قدر!

اس آیت کریمہ میں ان مہاجرین کا تذکرہ فرمایا گیا.......... جو تیرہ سال کے طویل عرصے تک کفار مکہ کے ہاتھوں ظلم وستم سہتے رہے، پھر انہوں نے محض اللہ کی رضا.......... اور اپنے دین کو بچانے کے لیے .... مجبور ہو کر گھربار، خویش واقارب، کاروبار اور اپنے وطن تک کو اللہ کے راستے میں تج دیا..........

اللہ رب العزت نے انہیں اچھا ٹھکانہ دینے کی نوید سنائی .... ان کے ان گھروں سے اچھے گھر دوں گا۔

وطنی بھائیوں سے بڑھ کر دردمند اور ایثار پیشہ بھائی دونگا..........

اس روزی سے بہتر روزی اور اس عزت سے بڑھ کر عزت عطا کروں گا

دنیا میں حکومت عطا کروں گا.......... مکہ سے نکالنے والوں پر چند سالوں ہی میں غالب کر دونگا۔

پھر شام وفارس کے تاج ان کے قدموں میں ڈھیر کر دونگا

پھر اس سب کے بعد جو بلند مقامات اور عظیم الشان مدارج آخرت میں ملیں گے ان کا تو اندازہ اور تصور بھی نہیں ہو سکتا!

اکثر مفسرین کا خیال یہ ہے کہ ان مہاجرین سے مراد وہ مہاجرین ہیں جو حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے کیونکہ سورۃ نحل کی یہ آیات مکی ہیں

مگر آیت کے عموم کو دیکھا جائے تو صاحب روح المعانی نے بعض مفسرین سے نقل کیا کہ سب مہاجرین مراد ہیں۔

اس کی تائید امیر المومنین، خلیفہ ثانی لا ثانی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک ارشاد سے بھی ہوتی ہے کہ:

انہوں نے جب مہاجرین اور انصار کے وظیفے مقرر فرمائے تو ہر مہاجر کو وظیفہ دیتے ہوئے فرمایا:

هٰذَا مَا وَعَدَكَ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا

یہ وہ ہے جس کا اللہ نے تجھ سے دنیا میں وعدہ فرمایا ہے

وَمَا ادَّخَرَ لَكَ فِي الْاٰخِرَةِ اَفْضَلُ

اور آخرت میں تیرے لیے جو ذخیرہ ہے وہ اس سے کہیں بہتر ہے۔ (ابن کثیر)

آیت نمبر ۲۰۳

اسی سورۃ نحل میں دوسری جگہ ہجرت کے ثمرہ کو اس طرح بیان فرمایا:

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْۤا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾ (النحل)

پھر بے شک تیرا رب ان لوگوں کے لیے جنہوں نے

مصائب اٹھانے کے بعد ہجرت کی پھر جہاد کرتے رہے
اور (ایمان پر) قائم رہے بے شک تیرا رب ان باتوں
کے بعد انہیں بخشنے والا اور مہربانیاں کرنے والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں مکہ مکرمہ کے ان مسلمانوں کا تذکرہ ہو رہا ہے جو اسلام قبول کرنے کے بعد مشرکین کے ظلم و تشدد کا نشانہ بنے .... انہیں ستایا گیا اور جسمانی سزائیں دی گئیں۔

پھر بالآخر وہ لوگ اپنے محبوب وطن مکہ کو اور اللہ کے عظیم گھر کو خیر باد کہہ کر حبشہ اور مدینہ منورہ آ گئے۔

خویش و اقارب سے دور ہوئے .... مال و جائیداد سے محروم ہوئے .... گھروں سے بے گھر ہوئے۔

پھر جب کفار و مشرکین کے ساتھ معرکہ آرائی اور جنگ کا مرحلہ آیا تو مردانہ وار لڑے .... مالی اور جانی جہاد کیا اور خوب کیا۔

اور پھر جہاد کے راستے میں آنے والی تکالیف، زخم اور دکھ .... پریشانیوں اور مصیبتوں کو حوصلے اور صبر کے ساتھ برداشت کیا ایسے لوگوں کے لیے مغفرت و بخشش اور رب کی مہربانیوں اور رحمتوں کا اعلان ہے!

اس آیت کا اولین مصداق اصحاب رسول ہی ہیں .... جنہوں نے مکہ کی تیرہ سالہ زندگی میں .... ہر قسم کے مصائب اور دکھ اٹھائے، پھر وطن چھوڑا اور مہاجر کہلائے۔

پھر رب کے راستے میں اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے جہاد کیا اور مجاہد کے منصب پر فائز ہوئے۔

ان کے لیے بخشش، مغفرت اور رحمت ہی رحمت ہے .... چاہے دشمنانِ اصحاب رسول رو رو کر اور پیٹ پیٹ کر مر ہی کیوں نہ جائیں!

آیت نمبر ۲۰۵،۲۰۴

قرآن مجید نے ایک مقام پہ ہجرت کا اجر و ثواب بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۵۸﴾ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿۵۹﴾ (الحج)

اور جن لوگوں نے اللہ کے راستے میں ہجرت کی پھر وہ شہید کر دیئے گئے یا مر گئے اللہ تعالیٰ انہیں بہترین روزی عطا فرمائے گا اور اللہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے وہ ضرور ان کو ایسی جگہ داخل کرے گا جس سے وہ خوش اور راضی ہو جائیں گے بے شک اللہ جاننے والا حوصلے والا ہے۔

سامعین گرامی قدر!

اس آیت مبارکہ میں ان خوش نصیب لوگوں کا تذکرہ ہو رہا ہے .... جنہوں نے اللہ کے راستے میں اپنے وطن کو چھوڑا .... پھر مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے یا طبعی موت دنیا سے رخصت ہو گئے۔

اللہ رب العزت انہیں دونوں صورتوں میں اپنا مہمان بنائے گا .... ان کا کھانا پینا، رہنا سہنا سب ان کی مرضی کے مطابق ہو گا۔

إِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ

اللہ رب العزت خوب جانتا ہے کہ کن لوگوں نے خلوص اسس کے راستے میں گھربار اور وطن ترک کیا ہے۔

اور ایسے مہاجرین ومجاہدین کی لغزشوں سے اور کوتاہیوں سے اللہ رب العزت بردباری اور تحمل کے ساتھ درگزر فرمائے گا۔

یہ سعادتیں اور یہ عظمتیں اور یہ رفعتیں اور یہ بلندیاں ان صحابہ کرام ؓ کے لیے ہیں جنہوں نے اللہ کے راستے میں ہجرت کی.......... اللہ ان کے لیے انعامات واحسانات کے تذکرے فرما رہا ہے!

آیت نمبر ۲۰۶ ایک اور مقام پر اللہ رب العزت نے کیا فرمایا ہے آئیے سنتے ہیں:

إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ أُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۱۸﴾ (البقرہ ۲۱۸)

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جن لوگوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا وہی اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

سامعین محترم!

اس آیت میں امنوا، ھاجروا، جاھدوا .... سب ماضی کے صیغے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے بہت سے لوگ تھے جو ایمان لا چکے تھے اور جہاد کر چکے تھے اور ہجرت فرما چکے تھے۔

میرا سوال یہ ہے کہ یہ مؤمن کون لوگ ہیں؟.......... یہ مہاجرین کو کہا جا رہا ہے؟.......... اور یہ مجاہد کا شرف کس کو بخشا جا رہا ہے؟ کیا (معاذ اللہ) اس سے مراد ابوجہل اور مشرکین مکہ ہیں؟

یا اس کا مصداق عبداللہ بن ابی ہے.......... اگر نہیں اور یقینا نہیں تو پھر اس حقیقت کو تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ اس آیت کے مصداق اور مراد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں.......... ان میں سیدنا ابو بکرؓ، و عمرؓ ہیں، سیدنا عثمانؓ و علیؓ ہیں، سیدنا طلحہؓ و زبیرؓ ہیں۔

پھر ان ہی کے بارے رحمت الٰہی کا وعدہ ہے.......... آج جو بدبخت ان پر لعنت کا وظیفہ پڑھنا اپنے ایمان کا حصہ سمجھتے ہیں وہ بے ایمان یہ نہیں سمجھ رہے کہ اصحاب رسول لعنت کے نہیں بلکہ قرآن کی زبانی رحمت کے امیدوار ہیں۔

آیت نمبر ۲۰۸،۲۰۷

مکہ مکرمہ میں تیرہ سال مسلمانوں نے ہر قسم کے مصائب اور ہر قسم کی اذیتیں برداشت کیں۔

مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کو حکم تھا کہ کفار کی سختیوں اور ایذاء پر صبر و تحمل سے کام لیں اور مقابلے سے ہاتھ روکے رکھیں۔

مگر جب ہجرت کے بعد مدینہ دارالاسلام بن گیا.......... اور مؤمنوں کی قلیل اور معمولی سی جماعت ایک مستقل مرکز پر جمع ہوگئی.......... تو مظلوم اور ستم رسیدہ مسلمانوں کو کفار کے مقابلے میں تلوار اٹھانے کی اور جہاد کرنے کی اجازت دے دی گئی۔

سورۃ الحج میں اس مضمون کی پہلی آیت نازل ہوئی۔

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ

عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۙ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ (الحج)

جن مؤمنوں سے کافر لڑتے ہیں انہیں بھی مقابلے کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ وہ مؤمن مظلوم ہیں اور بے شک اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کو ناحق اپنے گھروں سے نکالا گیا صرف ان کے اس کہنے پر کہ ہمارا پروردگار صرف اللہ ہے اور اگر اللہ لوگوں کو آپس میں ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا رہتا تو (اپنے اپنے زمانہ میں) نصاریٰ کے خلوت خانے اور عبادت گاہیں اور یہود کے عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں جن میں اللہ کا نام کثرت کے ساتھ لیا جاتا ہے سب کے سب ڈھا دیئے جاتے جو اللہ (کے دین) کی مدد کرے گا اللہ بھی ضرور اس کی مدد کرے گا بے شک اللہ بڑی قوت والا اور غلبے والا ہے!

سامعین گرامی قدر!

سورہ حج کی یہ آیت پہلی آیت ہے جس میں مؤمنوں کو کفار کے مقابلے میں تلوار اٹھانے کا حکم ہو رہا ہے۔

اس آیت کے مصداق صرف اور صرف اصحاب رسول ہیں ....قرآن کی اس آیت کے نزول کے وقت وہی تھے جو ایمان کے اقراری تھے۔

اس وقت وہی تھے جن پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جارہے تھے ....ان ہی کے متعلق کہا جارہا ہے کہ وہ ناحق اپنے گھروں سے نکالے گئے ....ان کا "جرم" صرف اتنا تھا کہ وہ موحد ہوگئے تھے، وہ ہرجائی سے یک جائی ہوگئے تھے، وہ یکسو ہوگئے تھے..........وہ کہتے تھے ہمارا پالنہار اور پروردگار، ہمارا مربی اور پروان چڑھانے والا صرف اور صرف اکیلا اللہ ہے۔

ان کے متعلق قرآن میں اللہ نے اعلان فرمایا کہ:

میں ان مجبور اور مظلوم مومنوں کی مدد کرنے پر قادر ہوں ....وہ میرے دین کے مددگار ہیں اس لیے میں ان کا مددگار ہوں

اور میں کمزوروں کو غالب بھی کرسکتا ہوں کیونکہ میں قوی بھی ہوں اور عزیز بھی

آیت نمبر ۲۰۹

حکم جہاد آنے کے بعد قرآن مجید نے مختلف انداز میں مومنوں کو جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب دی ہے۔

ایک مقام پر فرمایا:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ۚ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا

مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ۝

(الانفال)

اے میرے نبی مؤمنوں کو جہاد کی ترغیب دیجیے اگر تم میں بیس آدمی بھی صبر کرنے والے ہونگے تو وہ دو سو پر غالب رہیں گے اور اگر تم میں ایک سو ہونگے تو وہ ایک ہزار کافروں پر غالب رہیں گے اس لیے کہ وہ (کافر) دین سے بے سمجھ لوگ ہیں۔

اس آیت میں امام الانبیاء ﷺ کو حکم دیا جارہا ہے کہ آپ اپنے مؤمن ساتھیوں کو جہاد کا شوق اور رغبت دلائیے۔

چنانچہ امام الانبیاء ﷺ اس حکم کی تعمیل میں جنگ سے پہلے اپنی تقریر اور بیان میں صحابہ کرام کو جہاد کی ترغیب دیتے، شہادت کی فضیلت و عظمت بیان فرماتے۔

غزوہ بدر میں جب مشرکین اسلحہ سے لیس ہو کر بڑے بڑے جنگجو اور نامور پہلوانوں کے ساتھ اور پورے وسائل کے ساتھ میدان میں اترے تو آپ نے اپنے قلیل لشکر کے شرکا سے فرمایا:

ایسی جنت میں جانے کے لیے آگے بڑھو جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔

اس آیت کریمہ میں .... تھوڑا سا غور فرمائیں

.........حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ......... میرے نبی مؤمنین کو جہاد کی ترغیب دیجیے......... انہیں جہاد پر ابھاریے۔

اس مؤمنین کے لفظ سے مراد کون لوگ ہیں؟

صَابِرُوْن کا خطاب کن کو عطا ہو رہا ہے؟

یہ جہاد کی ترغیب امام الانبیاء ﷺ کن لوگوں کو دے رہے ہیں؟

ظاہر بات ہے اس وقت میں اور آپ تو وہاں موجود ہی نہیں تھے

............بلکہ تابعین تک موجود نہیں تھے۔

تو پھر یہ حقیقت تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ اس آیت کے اولین

مخاطب اصحاب رسول ہی ہیں۔

ان کو قرآن نے مومنین کہا ہے............تو پھر ان کے ایمان میں

شک کرنے والا، اور ان کو مومن تسلیم نہ کرنے والے کا موجودہ قرآن پر

ایمان ہو سکتا ہے؟ یہ فیصلہ میں سامعین پر چھوڑ دیتا ہوں............وہ

انصاف سے فیصلہ فرمائیں کہ قرآن پر ایمان رکھنے والا............اصحاب

رسول کے ایمان میں شک کر سکتا ہے؟

آیت نمبر ۲۱۰۔۲۱۱

ایک اور مقام پر اللہ رب العزت نے

مومنوں کو ترغیب جہاد دیتے ہوئے فرمایا:

قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ

وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴﴾ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ۗ وَيَتُوْبُ

اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۵﴾

(التوبہ)

اور ان کفار سے تم جنگ کرو اللہ انہیں تمہارے ہاتھوں

عذاب دے گا اور ان کو ذلیل و خوار کرے گا اور تمہیں ان

کے خلاف مدد دے گا اور مومنوں کے کلیجے ٹھنڈے

کرے گا اور مومنوں کے دل کا غم و غصہ دور کر دے گا

اور وہ جس کی طرف چاہتا ہے رحمت سے توجہ فرماتا ہے اللہ

جاننے والا حکمتوں والا ہے!

سامعین محترم!

کوئی وقت تھا جب مومن کمزور اور ناتواں تھے.......... مشرکین

ان پر ہر قسم کے ظلم روا رکھتے تھے.......... پھر انہیں وطن سے بے وطن کر دیا

گیا.......... مسلمانوں کے دل دکھی تھے.......... ان کے سینے مجروح تھے

اللہ رب العزت نے فرمایا:

جہاد کی مشروعیت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ میں مشرکین و کفار کو

میدان جنگ میں تمہارے ہاتھوں سے سزا دینا چاہتا ہوں۔

ان کے بڑے بڑے رئیسوں اور سرداروں کو تم غریب اور مظلوم

مسلمانوں کے ہاتھوں مروانا چاہتا ہوں۔

مشرکین کو برسرِ عام رسوا اور ذلیل کر کے عزت و فتح اور کامرانی کے

تاج تمہارے سروں پر رکھنا چاہتا ہوں۔

تاکہ اس طرح تمہارے کلیجے ٹھنڈے ہوں اور تمہارے دکھی دلوں

اور مجروح سینوں پر مرہم رکھا جائے۔

آپ ہی انصاف سے بتلائیں.......... کہ قَاتِلُوْهُمْ.......... کا

خطاب کن لوگوں کو ہو رہا ہے؟ یہ کن حضرات سے کہا جا رہا ہے کہ میں مشرکین و

کفار کو تمہارے ہاتھ سے سزا دینا چاہتا ہوں؟

اس آیت کے اولین مخاطب اور پہلے مصداق یقیناً اصحاب رسول

ہی ہیں.......... جن کے سینوں کو اللہ ٹھنڈا کرنا چاہتا ہے۔

آج کے دشمنان صحابہ اپنے سینوں کو جتنا چاہیں زخمی کرلیں
.........وہ صحابہ کرام کا ذرہ برابر بھی نقصان نہیں کرسکتے۔
کیونکہ اللہ رب العزت نے انہیں مومن کہہ کر ان کے سینے ٹھنڈے
کردیے ہیں۔

آیت نمبر ۲۱۲ سورۃ الانفال میں اللہ رب العزت نے قوانین جہاد
کا تذکرہ فرمایا ہے۔

اور ساتھ ساتھ یہ بھی بیان فرمایا کہ مال غنیمت کی تقسیم اللہ اور اس کے
رسول کے حکم کے مطابق ہوگی۔

سورۃ الانفال میں دعویٰ جہاد کو یوں ذکر فرمایا:

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ
الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا
يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿٣٩﴾ (الانفال)

اور کفار سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ نہ رہے اور دین اللہ
ہی کا ہو جائے پھر اگر وہ باز آ جائیں تو اللہ ان کے اعمال کو
کو خوب دیکھتا ہے!

سامعین محترم!

اس آیت میں فتنہ سے مراد شرک ہے.........یعنی اس وقت
تک جہاد جاری رکھو جب تک شرک کا خاتمہ نہ ہو جائے۔

مراد اور مقصود یہ ہے کہ کفار کا زور اور غلبہ ختم ہو جائے اور وہ مومنوں کو
یا عام لوگوں کو ایمان سے روک نہ سکیں۔

جہاد کا اولین مقصد یہ ہے کہ مسلمان پرسکون اور مطمئن ہو کر اپنے رب

کی عبادت کرسکیں اور دولتِ توحید وایمان کفار کے ہاتھوں سے محفوظ ہو جائے۔

اور جہاد کا آخری مقصد ہے يَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلّٰهِ...... حکم اکیلے اللہ کا چلنے لگے.......... کفر کی طاقت وشوکت پاش پاش ہو جائے ....اور دین اسلام سب باطل ادیان پر غالب آجائے۔

آپ تمام حضرات یہاں پر رک کر مجھے انصاف کے ساتھ ایک بات بتلائیے کہ اس آیت میں قَاتِلُوهُمْ ...... کے مخاطب.......... اولین مخاطب کون ہیں؟

یہ کون لوگ ہیں جن کے ذریعہ اللہ فتنے کو مٹانا چاہتا ہے اور جن کے ذریعے اللہ اپنے دین کو اور اپنے حکم کو غالب کرنا چاہتا ہے؟

اس سے اگلی آیت میں فرمایا:

اگر مشرکین باز نہ آئیں اور تمہاری بات نہ مانیں تو پھر میں عرش کا مالک تمہارا مددگار رہوں۔

یہ کن کو کہا جارہا ہے کہ میری حمایت اور میری دوستی تمہارے ساتھ ہے؟ یقیناً آپ کا جواب یہی ہوگا کہ:

اس آیت کے اولین مخاطب.......... اصحاب رسول ہیں ...... مہاجرین وانصار ہیں.......... سیدنا ابوبکرؓ وعمرؓ، سیدنا عثمانؓ وعلیؓ و دیگر صحابہ کرام ہیں۔

تو پھر جن خوش نصیب لوگوں کے ذریعے اللہ اپنے دین اسلام کو غالب کرنا چاہتا ہے۔

آج یہ بدبخت ان ہی کے ایمان میں شک کر رہا ہے......

آج یہ بدنصیب ان ہی کے اخلاص وتقویٰ میں کیڑے نکالنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔

حیف اور تعجب اور صد افسوس ہے اس کی گندی ذہنیت پر اور خبیث فطرت پر۔

آیت نمبر ۲۱۳

سورۃ الانفال میں ارشاد ہوا:

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۗ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۶۰﴾

(الانفال)

تم کفار کے مقابلے کے لیے اپنی طاقت بھر قوت کی تیاری کرو اور گھوڑوں کے تیار رکھنے کی۔

(قوت کی تفسیر امام الانبیاء ﷺ نے تیر اندازی سے فرمائی (مسلم)

اس لیے کہ اس دور میں یہ بہت بڑا جنگی ہتھیار تھا .... آپ ﷺ کے مبارک دور میں گھڑسواری، شمشیر زنی، اور تیر اندازی کی مشق کرنا ہی سامانِ جہاد کہلاتا تھا .... آج رائفل، توپیں، ٹینک، جنگی جہاز، آبدوزیں، ایٹم بم سامان جہاد ہیں)

کہ اس سے تم اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو خوف زدہ رکھ سکو اور ان کے سوا اوروں کو بھی جن کو تم نہیں جانتے اللہ ان کو

خوب جانتا ہے۔

(مراد منافقین ہیں جو اسلام کا لبادہ اوڑھے ہوئے تھے یا بنو قریظہ کے یہود مراد ہیں یا فارس اور روم وغیرہ مراد ہیں)

اور جو کچھ تم خرچ کرو گے وہ تمہیں پورا پورا دیا جائے اور تمہارا حق نہ مارا جائے گا۔

سامعین گرامی قدر!

ادنیٰ عقل اور معمولی شعور رکھنے والا شخص بھی ضد وعناد کو ایک طرف کر کے معمولی سا غور کرلے تو یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ اس آیت کے نزول کے وقت وہ کون حضرات تھے جن کو اللہ رب العزت جہادی اور جنگی تیاریوں کا حکم دے رہا ہے؟

کون تھے وہ لوگ؟

جن کے ذریعہ اللہ اپنے دشمنوں پر رعب بٹھانا چاہتا ہے؟

ہاں کون تھے وہ خوش نصیب جن کے مالی جہاد کو سراہا جا رہا ہے اور انہیں پورا پورا بدلہ عطا کرنے کے وعدے ہو رہے ہیں؟

اصحاب رسول کے سوا کون ہو سکتا ہے؟ مہاجرین وانصار کے علاوہ کون ہو سکتا ہے؟

آج کا بد بخت دشمن صحابہ.......... ان خوش نصیب لوگوں کو اسلام کا اور دین کا دشمن ثابت کرنے پر ادھار کھائے بیٹھا ہے۔

ظالم! یہ اللہ کے دین کے ہمدرد تھے.......... یہ اللہ کے دین کے دشمن نہیں تھے بلکہ اللہ رب العزت نے ان کو اپنے دشمنوں کے مقابلے کے لیے تیاری کا حکم دیا تھا۔

آیت نمبر ۲۱۴ـ۲۱۵

سورۃ النساء میں اللہ رب العزت نے مجاہدین مومن اور جہاد میں شرکت نہ کرنے والے مومنوں کا تذکرہ یوں فرمایا:

لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ أَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٩٥﴾ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٩٦﴾ (النساء)

اپنی جانوں اور اپنے مالوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے مومن اور بغیر عذر کے (جہاد سے پیچھے) بیٹھ رہنے والے مومن برابر نہیں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر اللہ نے درجات میں بہت فضیلت دے رکھی ہے اور دونوں سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ کر رکھا ہے مگر مجاہدین کو بیٹھ رہنے والوں پر بہت بڑے اجر کی فضیلت دے رکھی ہے اپنی طرف سے مرتبے کی بھی اور بخشش کی بھی اور رحمت کی بھی اور اللہ بخشش کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے

سامعین گرامی قدر!

ان آیتوں میں اللہ رب العزت نے مومنوں کی دو جماعتوں کا

تذکرہ فرمایا ہے:

ایک جماعت مومنین کی وہ ہے جو اللہ کے راستے میں جانی اور مالی جہاد کرتے ہیں۔

دوسری جماعت وہ ہے جو جہاد کے لیے نہیں نکلتے بلکہ گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں۔

مجاہدین مومنوں کا درجہ دوسرے مومنوں سے بہت بلند ہے .... ان کے لیے مغفرت اور رحمت کی بشارتیں ہیں۔

مگر دونوں سے اللہ نے جنت کا وعدہ کر رکھا ہے!

میرا سوال یہ ہے کہ مومنوں کی جن دو جماعتوں کا ان آیتوں میں تذکرہ ہوا اس کا مصداق کون ہیں؟

ان آیتوں کے پہلے مخاطب کون ہیں؟

یہ اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی رضا کے لیے .... اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے آخر کون ہیں؟

بھلے مانسو! اگر میرے محمد ﷺ کے ساتھی اور یار مراد نہیں تو اور کون مراد ہے؟

ان آیتوں میں اصحاب رسول ہی کا تذکرہ ہو رہا ہے .... ان ہی کو مجاہدین کہا جا رہا ہے۔

ان ہی کے لیے مغفرت، رحمت اور بلندیٔ درجات کے اعلان ہو رہے ہیں۔

آیت ۲۱۶: سورۂ آل عمران میں اللہ رب العزت نے غزوۂ احد کا تفصیلی تذکرہ فرمایا ہے .... ساتھ ساتھ منافقین کے مکروہ عزائم اور

ناپاک ارادوں کی قلعی بھی کھولی۔

سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۵۶ میں منافقین کے ایک ناروا رویے کا ذکر فرمایا:

پھر آیت نمبر ۱۵۷ میں فرمایا:

وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

اور اگر تم اللہ کی راہ میں مارے گئے یا اپنی آئی موت سے مر گئے تو بے شک اللہ کی مغفرۃ اور بخشش (اس مال و متاع سے) بہتر ہے جسے یہ جمع کر رہے ہیں۔

اس آیت میں بھی منافقین کے تذکرے کے بعد مخلص مومنین کا ذکر ہو رہا ہے جو اللہ کے راستے میں شوق شہادت سے نکلتے ہیں۔

ان کے لیے رحمت الٰہی اور مغفرت باری کا وعدہ ہو رہا ہے۔

یہ منافقین کے مقابلے میں جن مخلص مومنوں کا تذکرہ ہو رہا ہے ....اس سے اصحاب رسول کے سوا اور کون مراد ہو سکتا ہے؟

آیت نمبر ۲۱۷

سورۃ التوبہ میں ارشاد فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ؕ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ (التوبہ)

اے ایمان والو! ان کفار سے لڑو جو تمہارے آس پاس ہیں اور چاہیے کہ وہ تمہارے اندر سختی پائیں اور یقین رکھو کہ اللہ متقی لوگوں کے ساتھ ہے!

سامعین گرامی قدر!

اس آیت میں کفار و مشرکین سے لڑنے کا ایک اہم اصول بیان کیا گیا ہے.........کہ سب سے پہلے قریب کے کفار سے جہاد کرنا ہے۔

جس طرح امام الانبیاء ﷺ نے سب سے پہلے جزیرہ عرب کے مشرکین سے جہاد فرمایا جب ان سے فارغ ہو گئے اور اللہ رب العزت نے مکہ، طائف، یمن، یمامہ، خیبر، حضر موت وغیرہ پر مؤمنوں کو غلبہ عطا فرمایا۔

پھر اہل کتاب سے جہاد کا سلسلہ شروع ہوا اور ۹ ھ میں تبوک تشریف لے گئے جو جزیرہ عرب کے قریب ہے۔

اس آیت میں.........يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا......سے خطاب کر کے جہاد اور قتال کا حکم کن لوگوں کو دیا جا رہا ہے؟

ظاہر بات ہے کہ اس آیت کا پہلا مصداق اصحاب رسول ہی ہیں!

آیت نمبر ۲۱۸ سورۃ توبہ میں اللہ رب العزت نے قتال اور جہاد کی وجوہات کا تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۲۹﴾

(التوبہ۹، ۲۹)

اور ان لوگوں سے لڑو جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور اللہ اور اس کے رسول کی حرام کردہ شے کو حرام نہیں جانتے (یعنی غیر اللہ کی نذریں اور

نیاز میں دیتے ہیں) نہ دین حق کو قبول کرتے ہیں ان
لوگوں میں سے جن کو کتاب دی گئی ہے۔ یہانتک کہ وہ
ذلیل وخوار ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں۔

آیت نمبر ۲۱۹

ایک اور آیت بھی سماعت فرمایئے:

يَاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا خُذُوا حِذۡرَكُمۡ فَانۡفِرُوا
ثُبَاتٍ اَوِ انۡفِرُوا جَمِيعًا ﴿۷۱﴾ (النساء)

اے ایمان والو! اپنے بچاؤ کا سامان (ہتھیار) لے لو
پھر اللہ کے راستے میں گروہ گروہ بن کر نکلو یا سب کے
سب ایک ساتھ کوچ کرو۔

سامعین گرامی قدر!

حِذۡرٌ کے معنی ہتھیار کے ہیں اور ثُبَاتٌ ثُبَۃٌ کی جمع ہے اس
جماعت کو کہتے ہیں جس میں دس سے زیادہ آدمی ہوں (روح المعانی)
مقصد اور مطلب یہ ہے کہ جب سفر جہاد کا مرحلہ اور مہم پیش آئے تو ہر کام کو
اور اپنی ہر مصروفیت کو پس پشت ڈال کر سفر جہاد کے لئے تیار ہو جاؤ۔

جیسا موقع ہو.......... جیسا ماحول ہو اس کے مطابق نکلو.......... یا
تو سب مل کر دشمن پر حملہ کرو یا چھوٹی چھوٹی ٹولیوں کی صورت میں جہاد کے
سفر کے لئے نکل کھڑے ہو!

آیت نمبر ۲۲۰

ایک اور آیت بھی سنیئے۔

يَاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا لَقِيۡتُمۡ فِئَةً فَاثۡبُتُوا
وَاذۡكُرُوا اللّٰهَ كَثِيۡرًا لَّعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ﴿۴۵﴾

(الانفال)

اے ایمان والو! جب تم کسی مخالف فوج کے مقابل ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو کثرت کے ساتھ یاد کرو تا کہ تم فلاح وکامیابی پاؤ۔

آیت نمبر ۲۲۱ اصحاب رسول کی عظمت و مقام کے متعلق ایک آیت کریمہ مزید سنیے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝ (محمد)

اے ایمان والو! اگر تم اللہ کے (دین کی) مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔

آیت نمبر ۲۲۲ قرآن مجید نے ایک اور مقام پہ ارشاد فرمایا

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ۝ (الانفال)

اے ایمان والو! جب تم کافروں سے دو بدو مقابل ہو جاؤ تو ان سے پشت مت پھیرنا!

آیت نمبر ۲۲۳ سورۂ حج میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا

اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ۝ (الحج)

بے شک اللہ مومنوں کے دشمنوں کو ان سے ہٹا دیتا ہے۔

کوئی خیانت کرنے والا ناشکرا اللہ کو پسند نہیں!

سامعین گرامی قدر!

آیت نمبر ۲۱۸............پر غور فرمایئے

اللہ رب العزت نے قَاتِلُوا ....کے ساتھ کن لوگوں کو خطاب اور حکم فرمایا ہے؟

جن لوگوں کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے............ان کے بارے میں فرمایا:

وہ اللہ پر ایمان نہیں رکھتے............قیامت کے ماننے کے لئے تیار نہیں۔ اللہ کے احکام سے روگردانی اور اعراض کرتے ہیں............سچے دین کو قبول کرنے سے گریزاں ہیں۔

یہ تو ہو گئے مشرکین اور یہود و نصاریٰ جن کے ساتھ جہاد اور قتال کا حکم ہو رہا ہے۔

یہ بتلایئے کہ جن کو ان لوگوں کے خلاف جہاد کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے آخر وہ کون ہیں؟

اس آیت کے نزول کے وقت ان بے ایمانوں کے مقابلے میں صف آراء مومن کون تھے؟

اگر اس آیت کے اولین مخاطب اور پہلے مصداق میرے پیارے نبی کے صحابہ نہیں تو اور کون ہیں؟

آیت نمبر ۲۱۹ سے لے کر آیت نمبر ۲۲۳ تک جو آیات میں نے آپ حضرات کے سامنے پیش کی ہیں۔

ان میں يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ...... اور عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

...... کے پیارے انداز میں خطاب کر کے جہاد کے لئے نکلنا.......... اور جہاد کی ترغیب دینا.......... ایمان والوں کے لئے اپنی نصرت وحمایت اور مدد کا اعلان کرنا.......... ان کو ثابت قدم رہنے کی تلقین کرنا.......... آخر اس سے مراد کون لوگ ہیں؟

اگر اس کے اولین مخاطب اصحاب رسول ہیں.......... اور یقیناً وہی ہیں۔

تو پھر ان کے ایمان وخلوص میں شک کرنے والا ایماندار کہلانے کا حق دار ہو سکتا ہے؟

جس شخص کا قرآن پر مکمل ایمان ہے.......... اور جس کا قرآن غار میں نہیں اس کے گھر میں موجود ہے.......... جس کا قرآن چھپا ہوا نہیں بلکہ ایک کھلی کتاب ہے

وہ شخص اصحاب رسول کے ایمان وتقوی اور اخلاص وخلوص میں شک نہیں کر سکتا۔

آیت نمبر ۲۲۴

سورۃ النساء میں منافقین کے منفی رویوں کا تذکرہ کرنے کے بعد مخلص مومنین کو جہاد کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا

فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ؕ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ اَجْرًا عَظِيمًا (النساء)

پس جو لوگ دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے میں فروخت کر چکے ہیں انہیں اللہ کے راستے میں جہاد کرنا

چاہیے اور جو شخص اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے
شہادت پالے یا غالب آجائے یقیناً ہم اسے بڑا ثواب عطا
فرمائیں گے۔

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں یَشْرُوْنَ کے معنی خریدنے کے کئے ہیں اور اَلَّذِیْنَ کو مفعول بنایا ہے اور فَلْیُقَاتِلْ کا فاعل اَلْمُؤْمِن کو محذوف مانا ہے۔

معنی اس طرح ہوگا:
مومن ان لوگوں سے (یعنی کفار) لڑیں جنہوں نے
آخرت کے بدلے دنیا خرید لی۔

سامعین گرامی قدر!

آیت کے دونوں میں سے جو معنی بھی کریں.......... اس سے اصحاب رسول کی عظمت روز روشن کی طرح واضح ہو رہی ہے۔

پہلے معنی کو دیکھیں تو اللہ رب العزت نے گواہی دی کہ محمد عربی ﷺ کے ساتھی ایسے تھے جنہوں نے دنیا کے مقابلے میں آخرت کو پسند کیا اور دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے میں بیچ چکے ہیں!

اس میں ان لوگوں کی واضح تردید اور نفی ہوگئی جن لوگوں کا مسذموم خیال اور پروپیگنڈہ یہ ہے کہ اکثر صحابہ دنیا اور حکومت کے لالچ میں مسلمان ہوئے تھے اور ان کا دامن اخلاص وخلوص سے خالی تھا!

پھر اس آیت میں جہاد کے اندر فتح پانے والے اور شہید ہونے والے اصحاب رسول کے لئے بڑے اجر وثواب کا وعدہ اللہ رب نے فرمایا ہے۔

آیت نمبر ۲۲۵ اس سے ملتی جلتی اور اس مضمون کو اور زیادہ واضح اور روشن کرنے والی ایک آیت کریمہ اور سماعت فرمایئے۔

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۭ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۣ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ۭ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۱﴾ (التوبہ)

بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض میں خرید لیا کہ ان کو جنت ملے گی وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں پھر (کفار کو) قتل کرتے ہیں اور خود قتل کیے جاتے ہیں اس پر سچا وعدہ کیا جا چکا ہے تورات میں اور انجیل میں اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ اپنے وعدے کو پورا کرنے والا کون ہے تم لوگ اپنی اس خرید وفروخت پر جو تم نے کی ہے خوشی مناؤ اور یہ بڑی کامیابی ہے!

سامعین گرامی قدر!

ذرا اس آیت کی گہرائی میں اتر کر تدبر فرمایئے:

اس سے زیادہ سود مند تجارت اور عظیم الشان کامیابی اور کیا ہوگی کہ اللہ رب العزت نے مہربانی اور کرم کرتے ہوئے ہماری عارضی زندگی ہماری

حقیر جانوں اور فانی اموال کو (جو حقیقت میں اسی اللہ کی ملکیت ہیں)

اسے مبیع قرار دے دیا جو عقد بیع میں مقصود بالذات ہوتی ہے۔ اور جنت جیسے اعلیٰ ترین اور بلند ترین مقام کو اس کا ثمن قرار دیا۔

اللہ خود مشتری (خریدار) اور مومنوں کو بائع (فروخت کرنے والا) ٹھہرایا.......... جنت جو اس سودے میں ثمن قرار پائی.......... وہ نقد نہیں مل رہی.......... غالباً اسی لئے فرمایا:

وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ۔

یعنی مومنو مطمئن رہو دشمن کے مارے جانے کا کوئی خطرہ نہیں.......... اللہ رب العزت نے بڑی پختہ دستاویز آسمانی کتابوں میں لکھ دی ہے.......... جس کا خلاف ممکن نہیں.......... کیا اللہ رب العزت سے بڑھ کر صادق العدل، راست باز اور وعدے کا پختہ کوئی دوسرا ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ لہٰذا اس کا ادھار بھی دوسروں کے نقد سے لاکھوں درجہ بہتر اور اعلیٰ ہے۔

آیت کا معنیٰ اور مفہوم آپ حضرات نے سن لیا.......... اب اللہ کو حاضر ناظر جان کر میرے سوال کا جواب دو کہ:

جب یہ آیت نازل ہو رہی تھی اور مومنوں سے خرید و فروخت کے یہ معاملے ہو رہے تھے..........

اس وقت وہ مومن کون تھے؟

اس آیت کے اولین مصداق اور مخاطب اگر اصحاب رسول نہیں ہیں تو پھر اور کون ہے؟

یہ سورت اور یہ آیت مدنی ہے اور غزوہ تبوک کے موقع پر اتری

ہے.........اس وقت مہاجرین بھی موجود تھے اور انصار بھی.........خلفاء اربعہ بھی.........عمرؓو بن العاص بھی اور خالدؓ بن ولید بھی.........اور سیدنا معاویہؓ بھی۔

ان خوش نصیب لوگوں سے عرش کے مالک نے خرید وفروخت کے معاملے فرمائے۔

ان ہی خوش بخت لوگوں کے ساتھ جنت کے وعدے تورات و انجیل میں بھی ہوئے اور قرآن کے اوراق میں بھی ہوئے۔

ان ہی عظیم لوگوں کو بڑا کامیاب اور اعلیٰ درجے کا کامران قرار دیا گیا.........اللہ رب العزت ان کے لئے جنت کو زمین ٹھہرا رہا ہے......اور کفار و منافقین اور ظالموں کا ٹھکانہ جنت نہیں بلکہ جہنم قرار دیا گیا ہے۔

ہاں جو بدبخت اور بدنصیب ایسے خوش نصیب لوگوں کو گمراہ ثابت کرنے پر ادھار کھائے بیٹھا ہے اس کا ٹھکانہ یقیناً جہنم ہے۔

آیت نمبر ۲۲۶

اب میں سورۃ النساء کی ایک آیت اپنے مدعا پر پیش کرنا چاہتا ہوں۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ۝ (النساء)

جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ تو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ شیطان کے راستے میں لڑتے ہیں۔ پس تم شیطان کے دوستوں سے لڑو بے شک

شیطانی حیلہ بودا اور کمزور ہے!

سامعین محترم!

اٰمَنُوْا ماضی کا صیغہ اور گذشتہ زمانے کا معنی دیتا ہے..........

معلوم ہوا اس آیت کے نزول کے وقت کچھ لوگ ایمان لا چکے تھے

جن کو اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کے پیارے لقب سے پکارا گیا..........

اور پھر اللہ رب العزت نے گواہی دی کہ یہ لوگ میرے راستے میں

اور میری رضا کے لئے جہاد کرتے ہیں۔

اور ان کا جہاد شیطان کے پیروکاروں سے ہے۔

ظاہر بات ہے اس آیت میں جن خوش قسمت لوگوں کو مومن اور مخلص

قرار دیا گیا ہے۔

اس سے مراد اصحاب رسول کی مقدس جماعت ہی ہے۔

پھر فیصلہ آپ حضرات پر چھوڑ دیتا ہوں کہ جن لوگوں کو قرآن میں

اللہ مومن اور اخلاص کی دولت سے مالا مال قرار دے..........ان کے

ایمان اور اخلاص میں شک کرنے والا مومن کیسے ہو سکتا ہے؟

آیت ۲۲۷

سورۃ الصف میں ارشاد ربانی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ صَفًّا

كَاَنَّهُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝ (الصف)

بے شک اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ

میں صف بستہ جہاد کرتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی

عمارت ہیں!

اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے اصحاب رسول کے مقام کو

اوران کے جذبہ جہاد کو.......... اوران کی استقامت کو بیان کرتے ہوئے گواہی دی ہے کہ وہ میرے راستے میں ایسے جم کر اور مل کر اور استقامت سے جہاد کرتے ہیں کہ یوں محسوس ہوتا ہے گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی انتہائی مضبوط عمارت اور دیوار ہیں!

آیت نمبر ۲۲۸

مدینہ منورہ میں اور اطراف مدینہ میں یہود کا ایک قبیلہ بنونضیر آباد تھا۔

ان سے مسلمانوں کا معاہدہ تھا کہ ہمارے خلاف ہمارے دشمنوں سے کسی قسم کا تعاون نہیں کرو گے۔

بنونضیر نے درپردہ کفار سے مل کر سازشیں کرنا شروع کر دیں۔

مسلمانوں نے اللہ کے حکم سے ان کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ اکیس دن تک جاری رہا.......... آخر کار انہیں ذلیل و خوار ہو کر اپنے گھروں سے جلاوطن ہو کر خیبر میں پناہ لینی پڑی۔

اسے قرآن نے یوں بیان فرمایا

مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّا نِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۗ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۗ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ۝

(الحشر)

(اے مسلمانو!) تمہارا گمان بھی نہیں تھا کہ وہ کبھی اپنے گھروں سے باہر نکلیں گے اور انہوں نے خود بھی سمجھ رکھا

تھا کہ ان کے (مضبوط) قلعے ان کو اللہ (کے عذاب)
سے بچالیں گے پھر ان پر اللہ (کا عذاب) ایسی جگہ سے آ
پڑا کہ انہیں گمان بھی نہیں تھا اور ان کے دلوں میں اللہ
نے رعب ڈال دیا وہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں
سے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے برباد کروا رہے تھے
پس اے آنکھوں والو عبرت حاصل کرو۔

سامعین گرامی قدر!

اس آیت میں صرف آیت کے آخری حصے پر غور فرمایئے کہ
یہود بنو نضیر قلعوں کے اندر بند اپنے مکان اپنے ہاتھوں سے اجاڑ رہے
تھے اور برباد کر رہے تھے کہ ہم یہاں سے جلاوطن ہوں تو یہ مکان مسلمانوں
کے کام نہ آسکیں۔

اور قلعہ کے باہر مسلمان اور مومن ان کے مکانوں کو گرا رہے تھے
تاکہ ان پر گرفت آسان ہو جائے۔

اس میں مومنین کا لفظ اس حقیقت کی وضاحت کر رہا ہے کہ یہ کام......
اللہ رب العزت نے مومنین اصحاب رسول کے ہاتھوں انجام دلوایا۔

ان مومنین میں وہ سب صحابہ شامل ہیں جو اس محاصرے میں موجود
تھے..........وہی اللہ کے دین کی تقویت اور تائید کا ذریعہ بنے۔

آیت نمبر ۲۲۸ تا ۲۳۰

فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ
حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَنتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا
مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ

أَوْزَارَهَا ۚ ذٰلِكَ ۛ وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ۗ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝ سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ۝ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ۝ (محمد)

پس جب کافروں سے تمہارا آمنا سامنا ہو تو گردنوں پر وار کرو جب ان کو اچھی طرح کچل ڈالو تو ان کو مضبوطی سے گرفتار کرلو (پھر اختیار ہے) خواہ احسان رکھ کر چھوڑ دو یا فدیہ لے کر (یہ کام کرتے رہو) تاوقتیکہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے (یعنی کفار مکمل طور پر زیر ہو جائیں اور ہتھیار ڈال دیں) یہی حکم ہے اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو (خود ہی) ان سے بدلہ لے لیتا لیکن (اس کا منشا یہ ہے) کہ تم میں سے ایک کا امتحان دوسرے کے ذریعے سے لے لے اور جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کر دیئے جاتے ہیں اللہ ان کے اعمال ہر گز ضائع نہیں کرے گا انہیں راستہ دکھائے گا اور ان کے حالات کو سنوار دے گا اور انہیں اس جنت میں لے جائے گا جس سے انہیں متعارف کر دیا ہے۔

سامعین محترم!

ان آیاتِ کریمہ میں جن لوگوں سے خطاب ہو رہا ہے کہ کفار کی گردنوں پر مضبوطی اور پوری قوت سے وار کرو

پھر کفار کو قیدی بنالو......... شہداء فی سبیل اللہ کے اجر ضائع نہیں

ہوں گے، جس جنت کا تعارف انبیاء کرام کے ذریعہ اور قرآن کے ذریعہ انہیں حاصل ہو گیا ہے.......... اللہ ان کو اس جنت میں داخل فرمائے گا۔

یہ حکم، یہ ارشاد اور یہ وعدے آخر کن لوگوں سے ہو رہے ہیں؟

ان آیات کے اوّلین مصداق کون ہیں؟

کون خوش نصیب لوگ تھے جو ان آیات کے نزول کے وقت محمد عربی ﷺ کے شانہ بشانہ کھڑے تھے؟

میدانِ جنگ میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارۂ ابرو کے منتظر تھے؟

کفار کی گردنیں کاٹ رہے تھے اور ان کی مشکیں باندھ رہے تھے؟.......... شہادت کے عظیم مرتبوں پر فائز ہو رہے تھے؟

جنت کی نعمتوں کے ان سے وعدے کئے جا رہے تھے ؟

صحابہ کرام نہیں تھے تو پھر اور کون لوگ تھے ؟

اگر ان آیات کا اوّلین مصداق اصحاب رسول کی قدوسی جماعت ہی ہے تو پھر ان پر تبرا کا دروازہ کھولنے والا .... اور لعنت کے وظیفے پڑھنے والا منکرِ قرآن ہی ہو سکتا ہے!

میں نے آج کے خطبے میں **آیت نمبر ۲۳۱ تا ۲۳۲**

قرآن مجید کی مختلف سورتوں سے ایسی بہت سی آیات پیش کی ہیں..........

جن میں اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ہجرت فرمانے کا اور میدانِ جنگ میں دادِ شجاعت دینے کا.......... اور مالی اور جانی جہاد کا تذکرہ اللہ رب العزت نے فرمایا

اب میں دو آیتیں ایسی پیش کرنا چاہتا ہوں.......... جن میں جام

شہادت نوش فرمانے والے صحابہ کرامؓ کا تذکرہ بڑے پیارے انداز میں فرمایا گیا ہے۔

پہلی آیت سورۃ البقرۃ کی ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَوٰةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿١٥٣﴾ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿١٥٤﴾ (البقرۃ)

اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ذریعہ (اللہ سے) مدد چاہو۔ بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور اللہ کے راستے میں جو مارے گئے ان کو مردہ مت کہو وہ زندہ ہیں لیکن تم کو (ان کی زندگی کا) شعور نہیں۔

(شہداء کو مردہ نہ کہنا ان کے اعزاز و اکرام کے لئے ہے .... ان کی زندگی برزخ کی زندگی ہے جسے ہم سمجھنے سے قاصر اور عاجز ہیں۔ بعض روایات میں موجود ہے کہ شہداء کی ارواح ایک پرندے کے جوف (سینے) میں داخل کر دی جاتی ہیں اور اسے جنت میں داخل کر دیا جاتا ہے)

آیت نمبر ۲۳۱ تا ۲۳۳

اسی سے ملتی جلتی بلکہ اس سے بھی واضح بات سورۃ آل عمران میں ارشاد فرمائی:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ﴿١٦٩﴾ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۚ

وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۱﴾

(آل عمران)

جو لوگ اللہ کے راستے میں مارے گئے ان کو مردہ گمان بھی نہ کرو بلکہ وہ اپنے پروردگار کے پاس زندہ ہیں۔ ان کو روزی دی جاتی ہے۔ اللہ نے اپنا فضل جو ان کو عطا کر رکھا ہے اس سے بہت خوش ہیں اور خوشیاں منا رہے ہیں ان لوگوں کی بابت جو اب تک ان سے نہیں ملے ان کے پیچھے ہیں اس بات پر کہ ان پر (بھی) نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

سامعین گرامی قدر!

ان دونوں جگہوں پر شہداء کی حیات برزخی .... اور ان کو ملنے والی نعمتوں کے تذکرے .... اور ان کو ملنے والا رزق .... اور عطا ہونے والی مسرتیں اور خوشیاں .... خوف اور غم سے نجات کے تذکرے ہو رہے ہیں!

یہ کون لوگ تھے جنہوں نے یہ اعلیٰ مرتبے پائے اور قرب الٰہی کے حق دار ٹھہرے؟

یہ قُتِلُوْا .... کے صیغے کے ساتھ کن کی شہادت کا تذکرہ ہو رہا ہے؟

یہ کون ہیں جو اللہ کی نعمتوں .... اور اس کے فضل و کرم کو دیکھ کر خوش ہو رہے ہیں؟

یقین جانیئے! ان آیات کے پہلے مصداق وہ چودہ صحابہ ہیں جو جنگِ بدر میں کفار کے ہاتھوں قتل ہوئے۔

اور ان آیات کے اوّلین اور یقینی مصداق وہ خوش نصیب صحابہؓ ہیں جو غزوۂ احد میں جام شہادت نوش کر گئے .... جن میں سید الشہداء سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔

وہ صحابہ بھی ان آیات کا صحیح مصداق ہیں جو غزوہ خندق میں جان کی بازی لگا گئے..........

اصحاب رسول کے مقام و مرتبے کو بیان کرنے کے لئے ....
ان کے بلند ترین درجات کو واضح کرنے کے لئے .... ان پر ہونے والے انعامات کے اعلان کے لئے یہ آیات کریمہ نازل ہوئیں۔

جن کی قربانیوں اور شہادتوں کو اللہ قرآن کے اوراق میں جگہ دیتا ہے.......... جن پر اپنے ہونے والے فضل و رحمت کو ذکر کرتا ہے۔

آج ان خوش نصیب لوگوں کے ایمان .... اور دین کے لئے دی گئیں ان کی قربانیوں کا انکار کیا جا رہا ہے۔

میں آخر میں کہوں گا اور برملا کہوں گا کہ:

قرآن مجید اصحاب رسول کے ایمان، تقویٰ، اخلاص، خلوص، ولولہ جہاد، شوقِ شہادت اور ان کے فضائل و اوصاف کے تذکروں سے بلاشبہ بھرا پڑا ہے۔

اصحاب رسول کے اوصاف وفضائل کا انکار صرف وہی بد بخت کر سکتا ہے جس کا بدقسمتی سے موجودہ قرآن پر ایمان نہ ہو۔

جو قرآن مجید کے محفوظ ہونے کا قائل نہ ہو.......... جو قرآن میں تحریف کا قائل ہو.......... جس کے قرآن کی آیات سترہ ہزار ہوں اور وہ اونٹ کی ران سے موٹا ہو اور ستر گز اس کی لمبائی ہو اور مسلمانوں سے چھپا ہوا ہو۔

جس شخص کا یہ عقیدہ اور نظریہ ہو کہ قرآن تحریف سے اور تغیر وتبدل سے محفوظ ہے۔

اور قرآن کی زبر اور زیر اور پیش تک میں تبدیلی نہیں ہو سکتی.......... یہ وہی قرآن ہے جو جبریل امین نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قلب پر اتارا تھا۔

وہ شخص اصحاب رسول کے فضائل ومناقب، اوصاف، صفات اور ان کی خوبیوں سے انکار کی جرأت نہیں کر سکتا!

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ

انیسویں تقریر

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ـ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰی تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۱۰﴾ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱﴾ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۲﴾ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ (الصف)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْم

سامعین محترم! گزشتہ خطبے میں بڑی تفصیل کے ساتھ .... میں نے قرآن مجید کی مختلف آیتوں کے آئینے میں .... اصحاب رسول کی ہجرت فی سبیل اللہ .... اور ان کا جانی اور مالی جہاد .... اور اشاعت دین کے لئے ان کی جدو جہد اور محنت کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے .... میدانِ جہاد میں ان کا شہادت کے شرف سے مشرف ہونے کا ذکرِ خیر بھی آپ سن چکے ہیں!

آج کے خطبے میں بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ رب العزت نے صحابہ کرامؓ کی محنتوں، کوششوں .... اللہ کے راستے میں نکلنا .... اپنے وجود پر زخم کھانا .... بھوک اور پیاس برداشت کرنا .... جہاد کے لئے ہر وقت ہمہ تن تیار رہنا .... اللہ کے دین کے پھیلانے میں لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَائِمٍ کا مصداق بن جانا۔

اپنا مال، اپنا متاع، اپنی اولاد، اپنا کنبہ قبیلہ، برادری ...... اپنی دوستیاں، سونا چاندی، عزیز و اقارب، زمینیں اور باغات حتیٰ کہ اپنی جان تک راہِ الٰہی میں قربان کر دینے کا صلہ اور اجر قرآن میں بیان فرمایا ہے!

اللہ رب العزت نے انہیں پرکھا .... ان کا امتحان لیا .... انہی آزمائش کی بھٹیوں سے گزارا .... ان کے دل میں جھانک کر دیکھا اور اسے ٹٹولا! پھر کیا ......

وہ کامیاب ہوئے یا ناکام؟ .... وہ پاس ہوئے یا فیل؟

.... وہ کامران ٹھہرے یا (العیاذ باللہ) نامراد؟

اگر وہ کامیاب و کامران ہوئے اور سو میں سے سو نمبر لے کر پاس ہو گئے تو پھر انہیں کس قدر قیمتی اور انمول انعامات سے نوازا گیا۔ آیئے

دیکھتے ہیں۔

آیت نمبر ۲۳۴

إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ
أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ ۚ
لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ (حجرات)

بے شک جو لوگ رسول اللہ کے حضور میں اپنی آوازیں
پست رکھتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے
پرہیزگاری کے لیے جانچ لیا ہے۔ ان کے لئے بخشش ہے
اور بڑا ثواب ہے۔

مطلب اور مفہوم یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے ان لوگوں کے دلوں کو امتحان وابتلاء میں مبتلا کر کے ہر قسم کے غل وغش اور کھوٹ سے پاک اور صاف اور کھرا کر کے ان کو تقویٰ اور خشیت الٰہی کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما معنی کرتے ہیں
طَهَّرَهُمْ مِنْ كُلِّ قَبِيْحٍ۔ (قرطبی)
ہر بری اور قبیح بات سے ان کو پاک کر دیا۔

اس آیت کریمہ میں ان خوش نصیب لوگوں کا تذکرہ ہو رہا ہے جو
عِندَ رَسُولِ اللَّهِ رہتے تھے۔

یعنی امام الانبیاء ﷺ کی مبارک اور مقدس محفل میں بیٹھتے اور آداب نبوی کا لحاظ کرتے ہوئے اپنی آوازیں آپ کی محفل میں پست رکھتے

اس آیت میں ان لوگوں کو متقی فرمایا اور ان کے لے مغفرت اور

اجر عظیم کا وعدہ فرمایا۔

یہ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ.......... کا مصداق ہیں اور آپ تو نہیں بن سکتے.......... نہ تابعین اور تبع تابعین اس کا مصداق ہو سکتے ہیں..........

نہ ائمہ مجتہدین اور نہ مفسرین و محدثین اس آیت کا مصداق ہو سکتے ہیں۔

بلکہ اس آیت کا مصداق صرف اور صرف اصحاب رسول ہی ہو سکتے ہیں!

وہی خوش نصیب تھے جنہیں صحبتِ نبوی حاصل تھی.......... وہی خوش بخت مجلسِ نبوی کے ہم نشین تھے۔

وہی تھے جن کے تقویٰ کا اعلان ہوا.......... وہی تھے جن کے ساتھ مغفرت کا وعدہ ہوا.......... وہی تھے جن کو اجر عظیم کی خوشخبری سنائی گئی اور یہ سب اعلان، اور وعدے اور خوشخبریاں.......... ان کے دلوں کا امتحان لینے کے بعد اور جانچنے اور پرکھنے کے بعد سنائی گئیں۔

جن خوش قسمت لوگوں کے لئے مغفرت اور بخشش کے وعدے قرآن جیسی لاریب اور بے عیب کتاب میں لاشریک مولا نے کئے ہوں..........

آج تاریخ کی تاریکیوں میں بھٹک کے.......... ان کی غلطیاں گنوانا اور تاریخ کے کذاب راویوں پر اعتماد کر کے ان پر تنقید کرنا.......... اور تاریخ کی بے سروپا روایات کے سہارے ان کی کردار کشی کرنا.......... اشاروں کنایوں میں اور کبھی واضح الفاظ میں ان کے ایمان و تقویٰ کے متعلق بحث کرنا کہاں کا انصاف ہے؟

یہ غلیظ اور قبیح حرکت وہی غلیظ شخص کر سکتا ہے جس کا موجودہ قرآن پر ایمان نہ ہو۔

آیت نمبر ۲۳۵ تا ۲۳۸ اصحاب رسول پر آزمائش

پر جب پورے اترے .... ہر امتحان میں پاس ہوئے اور اللہ رب العزت کے ہر حکم پر سر جھکا دیا

تو اللہ رب العزت نے بھی ان پر انعامات کی بارشس برسادی .... اصحاب رسول پر نعمتوں کی برکھا برسادی۔

آیئے سب سے پہلے ان آیات کا جائزہ لیتے ہیں جو آیات میں نے خطبے میں تلاوت کی ہیں:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (الصف)

اے ایمان والو! کیا میں تمہیں وہ تجارت بتلاؤں جو تم کو دردناک عذاب سے بچالے (وہ یہ ہے کہ) تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کے راستے میں اپنے مال اور اپنی جانوں سے جہاد کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم کچھ سمجھو اور علم ہو۔

(ایمان اور جہاد کو تجارت اور سوداگری سے تعبیر کیا گیا ہے اس لئے
کہ اس میں بھی انہیں تجارت کی طرح نفع اور فائدہ ہوگا اور وہ نفع ہے اللہ کی
رضا، جنت میں داخلہ اور دوزخ سے نجات.......... اسی بات کو دوسری جگہ
پہ بیان فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۚ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ ۚ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ ۚ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١١١﴾ (التوبہ: ۱۱۱)

اللہ رب العزت نے مومنوں سے ان کی جانوں اور مالوں
کا سودا جنت کے بدلے میں کرلیا ہے)
(جب تم اس طرح کرلو گے یعنی ایمان لاؤ گے اور جہاد
کرو گے تو) اللہ تمہارے گناہ معاف فرمادے گا اور تمہیں
ایسی جنتوں میں پہنچائے گا جن کے نیچے نہریں جاری
ہوں گی اور صاف ستھرے گھروں میں (داخل کرے گا)
جو جنت عدن میں ہوں گے یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔
(اور اس اخروی نعمت کے علاوہ) ایک نعمت اور بھی عطا
کرے گا جسے تم پسند کرتے ہو یعنی اللہ کی طرف سے مدد
اور جلد فتح یابی (میرے پیغمبر) آپ مومنوں کو خوشخبری

سنا دیجئے (مرنے کے بعد جنت کی اور دنیا میں فتح و

نصرت کی)

سامعین گرامی قدر!

ان آیات مبارکہ پر گہری نظر سے غور فرمایئے.......... اور ان

آیات کریمہ کے ایک ایک کلمے پر توجہ فرمایئے کہ

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا!...... کا پہلا مصداق کون لوگ ہو سکتے ہیں؟

اے ایمان والو سے مراد کون لوگ ہیں؟

کون ہیں جنہیں سورۃ الصف کی آیت نمبر ۱۰ میں ایمان والو کے

لقب سے پکارا جا رہا ہے؟

سامعین گرامی قدر!

میں تمہیں اللہ رب العزت کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں..........

بتلایئے یہ کن لوگوں سے اللہ تجارت کی بات کر رہا ہے؟

آخر یہ کون ہیں جن کو ایسی نفع مند تجارت کی طرف بلایا جا رہا ہے جو

عذاب الیم اور دوزخ سے نجات کا ذریعہ بن رہی ہے؟

یہ کون لوگ ہیں جن کے لئے مغفرت اور گناہوں کی بخشش کے

وعدے ہو رہے؟

حضرات ذرا غور تو فرمایئے:

آخر یہ کون لوگ ہیں جن کے لئے جنت کے باغات، ستھرے اور

پاکیزہ مکانات کی بشارتیں ہیں؟

جن کو دنیا میں اپنی نصرت اور فتح کی خوشخبریاں دی جا رہی ہیں؟

وہ کون سے مومن تھے جن کے بارے میں وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ

کہا جارہا ہے؟

اگر ان سب خوشخبریوں اور وعدوں کے حقیقی، صحیح اور اولین مصداق

اصحاب رسول نہیں ہیں تو اور کون ہے؟

وہی خوش نصیب تھے جو ان آیات کے نزول کے وقت موجود تھے

اور ایمان کی نعمت سے مالا مال تھے۔

ان ہی خوش نصیب لوگوں کو اللہ رب العزت نے گناہوں کی معافی

کی نوید سنائی.......... جنت کے بالاخانوں کی خوشخبری.......... دنیا میں

فتوحات کا مژدہ سنایا.......... اور ان کو بہت بڑا کامیاب و کامران انسان

قرار دیا گیا۔

مقام فکر ہے کہ:

عرش کا مالک انہیں اے ایمان والو.......... کہہ کر بلائے

..........ان کی مغفرت کے اعلان کرے اور انہیں جنت کی بشارت دے

آج کوئی بدبخت ان کے ایمان میں شک کرے اور ان کے

اعمال میں کیڑے نکالے اور ان کی غلطیاں گنوائے..........تو وہ بدبخت

ایمان اور عقل وشعور سے تہی دامن ہے۔

آیت نمبر ۲۳۹ تا ۲۴۱

سورۃ المومن میں اللہ رب العزت نے دعویٰ توحید..........

فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (پس اللہ کو پکارو خالص کرنے والے اس کے لیے پکار)

کے لیے تمہید میں چار عنوان بیان فرمائے

پہلا عنوان یہ دعویٰ معمولی دعوی نہیں بلکہ بڑے شہنشاہ کا حکم نامہ ہے اسے غور سے سنو اور تسلیم کرو۔

دوسرا عنوان ہے یہ دعویٰ توحید ظاہر باہر اور بڑا واضح ہے مخالفین جو جھگڑا کر رہے ہیں صرف ضد و عناد کی وجہ سے کر رہے ہیں

تیسرے عنوان کو بیان کرتے ہوئے فرمایا........ کہ جو خوش نصیب لوگ اس دعویٰ کو مان لیں گے........ توحید پر پختگی سے کاربند ہو جائیں گے........ اور غیر اللہ کی عبادت و پکار چھوڑ دیں گے........ تو حاملین عرش ملائکہ ان کے لیے اور ان کے آباء و اجداد کے لیے .... اور ان کی اولاد کے لیے دعائیں مانگیں گے۔

ذرا سماعت فرمائیے:

اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَیُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِیْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ ۝ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ﹰالَّتِیْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآىِٕهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝ وَقِهِمُ السَّیِّاٰتِ ۚ وَمَنْ تَقِ السَّیِّاٰتِ یَوْمَىِٕذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ۚ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝ (المؤمن)

عرش کے اٹھانے والے اور اس کے آس پاس کے
فرشتے وہ اپنے رب کی تحمید و تسبیح کرتے رہتے ہیں اور اس
پر ایمان رکھتے ہیں اور ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے
استغفار کرتے ہیں کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تو
نے ہر چیز کو اپنی بخشش اور علم سے گھیر رکھا ہے پس تو انہیں
بخش دے جنہوں نے (شرک وکفر سے) توبہ کر لی ہے
اور تیرے راستے کی پیروی کرتے ہیں اور تو انہیں دوزخ
کے عذاب سے بھی بچالے اے ہمارے پروردگار تو
انہیں ہمیشگی والی جنتوں میں لے جا جن کا تو نے ان سے
وعدہ کیا ہے اور ان کے باپ دادوں اور بیویوں اور اولاد
میں جو (جنت کے) لائق (یعنی مؤمن ہوں لیکن درجے
اور مقام میں ان سے کم تر ہوں) یقیناً تو غالب اور باحکمت
ہے اور ان کو برائیوں (کی سزا) سے محفوظ رکھ اور جس کو
اس دن تو نے برائیوں (کی سزا) سے بچالیا تو اس پر تو
نے رحمت کر دی اور بہت بڑی کامیابی تو یہی ہے۔

سامعین گرامی قدر!

اگرچہ اس آیت کے مصداق میں ہر مؤمن اور ہر موحد شامل ہے
ہر مؤمن حاملین عرش ملائکہ کی دعاؤں کا مصداق ہے۔..........
مگر جس وقت یہ آیات نازل ہوئیں.......... ہجرت سے پہلے مکہ
مکرمہ میں.......... اس وقت کون خوش قسمت ایمان لاچکے تھے؟
اس وقت کون خوش نصیب کفر و شرک سے اور بت پرستی سے تائب

ہو چکے تھے؟

وہ کون تھے جنہوں نے اللہ رب العزت کے راستے کی پیروی اور اتباع کی تھی؟

ان آیات کریمہ کے اولین اور حقیقی مصداق کون تھے؟

یقیناً آپ حضرات کا ایک ہی جواب ہوگا۔

اصحاب رسول ہی ان آیات کے پہلے مصداق اور حقیقی مراد ہیں ....وہی تھے جنہوں نے جان ہتھیلی پر رکھ کر اور انگاروں پر لیٹ کر ایمان قبول کیا اور آباء واجداد کے شرکیہ مذہب سے بغاوت کر دی۔

یہی بلند مرتبہ ہستیاں ہیں جن کے لیے عرش کے اٹھانے والے مقرب ترین فرشتے اپنے رب کے حضور التجائیں کرتے ہیں۔

کہ انہیں جنت کے باغوں میں داخل فرما............انہیں گناہوں اور برائیوں کی سزا سے بچا............انہیں عذاب سے محفوظ فرما ....انہیں اپنی رحمت اور اپنی طرف سے مغفرت عطا فرما۔

ایک لحہ کے لیے یہاں ٹھہر کر سوچئے تو سہی ....کہ میرے نبی کے ساتھیوں کے لیے عرش الٰہی کے اٹھانے والے فرشتے رحمت کی دعائیں مانگ رہے ہیں!

اور آج کا بدبخت دشمن صحابہ جب تک ان عظیم ہستیوں پر تبرا اور لعنت کی تسبیح نہ کرلے اس وقت تک اس کا ناشتہ ہضم نہیں ہوتا اللہ کے مقرب ترین فرشتے ان کے لیے دعا گو ہیں کہ ان کی مغفرت فرما............انہیں برائیوں سے محفوظ فرما۔

اور یہ بدنصیب ان کی غلطیاں گنوانے میں اپنی عمر صرف کر رہا ہے

...........یہ بد بخت ان کے کردار اور اعمال پر بحث کرنے کے لیے کاغذ سیاہ کر رہا ہے۔

اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کی یقیناً یہ بہت بڑی کامیابی ہے کہ حاملین عرش ملائکہ اور مقرب ترین فرشتے ان کے لیے دعاؤں میں مشغول ہیں۔

آیت نمبر ۲۴۲ تا ۲۴۴ میں قرآن مجید سے چن چن کر ایسی آیات آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں...........جن میں اصحاب رسول پر ہونے والے انعامات کا تذکرہ ہوا...........اور جن میں ان کی فوز وفلاح اور کامیابی کا ذکر کیا گیا ہو۔

قرآن مجید کا ایک مقام سنئے:

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ۭ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝ وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّاۗنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ۭ عَلَيْهِمْ دَاۗىِٕرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ۝ (الفتح)

وہی (اللہ) ہے جس نے مومنوں کے دلوں میں سکون

(اور اطمینان) ڈال دیا تا کہ اپنے ایمان کے ساتھ ہی
ساتھ اور بھی ایمان میں بڑھ جائیں اور زمین و آسمان
کے (کل) لشکر اللہ ہی کے ہیں اور اللہ علم والا حکمت والا
ہے (اللہ نے مومنوں کے دلوں میں اطمینان پیدا کر کے
انہیں ثابت قدم رکھا) تا کہ اللہ مومن مردوں اور عورتوں کو
ان جنتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی
ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے اور ان سے ان کے گناہوں
کو دور فرمادے اور اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑی کامیابی
ہے۔ اور تا کہ ان منافق مردوں اور منافق عورتوں اور
مشرک مردوں اور مشرکہ عورتوں کو عذاب دے جو اللہ
کے بارے میں بدگمانیاں رکھنے والے ہیں (دراصل)
انہیں پر برائی کا پھیرا ہے اللہ ان پر ناراض ہوا اور ان پر
لعنت کی اور ان کے لیے دوزخ تیار کی اور دوزخ بری
جگہ ہے لوٹنے کی۔

سامعین گرامی قدر!

یہ آیات کریمہ سورۃ الفتح کی ہیں.........جو صلح حدیبیہ کے موقع پر
نازل ہوئیں.........اس سفر میں امام الانبیاء ﷺ کے ہمراہ تقریباً چودہ سو
صحابہ تھے.........جن میں خلفاء اربعہ بھی شامل ہیں.........سیدنا طلحہؓ و
زبیرؓ اور سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ بھی شامل ہیں

صلح حدیبیہ کی شرائط بظاہر ایسی محسوس ہوتی تھیں کہ یہ صلح مسلمانوں
نے دب کر کی ہے.........کئی صحابہ کرام کے دلوں میں اضطراب اور

پریشانی نے ڈیرہ ڈالنے کی کوشش کی۔

ایسے وقت میں اللہ رب العزت نے ان کے دلوں میں سکینت اور اطمینان پیدا فرما دیا......... ان کے ایمان کو تازگی اور جلا بخشی۔

ان سے گناہوں کو دور ہٹانے کا وعدہ فرمایا.......... اور انہیں جنت کی خوشخبری سنائی اور انہیں کامیاب و کامران قرار دیا۔

ان آیاتِ کریمہ کا مصداق ہی وہ چودہ سو صحابہ ہیں.......... جو حدیبیہ کے سفر میں میرے نبی کے رفیق سفر تھے۔

ان میں سیدنا صدیق اکبرؓ تھے.......... سیدنا فاروق اعظمؓ تھے......
......سیدنا عثمان ذوالنورینؓ تھے.......... سیدنا علیؓ بن ابی طالب تھے......

......ان ہی کے لیے مغفرت اور جنت کے وعدے ہو رہے ہیں۔

سورۃ الفتح کی آیت نمبر ۶ پر غور فرمایئے۔

منافق مردوں اور عورتوں کا ذکر ہو...... مشرک مردوں اور عورتوں کا ذکر ہوا.......... اور کہا گیا ان کے لیے عذاب تیار ہے اور ان سے اللہ ناراض ہے.......... وہ لعنت کے مستحق ہیں.......... ان کے لیے جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔

تجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ مشرکین و منافقین کے تذکرے سے پہلے اللہ رب العزت نے مؤمنین کا تذکرہ فرمایا:

اس سے ثابت ہوا کہ اصحاب رسول (العیاذ باللہ) مشرک بھی نہیں تھے اور منافق بھی نہیں تھے۔

مشرکین اور منافقین عذاب کے مستحق ہیں اور میرے نبی کے یار جنت کے باغوں کے وارث ہیں۔

مشرکین ومنافقین اللہ کے غضب اور غصے کے سزاوار ہیں اور میرے نبی کے ساتھی اللہ کی رضا اور رحمت سے مالا مال ہیں!

مشرکین ومنافقین پر عرش والے کی لعنت برستی ہے اور میرے نبی کے صحابہ کے لیے فرشتے بھی رحمت ومغفرت کی دعائیں مانگتے ہیں!

مشرکین ومنافقین کے لیے دوزخ کی آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلے ہیں اور اصحاب رسول کے لیے جنت الفردوس کے ٹھنڈے سائے ہیں!

جو بدبخت پھر بھی اصحاب رسول کی مقدس جماعت کے بارے میں بدگمانیوں کا شکار رہتا ہے۔

اور اس قدوسی جماعت کو طعن وتشنیع کا نشانہ بناتا ہے............اور ان پر تبرا کا دروازہ کھولتا ہے............اور اپنی غلیظ اور خبیث اور نجس زبان سے ان پر لعنت کا ورد کرتا ہے۔

اس بے ایمان کا موجودہ قرآن پر ایمان ہرگز ہرگز نہیں ہے ....جو قرآن جگہ جگہ اصحاب رسول کی خوبیوں، اوصاف اور صفات کے تذکرے کرتا ہے!

آیت نمبر ۲۴۵ اصحاب رسول کی کامیابیوں اور دنیوی اخروی کامرانیوں کے تذکرے قرآن نے جگہ جگہ فرمائے۔

ایک اور جگہ دیکھیے:

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ۝ (الجاثیہ)

پس جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے اچھے عمل
کیے تو ان کو ان کا رب اپنی رحمت تلے لے لے گا یہی واضح
کامیابی ہے۔
سامعین گرامی قدر!
یہ سورت جاثیہ کی آیت نمبر ۳۰ ہے.........اس سے اگلی آیت
.........آیت نمبر ۳۱ میں اللہ رب العزت نے کفار و مشرکین کا تذکرہ فرمایا
ہے کہ وہ مجرم لوگ ہیں۔
اور آیت نمبر ۳۰ میں أمنوا..... اور عملوا دونوں ماضی کے
صیغے ہیں اور اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس آیت کے نزول سے پہلے
ایمان قبول کر چکے تھے اور وہ اعمال صالحہ کے زیور سے آراستہ تھے۔
ظاہر بات ہے کہ آیت کے نزول کے وقت وہی حضرات موجود
تھے جن کو آج ہماری زبانیں.........محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی اور
صحابہ کہتی ہیں۔
ان ہی کے ایمان کی گواہی دے کر.........اور ان ہی کے
اعمال صالحہ کی تعریف فرما کر اللہ رب العزت نے اسے ان کی صریح اور
واضح کامیابی قرار دیا۔

آیت نمبر ۲۲، ۲۳

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں
ایک مقام پر اصحاب رسول پر ہونے والے انعام کا تذکرہ اس طرح فرمایا:

تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَ هُوَ
وَاقِعٌۢ بِهِمْ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ

رَبِّهِمْ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۲۲﴾ ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۚ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۚ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ۚ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۲۳﴾

(الشوریٰ)

آپ دیکھیں گے کہ یہ ظالم اپنے اعمال سے ڈر رہے ہونگے جن اعمال کے وبال ان پر واقع ہونے والے ہیں اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے وہ جنت کے باغوں میں ہونگے وہ جو خواہش کریں گے اپنے رب کے پاس موجود پائیں گے یہی بڑا انعام ہے یہی ہے جس کی خوشخبری اللہ اپنے بندوں کو دے رہا ہے جو ایمان لائے اور (سنت کے مطابق) نیک عمل کیے آپ کہہ دیں کہ میں (اے مکہ والو) تم سے (اس تبلیغ پر) کوئی بدلہ نہیں مانگتا مگر محبت رشتہ داری کی۔

(اس کا مطلب ومفہوم یہ ہے کہ میں وعظ ونصیحت اور دعوت وتبلیغ کی کوئی اجرت تم سے نہیں مانگتا البتہ میرا ایک مطالبہ ضرور ہے کہ میرے اور تمہارے درمیان جو رشتے داری ہے اس کا لحاظ کرو............ آیت کا یہ مفہوم حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان فرمایا اور بخاری نے سورۃ شوریٰ کی تفسیر میں اسے نقل کیا۔

تفسیر خازن، قرطبی، ابن کثیر، مظہری نے بھی اس آیت کا یہی مفہوم

تحریر فرمایا ہے۔

اہل تشیع نے اور کچھ ایسے حضرات نے جو اہل تشیع سے متأثر ہیں ....انہوں نے القربیٰ سے ذوی القربیٰ یعنی امام الانبیاء ﷺ کے رشتے دار اور اہل قرابت مراد لیے ہیں ....اور انہیں بھی چار میں محدود کردیا ہے۔

یعنی سیدنا علی، سیدہ فاطمہ اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم اجمعین مگر یہ قول کسی صحابی سے یا معتبر مفسر سے ثابت نہیں ہے اور جو مفہوم میں نے بیان کیا ہے وہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ثابت ہے پھر کفار مکہ سے اپنے گھرانے کی محبت کا سوال بطور اجرت تبلیغ ....انتہائی عجیب بات ہے اور یہ بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ ارفع سے بہت نیچے ہے۔

اس سے آپ ﷺ پر کنبہ پروری اور قرابت نوازی کا الزام آتا ہے (روح المعانی) پھر لطف کی بات یہ ہے کہ یہ سورت اور یہ آیت مکی ہے ....یعنی ہجرت سے پہلے نازل ہوئی۔

اور ابھی تک سیدنا علیؓ اور سیدہ فاطمہؓ کا نکاح بھی نہیں ہوا تھا۔

یعنی ابھی وہ گھرانہ معرضِ وجود میں ہی نہیں آیا تھا جس گھرانے کے ساتھ محبت کرنے کا مطالبہ اس آیت میں ہو رہا ہے فوا اسفا)

سامعین گرامی قدر!

یہ سورت مکی ہے..........ہجرت سے پہلے اتری ہے..........ان آیتوں میں ....اٰمنو اور عملوا..........ماضی کے صیغے ہیں ....یعنی ہجرت سے قبل کچھ لوگ تھے جن کے ایمان اور اعمالِ صالحہ کی گواہیاں قرآن دے رہا ہے۔

اور انہیں جنت کے باغوں کی خوشخبریاں سنا رہا ہے اور ان پر ہونے والے اپنے انعام کے تذکرے فرما رہا ہے۔

آیت نمبر ۲۴۸ تا ۲۵۳

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں.........سورۃ دخان کی آیت نمبر ۴۲ سے لے کر آیت نمبر ۵۰ تک جہنم کے اس دردناک عذاب کا تذکرہ فرمایا.........جسے مشرکین و کفار نے جھیلنا ہے۔

اس کے بعد فرمایا:

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ ﴿٥١﴾ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿٥٢﴾ يَلْبَسُونَ مِن سُندُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُّتَقَابِلِينَ ﴿٥٣﴾ كَذَٰلِكَ وَزَوَّجْنَاهُم بِحُورٍ عِينٍ ﴿٥٤﴾ يَدْعُونَ فِيهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ آمِنِينَ ﴿٥٥﴾ لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ ۖ وَوَقَاهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ﴿٥٦﴾ فَضْلًا مِّن رَّبِّكَ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿٥٧﴾ (الدخان)

بے شک (اللہ سے) ڈرنے والے امن چین کی جگہ میں ہونگے باغوں اور چشموں میں باریک اور دبیز ریشم کے لباس پہنے ہوئے آمنے سامنے بیٹھے ہونگے اور یہ بات اسی طرح ہے اور ہم بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے ان کا نکاح کر دیں گے (اور) وہ وہاں اطمینان سے ہر قسم کے میوں کی فرمائشیں کرتے ہونگے (اور) وہاں وہ موت کا ذائقہ بھی نہیں چکھیں گے بجز اس موت کے جو دنیا

میں آ چکی انہیں اللہ نے دوزخ کے عذاب سے بچالیا یہ
سب کچھ تیرے رب کا فضل ہے بڑی کامیابی یہی ہے۔
سامعین گرامی قدر!

ان آیات کریمہ میں متقین کو ملنے والے انعامات کا تذکرہ کیا گیا ہے.........ان آیات کے نزول کے وقت وہ کون سے لوگ تھے جن کو متقین کے خوبصورت اور حسین لقب سے یاد کیا گیا ہے۔ قرآن مجید نے کئی جگہوں پر اصحاب رسول کو متقون کے لقب سے یاد کیا ہے۔

ان آیات میں ان اصحاب رسول کا ذکر خیر ہو رہا ہے جو اس سورت کے نزول سے پہلے ایمان کی دولت اور نعمت سے مالا مال ہو چکے تھے اور جن کو ہجرت کے سفر طے کرنے کی وجہ سے مہاجرین کے لقب سے پکارا جاتا ہے ان ہی کو.........کامیاب و کامران قرار دیا گیا ہے۔

آیت نمبر ۲۵۴

سورۃ بروج میں اللہ رب العزت نے فرمایا کہ

جن مشرکین اور کفار نے مومن مردوں اور عورتوں کو دین حق سے ہٹانے کے لیے ستایا پھر توبہ بھی نہیں کی انہیں دوزخ کی آگ کے حوالے کر دیا جائے گا

پھر ایمان والوں کو بشارت سنائی:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ ﴿١١﴾ (البروج)

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کیے ان کے لیے وہ باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

حضرات محترم!

یہ مکی سورت ہے یہاں اٰمنوا اور عَمِلُوْا سے مراد یقیناً وہ حضرات ہی ہیں جو اس آیت کے نزول سے پہلے ایمان لا چکے تھے۔

ان کے لیے نعمتوں کا اور جنت کے باغات کا تذکرہ ہو رہا ہے اور اسے ان کی کامیابی قرار دیا گیا ہے۔

میں نے جتنی آیات آپ حضرات کے سامنے پیش کی ہیں .... ان میں اصحاب رسول کے ایمان، ان کے اعمال صالحہ کا تذکرہ کر کے بطور انعام ان کے لیے مغفرت، رحمت اور جنت کا اللہ رب العزت نے اعلان فرمایا اور پھر اسے ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ...... اور کبھی ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ کے ساتھ ذکر فرمایا۔

اللہ رب العزت تو اصحاب رسول کی کامیابیوں اور کامرانیوں کو قرآن مجید میں جگہ جگہ بیان کرتا ہے۔

اور یہ بد بخت کہتا ہے:

سوائے تین صحابہ کے باقی سب صحابہ (العیاذ باللہ) مرتد ہو گئے تھے .... یعنی وہ امتحان میں کامیاب نہیں ہوئے اور فیل ہو گئے۔

اب فیصلہ انصاف کے ساتھ آپ خود کر لیں کہ:

لاریب اور بے عیب کتاب قرآن کی بات ماننی چاہیے...... یا بد بخت دشمن صحابہ کی!

آیت نمبر ۲۵۵ اللہ رب العزت نے سورت انشقاق کی آیت نمبر ۲۴ میں کفار مکہ کو عذاب کی خبر سنائی پھر فرمایا:

إِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ

غَيۡرُ مَمۡنُوۡنٍ ﴿۲۵﴾ (الانشقاق)

مگر جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے ان کے لیے ایسا اجر ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے۔

اس آیت میں اللہ رب العزت نے فرمایا کہ کفار کو عذاب جھیلنا ہوگا مگر جو ایمان لاچکے اور میری مرضی کے مطابق اعمال کیے میں انہیں ایسا اجر عطا کروں گا جو کبھی موقوف نہیں ہوگا۔

اس آیت میں ان مؤمنوں کے لیے بڑی خوشخبری ہے جو مکہ مکرمہ میں ایمان لاچکے تھے اور پھر وہ ہجرت کے شرف سے مشرف ہوئے۔

آیت نمبر ۲۵۶۔۲۵۷

سورۃ السجدہ کی آیت نمبر ۱۲ میں مشرکین اور کفار پر ہونے والے عذاب کا تذکرہ ہوا پھر آیت نمبر ۱۵ میں مؤمنین کی صفاتِ عالیہ کا ذکر فرمایا گیا۔

پھر استفہام انکاری کا رنگ اختیار کرکے فرمایا:

اَفَمَنۡ كَانَ مُؤۡمِنًا كَمَنۡ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا يَسۡتَوٗنَ ﴿۱۸﴾ اَمَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمۡ جَنّٰتُ الۡمَاۡوٰى نُزُلًا ۢ بِمَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۹﴾ وَاَمَّا الَّذِيۡنَ فَسَقُوۡا فَمَاۡوٰٮهُمُ النَّارُ ؕ كُلَّمَاۤ اَرَادُوۡۤا اَنۡ يَّخۡرُجُوۡا مِنۡهَاۤ اُعِيۡدُوۡا فِيۡهَا وَقِيۡلَ لَهُمۡ ذُوۡقُوۡا عَذَابَ النَّارِ الَّذِىۡ كُنۡتُمۡ بِهٖ تُكَذِّبُوۡنَ ﴿۲۰﴾ (السجدہ)

کیا مؤمن فاسق کے برابر ہوسکتا ہے؟ یہ دونوں برابر نہیں ہوسکتے جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور نیک عمل بھی

کیے ان کے لیے دائمی باغات ہیں مہمانی ان کے اعمال
کی لیکن جن لوگوں نے نافرمانی کی ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے
جب بھی اس سے باہر نکلنا چاہیں گے تو اسی میں لوٹا دیے
جائیں گے اور کہہ دیا جائے گا کہ اپنے جھٹلانے کے
بدلے آگ کا عذاب چکھو۔

سامعین محترم!

آیت نمبر ۱۸ میں اللہ رب العزت نے استفہام انکاری کے انداز میں پوچھا گیا مومن اور فاسق برابر ہو سکتے ہیں؟

سورۃ السجدہ مکی سورت ہے اور مکہ میں کوئی ایک بھی منافق نہیں تھا ....مکہ میں مشرکین مکہ تھے (جن کو فسق کے درجہ کامل کے لحاظ سے فاسق کہا گیا یعنی کافر)

اور ان کے مقابلے میں اصحاب رسول تھے..........حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ اور دیگر صحابہ جن کو ہجرت کے سفر کی عظمت حاصل ہوئی۔

ان ہی لوگوں کو اس آیت میں مومن کہا گیا.......... پھر آج ان قرآنی مومنین کو مومن نہ سمجھنے والا خود مومن کیسے ہو سکتا ہے؟

سورۃ السجدہ کی آیت نمبر ۱۹ اور ۲۰ پر غور فرمائیے۔

آیت نمبر ۱۹ میں آمنوا اور عملوا ماضی کے صیغوں کے ساتھ اصحاب رسول کا تذکرہ فرمایا..........اور جنت میں ان کی مہمانی کا تذکرہ فرمایا اور آیت نمبر ۲۰ میں کفار اور فاسقین کو تخویف سنائی کہ وہ جہنم کا ایندھن بنیں گے۔

دونوں آیتوں میں مؤمنین کے لیے جنت اور کفار کے لیے دوزخ کا تذکرہ کر کے اصحاب رسول کے مؤمن ہونے پر مہر تصدیق ثبت فرمائی۔

آیت نمبر ۲۵۸ اللہ رب العزت نے سورۃ المؤمن میں قیامت کے وقوع کی ایک دلیل یہ ارشاد فرمائی.......... کہ اگر جزا و سزا کا ایک دن مقرر نہ ہو تو پھر مؤمن اور کافر، صالحین اور بدکار تو برابر ہو گئے۔

حالانکہ جس طرح نابینا اور بینا برابر نہیں ہو سکتے اسی طرح مؤمن اور کافر بھی جزا کے اعتبار سے برابر نہیں ہو سکتے۔

ارشاد ہوا:

وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْٓءُ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝ (المؤمن)

اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں نہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور بھلے کام کیے بدکاروں کے (برابر ہیں) تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔

اس آیت میں مؤمن کو بصیر اور کافر کو اعمیٰ کہا گیا ہے.......... اور پھر امنوا اور عملوا کے صیغوں کے ساتھ اصحاب رسول کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ مؤمن کافروں اور بدکاروں کے برابر نہیں ہو سکتے!

آیت نمبر ۲۵۹ اسی مضمون کو ایک اور جگہ پر اللہ رب العزت نے یوں بیان فرمایا:

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ أَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ۚ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۲۱﴾

(الجاثیہ)

کیاان لوگوں کا جو برے عمل کرتے ہیں یہ گمان ہے کہ ہم ان کو ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے کہ ان کا مرنا جینا یکساں ہو جائے برا ہے وہ فیصلہ جو وہ کر رہے ہیں!

اس آیت میں برے اعمال کے مرتکب وہ کون سے لوگ تھے جن کو اللہ رب العزت یہ حقیقت سمجھانا چاہتے تھے ؟

یقیناً مشرکین مکہ ہی تھے۔

پھر ان کے مقابلے میں وہ کون خوش نصیب تھے جن کو اٰمنوا اور عملوا ...... کے القاب کے ساتھ یاد کیا جا رہا ہے۔

یقیناً اصحاب رسول ہی تھے جو مکہ مکرمہ میں مصائب اور تکالیف کے زمانے میں ایمان لائے۔

آیت نمبر ۲۶۰

اسی عنوان کو اور اسی حقیقت کو قرآن نے ایک اور جگہ اس طرح بیان فرمایا:

أَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ ۖ أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ ﴿۲۸﴾

(صٓ)

کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور بھلے عمل کیے ان
کے برابر کر دیں گے جو زمین میں فساد مچاتے ہیں؟ یا
پرہیزگاروں کو بدکاروں جیسا کر دیں گے۔

سورت ص بھی مکی سورت ہے.......... معلوم ہوا کہ اس سورت کے نزول کے وقت کچھ خوش نصیب ایسے تھے جو ایمان کی دولت سے مالا مال ہو چکے تھے اور ان کے اعمال و افعال اور کردار و اخلاق پسندیدہ تھے ان ہی لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے مکہ کے فجار کے مقابلے میں.......... متقین کے نام سے پکارا ہے.......... یعنی پرہیزگار.......... یعنی اللہ رب العزت کی ہر قسم کی نافرمانیوں سے اپنے دامن کو بچانے والے۔

آج کوئی ایسی بات.......... اور کوئی ایسی تحریر.......... چاہے لکھنے والا کوئی ہو.......... اور وہ بات کہنے والا کوئی ہو.......... جس سے اصحاب رسول کے ایمان، اور ان کے اعمال صالحہ اور تقویٰ پر زد پڑتی ہو.......... ہم اسے دیوار پر مار دیں گے اور قرآن کی آیات کو سینے سے لگا کر.......... یہ ایمان رکھیں گے کہ

محمد عربی ﷺ کے تمام صحابہ کامل مومن، اونچے درجے کے متقی، صادق و عادل اور جنت کے وارث ہیں۔

آیت نمبر ۲۶۱ اسی مضمون کو سورت الانعام میں بیان فرماتے ہوئے ارشاد ہوا:

أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَٰهُ وَجَعَلْنَا لَهُۥ نُورًا
يَمْشِي بِهِۦ فِي ٱلنَّاسِ كَمَن مَّثَلُهُۥ فِي ٱلظُّلُمَٰتِ
لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ۚ كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكَٰفِرِينَ مَا

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (الانعام)

ایسا شخص جو پہلے مردہ تھا (یعنی کافر تھا) پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا (یعنی اسلام قبول کرنے کی توفیق دے دی) اور ہم نے اس کو ایک ایسا نور دے دیا کہ وہ اس نور کو لیے پھرتا ہے لوگوں میں (یعنی قرآن) کیا ایسا شخص (یعنی مؤمن) اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے؟ جو تاریکیوں سے نکل ہی نہیں پاتا (یعنی کفر کی تاریکیوں میں بھٹک رہا ہے) اسی طرح کافروں کو ان کے اعمال خوش نما معلوم ہوا کرتے ہیں!

سامعین گرامی قدر!

ایک لمحہ کے لیے غور فرمائیے کہ:

اس مکی سورت میں .... یہ کس جماعت اور گروہ کا ذکر ہو رہا ہے جو پہلے کافر و مشرک تھے اور میت کی طرح تھے .... پھر اللہ رب العزت نے انہیں اسلام کی روح عطا فرما کر زندگی دے دی۔

انہیں قرآن جیسی کتاب دے کر کفر کے اندھیروں میں روشنی اور نور کا انتظام فرما دیا۔

آخر یہ کون لوگ ہیں؟ جن کو مشرکین و کفار کے مقابلے میں لا کر فیصلہ فرمایا کہ یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

انابت کی عینک سے دیکھیں .... اور آنکھوں سے ضد کی پٹی اتار دیں .... تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی کہ اندھیروں میں بھٹکنے والے مشرکین مکہ ہیں۔

اور قرآن جیسے نور کو حاصل کرنے والے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے

صحابہ ہیں!

آیت نمبر ۲۶۲ | سورۃ محمد میں کفار اور مومنین کے رویوں کو یوں

ذکر فرمایا:

ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ

الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَذٰلِكَ

يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ۝ (محمد ۴۷: ۳)

یہ اس لیے کہ کافروں نے باطل کی پیروی کی اور مومنوں

نے اس دین حق کی پیروی کی جو ان کے اللہ کی طرف

سے ہے۔ اللہ لوگوں کو ان کے احوال اسی طرح بتاتا ہے!

اس آیت میں جو مدنی ہے.......... یعنی ہجرت مدینہ کے بعد

اتری ہے فرمایا کہ

کفار و مشرکین ہمیشہ باطل کے راستوں کی پیروی کرتے ہیں اور

سچے ایمان والے وہ ہیں جنہوں نے اس دین کی پیروی اختیار کی ہے

..........جو محمد عربی ﷺ کے ذریعہ ان کو عطا ہوا۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور اِتَّبَعُوْا ..... دونوں ماضی کے صیغے ہیں

..........جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کے نزول سے قبل کئی لوگ

..........ایمان اور اتباعِ حق کے زیور سے آراستہ ہو چکے تھے۔

یقیناً وہ اصحاب رسول تھے.......... یہ سورۃ مدنی ہے اور اس میں

مہاجرین اور انصار سب صحابہ کرام شامل ہیں!

آیت نمبر ۲۶۳

میں آپ حضرات کے سامنے کئی آیات مبارکہ پیش کر چکا ہوں............ جن میں اللہ رب العزت نے اصحاب رسول کو کفار و مشرکین کے تقابل میں ذکر فرمایا............ اور ان کے ایمان و عمل اور تقویٰ و پرہیزگاری کو بیان کیا۔

آئیے! اب میں ایسی آیات آپ حضرات کے سامنے تلاوت کرتا ہوں............ جن میں اصحاب رسول کی مختلف صفات کے تذکرے، ان پر ہونے والے انعامات کا ذکر............ ان کے مؤمن کامل ہونے کو بیان کیا گیا ہے۔

سورۃ الانفال میں فرمایا:

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (الانفال)

اور اس حالت کو یاد کرو جب تم زمین میں تھوڑے تھے کمزور سمجھے جاتے تھے ڈرتے رہتے تھے کہ تم کو لوگ اُچک لیں پھر اللہ نے تم کو ٹھکانہ دیا اور تم کو اپنی نصرت سے قوت دی اور تم کو ستھری چیزوں سے روزی دی تا کہ تم شکر کرو!

سامعین گرامی قدر!

عدل و انصاف کے تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے............

بتلائیے کہ کیا اس آیت کے مصداق تابعین ہو سکتے ہیں؟

کیا اس آیت کے مخاطب تبع تابعین ہو سکتے ہیں؟

اللہ کو حاضر و ناظر جان کر فیصلہ فرمایئے.........کیا اس آیت سے مراد ائمہ مجتہدین، امت کے مفسرین، ملت کے محدثین، فقہائے کرام، علماء عظام، اولیاء امت ہو سکتے ہیں؟

اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہو گا.........تو پھر ماننا پڑے گا.........طوعاً مان لیں آپ کی مرضی.....یا کرھاً مان لیں آپ کی مرضی.........سر جھکا کر تسلیم کر لیں آپ کی منشاء.........یا سر پیٹ کر تسلیم کر لیں آپ کی منشاء......

اس حقیقت کو مانے سوا کوئی چارہ نہیں کہ اس آیت کے مصداق صرف اور صرف میرے نبی کے ساتھی ہیں۔

ہاں اس آیت کے مخاطب صرف میرے نبی کے پیارے یار ہیں اصحاب رسول.........اور مہاجرین کو کہا جا رہا ہے۔

اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ.....جب تم قلیل تھے.........مکہ مکرمہ میں اور ہجرت کے بعد مدینہ منورہ کے ابتدائی ایام میں تم تعداد کے اعتبار سے اور مالی پوزیشن کے لحاظ سے تھوڑے تھے۔

کفار و مشرکین تمہیں کمزور و ناتواں سمجھتے تھے.........تم بھی ہر وقت خوف زدہ رہتے تھے کہ کفار کسی جانب سے حملہ کر کے ہمیں نیست و نابود نہ کر دیں.........مکہ میں تم نے تیرہ سال خوف کے سائے میں گزارے تھے پھر اللہ نے تم پر رحمت و مہربانی فرمائی.........اور تمہیں مدینہ منورہ میں رہنے کے لیے جگہ عطا فرمائی.........مہاجرین و انصار میں بے مثال رشتہ مواخات قائم کر دیا۔

تمہیں اپنی نصرت و مدد کے ذریعہ قوت عطا فرمائی.........بدر

کے میدان میں کس طرح تمہاری مدد کر کے کفار کی جڑ کاٹ کر رکھ دی .... باوجود قلیل تعداد ہونے کے تم کو فتح بھی دی، مال غنیمت بھی اور قیدیوں کا فدیہ بھی۔

لوگو! بتاؤ یہ کن لوگوں سے خطاب ہو رہا ہے؟ اصحاب رسول کی مقدس جماعت سے ہی نا!

تو پھر مانیے اللہ کی مدد، نصرت اور تائید اصحاب رسول کو حاصل تھی تو جن لوگوں کو اور جس جماعت کو عرش کے مالک کی نصرت و تائید حاصل ہو، پھر اس جماعت کے معتبر ترین افراد پر تبرا کرنے والا .... اور ان پر تنقید کرنے والا اپنا منہ کالا نہیں کر رہا؟

آیت نمبر ۲۶۴ سورۃ البقرہ کی ایک آیت آپ کو سنانا چاہتا ہوں .... جس میں اللہ رب العزت نے اصحاب رسول کے ایمان کا تذکرہ اس طرح فرمایا:

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۫ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝ (البقرہ)

ایمان لایا رسول اس چیز پر جو اس کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے اتری اور مومن بھی ایمان لائے یہ سب اللہ اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اس کے رسولوں میں سے ہم کسی

میں تفریق (یعنی کچھ کو مانیں اور کچھ کو نہ مانیں)
نہیں کرتے وہ کہتے ہیں ہم نے سنا اور اطاعت کی ہم تیری
بخشش طلب کرتے ہیں اے ہمارے رب اور ہمیں تیری
ہی طرف لوٹنا ہے!

سامعین گرامی قدر!

سورۃ بقرہ مدنی سورت ہے .... یعنی ہجرتِ مدینہ کے بعد
نازل ہوئی ہے۔

اس میں اللہ رب العزت نے اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کے ایمان
کے ساتھ ہی مومنوں کے ایمان لانے کا تذکرہ فرمایا ہے۔

پھر ان کے اس قول و اقرار کو بیان کیا کہ:

ہم نے احکام الٰہی اور آیاتِ قرآنیہ کو سنا اور اس کے سامنے سر
تسلیم خم کر دیا۔

کوئی شخص ہمارا یہ عقدہ حل کرے کہ اس آیت میں جن مومنوں
کے ایمان لانے کا تذکرہ ہو رہا ہے۔

اور جن خوش نصیب حضرات کی اطاعت و فرمانبرداری کو بیان کیا
جا رہا ہے۔

اس سے مراد کون لوگ ہیں؟

اس مومنون کے مصداق کون ہیں؟

اور سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا کے قائل کون ہیں؟

ہر ذی عقل اور صاحبِ شعور کا یہی جواب ہوگا .... کہ اس آیت
کے صحیح اور حقیقی مصداق اصحاب رسول ہی ہیں .... مہاجرین و انصار ہی

کو مؤمن اور مطیع کہا جا رہا ہے۔

جن خوش بخت لوگوں کو اللہ رب العزت عرش سے ایمان واطاعت کی سندیں عطا کرتا ہے..... آج ان کے ایمان میں شک وشبہ کرنے والا قرآن پر ایمان رکھنے کے دعوی میں سچا نہیں ہو سکتا..... وہی اس بات کا قائل ہے کہ اصلی قرآن عراق کی ایک غار میں ایک غائب امام کے ہاتھوں میں ہے۔

قرآن کو تحریف سے محفوظ سمجھنے والا .... کبھی بھی صحابہ کرام کے ایمان واطاعت اور اخلاص کے بارے میں مشکوک نہیں ہو سکتا۔

آیت نمبر ۲۶۵۔۲۶۶

سورۃ الحج کی آیت نمبر ۱۹ میں ارشاد ہوا کہ دو گروہ اللہ کی الوہیت کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں (یعنی ایک گروہ کفار کا اور دوسرا مؤمنین کا) پھر آیت نمبر ۲۰ سے لے کر ۲۲ تک کفار کو دوزخ میں جس عذاب کا سامنا کرنا ہوگا اس کا تذکرہ فرمایا:

پھر کفار کے مقابلے میں ایمان داروں کا تذکرہ اس طرح فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا ۖ وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ﴿٢٣﴾ وَهُدُوا إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۖ وَهُدُوا إِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيدِ ﴿٢٤﴾ (حج)

ایمان والوں اور نیک کام کرنے والوں کو اللہ ان جنتوں میں لے جائے گا جن کے (درختوں اور محلات کے) نیچے نہریں جاری ہونگی جہاں ان کو سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور سچے موتی بھی وہاں ان کا لباس خالص

ریشم ہوگا (یہ سب انعامات ونوازشات ان پر اس لیے ہونگی کہ دنیا میں) ان کو پاکیزہ بات (کلمۂ توحید) کی راہنمائی کردی گئی اور قابل صد تعریف راستے (یعنی دین اسلام) کی ہدایت کردی گئی تھی!

سامعین گرامی قدر!

کفار کے مقابلے میں ایمان والوں کا تذکرہ ہو رہا ہے ....جس وقت یہ آیتیں نازل ہو رہی تھیں ....اور جن لوگوں کے لیے انعاماتِ باری کا اعلان ہو رہا تھا۔

اس وقت ایمان دار کون لوگ تھے؟

اصحاب رسول کے علاوہ کون ہو سکتے ہیں۔

ان ہی خوش نصیب لوگوں کو مؤمن اور اعمال صالحہ کے خوگر کہا جا رہا ہے ان کو جنت میں سونے کے کنگن اور سچے موتی پہنائے جائیں گے ....ان کا لباس ریشم کا ہوگا..........امام الانبیاء ﷺ کی زندگی مبارکہ میں وہی تھے جنہیں پاکیزہ بات یعنی کلمہ طیبہ اور قرآن کی جانب راہنمائی عطا کی گئی اور ان کو دین اسلام کا سیدھا راستہ دکھایا گیا۔

اصحاب رسول کا جنتی ہونا اور جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونا اس آیت کی رو سے یقینی ہے.......جو بد بخت اور بدنصیب اصحاب رسول کے جنتی ہونے میں شک کرتا ہے وہ قرآن کی اس جیسی کئی آیات کا منکر ہے۔

آیت نمبر ۲۶۷ اسی سے ملتی جلتی ایک آیت سورۃ النساء سے بھی سماعت فرمالیجیے:

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۫ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ﴿۵۷﴾ (النسآء)

اور جولوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے ہم عنقریب ان کو ایسے باغات میں لے جائیں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ان کے لیے وہاں پاکیزہ بیویاں ہونگی اور ہم ان کو گھنی چھاؤں میں داخل کریں گے۔

حضرات گرامی!

سورۃ نساء مدنی سورت ہے.......... جو ہجرت کے بعد اتری۔

جو آیت میں نے تلاوت کی ہے اس میں اٰمنوا اور عملوا......

......دونوں ماضی کے صیغے ہیں.......... اللہ رب العزت کے اس انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کے نزول کے وقت کچھ لوگ ایسے تھے جو ایمان کی دولت سے مالا مال ہو چکے تھے.......... اور ان کی زندگی کے اعمال و افعال شائستہ اور نیک تھے.......... ان کے لیے جنت کی نعمتوں کا وعدہ کیا گیا۔

اس وقت مہاجرین و انصار کی مقدس ترین جماعت ہی تھے جو اٰمنوا اور عملوا کے اولین مصداق ٹھہرے!

آیت نمبر ۲۶۸

لگے ہاتھوں ایک آیت اور بھی سن لیجیے

......یہ سورۃ البقرہ کی آیت کریمہ ہے!

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ

لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَ اُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَ لَهُمْ فِیْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙۗ وَّ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵﴾

(البقرہ ۲۵)

(میرے پیغمبر) خوشخبری سنا دیجیے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور بھلے عمل کیے اس بات کی کہ ان کے لیے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جب بھی وہ پھلوں کا رزق دیے جائیں گے تو وہ کہیں گے یہ تو وہی پھل ہے جو ہم اس سے پہلے دیے گئے تھے اور ان کے لیے پاکیزہ بیویاں ہونگی اور وہ ان جنتوں میں ہمیشہ رہیں گے۔

حضرات گرامی قدر!

سورۃ البقرہ ۲ھ میں نازل ہوئی............ معلوم ہوتا ہے اس وقت کثیر تعداد میں خوش نصیب لوگ موجود تھے جن کو امنوا اور عملوا ....ماضی کے صیغے کے ساتھ ذکر فرمایا گیا۔

ان کے ایمان کے اخلاص کی شہادت دی گئی اور ان کے لیے اخروی انعامات کا وعدہ فرمایا گیا۔

اگر معاذ اللہ اصحاب رسول منافق ہوتے جس طرح کچھ ناعاقبت اندیش اور گمراہ لوگوں کا خیال ہے تو اللہ رب العزت ان کو ایمان والے اور نیک اعمال والے کہہ کر کبھی نہ پکارتا۔

آیت نمبر ۲۶۷۔ ۲۶۸

آیئے اس سلسلہ کی دو آیتیں اور سنئے سورۂ کہف میں ارشاد ہوا:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ۝ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ؕ نِعْمَ الثَّوَابُ ؕ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ۝ (کھف)

یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کیے تو ہم کسی نیک عمل کرنے والے کا ثواب ضائع نہیں کریں گے ان کے لیے ہمیشگی والی جنتیں ہیں ان کے نیچے نہریں جاری ہونگی وہاں یہ لوگ سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور سبز رنگ کے نرم و باریک اور موٹے ریشم کے لباس پہنیں گے وہاں تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہونگے کیا خوب بدلہ ہے اور کس قدر عمدہ آرام گاہ ہے۔

آیت نمبر ۲۶۹۔ ۲۷۰

سورت کہف ہی کی دو آیتیں اور سماعت فرمائیں:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال
بھی کیے ان کے لیے ان کی مہمانی کے لیے الفردوس
کے باغات ہونگے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے اس جگہ کو
بدلنے کا کبھی بھی ان کا ارادہ نہ ہوگا۔

سامعین گرامی!

سورت کہف مکی سورت ہے۔

ان آیات مبارکہ میں ان خوش نصیب لوگوں کی عظمت ثابت ہو رہی
ہے جو سورت کہف کے نزول سے پہلے ایمان لا چکے تھے۔

اس آیت کے آئینے میں دیکھیں تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ مکہ
مکرمہ کی مظلومیت کے دور میں جو لوگ ایمان لائے .... وہ آخرت
میں اللہ رب العزت کے مہمان ہونگے۔

اور وہ سب کے سب صرف جنت میں نہیں بلکہ جنت الفردوس میں
ہونگے (جنت الفردوس جنت کا سب سے عظیم، اونچا اور اعلیٰ درجہ ہے اسی
لیے امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا کہ جب بھی تم اللہ سے جنت کا سوال کرو تو
جنت الفردوس کا سوال کیا کرو اس لیے کہ وہ جنت کا اعلیٰ حصہ ہے اور وہیں
سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں

(بخاری کتاب التوحید باب وکان عرشہ علی الماء)

دشمنانِ اصحاب رسول غیظ و غضب کی آگ میں جلتے رہیں اور
زبان سے جو کچھ بھی بکتے رہیں .... وہ اصحاب رسول کا کچھ بھی نہیں بگاڑ
سکتے ...... وہ تو جنت الفردوس میں رب العالمین کے معزز مہمان ہونگے۔

آیت نمبر ۲۷۱۔۲۷۲

اللہ رب العزت گواہ ہے کہ قرآن مجید نے بے شمار جگہوں پر میرے پیارے نبی کے یاروں کے تذکرے مختلف انداز میں فرمائے ہیں۔

گزشتہ تلاوت کردہ آیات کریمہ میں جو انداز اختیار کیا گیا .... اسے کئی دوسری جگہوں پر بھی اپنایا گیا۔ایک مقام ملاحظہ فرمائیے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتُ النَّعِيمِ ۝ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ (لقمان)

بے شک جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور نیک اعمال کیے ان کے لیے نعمتوں والی جنتیں ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے اللہ کا سچا وعدہ ہے وہ بہت بڑی عزت والا (غلبہ والا) اور کامل حکمت والا ہے۔

حضرات! سورۂ لقمان مکی سورت ہے............ اس آیت کے اولین مصداق اور پہلے مخاطب وہ اصحاب رسول ہیں جو مکہ میں ایمان لا چکے تھے اور میرے پیغمبر کے دست و بازو بنے ہوئے تھے۔

مہاجرین صحابہ کے لیے ان آیات میں جنت کی خوشخبری ہے۔

آیت نمبر ۲۷۳

سورۂ حم السجدہ میں فرمایا کہ مشرکین کے لیے بڑی بربادی اور خرابی ہے۔

مشرکین کے مقابلے میں مومنوں کا تذکرہ ان الفاظ کے ساتھ فرمایا

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ

غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿۸﴾ (حم السجدہ)

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اچھے اعمال کیے ان
کے لیے نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔

سامعین گرامی قدر!

آج کے خطبے میں .... میں نے قرآن مجید میں سے ایسی
آیات آپ کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ....

جن میں اللہ رب العزت نے اصحاب رسول .... مہاجرین و
انصار کے مخلصانہ ایمان کا .... ان کی اطاعت و فرمانبرداری کا
.... ان کے اخلاص کا اور ان کے نیک اور صالح اور بھلے اعمال و کردار
کا تذکرہ فرمایا۔

پھر اس ایمان و اخلاص .... ان کے تقوی و کردار اور صالح
اعمال کے نتیجے میں ان پر ہونے والے انعامات و نوازشات کا تذکرہ
فرمایا ہے۔

ان کے لیے جنت کے باغات .... محلات کے نیچے بہنے والی
نہریں .... نہ ختم ہونے والا اجر و ثواب .... جنت الفردوس کی
مہمانی .... ریشم کے لباس، سونے کے کنگن، عمدہ رزق، پاکیزہ اور
ستھری بیویاں، خلود فی الجنۃ کے سچے اور پکے وعدے فرمائے!

بڑی تعجب انگیز بات ہے کہ ....

جن خوش نصیب لوگوں کے لیے .... عرش والے نے اپنی
.... لاریب کتاب میں .... ایک جگہ نہیں بلکہ بہت سارے مقامات
پر اپنی رضا کا .... اپنی خوشنودی کا وعدہ فرمایا ....

جن کو جنت الفردوس کی مہمانی کا شرف بخشا.............جنت کے انعامات کا ان کے لیے گن گن کے وعدہ فرمایا!

آج ان کے ایمان کے متعلق بحث کی جاتی ہے......

آج ان کے اعمال پر تنقید کی جاتی ہے......

آج ان کے کردار کو داغ دار بنانے کے لیے بڑی بڑی کتابیں تحریر کی جاتی ہیں!

پھر کذاب و وضاع راویوں پر اعتماد کر کے.............اور تاریخ کی تاریکیوں میں گم ہو کر اصحاب رسول پر تنقید کا دروازہ کھولا جاتا ہے.............اور قرآن کی روشن آیات کا منہ چڑایا جاتا ہے۔

یاد رکھیے! اصحاب رسول کے معاملے میں.............تاریخ کی جو روایت اور تاریخ کی جو بات قرآن سے ٹکرائے گی ہم اسے دیوار پر مار دیں گے اور قرآن کو سینے سے لگا لیں گے۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

بیسویں تقریر

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۪ وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا١ؕ یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِكُوْنَ بِیْ شَیْـًٔا١ؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۝۵۵ (النور)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْم

سامعین گرامی قدر!

میں گذشتہ خطبات میں .... بہت سی آیات کریمہ پیش کر چکا ہوں جن میں اصحاب رسول کی عظمتوں، رفعتوں، اوصاف وخصائل اور صفات محمودہ کا تذکرہ تھا۔

اسی سلسلہ کو آگے بڑھاتے ہوئے .... میں آج کے خطبے میں مزید کچھ آیات آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔

آیت نمبر ۲۷۴ سب سے پہلے خطبے میں تلاوت کردہ آیت کریمہ کا مفہوم اور تفسیر بیان کرنا چاہتا ہوں!

سورۃ النور کی آیت نمبر ۴۷ اور آیت نمبر ۵۳ میں .... منافقین کے منفی رویوں کا تذکرہ کیا گیا۔

پھر آیت نمبر ۵۵ میں اللہ رب العزت نے ان مومنوں سے جو مکہ مکرمہ میں مسلسل مار کھاتے رہے ..... ظلم سہتے رہے .... دکھ اٹھاتے رہے .... پھر وہ وطن چھوڑنے پر مجبور ہوئے .... انہوں نے مال وجان اور آل اولاد .... گھر بار .... عزت ووقار غرضیکہ سب کچھ دین کے لیے اور اللہ اور اس کے رسول کی محبت کے لیے قربان کر دیا .... ان مومنوں سے جو نیک اعمال کے خوگر تھے۔

انہیں تین قسم کے انعامات سے نوازنے کا وعدہ فرمایا .... اور یہ تینوں انعامات دنیا ہی میں عطا کرنے کا وعدہ فرمایا۔

پہلا انعام: یہ کہ انہیں زمین میں خلافت عطا کریں گے .... اور وہ خلافت وحکومت اسی طرح کی ہوگی جس طرح ان سے پہلے بنی اسرائیل کو عطا کی تھی۔

دوسرا انعام: یہ کہ جس دین اسلام کو اللہ رب العزت نے ان کے لیے پسند فرمایا ہے (رَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا) ان کے ہاتھوں سے اسے دنیا میں قائم کرے گا۔

لَيُمَكِّنَنَّ ...... تمکین کے معنی ہیں جگہ دینا .... مراد یہ ہے کہ ان کے ذریعہ دین اسلام کو جائے اقامت دی جائے گی۔

یعنی ایسی قوت، ایسی شان وشوکت، ایسا جاہ وجلال، اور ایسی کثرت اور دین کی ایسی اشاعت ہو جائے گی کہ اس کا سکہ خشکی اور تری میں بیٹھ جائے گا۔

اور کوئی طاقت اور کوئی دشمن اس دین کو مٹانے میں کامیاب نہیں ہو سکے گا۔

لَيُمَكِّنَنَّ کے بعد لَهُمْ ......اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں

.... اگر لَهُمْ کا لام سبب کا بنالیں تو معنی اس طرح کریں گے:

کہ دین اسلام کے تمکین اور مضبوطی کا ذریعہ اور سبب یہی مومنین صالحین ہونگے اور ان ہی کی جدوجہد اور محنتوں کی وجہ سے دین اسلام کو بلندی اور رفعت ملے گی۔

اور اگر لَهُمْ کا لام نفع کے معنی میں ہو تو معنی یوں کریں گے کہ:

دین اسلام کو جو تمکین، مضبوطی، ٹھہراؤ اور جماؤ ملے گا اس کا فائدہ ان ہی ایمان داروں اور صالحین کو ہوگا کہ وہ بڑے اطمینان اور سکون سے اللہ رب العزت کی عبادت، شریعت کی اطاعت اور احکام دین پر عمل پیرا ہوسکیں گے۔

تیسرا انعام: جس کا وعدہ اس آیت میں ہوا یہ کہ ان کو ہر قسم کا

مکمل امن حاصل ہوگا انہیں کسی قسم کا خوف نہیں ہوگا۔

دھرتی پر جہاں جہاں تک ان کی خلافت و حکومت ہوگی امن و

امان اور سکون و چین اور اطمینان کا دور دورہ ہوگا۔

يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا

جن خوش نصیب لوگوں کو میں خلافت فی الارض کی شان سے

نواز دوں گا............وہ اس رتبے اور اس مقام پر پہنچ کر اور حکومت و

اقتدار کے نشے میں مست ہو کر مجھے فراموش نہیں کر دیں گے۔

بلکہ وہ لوگ اس درجے پر پہنچ کر بھی میری ہی عبادت کریں گے

............اور میری عبادت میں کسی کو ساجھی اور شریک نہیں بنائیں گے۔

وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ

کفر کے دو معنی ہو سکتے ہیں:

ایک حقیقی معنی کہ اس بے مثال خوشخبری کے بعد بھی جو شخص دین

اسلام کی طرف راغب نہ ہو اور ہٹ دھرمی سے اپنے کفر و شرک پر قائم رہے

تو وہ پرلے درجے کا نافرمان اور بدکار ہے۔

کفر کا دوسرا معنی ناشکری کا ہے۔

مطلب یہ ہوگا کہ ان نعمتوں کے ملنے کے بعد جو شخص ان نعمتوں کی نا

قدری اور ناشکری کرے گا وہ بڑا بدکار ہوگا۔

جیسے امیر المومنین سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

قاتلوں نے ناشکری کی اور خلیفہ راشد و برحق کو ظلماً شہید کر دیا۔

ان کی اس ناشکری اور اس قبیح حرکت کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ رب

العزت نے ان سے امن و امان کو اٹھا لیا اور مسلمانوں کی

تلواریں آپس میں ٹکرانے لگیں۔

(خازن جلد ۵ صفحہ ۸۷)

یا جس طرح دشمنانِ صحابہ نے ان نعموں کی ناقدری کی.........کہ جن ہستیوں کو اللہ رب العزت نے خلافت وحکومت کی اس موعودہ نعمت سے نوازا.........یہ ان ہستیوں کو مومن ماننے کے لیے تیار نہیں.........اور ان کو ملنے والی نعمت (خلافت) کے نعمت ہونے کا ہی انکار کر دیا۔

حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرمایا:

جو کوئی خلفائے اربعہ کی خلافت اور ان کے فضل وشرف سے منکر ہوا ان الفاظ سے اس کا حال سمجھا گیا۔

سامعین محترم! خلافت وحکومت عطا کرنے کا وعدہ.........اصحاب رسول کے بعد آنے والے لوگوں کو بالواسطہ پہنچتا ہے۔

مگر بلاواسطہ اس وعدے کے مخاطب.........اور اس آیت کریمہ کے مصداق وہ خوش نصیب لوگ ہیں جو امام الانبیاء ﷺ کے مبارک عہد اور زمانے میں موجود تھے۔

مِنكُمْ کا اشارہ بھی اسی بات کی تائید کر رہا ہے

جس وقت یہ وعدہ کیا گیا اس وقت مسلمانوں پر حالت خوف طاری تھی.........اور دین اسلام نے ابھی عرب میں بھی مضبوط جڑیں نہیں پکڑیں تھیں۔

اس آیت کے نزول کے چند سال بعد مسلمانوں کی یہ حالت خوف امن وچین سے بدل گئی۔

اور اسلام پورے عرب کی زمین پر چھا جانے کے بعد ایران و روم، ایشیا اور افریقہ کے بڑے علاقے اور حصے پر دستک دینے لگا۔

اسلام کی بنیادیں اور جڑیں اپنی پیدائش کی زمین ہی میں نہیں .... بلکہ کرۂ زمین میں مضبوط ہو گئیں۔

دنیا کے بڑے بڑے ممالک مفتوح ہو گئے اور مسلمان کامیاب و کامران ہوئے .... کفر و شرک کے دیئے بجھ گئے اور توحید و سنت کی مشعلیں ہر جگہ روشن ہو گئیں .... اور اسلامی تہذیب و تمدن کا پھریرا چار دانگ عالم میں لہرانے لگا اس حقیقت میں کوئی شک نہیں کہ اللہ رب العزت نے اپنا یہ وعدہ .... خلفاء ثلاثہ (سیدنا صدیق اکبر، سیدنا فاروق اعظم، سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم) کے دور خلافت میں سو فیصد پورا فرما دیا ان ہی کے مبارک دور میں اللہ تعالیٰ نے مظلوم مسلمانوں کو زمین میں غلبہ عطا فرمایا۔

ان ہی کے مقدس دور میں دین اسلام کو عروج اور بلندی ملی .... فتوحات کے دروازے کھلے، قیصر و کسریٰ کے خزانے ان کے قدموں میں ڈھیر ہونے لگے۔

ان کا نام سن کر اس وقت کی نام نہاد سپر طاقتیں کانپنے لگیں .... مسلمانوں کا خوف حالتِ امن سے بدل گیا .... مال غنیمت کے خزانے تقسیم ہونے لگے .... خوشحالی کا ایسا دور آیا کہ خلافت عثمانی میں ایک شخص اپنی زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے نکلتا تو اسے کوئی زکوٰۃ لینے کا مستحق نہیں ملتا تھا۔

ان مضبوط شواہد اور کھلے مشاہدے کے بعد .... کوئی منصف

مزاج اور انصاف پسند شخص اس حقیقت میں شک کر سکتا ہے کہ خلفاء ثلاثہ کی خلافت پر قرآن مجید نے مہر تصدیق ثبت کی ہے۔

اور ان کے مومن صالح ہونے کی گواہی عرش والا خود دے رہا ہے اب بھی اگر کسی کور باطن کو شک ہو تو وہ امیر المومنین سیدنا علیؓ کی وہ تقریر پڑھ لے جو انہوں نے سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایرانیوں کے مقابلے میں خود تشریف لے جانے سے روکنے کے لیے فرمائی تھی۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

بے شک اس دین کی فتح و شکست کثرت و قلتِ لشکر پر موقوف نہیں ہے یہ تو اللہ کا دین ہے جس کو اس نے فروغ دیا اور یہ اللہ کا لشکر ہے جس کی اس نے تائید و نصرت فرمائی یہاں تک کہ یہ ترقی کر کے اس منزل تک پہنچ گیا ہم سے تو اللہ نے خود وعدہ فرمایا ہے (یہی وعدہ جس کا ذکر سورۃ النور کی آیت نمبر ۵۵ میں ہوا) اللہ اس وعدے کو ضرور پورا کر کے رہے گا اور اپنے لشکر کی ضرور مدد کرے گا۔ (نہج البلاغت ج ۱ ص ۲۸۲)

سامعین گرامی قدر!

سورت النور کی اس آیت مبارکہ میں اصحاب رسول کے لیے ......اور خصوصاً خلفاء ثلاثہ کے لیے بڑی منقبت اور عظمت بیان ہوئی ہے۔

امنوا اور عملوا ماضی کے صیغوں کے ساتھ ان کے ایمان کامل اور ان کے صالح کردار پر مہر لگائی گئی ہے۔

پھر ان کی خلافت اور خلافت کے اوصاف و خصائص کو ذکر فرمایا اور جو جو پیشین گوئیاں کی گئیں وہ سب کی سب خلفاء ثلاثہ کے مبارک عہد میں پوری ہوئیں۔

اس آیت کے اولین مخاطب اصحاب رسول ہی ہیں۔

اتنی وضاحت .... اور اتنی صراحت کے بعد .... اور اصحاب رسول کی اتنی منقبت وعظمت کے بعد .... اور خلفاء ثلاثہ کی خلافت حقہ اور صادقہ اور راشدہ کے بعد .... جو بدبخت ان کے ایمان ہی میں شک کر رہا ہے تو پھر میں کیوں نہ کہوں کہ:

اس بدبخت کا قرآن پر ایمان نہیں ہے .... یہ بدبخت موجودہ قرآن کو محفوظ کتاب ماننے کے لیے تیار نہیں ہے .... اس کا قرآن زمین کے سینے پر نہیں بلکہ غار میں پوشیدہ ہے۔

جس خوش نصیب کا ایمان موجودہ قرآن پر حق الیقین کی حد تک ہے .... اور وہ اس قرآن کو غیر محرف مانتا ہے تو پھر وہ ایمان رکھتا ہے کہ تمام اصحاب رسول قرآنی ارشاد کے مطابق کامل مومن، صالح ومتقی ہیں .... اور خلفاء ثلاثہ کی خلافت .... خلافت برحق، خلافت صادقہ اور خلافت راشدہ ہے۔

آیت نمبر ۲۷۵ سورۃ النور کی مذکورہ آیت کریمہ سے ملتی جلتی ایک آیت سورۃ الحج میں بھی ہے سورۃ حج کی آیت نمبر ۳۹ اور ۴۰ میں ان مظلوم صحابہ کو اذن جہاد عطا فرمایا جنہیں ناحق مکہ مکرمہ سے نکالا گیا تھا۔

صرف اس جرم کی پاداش میں کہ وہ کہتے تھے .... رَبُّنَا اللّٰهُ ...... ہمارا پالنہار، ہمارا مربی، ہماری نشوونما کرنے والا اور ہماری تمام تر ضروریات کا خیال رکھنے والا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

آگے ان مہاجرین کے بارے میں ارشاد ہوا:

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ

وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ؀ (حج)

یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم زمین میں ان کو حکومت عطا فرمائیں تو یہ پوری پابندی سے نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے منع کریں اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے!

سامعین گرامی قدر!

اس آیت کریمہ میں مہاجرین صحابہ کی عظمت و منقبت واضح ہو رہی ہے............ خصوصاً خلفاء ثلاثہ کی حقانیت و مقبولیت ثابت ہو رہی ہے۔ سیدنا صدیق اکبر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) یہ تینوں حضرات مہاجرین میں سے ہیں۔

اور ان تینوں کو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے بعد تمکین فی الارض یعنی زمین میں خلافت و حکومت ملی۔

یہ دونوں باتیں جب ثابت ہو گئیں............ تو تیسری حقیقت از خود ثابت ہو گئی کہ ان تینوں حضرات نے اقامتِ صلوۃ، ایتاء زکوۃ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سر انجام دیا۔

اگر یہ حقیقت ثابت ہے تو پھر تسلیم کرنا ہو گا کہ............ خلفاء ثلاثہ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ جب سر انجام دیا............ تو پھر ان کے زمانہ خلافت میں ان سے کوئی عمل خلاف شریعت صادر نہیں ہوا بلکہ ان کے تمام کام اور ان کے تمام افعال اور ان کے تمام احکام شریعتِ اسلامیہ کے مطابق سر انجام پاتے تھے۔

اگر یہ بات درست ہے اور قرآنی وعدے کے مطابق ہے

..........تو پھر دشمنانِ صحابہ کے پھیلائے گئے زہریلے پروپیگنڈے سب کے سب غلط اور خلافِ حقیقت ہیں۔

باغِ فدک کو غصب کرنا، خلافت پر جبراً قبضہ کر لینا، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پر تشدد اور ظلم، ان کے گھر کو آگ لگا دینا، سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ کو دھمکیاں دینا.......... یہ سب دشمنانِ اصحابِ رسول کے پھیلائے گئے جھوٹ ہیں جن کے ذریعے خلفاء ثلاثہ کی کردارکشی مقصود ہے!

آیت نمبر ۲۷۶

سورۃ الانبیاء میں ارشاد ہوتا ہے:

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ (انبیاء)

اور ہم زبور میں پند و نصیحت کے بعد یہ لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے (ہی) ہونگے۔

یہاں زبور سے مراد وہ کتاب ہے جو سیدنا داؤد علیہ السلام کو عطا فرمائی گئی اور الذکر سے مراد پند و وعظ ہے۔

یا زبور سے مراد گزشتہ آسمانی کتابیں اور ذکر سے مراد لوحِ محفوظ ہے یعنی پہلے لوحِ محفوظ میں یہ بات درج تھی اس کے بعد آسمانی کتابوں میں بھی یہ بات لکھی جاتی رہی۔

یا الذکر سے مراد تورات ہے اور معنی ہوگا کہ ہم تورات کے بعد سب صحیفوں میں یہ بات لکھ چکے ہیں۔

بہر صورت آیت کا مفہوم اور مطلب یہ ہوگا کہ ہم پہلی کتابوں میں یہ پیشین گوئی کر چکے ہیں کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہونگے۔

اَلْاَرْض سے مراد کچھ مفسرین نے جنت لی ہے اور عبادی الصالحون سے مراد ہر امت کے مومنین مراد لیے ہیں (قرطبی)

مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کو بے دلیل اور بعید از فہم قرار دیا ہے.......... وہ فرماتے ہیں کہ قرآن وحدیث میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی کہ زمین بول کر جنت مراد لی گئی ہو۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی بات ازالۃ الخفاء ج اص ۲۱۰ میں تحریر فرمائی ہے۔

ان کا خیال یہ ہے کہ الارض سے مراد اَلْاَرْضُ الْمُقَدَّسَة ...... بیت المقدس اور ارض شام یا ملک ایران ہے۔

اور عِبَادِیَ الصَّالِحُون سے مراد امت محمدیہ ہے۔

قرطبی نے لکھا ہے:

وَ اَكْثَرَ الْمُفَسِّرِيْنَ عَلٰى اَنَّ الْمُرَادَ بِالْعِبَادِ الصَّالِحِيْنَ اُمَّةُ مُحَمَّدٍ

اکثر مفسرین کا خیال یہ ہے کہ اس آیت میں نیک بندوں سے مراد امت محمدیہ ہے

یہ بات تاریخ کے اوراق پر انمٹ نقوش کی طرح ثبت ہے.......... اور کوئی صاحب ہوش اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ یہ زمینیں سیدنا صدیق اکبرؓ، سیدنا عمرؓ اور سیدنا عثمانؓ کے دور خلافت میں فتح ہوئیں اور ان کے دور کے مسلمان ان زمینوں کے وارث ٹھہرے۔

لہذا ثابت ہوا کہ ان حضرات کی خلافت.......... خلافت حقہ تھی، ان

حضرات کی خلافتیں قرآنی وعدے کی تصدیق تھیں .... اور یہ بھی ثابت ہوا کہ ان ہی خوش نصیب لوگوں کو اللہ رب العزت نے اپنے صالح اور نیک بندے فرمایا۔

آج ان کے اعمال میں کیڑے نکالنے والا .... ان کے افعال پر تنقید کرنے والا ...... ان کی خلافت کا مذاق اڑانے والا ...... اور ان کی خلافت کو غاصبہ خلافت کہنے والا ...... قرآن کی تکذیب کا مرتکب ہو رہا ہے۔

آیت نمبر ۲۷۷۔۲۷۸ سورۃ التوبہ میں اللہ رب العزت نے ایک پیشین گوئی فرمائی:

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّاۤ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝ (توبہ)

وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ انکاری ہے مگر اسی بات کا کہ اپنا نور پورا کرے اگرچہ کافر ناپسند کریں وہی اللہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے اگرچہ مشرک ناپسند کریں۔

سامعین محترم!

جو مضمون اس آیت کریمہ میں بیان ہوا اسے قرآن مجید نے دو جگہوں پر مزید بیان فرمایا .... قبل اس کے کہ میں اس آیت کی مختصری

تفسیر بیان کروں ان دو جگہوں کو دیکھ لیتے ہیں۔

آیت نمبر ۲۷۹

سورۃ فتح میں ارشاد ہوا:

هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًاؕ (۲۸) (فتح)

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے اور اللہ کافی ہے گواہی دینے والا۔

آیت نمبر ۲۸۰۔۲۸۱

سورۃ الصف میں فرمایا:

یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ اللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ (۸) هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (۹)

(الصف)

وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچانے والا ہے اگرچہ کافر برا مانئیں اور وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے

سامعین گرامی قدر!

ان تینوں آیتوں میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد بتایا گیا ہے کہ دین اسلام دنیا کے تمام ادیان پر غالب آجائے گا۔

بعض علماء نے غلبہ سے دلائل وحجت کا غلبہ مراد لیا ہے ....یعنی دلائل وحجت اور برہان سے دین اسلام کی حقانیت اور صداقت کو ثابت کر دیا جائے گا۔

اور دوسرے تمام ادیان کے بطلان پر ایسے دلائل قائم کر دیے جائیں گے...........جن کو دور کرنا کسی کے بس میں نہیں ہوگا۔

اور اکثر علماء کا خیال یہ ہے کہ تیغ وتلوار کے ذریعے اور حکومت و اقتدار کے ذریعے اور فتوحات کے ذریعے دین اسلام کے آگے سب ادیان اور جھوٹے دین پر قائم حکومتیں اور سلطنتیں مغلوب ہو جائیں۔

سورۃ التوبہ کی آیت کا سیاق وسباق بھی اسی مفہوم کی تائید کرتا ہے...........سورۃ الفتح والی آیت کا سیاق بھی اور سورت الصف کی آیت مبارکہ کا سیاق بھی اسی مفہوم کا تقاضا کرتا ہے۔

تینوں سورتوں کی اس آیت میں ایک بڑی زبردست پیشین گوئی ہے کہ روئے زمین کی تمام حکومتوں اور طاقتوں کے جھنڈے اسلام کے جھنڈے کے آگے سرنگوں ہونگے۔

جس وقت یہ آیات اتر رہی تھیں...........اس وقت بظاہر مسلمان اس پوزیشن میں نہیں تھے۔

امام الانبیاء ﷺ کے مبارک اور مقدس دور میں دین اسلام کو بہت پرستوں پر غلبہ حاصل ہوا۔

مگر دنیا کی دو سپر طاقتیں روم اور ایران جن کے سامنے دنیا کے تمام

ممالک اور حکومتیں اپنا سر جھکا لیتی تھیں

یہ دونوں طاقتیں .... کن کے دور حکومت میں مفتوح ہوئیں

.... ان کا نظام زیر وزبر ہوا اور اسلام کا غلبہ ان دونوں ملکوں پر ہوا۔

تاریخ سے ادنیٰ سی واقفیت رکھنے والے شخص کا یہی جواب ہوگا

.... کہ قرآن کی یہ پیشین گوئی خلفاء ثلاثہ (سیدنا ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے دور حکومت وخلافت میں پوری ہوئی وہی اس پیشین گوئی کے حقیقی اور اصلی مصداق ٹھہرے۔ دمشق کی فتح، روم وایران کی فتح، اسکندریہ، خراسان، آذربیجان، افریقہ، جزیرہ قبرص فتح ہوا، بحری جنگیں لڑی گئیں۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سنہری دور خلافت میں ایک ہزار چھتیس شہر مع ان کے مضافات کے فتح ہوئے .... چار ہزار مسجدیں تعمیر ہوئیں اور نو سو جامع مسجد معرض وجود میں آئیں۔ (ازالۃ الخفاء)

اس پیشین گوئی کے پورے ہونے سے ثابت ہوا کہ خلفاء ثلاثہ کی خلافت .... خلافت حقہ وصادقہ وراشدہ تھی .... اللہ رب العزت کے وعدے ان کے ہاتھوں پورے ہوئے۔

جو بدبخت خلفاء ثلاثہ کی خلافت کو غلط اور ظالمانہ خلافت کہتا ہے .... اور خلفاء ثلاثہ کے ایمان میں شک کرتا ہے .... وہ قرآن کی اس پیشین گوئی کی حقیقت کو جھٹلانا چاہتا ہے اور جو قرآن کی حقیقتوں کا انکار کرے وہ مسلمان کہلانے کا حق دار نہیں ہے۔

آیت نمبر ۲۸۲

سورۃ النساء میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ

تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ
إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ
ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿٥٩﴾ (نسآء)

اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ کی اور فرمانبرداری کرو رسول کی اور اولو الامر کی جو تم میں سے ہوں پھر اگر تم (یعنی رعیت اور صاحبانِ حکومت) آپس میں اختلاف کرو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ اگر تمہیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے بہت بہتر ہے۔

سامعین گرامی قدر!

اس آیت میں اولو الامر سے مراد دشمنان صحابہ اپنے ائمہ لیتے ہیں اور ان کی اطاعت کو اللہ اور رسول ﷺ کی طرح ضروری اور فرض قرار دیتے ہیں۔

اس بات کی ان کے پاس کوئی مستند دلیل بھی موجود نہیں ....اور یہ بات ان کے عقیدے اور نظریے کے بھی خلاف ہے۔

کیونکہ اس آیت میں اولو الامر سے نزاع اور اختلاف کرنے کی اجازت ہے اور ان کے مذہب میں ائمہ معصوم ہوتے ہیں اور ان سے اختلاف کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے!

صحیح قول یہ ہے کہ اولو الامر سے مراد حاکم وقت ہے جب اس کی حکومت اسلامی شریعت کے مطابق ہو۔

اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اولو الامر سے مراد علماء اور فقہاء ہیں جب

تک ان کا حکم قرآن وسنت کے خلاف نہ ہو۔

سامعین گرامی قدر!

میرا استدلال اس آیت کریمہ سے یہ ہے کہ:

سورۃ النساء مدنی سورت ہے .... یہ ہجرت کے بعد اتری ہے

سورت النساء کی اس آیت کریمہ میں يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

...... کے الفاظ سے خطاب کرکے اللہ اور رسول اللہ ﷺ اور اولو الامر کی اطاعت وفرمانبرداری کا حکم کن لوگوں کو دیا جارہا ہے؟

اس آیت کے اولین مخاطب کون ہیں؟

اس آیت کے پہلے حقیقی مصداق کون ہیں؟

یقیناً اس آیت کے پہلے مخاطب اور اولین مصداق محمد عربی ﷺ کے ساتھی اور صحابہ ہیں .... پھر اللہ رب العزت تو انہیں مؤمن اور ایمان دار کہہ کر مخاطب کررہا ہے .... يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کے حسین اور خوبصورت القاب سے نواز رہا ہے۔

بڑے تعجب اور بہت افسوس کی بات ہے کہ آج ان قدوسی صفات ہستیوں کے ایمان میں شک ڈالنے کی مذموم کوششیں ہورہی ہیں۔

آیت نمبر ۲۸۳

سورۃ آل عمران میں اللہ رب العزت نے فرمایا کہ .... قرآن مجید کی کچھ آیات محکم ہیں یعنی ان کا معنی اور مفہوم واضح اور مضبوط ہے۔

اور کچھ آیات متشابہ ہیں .... یعنی جن کے معنی واضح نہیں ہیں .... یا ان کے ایک سے زائد معنی بنتے ہیں .... جیسے حروف مقطعات یا جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے کلمۃ اللہ اور روح اللہ کے

الفاظ.......... یا جیسے وجہ اللہ اور ید اللہ کے الفاظ۔

پھر فرمایا:

جن لوگوں کے دلوں میں کفر کا کھوٹ ہوتا ہے...... اور جن کے دل شرک سے زنگ آلود ہوتے ہیں وہ متشابہات کی پیروی کر کے شرک کی راہیں نکالتے ہیں۔

اور جو راسخ اور مضبوط علم والے ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں ہم ان آیات پر ایمان رکھتے ہیں مگر ہم ان کی کھوج میں نہیں لگتے.......... ان کا حقیقی مفہوم اللہ رب العزت ہی بہتر جانتا ہے۔

آیئے ذرا اس آیت کو سن لیجیے:

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاۗءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاۗءَ تَاْوِيْلِهٖ ڤ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ړ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ (آل عمران)

وہی اللہ ہے جس نے آپ پر کتاب اتاری جس میں واضح اور مضبوط آیتیں ہیں جو اصل کتاب ہیں اور کچھ آیتیں متشابہ ہیں جن لوگوں کو دلوں میں ٹیڑھا پن ہے وہ اس کی متشابہ آیتوں کے پیچھے لگ جاتے ہیں فتنے کی طلب کے لیے اور ان آیتوں کی مراد کی جستجو کے لیے حالانکہ ان کی

حقیقی مراد اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور پختہ اور مضبوط علم
والے لوگ کہتے ہیں کہ ہم ان آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں
یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہیں اور نصیحت تو صرف
عقل والے حاصل کرتے ہیں!

سامعین گرامی قدر!

اس آیت میں فتنے باز لوگوں کے مقابلے میں .... یعنی اس وقت کے یہود و نصاریٰ کے مقابلے میں .... جن الرَّاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ ..... کا تذکرہ ہوا .... ان سے مراد کون ہو سکتے ہیں؟

جس وقت یہ آیت اتر رہی تھی اس وقت کون خوش نصیب اور خوش بخت تھے جن کو الرَّاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ کے حسین لقب سے نوازا گیا .... اور تمام آیات پر ایمان رکھنے والا کہا گیا؟

آپ میں سے ہر ایک کا جواب یہی ہوگا کہ اس کے اولین مصداق اور سب سے پہلے مخاطب اصحاب رسول ہی ہیں۔

تعجب ہے کچھ لوگ اس قدوسی جماعت کو مومن ماننے کے لیے تیار نہیں .... اور عرش والا انہیں صرف مومن نہیں .... الرَّاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ کے لقب سے یاد کر رہا ہے!

آیت نمبر ۲۸۴

امام الانبیاء ﷺ نے نبوت و رسالت کے عطا ہونے کے بعد تبلیغ رسالت کا سلسلہ شروع فرمایا:

چالیس سال کی عمر مبارک تھی، بھرپور جوانی تھی، اعصاب مضبوط تھے، بدن میں بے پناہ قوت تھی۔

مگر اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد سست تھی .... تین

سال کے عرصہ میں تقریباً چالیس خوش نصیب دولتِ ایمان سے فیض یاب ہوئے تیرہ سال کے بعد ہجرت کا سفر ہوا.......... مدینہ منورہ میں رہ کر بھی روز روز کی جنگوں اور لڑائیوں سے واسطہ رہا۔

دکھ کے بعد سکھ کی...... تنگی کے بعد کشادگی کی...... اور مصائب کے بعد راحت کی زندگی کا دور شروع ہوا.......... مکہ مکرمہ فتح ہوگیا اور تقریباً پورا عرب آپ کی دعوت و پیغام کے سامنے سرنگوں ہوگیا اب آپ کی عمر تقریباً ۶۱ سال ہے...... جوانی ڈھل گئی ہے...... اعصاب کمزور پڑ گئے ہیں۔

مگر اسلام کے پھیلنے کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہو رہا ہے..........

اب لوگ اکا دکا کر کے دین میں داخل نہیں ہو رہے بلکہ فوج در فوج لوگ دینِ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔

قرآن نے اسے کس انداز میں بیان فرمایا:

إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ① وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ② فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ③ (النصر)

جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے اور تو دیکھے کہ لوگ دین میں جوق در جوق داخل ہو رہے ہیں تو اپنے رب کی تسبیح کیجیے حمد کے ساتھ اور اس سے مغفرت طلب کیجیے بے شک وہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا ہے!

سامعین گرامی قدر!

سورت النصر مدنی سورت ہے...... فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی ہے...... اور کچھ مفسرین کا خیال ہے کہ یہ اترنے والی آخری سورت ہے یہ

سورت ثابت کر رہی ہے کہ فتح مکہ کے بعد لا تعداد لوگ ایمان لانے والے

ہیں جو اخلاص کے ساتھ اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں .... ان

میں سیدنا علیؓ کے برادرِ بزرگ حضرت عقیلؓ اور ان کی بہن ام ہانیؓ شامل

ہیں .... فتح مکہ کے دن ایمان لانے والوں میں سیدنا ابوسفیانؓ اور ان

کے بیٹے یزیدؓ بھی شامل ہیں۔

اگر سیدنا ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان .... مخلصانہ اور سچا

ایمان نہیں تھا .... ڈر اور خوف کی وجہ سے انہوں نے دامن ایمان کو

پکڑا تھا .... تو پھر حضرت عقیلؓ اور ام ہانیؓ اور باقی ہاشمی جو فتح مکہ کے

دن اسلام کے دامن میں آئے ان کا ایمان صحیح اور درست کیسے ہو سکتا ہے؟

دوسری بات اس سورت کے مضمون سے یہ ثابت ہوئی کہ فتح مکہ

کے بعد لوگ فوجوں کیصورت دین اسلام میں داخل ہوئے تھے ....

اور فتح مکہ سے پہلے بھی ہزاروں کی تعداد میں اصحاب رسول موجود تھے۔

فتح مکہ کے دن دس ہزار قدوسی تو آپ کے ہمراہ تھے ...... اس

حقیقت کے ہوتے ہوئے کتنے جھوٹے اور کذاب ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں

.... صرف تین شخص حقیقی مومن تھے باقی سب مرتد ہو گئے تھے!

اس کذاب کی یہ غیر حقیقی بات صحیح ہے یا مالک عرش کی بات صحیح ہے؟

اس بد باطن اور جھوٹے شخص کی یہ غیر منصفانہ بات ماننی چاہیے یا

قرآن جیسی لا ریب اور بے عیب کتاب کے سامنے سر جھکانا چاہیے!

جو قرآن سورۃ النصر میں پکار پکار کر اعلان کر رہا ہے کہ فتح مکہ کے

بعد لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہوئے تھے۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

اکیسویں تقریر

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ
الْاَمِیْنِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ ۔ اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ
اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔
یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ
وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ ؕ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ
الْمَصِیْرُ ۝۹ (تحریم)
صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ

سامعین گرامی قدر!

میں نے قرآن مجید کی آیتوں سے............اصحاب رسول کی عظمت ومقام، ان کے ایمان واخلاص، ان کے تقویٰ وطہارت، ان کے ایثار وقربانی، ان کے جہاد وانفاق، ان کی ہجرت ووفا شعاری، ان کی

صداقت و امانت، ان کے لیے اللہ رب العزت کی طرف سے مقرر کردہ انعامات و نوازشات، جنت کے وعدے اور رب کی رضا کی سند میں ان سب باتوں کو بیان کر دیا ہے۔

ان آیات میں صحابہ کرام کی عند اللہ مقبولیت ظاہر ہو رہی ہے ....بعض آیات میں یہ بیان ہو رہا ہے کہ ایمان قبول کرنے کے بعد وہ کن مصائب اور دکھوں کا شکار رہے۔

مگر دشمنانِ اصحاب رسول ان آیات میں ایسی ایسی تاویلیں بلکہ کج بحثیاں بلکہ سینہ زوری کرتے ہیں کہ جبریل امین بھی حیران اور ششدر رہ جاتا ہوگا۔

پہلی تاویل دشمنانِ صحابہ ان آیات میں پہلی تاویل اور کٹ حجتی یہ کرتے ہیں کہ:

> یہ آیات صرف سیدنا علیؓ اور خانوادۂ علی کے چند احباب کے حق میں .... یا ان تین چار صحابہ کے حق میں ہیں جو سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولایت و خلافت پر تادم واپس قائم رہے اور جو خلفاء ثلاثہ کے مخالف گروہ میں تھے۔

اس تاویل کا اور اس لچر کٹ حجتی کا جواب یہ ہے کہ جس ہستی کو اللہ رب العزت نے خاتم الانبیاء کے منصب پر بٹھایا ہو............جس ہستی کو امام الانبیاء کے درجے پر فائز کیا ہو............جس ہستی کو نَذِيرًا لِلْعَالَمِينَ کا مقام عطا کیا ہو............جس ہستی کو كَافَّةً لِلنَّاسِ کا تاج پہنایا گیا ہو ....جس ہستی کو وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ کا مژدہ سنایا

ہو.........جس ہستی کو قیامت تک آنے والوں کے لیے پیغمبر بنا کر مبعوث کیا گیا ہو.........جس ہستی کو تمام جہانوں کے لیے بشیر اور نذیر بنایا گیا ہو۔

کیا کوئی ذی عقل و شعور یہ بات مان سکتا ہے کہ

ایسے عظیم پیغمبر کے ہاتھ پر تیئس سالوں میں صرف آپ کی ایک زوجہ محترمہ، صرف ایک بیٹی، صرف ایک داماد، صرف دو نواسوں اور صرف تین آدمیوں نے اسلام قبول کیا ہو؟

باقی سب کے سب محروم آئے اور محروم ہی چلے گئے.........وہ ہدایت سے خالی اور ایمان سے عاری رہے۔

بڑی عجیب بات ہے کہ قرآن جیسی کتاب.........جسے ھُدًی لِلنَّاس کہا گیا ہو.........ایسی کتاب سے فیض صرف اس نبی کے مخصوص گھرانے نے اور صرف تین آدمیوں نے پایا ہو۔

بڑی عجیب بات ہے کہ آپ کی بعثت صرف تین آدمیوں کی ہدایت کے لیے ہوئی اور قرآن جیسی لاجواب کتاب صرف چند لوگوں کے لیے اتاری گئی۔

بڑی مضحکہ خیز صورت حال ہے کہ:

مشرکین مکہ صرف سات آٹھ آدمیوں کی وجہ سے اتنے غضب ناک ہو گئے کہ ہر سال مدینہ پر لشکر کشی کرنے لگے۔

امام الانبیاء ﷺ نے ان معدودے چند لوگوں کے دین کو بچانے کے لیے جنگیں لڑیں، دانت شہید کروائے، پتھر برداشت کیے.........بڑے تعجب و افسوس کی بات ہے کہ دو جہانوں کے پیغمبر کی

مسلسل محنت، تیز تر جدو جہد، بے مثال قربانیوں کا صلہ اللہ رب العزت نے صرف تین آدمیوں کے مؤمن ہونے کی شکل میں دیا۔

دوسری تاویل | دشمنانِ اصحابِ رسول عظمتِ اصحاب رسول میں اترنے والی آیات مبارکہ میں یہ بودی، لچر، بے ہودہ اور بے حیا تاویل کرتے ہیں۔

تاویل نہیں بلکہ کٹ حجتی .... کہ ہر عمل کے لیے اخلاص اور ایمان لازم اور شرط ہے۔

وہ (العیاذ باللہ) منافق تھے .... انہوں نے بطور نفاق ایمان قبول کیا تھا ....

وہ نفاق کے طور پر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہے .... وہ لالچ اور دنیا کی دولت کے طمع میں اسلام اسلام پکارتے رہے .... اس لیے ان آیات کا مصداق وہ نہیں ہو سکتے۔

وہ تو (العیاذ باللہ) امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے تھے صرف تین آدمی مخلص مؤمن رہے۔

(دیکھیے رجال کشی صفحہ ۴، روضہ کافی صفحہ ۲۴۶، اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۲۴۴ تنقیح المقال جلد ۲ صفحہ ۲۱۶)

جواب | دشمنانِ اصحاب رسول کی اس کٹ حجتی کا جواب یہ ہے کہ مکہ مکرمہ کی تیرہ سالہ زندگی میں کوئی ایک شخص بھی منافق نہیں تھا۔

مکہ مکرمہ میں ایمان قبول کرنا جان کو ہتھیلی پر رکھنے کے مترادف تھا .... وہ تپتے ہوئے کوئلوں پر لیٹتے .... مار کھاتے اور زخم سہتے

رہے اس وقت ایمان قبول کرنا اپنی دولت، آبرو جان و مال سے اور ہر چیز سے ہاتھ دھو کر اس وادی میں قدم رکھنا تھا!

آپ وہ سورتیں دیکھیں جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئیں ان میں آپ کو منافقوں کا اور نفاق کا نام و نشان دور دور تک نظر نہیں آئے گا۔

مہاجرین صحابہ میں سے کسی پر منافق ہونے کا طعن کرنا............اور مہاجرین میں سے کسی ایک پر نفاق کی تہمت لگانا............عقل و نقل کے خلاف ہے سیدنا صدیق اکبرؓ، سیدنا فاروق اعظمؓ اور سیدنا عثمان ذوالنورینؓ مہاجرین میں سے ہیں۔

ان تینوں پر منافقت کا الزام عائد کرنا انصاف و حیا کو بالائے طاق رکھنا اور ایمان و دیانت سے ہاتھ دھونا ہے۔

آج کے منافق ان اصحاب رسول کو منافق کہنے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں............جن کے بارے میں عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ اور عَلَّامُ الْغُيُوْبِ رب کہتا ہے اور قرآن جیسی کتاب میں کہتا ہے۔ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا یہی پکے اور سچے مومن ہیں۔

أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ......یہی متقی اور پرہیزگار ہیں............أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُوْنَ ......یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں............أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُوْنَ ......یہی لوگ صادق ہیں............کبھی قرآن نے کہا اصحاب رسول ہر کام میں اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے تھے۔

کہیں فرمایا............محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی میری فوج ہے

اگر بقول دشمنانِ صحابہ یہ سب لوگ (العیاذ باللہ) منافق تھے .... تو علیم بذات الصدور نے ان کے اوصاف وکمالات کے تذکرے کیوں فرمائے!

پھر تو معاذ اللہ .... ثم معاذ اللہ .... اللہ رب العزت نے بھی غلط بیانی اور دروغ گوئی سے کام لیا .... یا معاذ اللہ وہ علیم بذات الصدور اصحاب رسول کے باطن سے اور ان کی نیتوں سے بے خبر تھا اور صدیوں بعد .... ابن سبا کی اولاد تک ان کی منافقت اور بدنیتی کی اطلاعیں پہنچیں اور انہوں نے اسے کتابوں اور منبر ومحراب کی زینت بنا دیا۔

میں آپ حضرات کے سامنے .... قرآن مجید سے ایسی آیات پیش کرنا چاہتا ہوں .... جن میں واضح الفاظ کے ساتھ منافقین کے اوصافِ خبیثہ، صفاتِ رزیلہ اور ان کی شرارتوں یا خباثتوں کے تذکرے ہوئے .... پھر آپ حضرات کو دعوتِ فکر دونگا کہ قرآن میں بیان کردہ منافقین کے اوصاف دیکھیے .... اور ان کے برعکس اصحاب رسول کے اوصاف حمیدہ کا مطالعہ فرمائیے .... آپ کو دونوں کے مابین واضح فرق اور امتیاز نظر آئے گا۔

آیت نمبر ۲۸۵

سورۃ التوبہ میں منافقین کی تین نشانیوں کو بیان فرمایا گیا:

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ۭ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ۭ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿٦٧﴾ (التوبہ)

منافق مرد اور منافق عورتیں سب کی ایک چال ہے خلاف
شریعت بات کا حکم دیتے ہیں اور موافق شریعت بات
سے روکتے ہیں اور اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں (یعنی
بخل اور کنجوسی سے کام لیتے ہیں)

اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے منافقین کی تین نشانیوں کو اور منافقین کی تین بری خصلتوں کو بیان فرمایا ہے۔

پہلی خصلت کہ وہ خلاف شریعت امور اور گناہوں کے کاموں کی طرف لوگوں کو راغب کرتے ہیں۔

دوسری خصلت کہ وہ شریعت کے احکام پر عمل پیرا ہونے سے لوگوں کو روکتے ہیں۔

تیسری خصلت کہ وہ خیر اور بھلائی کے کاموں پر خرچ کرنے میں بخل اور کنجوسی سے کام لیتے ہیں۔

سامعین گرامی قدر!

ضد و عناد سے کنارہ کر کے.......... انابت و دیانت کی عینک لگا کر دیکھیے اور انصاف سے فیصلہ کیجیے.......... کیا اصحاب رسول میں یہ باتیں پائی جاتی تھیں جو اس آیت میں منافقین کے لیے بیان ہوئیں تاریخ وحدیث اور سیرت کی کتابیں اٹھائیے.......... آپ پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ :.......... اصحاب رسول ساری زندگی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔

وہ لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ کے مصداق بن کر پوری زندگی منکر کے خلاف صف آراء رہے۔

صرف زبان سے نہیں.......... بلکہ تلوار کے ذریعہ بھی انہوں نے منکر کو مٹانے کے لیے ہر ممکن کوشش کی۔

خیر اور بھلائی کو پھیلانے میں وہ ہمہ تن مصروف عمل رہے۔

اور سخاوت کے معاملے میں .... اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے معاملے میں وہ اپنی مثال آپ تھے۔

منافقین کی علامت بیان کی گئی کہ وہ بخیل اور کنجوس ہیں اور خیر کے کاموں میں خرچ نہیں کرتے۔

اور اصحاب رسول..... وہ تو غزوہ تبوک کے موقع پر امام الانبیاء ﷺ کی اپیل پر نصف گھر کا سامان..... اور کوئی خوش نصیب اپنے گھر کا تمام سامان و اسباب محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈھیر کر دیتا ہے۔ کوئی خوش نصیب ایک ہزار اشرفیاں اپنے محبوب پیغمبر کی جھولی میں ڈال دیتا ہے۔

مسجد نبوی کی جگہ کی خریداری کا وقت آئے تو اس کی پوری قیمت .... ابو بکرؓ ادا کرتا ہے۔

اور مسجد نبوی کی توسیع کا مرحلہ آئے تو اس کے تمام تر اخراجات برداشت کرنے کے لیے ذوالنورینؓ اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔

مدینے میں میٹھے پانی کے کنویں کی خریداری کے لیے لسانِ نبوت سے اپیل ہوتی ہے.......... اور اپیل بھی جنت کی ضمانت کے ساتھ .... تو دامادِ نبی عثمانؓ بازی لے جاتا ہے۔

منافقین کی علامت بیان کی گئی کہ وہ خیر کے کاموں میں کنجوسی سے کام لیتے ہیں۔

اور اصحاب رسول .... خصوصاً خلفاء ثلاثہ خیر کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر مال خرچ کرتے تھے .... انہوں نے اپنے گھر بار دین کے لیے لٹا دیئے تھے۔

اس حقیقت کے واضح ہو جانے کے بعد بھی جو شخص اصحاب رسول پر اور خاص کر کے خلفائے ثلاثہ پر منافقت کی تہمت لگاتا ہے وہ: ع

بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن

کا مصداق ہے اور خود منافق ہے!

دوسری بات یہ ذہن میں رکھیں کہ اللہ رب العزت نے منافقین کی علامتوں کو بیان کرنے کے بعد سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۷۱ میں مؤمنوں کی صفات اور اوصاف کا تفصیل کے ساتھ ذکر فرمایا ہے .... جن صفات کے مصداق اصحاب رسول ہیں!

آیت نمبر ۲۸۶

سورۃ التوبہ ہی میں اللہ رب العزت نے امام الانبیاء ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ۝ (التوبه)

اے میرے نبی کافروں اور منافقوں سے جہاد جاری رکھو اور ان پر سختی کیجیے ان کا ٹھکانہ جہنم ہے جو انتہائی بدترین جگہ ہے!

سامعین گرامی قدر!

یہ آیت کریمہ سورۃ التوبہ کے علاوہ سورۃ تحریم میں بھی ہے اس سے

معلوم ہوا کہ امام الانبیاء ﷺ کو دو مرتبہ حکم ملا کہ منافقوں کے ساتھ جہاد کیجیے۔

مگر آپ سب حضرات جانتے ہیں کہ آپ کا کوئی جہاد.........اور کوئی جنگ منافقین سے نہیں ہوئی۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ منافقین سے جہاد.........اس سے مراد جہاد بالسیف نہیں بلکہ جہاد باللسان ہے۔

مگر یہ قول اس لیے درست نہیں کہ زبان سے جہاد کرنا تو وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ میں آ گیا ہے۔

اس آیت میں جس طرح کفار سے جہاد کا حکم ہوا.........اسی طرح منافقین سے جہاد کا حکم ہے۔

اب دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں.........یا یہ کہا جائے کہ العیاذ باللہ نبی کریم ﷺ نے اس حکم الٰہی کی پیروی نہیں فرمائی (اس قسم کا تصور بھی کفر ہے)

یا یہ کہا جائے کہ اس آیت کے نزول کے بعد.........اور اتنے سخت حکم کے آ جانے کے بعد منافقین نے نفاق سے توبہ کر لی اور کچھ منافق اپنی موت مر گئے.........لہٰذا جہاد کی ضرورت ہی نہ رہی یہی بات مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمائی ہے۔

(تحفہ اہلسنت صفحہ ۵۰۳)

اس آیت میں امام الانبیاء ﷺ کو حکم دیا گیا کہ منافقین کے ساتھ جہاد کیجیے۔

اس آیت میں امام الانبیاء ﷺ کو حکم دیا گیا کہ منافقین کے ساتھ

سخت رویہ رکھیے.........اور ان پر سختی کیجئے

اس کے برعکس آپ کو صحابہ کرام کے بارے میں کہا گیا

اللہ کی رحمت سے آپ ان کو (صحابہ کو) نرم دل مل گئے ہیں نیز آپ کو حکم ہوا کہ آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ نرمی سے پیش آئیں اور ان پر شفقت فرمائیں (شعرا: ۲۱۵)

اللہ رب العزت نے فرمایا:

جب آپ کے صحابہ آپ کے ہاں آئیں تو آپ ان کو سلام کہیں۔

اگر بقول دشمنانِ صحابہ.........اصحاب رسول العیاذ باللہ منافق ہوتے.........تو امام الانبیاء ﷺ بحکم قرآن ان کے ساتھ سختی کے ساتھ پیش آتے.........ان سے درشت رویہ رکھتے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ:

امام الانبیاء ﷺ اپنے ساتھیوں کے ساتھ محبت و شفقت سے پیش آتے.........ان پر مہربانیاں فرماتے.........ان سے پیار و الفت کا معاملہ فرماتے۔

اس سے ثابت ہوا کہ وہ مخلص مومن اور مسلمان تھے.........اور ان کا ایمان نفاق سے مبرا اور پاک تھا!

ایک اور بات کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں.........ذرا غور سے اور پوری توجہ سے سنیے!

اس آیت میں منافقین کا ٹھکانہ دوزخ بتلایا گیا ہے وَمَأْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ منافقین کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

اور قرآن نے جگہ جگہ اصحاب رسول کے لیے جنت کی خوشخبریاں دی ہیں:

وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰر

منافقین کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

اور ابو بکرؓ و عمرؓ تو اس وقت بھی جنت میں ہیں۔

مَا بَیْنَ بَیْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّةِ

میرے گھر اور منبر کے درمیان جو حصہ ہے وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

اگر بقول دشمانِ صحابہ سیدنا ابو بکرؓ اور سیدنا عمرؓ منافق ہوتے تو ان کو امام الانبیاء ﷺ کے ساتھ روضہ مبارکہ میں جو جنت کا حصہ ہے جگہ ہرگز ہرگز نہ ملتی!

آیت نمبر ۲۸۷

سورۃ الاحزاب کی ابتداء میں اللہ رب العزت نے نبی اکرم ﷺ کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ۙ﴿۱﴾

(الاحزاب)

اے نبی اللہ سے ڈرتے رہنا اور کافروں اور منافقوں کی بات نہ ماننا اللہ تعالیٰ بڑا علم والا اور بڑی حکمت والا ہے!

اللہ رب العزت نے سورۃ احزاب ہی میں دوبارہ فرمایا:

وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ﴿۴۸﴾

(اے نبی) منافقوں اور کافروں کا کہنا نہ مانئے اور ان کے ستانے پر صبر کیجیے اور اللہ پر بھروسہ رکھیے اور اللہ کافی

ہے کام بنانے والا۔

سامعین گرامی قدر!

ان دونوں آیتوں میں اللہ رب العزت نے اپنے پیارے پیغمبر ﷺ سے فرمایا ہے کہ منافقین کی اطاعت نہیں کرنی.........منافقین کی کوئی بات نہیں ماننی.........منافقین کا کہا نہیں ماننا۔

مگر اصحاب رسول کے متعلق آپ کو حکم دیا گیا:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ......

اپنے صحابہ سے ہر معاملہ میں مشورہ لیا کریں۔

آپ حضرات کا کیا خیال ہے؟

امام الانبیاء ﷺ نے اللہ کے اس حکم کی تعمیل کی یا نہیں؟ یقیناً آپ کا جواب ہوگا کہ آپ اس حکم ربانی کی تعمیل کرتے ہوئے ہر معاملے میں صحابہ کرام سے مشورہ کرتے ہونگے۔

بدر کے قیدیوں کے بارے میں آپ نے اصحاب رسول سے مشورہ فرمایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اصحاب رسول کا ایمان نفاق اور شک سے سو فیصد مبرا اور پاک تھا۔

آیت نمبر ۲۸۸، ۲۸۹

سورۃ الاحزاب میں منافقین کے بارے میں فرمایا:

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ۝٦٠

مَلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ﴿٦١﴾ (الاحزاب)

اگر (اب بھی) یہ منافق اور جن کے دلوں میں بیماری ہے اور وہ لوگ جو مدینہ میں خلاف (بری) افواہیں اڑانے والے ہیں باز نہ آئے تو ہم آپ کو ان (کی تباہی) پر مسلط کر دیں گے پھر وہ آپ کے پڑوس میں چند دن ہی رہ سکیں گے۔ ان پر پھٹکار برسائی گئی جہاں کہیں ملیں گے پکڑے جائیں گے اور خوب قتل کیے جائیں گے۔

سامعین گرامی قدر!

اس آیت سے معلوم ہوا ...... اور اس آیت سے یہ حقیقت ظاہر ہوئی کہ منافقین کو یہ سزائیں ضرور ملیں گی۔

ایک یہ کہ امام الانبیاء ﷺ کو منافقین پر تسلط حاصل ہوگا

دوسری سزا یہ کہ منافقین آپ کے پڑوس میں زیادہ دن نہیں ٹھہر سکیں گے۔

تیسری سزا یہ کہ مدینہ منورہ سے بھاگ کر اور فرار ہو کر جہاں بھی جائیں گے ...... ذلت کے ساتھ گرفتار ہونگے اور بڑی خواری کے ساتھ قتل کیے جائیں گے۔

مگر ہم اصحاب رسول کو دیکھتے ہیں کہ رحمت کائنات ﷺ ان پر شفقت کا سایہ کیے ہوئے تھے!

اصحاب رسول ...... خصوصاً خلفاء ثلاثہ ساری زندگی مدینہ منورہ میں نبی اکرم ﷺ کے پڑوس میں رہے ...... ان میں سے کوئی بھی

مدینہ سے بھاگ کر کہیں نہیں گیا۔

سیدنا ابو بکرؓ اور سیدنا عمرؓ تو آج تک میرے نبی کے پہلو میں ہیں! اور قیامت تک پہلوئے نبی میں رہیں گے...... اکٹھے اٹھیں گے اور اکٹھے میدان حشر میں پہنچیں گے...... اور مل کر جنت میں داخل ہو نگے۔

اتنے حقائق کے بعد بھی جو شخص انہیں منافق کہتا ہے.......... وہ خود منافقت کے لباس میں گھرا ہوا ہے!

آیت نمبر ۲۹۰ سورۃ توبہ میں اللہ رب العزت نے منافقین کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۖ لَا تَعْلَمُهُمْ ۖ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۚ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ إِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ﴿١٠١﴾

(التوبہ)

اور کچھ تمہارے گردوپیش والوں میں اور کچھ مدینے والوں میں ایسے منافق ہیں جو نفاق پر اڑے ہوئے ہیں آپ ان کو نہیں جانتے ان کو ہم جانتے ہیں ہم ان کو دو مرتبہ عذاب دیں گے پھر اس کے بعد وہ ایک بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

سامعین گرامی قدر!

اس آیت میں اللہ رب العزت نے ان منافقوں کا ذکر فرمایا جو مدینہ کے ارد گرد دیہاتوں میں رہتے ہیں۔

اور دوسرے ان منافقوں کا ذکر فرمایا جو خاص مدینہ منورہ میں رہتے تھے......... اس سے معلوم ہوا کہ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آنے والوں میں کوئی بھی منافق نہیں تھا۔

جو شخص مہاجرین صحابہ پر منافقت کا الزام لگاتا ہے......... وہ سورۃ التوبہ کی اس آیت کی تکذیب کرتا ہے۔

اس آیت کریمہ میں یہ بات بھی ارشاد فرمائی کہ:

منافقوں کو آخرت کے عذاب سے پہلے دنیا میں ہی عذاب کے اندر مبتلا کر دیا جائے گا......... ان کے نفاق کو ظاہر کر کے انہیں رسوا کر دیا جائے گا۔

مگر اصحاب رسول تو دنیا میں دن بدن ترقی کے زینے طے کرتے رہے......... اصحاب رسول روز بروز فتوحات سے سرخرو ہوتے رہے......... قیصر و کسریٰ کے تاج اور دولت کے انبار ان کے قدموں میں ڈھیر ہوتے رہے......... روم و فارس کی حکومتیں ان کی غلامی کرنے پر مجبور ہو گئیں......... اور دنیا کے اکثر حکمران ان کے تابع فرمان ہو گئے۔

اگر بقول دشمنانِ صحابہ......... معاذ اللہ وہ منافق ہوتے تو یہ عزتیں اور یہ عظمتیں اور یہ رفعتیں اور یہ بلندیاں اور یہ کامیابیاں اور یہ کامرانیاں اور یہ فتوحات اور یہ حکمرانیاں انہیں ہرگز نہ ملتیں۔

آیت نمبر ۲۹۱

سورۃ التوبہ میں اللہ رب العزت نے منافقین کی ایک خباثت کا تذکرہ یوں فرمایا ہے:

اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ

فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ۭ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۡ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۹﴾ (التوبہ)

وہ لوگ جو طعن کرتے ہیں ان مومنوں پر جو دل کھول کر خیرات کرتے ہیں اور طعن کرتے ہیں ان لوگوں پر جنہیں سوائے اپنی محنت مزدوری کے اور کچھ میسر ہی نہیں پھر وہ ان کا مذاق اڑاتے ہیں اللہ بھی ان سے مذاق کرتا ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے!

سامعین گرامی قدر!

غزوہ تبوک کے موقع پر امام الانبیاء ﷺ نے چندے کی اپیل فرمائی تو صاحب ثروت اور مخیر صحابہ نے دل کھول کر خرچ کیا۔

غریب صحابہ نے بھی اپنا پیٹ کاٹ کر چندہ دیا۔

منافقین نے صاحب ثروت صحابہ پر دکھلاوے اور نمود و نمائش کا طعنہ دیا۔

معمولی چندہ دینے والے صحابہ کا مذاق اڑایا.......... کہ بھلا اتنے چندے سے کیا بنے گا!

مگر اصحاب رسول تو ایک دوسرے پر طعن و تشنیع اور ایک دوسرے کا مذاق اڑانے کی بجائے.......... ایک دوسرے کی دل جوئی کرنے والے اور ایک دوسرے کی اچھی صفات کی تعریف کرنے والے تھے۔

یہاں ایک اور بات بھی آپ حضرات سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ منافقین جن مومنوں سے تمسخر کر رہے تھے اور ان کی خیرات کرنے پر طعن کر رہے تھے۔

وہ مومن کون تھے؟

کن خوش نصیب لوگوں کو مومن کہا گیا ہے۔

یقیناً اس سے مراد سیدنا ابوبکرؓ، عمرؓ اور سیدنا عثمانؓ و علیؓ ہیں یقیناً اس سے مراد مہاجرین وانصار ہیں۔

اللہ رب العزت اپنے کلام مقدس میں جن لوگوں کو مومن کہہ رہا ہے ان لوگوں پر نفاق کا فتویٰ لگانے والے مومن کیسے ہو سکتے ہیں؟

آیت نمبر ۲۹۲

سورۃ التوبہ میں اللہ رب العزت نے غزوہ تبوک میں نہ جانے والے منافقین پر زجریں فرمائیں اور فرمایا کہ اے مسلمانو!......

جب تم تبوک سے واپس مدینہ جاؤ گے تو بہانے باز منافقین طرح طرح کے عذر تراشیں گے............ اور وفاداریوں کے بلند بانگ دعوے کریں گے۔

میرے پیغمبر! ان کے جواب میں آپ فرمائیں .... کہ آنے والے دنوں میں تمہارے اعمال وحرکات کا جائزہ اللہ اور اس کا رسول اور دوسرے مومن لیں گے............ تمہارے افعال کو دیکھیں گے اور پرکھیں گے............ تمہارے ان دعووں کی قلعی کھل جائے گی۔

سورۃ التوبہ میں ارشاد ہوتا ہے:

وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

کہہ دیجیے تم عمل کیے جاؤ تمہارے عمل خود اللہ دیکھ لے گا

اور اس کا رسول اور مومن بھی (دیکھ لیں گے) اور لازماً
تمہیں اس کے پاس لوٹ کر جانا ہے جو تمام ظاہر اور چھپی
ہوئی باتوں کا جاننے والا ہے پھر وہ تم کو بتا دے گا جو کچھ تم
کرتے تھے۔

سامعین گرامی قدر!

اس آیت مبارکہ میں منافقین کو ان کے جھوٹے دعوؤں پر تنبیہ اور سرزنش کی جا رہی ہے۔

اور ساتھ ہی فرمایا جا رہا ہے کہ آئندہ تمہارے اعمال کا جائزہ لیا جاتا رہے گا.......اللہ بھی تمہارے اعمال کو دیکھے گا.........اللہ کا رسول پر تمہارے افعال و حرکات پر نظر رکھے گا.........اور مومن بھی تمہارے اعمال کو دیکھیں گے۔

یہاں مومنوں سے مراد کون لوگ ہیں؟ جنہیں منافقین کے اعمال کا جائزہ لینے کے لیے منتخب کیا گیا ہے۔

اگر مومنوں سے مراد اصحاب رسول، مہاجرین و انصار، خلفاء ثلاثہ نہیں تو پھر اور کون ہے؟

تعجب ہے یہاں منافقین کے اعمال کا جائزہ لینے کے لیے اصحاب رسول کا انتخاب ہو رہا ہے۔

اور آج کا مسلمان کہلانے والا ان پر منافقت کا طعن کر رہا ہے۔

آیت نمبر ۲۹۳ _ ۲۹۴

منافقین نے مسجد قبا کے قریب ایک مسجد تعمیر کی اور امام الانبیاء ﷺ کو یقین دلایا کہ بارش، آندھی اور سردی کے موسم میں مسجد قبا جانا ذرا مشکل ہوتا ہے.........اور اسی طرح

بیماروں اور بوڑھوں کو دور جاتے ہوئے دقت ہوتی ہے............اس لیے اپنی سہولت کے لیے ہم نے مسجد بنالی ہے انہوں نے درخواست کی کہ:

آپ ایک نماز ہماری تعمیر کردہ مسجد میں ادا فرمائیں یہ ہمارے لیے باعث سعادت ونجات ہوگی۔

آپ تبوک کے سفر پر روانہ ہو رہے تھے............فرمایا تبوک سے واپسی پر تمہاری آرزو اور درخواست پوری کردونگا۔

جب آپ تبوک سے واپسی پر مدینہ منورہ کے قریب پہنچے ....تو اللہ رب العزت نے منافقین کے ناپاک اغراض، مذموم مقاصد، مکروہ عزائم سے اپنے پیارے پیغمبر کو آگاہ فرمایا۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ۭ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ۭ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّھُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ۭ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَي التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ۭ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝ (التوبہ)

اور جن لوگوں نے بنائی ایک مسجد ضد پر اور کفر پر اور مومنوں کے درمیان جدائی ڈالنے کے لیے اور مورچہ اس شخص کے لیے جو اللہ اور اس کے رسول کا پہلے سے مخالف ہے اور وہ قسمیں کھائیں گے کہ ہماری نیت بھلائی کی

تھی اور اللہ گواہ ہے کہ وہ جھوٹے ہیں آپ اس مسجد میں
کبھی بھی کھڑے نہ ہوں البتہ جس مسجد کی بنیاد اول دن سے
تقوی پر رکھی گئی ہے وہ اس لائق ہے کہ آپ اس میں
کھڑے ہوں اس مسجد میں ایسے لوگ ہیں جو خوب پاک
ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالی خوب پاک ہونے
والوں کو پسند کرتا ہے!

سامعین گرامی قدر!

اللہ رب العزت نے اپنے محبوب پیغمبر کو جس مسجد میں کھڑے
ہونے سے منع فرمایا:

وہ مسجد ضرار ہے جس کی تعمیر منافقین نے کی تھی۔

اور جس مسجد میں آپ کو کھڑے ہونے کا حکم دیا ہے......... اس
سے مراد مسجد قبا یا مسجد نبوی ہے...... جن کی تعمیر اصحاب رسول کے ہاتھوں
سے ہوئی...... اللہ رب العزت نے گواہی دی کہ......... اس مسجد کی بنیاد
تقوی پر رکھی گئی اور بنیاد رکھنے والے اعلی درجہ کے متقی و پرہیز گار تھے۔

ان آیتوں نے اس حقیقت کو واضح کر دیا کہ اصحاب رسول کی تعمیر
کردہ مسجدیں اخلاص و تقوی کی بنیاد پر تعمیر ہوئی تھیں۔

اور منافقین کی تعمیر کردہ مسجد خباثت و شرارت، فتنہ و فساد اور انتشار و
افتراق کی غرض سے بنائی گئی تھی۔

اللہ رب العزت کی اتنی وضاحت و صراحت کے بعد بھی ...... اگر
...... کوئی بد باطن اصحاب رسول پر منافقت کا الزام دھرتا ہے......... تو وہ
قرآن کی صداقتوں کا انکاری ہے۔

آیت نمبر ۲۹۵

سورۃ التوبہ میں اللہ رب العزت نے
امام الانبیاء ﷺ کو منافقین کے بارے میں حکم دیا:

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ
عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا
وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ (التوبہ)

ان (منافقین میں سے) اگر کوئی مرجائے تو آپ اس
کے جنازے کی نماز ہرگز نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر
کھڑے ہوں (اس لیے کہ) یہ اللہ اور اس کے رسول کے
منکر ہیں اور مرتے دم تک بدکار رہے ہیں!

سامعین گرامی قدر!

اللہ رب العزت نے منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے سے اپنے محبوب
پیغمبر کو منع فرمادیا۔

بلکہ (مغفرت کی دعا مانگنے کے لیے) ان کی قبروں پر کھڑے
ہونے سے روک دیا۔

مگر اپنے ساتھیوں کے لیے دعا مانگنے کا آپ کو حکم دیا گیا
.........صَلِّ عَلَيْهِمْ......ان کے لیے دعا کیجیے اللہ رب العزت نے
منافقین کی قبر پر کھڑے ہونے سے منع فرمادیا۔

مگر سیدنا ابوبکرؓ اور سیدنا عمرؓ کو اپنے نبی کے پہلو میں دفن کروا کے
ان کے ایمان و اخلاص پر مہر تصدیق ثبت فرمادی۔

اگر بقول دشمنان صحابہ.........سیدنا ابوبکرؓ اور سیدنا عمرؓ العیاذ باللہ
منافق ہوتے تو پہلوئے محمد میں کبھی بھی جگہ نہ پاتے۔

آیت نمبر ۲۹۶۔۲۹۷ غزوہ بنی المصطلق کے موقع پر رئیس

المنافقین نے کہا تھا کہ اگر مدینہ کے لوگ مہاجرین کا خرچہ بند کردیں ....تو یہ بھوک و افلاس کے مارے یہاں سے بھاگ جائیں گے ....اس کے علاوہ اس نے ایک بکواس اور بھی کیا جسے قرآن نے ذکر کیا:

هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ۭ وَلِلّٰهِ خَزَاۗىِٕنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝ يَقُوْلُوْنَ لَىِٕنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ۭ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (المنافقون)

وہی ہیں جو کہتے ہیں ان لوگوں پر کچھ خرچ نہ کرو جو رسول اللہ کے پاس ہیں یہاں تک کہ وہ بتر بتر ہو جائیں (انہیں اتنا علم نہیں کہ) آسمان و زمین کے کل خزانے اللہ تعالی کی ملکیت ہیں لیکن منافق سمجھتے نہیں وہ (منافق) کہتے ہیں اگر ہم لوٹ کر مدینہ جائیں گے تو عزت والا وہاں سے ذلت والے کو نکال دے گا سنو عزت تو صرف اللہ کے لیے ہے اور اس کے رسول کے لیے اور ایمان داروں کے لیے ہے لیکن یہ منافق جانتے نہیں!

سامعین گرامی قدر!

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ....کن لوگوں کے متعلق کہہ رہا

ہے لا تنفقوا علی من عند رسول الله ...... جو رسول اللہ ﷺ کے پاس رہتے ہیں ان کا خرچہ بند کر دو۔

یہ نبی اکرم ﷺ کے پاس رہنے والے لوگ کون ہیں؟ جن کی رفاقت کی منافقین کو بڑی تکلیف ہے۔

اصحاب رسول کو ذلت والا کہہ کر تبرا کرنے والا کون ہے؟

صحابہ کرام کی کردار کشی کرنا............ صحابہ کرام کے خلاف بکواس کرنا کن لوگوں کا وطیرہ تھا؟

پھر اللہ رب العزت نے اپنی عزت، اپنے رسول کی عزت کے ساتھ والمومنین کہہ کر کن کے معزز ہونے کا اعلان کیا ہے؟

یہاں المومنین سے مراد کون لوگ ہیں؟

وہی نا جو ہر وقت میرے نبی ﷺ کی محفل ومجلس میں رہتے تھے .... جو مَنْ عند رسول الله کا مصداق تھے۔

ہاں وہی نا جنہیں پھر دنیا ہی میں عزتوں اور عظمتوں سے نوازا گیا وہی نا کہ دریاؤں نے جن کی اطاعت کی .... جنگل کے درندوں نے جن کی غلامی کی......

وہی نا! جو دریائے نیل کو خط لکھنے بیٹھ گئے

پھر آخرت میں ان کے سروں پر عزتوں کے تاج سجائے جائیں گے...... جنت الفردوس جن کی مہمانی کے لیے سجائی گئی........... جنت کے آٹھوں دروازے جن کے لیے کھل جائیں گے۔

وہی نا جو میدان محشر میں اور جنت کے داخلے کے وقت میرے نبی کے دائیں بائیں ہونگے۔

جن کے مبارک ہاتھوں سے امت کے خوش نصیب لوگوں کو جامِ کوثر

پلایا جائے گا!

حضرات گرامی قدر!

آج کے خطبے میں.........میں نے بڑی تفصیل کے ساتھ اس

بات کو بیان کیا ہے کہ:

دشمنانِ اصحاب رسول کا یہ اعتراض کہ "صحابہ نے منافقانہ ایمان

قبول کیا تھا".........غلط ہے۔

اس لیے کہ قرآن نے منافقین کی جتنی خصلتوں اور عادات کا تذکرہ

کیا ہے۔ اصحاب رسول کی مقدس زندگی اس کے بالکل برعکس تھی.........

اصحاب رسول کا ایمان نفاق اور شک سے مبرا اور پاک تھا۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

بائیسویں تقریر

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ الْاَمِیْنِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ ○ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ۞ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَ لَیَعْلَمَنَّ الْکٰذِبِیْنَ ۞ (العنکبوۃ)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ

کیا لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے صرف اس دعوے پر کہ ہم ایمان لائے ہیں ہم انہیں بغیر آزمائے یونہی چھوڑ دیں گے ان سے پہلے لوگوں کی بھی ہم نے خوب آزمائش کی تھی پس اللہ ان لوگوں کو بھی جان لے گا جو سچے ہیں (ایمان کے دعویٰ میں) اور انہیں بھی معلوم کر لے گا جو

جھوٹے ہیں!

سامعین گرامی قدر! میں نے گذشتہ اکیس خطبات میں بڑے تسلسل کے ساتھ قرآن کی ۲۹۷ آیات مبارکہ.......... آپ حضرات کے سامنے پیش کی ہیں۔

ان میں سے ہر ہر آیت میرے محبوب پیغمبر ﷺ کے جانثار ساتھیوں.......... اور باوفا دوستوں کی عظمت و مقام.......... اور ان کے کردار و اعمال پر شاہد اور برہان کی حیثیت رکھتی ہے۔

عظمت اصحاب رسول.......... قرآن کے آئینے میں بڑا وسیع موضوع ہے.......... جس کا احاطہ کرنا اور اسے کما حقہ بیان کرنا مجھ جیسے کم علم کے بس کی بات نہیں ہے۔

مگر میرا ذوق مجھے مجبور کر رہا ہے کہ اصحاب بدر کی تعداد کے مطابق.......... میں اصحاب رسول کی عظمت و مقام پر ۳۱۳ آیات کریمہ پیش کروں۔

آج کے خطبے میں انتہائی اختصار کے ساتھ.......... میں مزید کچھ آیات پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں.......... تاکہ ۳۱۳ کی تعداد اور گنتی پوری ہو جائے!

آیت نمبر ۲۹۸، ۲۹۹

سب سے پہلے ان دو آیتوں کی مختصر سی تشریح بیان کر دیتا ہوں.......... جو آیتیں میں نے خطبے میں تلاوت کی ہیں!

یہ سورۃ عنکبوت کی آیت نمبر ۲ اور آیت نمبر ۳ ہے.......... سورۃ عنکبوت مکی سورت ہے۔

مکہ مکرمہ کی تیرہ سالہ زندگی میں مسلمان انتہائی مظلوم تھے......

......قریش مکہ انہیں ستاتے، اذیتیں دیتے، پتھروں پر گھسیٹتے، انگاروں پر لٹاتے۔

کچھ مظلوم مومنوں نے امام الانبیاء ﷺ کے سامنے اس ظلم وستم کی شکایت کی اور درخواست کی:

یا رسول اللہ! ہمارے لیے اللہ سے مدد طلب کیجیے اور ہمارے لیے دعا فرمائیے۔

آپ نے مظلوم مسلمانوں کی درخواست کے جواب میں فرمایا:

یہ ظلم وتشدد اور یہ ایذا رسانی تو اہل ایمان کی تاریخ کا حصہ ہے تم سے پہلے بعض ایمان داروں کا یہ حال کیا گیا کہ انہیں ایک گڑھا کھود کر اس میں کھڑا کر دیا گیا اور پھر ان کے سروں پر آرا چلا دیا گیا جس سے ان کے جسم دو حصوں میں تقسیم ہو گئے۔

کچھ مسلمان تم سے پہلے ایسے بھی ہوئے کہ ان کے بدن میں لوہے کی کنگھیاں ہڈیوں تک پھیر کر چمڑا اور گوشت ادھیڑ دیا گیا...... مگر یہ سختیاں اور یہ تکالیف ان مظلوم مسلمانوں کو دین حق سے نہ ہٹا سکیں!

(بخاری باب علامات النبوۃ فی الاسلام)

مکہ مکرمہ میں حضرت عمار، ان کے والد یاسر، ان کی والدہ سیدہ سمیہ ......حضرت صہیب، حضرت بلال، حضرت زنیرہ، حضرت مقداد، حضرت عبداللہ بن مسعود اور سیدنا عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) پر اسلام کے ابتدائی

دور میں جو ظلم وستم ہوئے............ بلکہ ظلم وستم کے جو پہاڑ توڑے گئے وہ تاریخ اسلام کے صفحات میں محفوظ ہیں۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو عین بیت اللہ کے صحن میں جس بے دردی اور سفاکی کے ساتھ تشدد کا نشانہ بنایا گیا اسے پڑھ کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کا جس طرح محاصرہ کیا گیا .... وہ تاریخ کے کسی طالب علم سے مخفی نہیں ہے۔

یہی واقعات سورۃ عنکبوت کی ان آیات کے نزول کا سبب بنے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ان آیتوں سے مراد ایمان داروں کی وہ مظلوم اور مقدس جماعت ہے جو مکہ مکرمہ میں ایمان کی دولت سے مالا مال ہوئی............ اور کفار مکہ انہیں طرح طرح سے ستاتے اور اذیتیں دیتے تھے!

اصحاب رسول کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

تم کیا سمجھتے ہو؟ کہ صرف آمنا کہہ دینے سے کام بن جائے گا اور میں تمہیں آزمائش اور امتحان کی وادیوں سے نہیں گزاروں گا کیا میں تمہیں پرکھ کر اور ٹھونک بجا کر نہیں دیکھوں گا؟ تم سے پہلے مسلمان .... میں نے انہیں بھی مصائب کی بھٹیوں سے گزارا تھا............ ان کی آزمائش کی تھی............ اسی طرح تمہیں بھی مصائب کے وار سہنے ہونگے .... دکھ برداشت کرنے ہونگے .... غم اور رنج کے میدان عبور کرنے ہونگے۔

جب تک آزمائش کی بھٹیوں میں نہ ڈالا جائے......... تب تک کھرے اور کھوٹے......... سچے اور جھوٹے......... مخلص اور غیر مخلص کی پہچان کیسے ہو؟

ان آیتوں میں اللہ رب العزت نے مکہ مکرمہ میں ایمان لانے والوں کے ایمان کی تعریف بھی کی ہے۔

اور ان کی صداقت کی گواہی اور شہادت بھی دی ہے!

آیت نمبر ۳۰۰

اسی مضمون کو اللہ رب العزت نے سورۃ التوبہ میں بھی بیان فرمایا:

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ۚ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ (التوبه)

کیا تم یہ سمجھے بیٹھے ہو کہ تم یوں ہی چھوڑ دیئے جاؤ گے حالانکہ اب تک اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کو ممتاز نہیں کیا جو مجاہد ہیں اور جنہوں نے اللہ کے اور اس کے رسول کے اور مومنوں کے سوا کسی کو (بھیدی) دوست نہیں بنایا اللہ کو خوب خبر ہے تمہارے اعمال کی!

سامعین گرامی قدر!

سورۃ الانفال اور سورۃ التوبہ......... دونوں سورتوں میں جہاد فی سبیل اللہ کا مضمون بیان ہوا ہے۔

اس آیت کریمہ میں جہاد کے مشروع ہونے کی ایک اہم وجہ

بیان فرمائی گئی:

کہ ایمان اور محبت الٰہی کے زبانی دعوے کرنے والے تو بہت ہیں مگر آزمائش اور امتحان کی کسوٹی پر جب تک کسا نہ جائے اس وقت تک کھرا کھوٹا............ مخلص اور منافق واضح اور ظاہر نہیں ہوتا۔

جہاد کے ذریعے اللہ رب العزت امتیاز کرنا چاہتا ہے............ اور دنیا والوں پر ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ:

کتنے مخلص مسلمان اور مؤمن ہیں جو اس کی راہ میں جانی اور مالی جہاد کرنے کے لیے ہر وقت ہمہ تن تیار ہیں۔

اور کون سے وہ مخلص ایمان دار ہیں جو اللہ اور اس کے رسول اور مؤمنوں کے سوا کسی کو اپنا راز دار، بھیدی اور خصوصی دوست بنانے کے لیے تیار نہیں خواہ وہ ان کا کتنا ہی عزیز اور قریبی رشتے دار ہی کیوں نہ ہو۔

یہ معیار اور ترازو ہے جس پر مؤمنین کا ایمان اور اخلاص پرکھا اور تولا جاتا ہے۔

یہ آیت کریمہ غزوۂ احد کے موقع پر نازل ہوئی اور غزوۂ احد ۳ ھ میں ہوا............ اس غزوہ میں سات سو اصحاب رسول شریک تھے............ جن کے سچے مؤمن ہونے کی گواہی اس آیت مبارکہ نے دی۔

اس آیت میں مؤمنوں سے محبت اور دوستی کو لازمی قرار دیا گیا............ اور یہ بات ہر ذی ہوش پر واضح ہے کہ ۳ ھ میں صحابہ کرام کے سوا کوئی دوسرا مومن نہیں تھا۔

اس وقت یہی خوش نصیب تھے............ جو محبت الٰہی کے جذبوں سے سرشار تھے

ان ہی خوش بخت لوگوں کو قرآن نے مؤمن ہونے کی سند عطا فرمائی اور ان سے دوستی رکھنے کو.......... اور ان سے محبت کرنے کو ایمان کا معیار قرار دیا۔

یعنی مؤمن صرف وہی شخص ہے جو اصحاب رسول سے محبت رکھتا ہے جس بد بخت کو ان مقدس ہستیوں سے نفرت ہوگی.......... اور جو بد فطرت ان پاکیزہ اوصاف ہستیوں پر تبرا کرے گا.......... وہ مؤمنوں کی فہرست میں شامل نہیں ہو سکتا.......... اس کے اعمال سے اللہ رب العزت خوب واقف اور باخبر ہے۔

آیت نمبر ۳۰۱

سورۃ شعرا میں ارشاد ہوا:

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ۝ الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ ۝ وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ ۝ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ (الشعراء)

اور بھروسہ کر اس زبردست رحم کرنے والے پر جو تجھے دیکھتا رہتا ہے جبکہ تو کھڑا ہوتا ہے اور سجدہ کرنے والوں کے درمیان تیرا گھومنا پھرنا بھی وہ خوب سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔

سامعین گرامی قدر!

مفسرین نے اس کے دو مفہوم بیان فرمائے ہیں:

ایک یہ کہ اللہ رب العزت آپ کو دیکھتا ہے جب آپ اکیلے نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں.......... اور جب آپ صحابہ کرامؓ (ساجدین) کو نماز پڑھاتے ہوئے رکوع وسجود اور قیام کرتے ہیں!

دوسرا مفہوم یہ کہ تہجد کی نماز کی فرضیت ختم ہو جانے کے بعد امام الانبیاء ﷺ رات کو چل پھر کر جائزہ لیتے تھے کہ کیا اب بھی میرے ساتھی تہجد کے لیے اٹھتے ہیں یا نہیں!

دونوں مفہوموں میں سے کوئی سا مفہوم مراد لیں............ اتنی بات اور یہ حقیقت تو واضح ہوئی کہ اللہ رب العزت نے میرے پیارے پیغمبر ﷺ کے ساتھیوں کو سَاجِدِیْنَ کے خوبصورت اور حسین لقب کے ساتھ یاد فرمایا ہے۔

جن خوش نصیب لوگوں کو عرش کا مالک............ جو علیم بذات الصدور ہے............ جو اَلْعَلِیْم لِکُلِّ حَالٍ ہے............ جو اَلسَّمِیْع لِکُلِّ نِدَآءٍ ہے

وہ گواہی دیتا ہے کہ وہ سَاجِدِیْنَ ہیں............ یعنی نمازی ہیں اور تہجد گزار ہیں۔

آج ان کے ایمان اور ان کے جذبہ اخلاص میں شک کرنے والا مسلمان کہلانے کا حق دار کیسے ہو سکتا ہے؟

آیت نمبر ۳۰۲

سورۃ زمر میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ (زمر)

(میری جانب سے) کہہ دو کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو یقیناً اللہ تمام گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے

واقعی وہ بہت بخشنے والا مہربان ہے!

سامعین گرامی قدر!

اس آیت کے شانِ نزول کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ مشرکین اور کفار امام الانبیاء ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور کہا:

...........ہم نے تو کثرت کے ساتھ گناہوں کا ارتکاب کیا ہے جن میں شرک وکفر، قتل وزنا تک شامل ہیں

...........اگر ہم ایمان لے آئیں تو کیا ہمارے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے؟

اس پر یہ آیت نازل ہوئی (بخاری تفسیر سورۂ زمر)

سورۂ زمر مکی سورت ہے......اس آیت کے نزول کے وقت جو خوش نصیب حضرات ایمان کی دولت سے مالا مال ہو چکے تھے......جو خوش نصیب حضرات ایمان کی دولت سے مالا مال ہو چکے تھے......ان کو خوشخبری دی جا رہی ہے کہ جاہلیت کے زمانے میں جو گناہ تم سے سرزد ہوئے ......اللہ نے اپنی رحمت وفضل سے ان سب گناہوں کو معاف فرما دیا ہے۔

آیت نمبر ۳۰۳

اللہ رب العزت نے تحویل قبلہ کے سلسلہ میں مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ بیت المقدس کے بجائے بیت اللہ کو قبلہ مقرر کر کے ہم نے تم پر اپنی نعمت پوری فرمائی ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:

وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝

(بقرہ)

اور تاکہ تم پر اپنی نعمت پوری کر دوں اور تاکہ تم راہ راست

پر رہو۔

پھر سورۃ المائدہ میں فرمایا:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ
عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ
دِيْنًا ۔ (المائدہ ۵:۳)

آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا
اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور پسند کیا میں نے
تمہارے لیے اسلام کو دین۔

اس سے پہلے فرمایا:

آج کافر تمہارے دین سے ناامید ہو گئے خبردار تم ان سے نہ ڈرنا
اور مجھ سے ڈرنا!

حضرات گرامی قدر!

یہ آیت حجۃ الوداع کے مبارک موقع پر نازل ہوئی .... یہ
۱۰ھ کا واقعہ ہے اور امام الانبیاء ﷺ کے انتقال پر ملال سے صرف ۸۸
دن پہلے نازل ہوئی۔

اس دن میرے پیارے نبی کے جانثار ساتھیوں کی تعداد ایک لاکھ
سے زائد تھی۔

ان میں مہاجرین بھی تھے اور انصار بھی .... اَلسَّابِقُوْنَ
الْاَوَّلُوْنَ بھی تھے اور وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ بھی .... ان
میں فتح مکہ سے پہلے ایمان لانے والے بھی تھے اور فتح مکہ کے بعد دائرہ

اسلام میں آنے والے بھی تھے۔

ان میں سیدنا صدیق اکبرؓ بھی تھے اور سیدنا معاویہؓ بھی .... ان میں سیدنا عمرؓ بھی تھے اور سیدنا ابوسفیانؓ بھی .... سیدنا عثمانؓ بھی تھے اور سیدنا عباسؓ بھی .... ان میں سیدنا علیؓ بھی تھے اور ان کے برادر بزرگ سیدنا عقیلؓ بھی .... ان سب سے خطاب کر کے کہا جا رہا ہے .... کہ آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے!

ذرا دِيْنَكُمْ کے لفظ پر غور فرمائیے .... تمہارے دین کو .... کتنا خوبصورت انداز ہے اور کتنی دلنشین نسبت ہے .... یعنی دین اسلام دراصل اصحاب رسول کا دین ہے۔

اللہ رب العزت دین اسلام کو اصحاب رسول کا دین کہے .... اور آج کا دشمن صحابہ تقریروں میں کہے اور کتابوں میں تحریر کرے کہ اصحاب رسول کا دامن دین اسلام سے خالی تھا .... العیاذ باللہ وہ مومن اور مسلمان نہیں تھے .... یا ان کا اقرار ایمان اخلاص سے خالی تھا۔

اب بتلائیں میں عرش کے مالک کی مانوں یا اس بدبخت کے گندے نظریہ کو تسلیم کروں؟

اس آیت سے یہ حقیقت بھی معلوم ہوئی کہ میرے نبی پر دین کی تکمیل ہوگئی اور وحی اترنے کا سلسلہ بند ہوگیا۔

جو شخص اس بات کا اور اس عقیدے کا قائل ہو کہ اماموں پر وحی اترتی ہے .... اور ہر امام کو علیحدہ کتاب ملتی ہے .... وہ شخص ختم نبوت کا منکر ہے!

آیت نمبر ۳۰۴

مدینہ منورہ کے یہودی امام الانبیاء ﷺ کی توہین کرنے اور آپ کی گستاخی کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔

صحابہ کرامؓ جب محفل نبوی میں ہوتے اور آپ کو اپنی جانب متوجہ کرنا چاہتے تو ایک لفظ بولتے تھے.........رَاعِنَا.......جس کے معنی ہیں ہمارا لحاظ اور خیال کیجئے۔

یہود ایک سازش کے تحت.........ذرا زبان کو مروڑ کر اور لفظ کو تھوڑا سا بگاڑ کر استعمال کرتے.........رَاعِیْنَا جس کے معنی بنتے ہیں "ہمارے چرواہے".........یا وہ راعنا کو احمق کے معنی میں استعمال کرتے تھے۔

اللہ رب العزت نے فرمایا:

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾

(البقرہ)

اے ایمان والو! تم (نبی اکرم ﷺ کو بلاتے ہوئے) راعنا نہ کہا کرو بلکہ انظرنا کہا کرو (یعنی ہماری طرف دیکھیے) اور سنتے رہا کرو اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے

سامعین گرامی قدر!

اس آیت میں يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا.....کے الفاظ کے ساتھ خطاب کن لوگوں کو ہو رہا ہے؟

مدینہ کے منافقین کو؟ مدینہ میں رہنے والے یہود کو؟

ان کے بارے میں تو آیت کے آخر میں فرمایا

اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے!

پھر یہ حقیقت تسلیم کرنی ہوگی کہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا..........

کے ساتھ خطاب میرے نبی کے ساتھیوں سے ہو رہا ہے۔

اصحاب رسول ہی اس خطاب کے اولین مخاطب ہیں..........

اصحاب رسول ہی کے ایمان کی گواہی عرش سے اتر رہی ہے۔

آیت نمبر ۳۰۵

اسی آیت کے بعد اگلی آیت میں ارشاد فرمایا:

مَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِیْنَ اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْكُمْ مِّنْ خَیْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ (البقرۃ)

اہل کتاب کافر اور مشرکین پسند نہیں کرتے کہ تم پر تمہارے رب کی طرف سے کوئی بھلائی نازل ہو حالانکہ اللہ جسے چاہے اپنی رحمت خصوصیت سے عطا فرما دیتا ہے اللہ بڑے فضل والا ہے!

حضرات گرامی قدر!

اہل کتاب کفار یعنی یہود و نصاریٰ..........اور مشرکین نہیں چاہتے کہ تم پر کوئی بھلائی اترے (یعنی قرآن جیسی کتاب ملے) وہ تمہارے ساتھ

حسد اور بغض رکھتے ہیں.......... میں نے تو تمہیں اپنی رحمت کے ساتھ نوازنے کے لیے چن لیا ہے!

اللہ کو حاضر و ناظر جان کر بتلایئے.......... جن لوگوں کو بھلائی عطا ہو رہی ہے.......... جن کو رحمت الٰہی کے لیے مخصوص کیا جا رہا ہے.......... یہ کفار و مشرکین کے مقابلے میں کون لوگ ہیں؟

جب یہ آیت اتر رہی تھی اس وقت کون لوگ تھے جن سے اللہ یہ ساری باتیں کر رہا تھا؟

اصحاب رسول ہی تھے نا.......... اور اصحاب رسول کے بارے ہی میں فرمایا گیا کہ

ان پر کوئی بھلائی اترے.......... انہیں رحمت الٰہی کا سہارا ملے.......... انہیں اللہ کی رضا کی سند ملے.......... انہیں جنت کی خوشخبری ملے.......... ان کو فتح و نصرت کی نوید ملے.......... یہ بات کفار و مشرکین کو اچھی نہیں لگتی!

آیت نمبر ۳۰۶

سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۶۸ میں فرمایا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے سب سے بڑھ کر تعلق امام الانبیاء ﷺ کا اور مومنوں کا ہے۔

.... اہل کتاب اپنے آپ کو سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے منسوب کر کے دھوکہ دینا چاہتے ہیں اور مسلمانوں کو سیدھے راستے سے ہٹانا چاہتے ہیں.......... مگر وہ اپنی اس چال میں کامیاب نہیں ہونگے۔

وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا

يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۹﴾ (آل عمران)

اہل کتاب کی ایک جماعت چاہتی ہے کہ تمہیں گمراہ کر دیں

دراصل وہ خود اپنے آپ کو گمراہ کر رہے ہیں اور وہ سمجھتے

نہیں!

سامعین گرامی قدر!

اس آیت سے ثابت ہوا کہ اہل کتاب کی پوری کوشش ہے کہ

صحابہ کو دین حق سے گمراہ کر دیں.......... مگر وہ اپنی اس مذموم کوشش

میں کامیاب نہیں ہو سکتے.......... اور کوئی بھی اصحاب رسول کی مقدس

جماعت کو راہ راست سے ادہر ادھر نہیں ہٹا سکتا۔

آیت نمبر ۳۰۷

اسی مضمون کو سورۃ البقرہ میں بھی بیان فرمایا:

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ

بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ

اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ

فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۹﴾ (البقرہ:۱۰۹)

اہل کتاب (یعنی یہود) میں سے اکثر لوگ باوجود حق واضح

ہو جانے کے محض حسد و بغض کی بنا پر تمہیں ایمان سے ہٹا

کر کافر بنانا چاہتے ہیں (فی الحال) معاف کرو اور درگزر

کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا کوئی حکم لائے یقیناً اللہ ہر چیز پر

قادر ہے۔

سامعین گرامی قدر!

اس آیت کے مضمون پر غور فرمایئے ...... کیا یہ بات اور یہ حقیقت واضح نہیں ہو رہی کہ کفار اور اہل کتاب یہود وغیرہ اصحاب رسول سے حسد اور بغض رکھتے تھے

وہ پوری کوشش کرتے تھے کہ یہ دین اسلام کو ترک کر دیں اور اپنے پرانے دین کی طرف لوٹ آئیں۔

یہ بدبخت اصحاب رسول کے خلاف سازشیں اور مذموم منصوبے بناتے اور صحابہ دشمنی اپنے دل میں پالتے۔

اگرچہ اصحاب رسول کی زندگی میں یہ لوگ اپنے مکروہ عزائم میں کامیاب نہیں ہوئے۔

مگر یہ یہودی ذہن انہوں نے نام نہاد مسلمانوں کے ذہنوں میں اتار دیا اور انہوں نے اپنے ایسے ایجنٹ تیار کیے ...... جنہوں نے اصحاب رسول کی کردارکشی کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔

وہ ایجنٹ تقیہ کا لبادہ اوڑھ کر ...... اہلسنت کے راوی کہلانے لگے ...... اور تاریخ کی کتب کو تاریک بنا کر رکھ دیا۔

آیت نمبر ۳۰۸

سورۃ تغابن میں ارشاد ہوا:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ۗ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾

(تغابن)

پس جہاں تک ہو سکے تم اللہ سے ڈرتے رہو اور (اللہ کے

احکام کو) سنو اور (اس کی باتیں) مانتے چلے جاؤ اور اللہ
کے راستے میں خیرات کرتے رہو جو تمہارے لیے بہتر
ہے اور جو شخص اپنے نفس کی حرص سے محفوظ رکھا جائے
ایسے ہی لوگ (آخرت میں) کامیاب ہونے والے ہیں
اور اگر تم اللہ کو اچھا قرض دو گے (یعنی اس کی راہ میں
خرچ کرو گے) تو وہ اس کو تمہارے لیے بڑھاتا جائے گا
اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا اللہ بڑا قدر دان اور
بڑا حوصلے والا ہے!

سامعین گرامی قدر!

سورۃ تغابن مدنی سورت ہے.........یعنی ہجرت کے بعد نازل
ہوئی ہے۔

ان آیتوں میں مہاجرین وانصار کی واضح تعریف اور کھلی توصیف
بیان ہو رہی ہے۔

انہیں آخرت میں کامیاب و کامران اور فلاح و نجات پانے والا
قرار دیا جا رہا ہے!

اصحاب رسول کے لیے مغفرت اور بخشش کا وعدہ ہو رہا ہے...... جو
اللہ کی راہ میں خلوص کے ساتھ مال خرچ کرنے والے ہیں اور اپنے رب کی
ہر معاملے میں اطاعت کرنے والے ہیں!

انہیں کہا جا رہا ہے کہ تمہارا خرچ کیا ہوا مال کئی گنا بڑھا کر تمہیں
واپس کیا جائے گا۔

لوگو! اگر ان آیتوں کا حقیقی اور صحیح مصداق اصحاب رسول نہیں ہیں تو

پھر بتلاؤ اور کون ہیں؟

اگر ان آیتوں کا اولین مصداق.......... اور اگر ان آیتوں کے اولین مخاطب.......... میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی اور صحابی نہیں ہیں تو اور کون ہیں؟

آیت نمبر ۳۰۹ تا ۳۱۳

سورۃ آل عمران میں اللہ رب العزت نے عقل مندوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿١٩١﴾ رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿١٩٢﴾ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ڰ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿١٩٣﴾ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿١٩٤﴾ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّىْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ

وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾ (آل عمران)

(عقل مند لوگ وہ ہیں) جو اللہ کا ذکر کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر لیٹے ہوئے کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں اور کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار تو نے یہ سب کچھ بے فائدہ نہیں بنایا۔ تیری ذات پاک ہے پس ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے اے ہمارے پالنہار آپ جس کو جہنم میں داخل کریں اس کو یقیناً رسوا ہی کر دیا اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں اے ہمارے پروردگار ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا کہ وہ ایمان لانے کے لیے آواز لگا رہا ہے بس ہم ایمان لے آئے اے ہمارے پالنہار اب تو ہمارے گناہوں کو معاف فرما اور ہماری برائیاں ہم سے دور کر دے اور ہم کو نیک لوگوں کے ساتھ موت دینا۔ اے ہمارے پروردگار ہم کو وہ چیز بھی عطا فرما جس کا وعدہ تو نے ہم سے اپنے نبیوں کے ذریعہ فرمایا اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کرنا بے شک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ پس ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمائی کہ تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے عمل کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت میں ہرگز ضائع نہیں کرتا تم آپس میں ایک دوسرے کے ہم

جنس ہو۔ پس جن لوگوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں
سے نکالے گئے اور جنہیں میری راہ میں ستایا گیا اور جنہوں
نے جہاد کیا اور شہید ہوئے میں لازماً ان کی برائیاں ان
سے دور کر دوں گا اور بالیقین انہیں ایسی جنتوں میں لے
جاؤں گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں یہ ہے ثواب اللہ
کی طرف سے اور اللہ کے پاس بہترین ثواب ہے!

سامعین گرامی قدر! ان آیات میں اللہ رب العزت نے اصحاب رسول کی درد میں ڈوبی ہوئی چند دعاؤں کا تذکرہ بڑے خوبصورت انداز میں فرمایا ہے!

اصحاب رسول کہہ رہے ہیں ہم نے ایمان کے منادی یعنی امام الانبیاء ﷺ کو سنا کہ وہ ایمان کی ندا لگا رہے تھے.........ہم تیرے نبی کی دعوت پر لبیک کہا اور ایمان لائے۔

(ایک لمحہ کے لیے یہاں ٹھہر کر میری ایک بات کا جواب دیجیے ....کہ امام الانبیاء ﷺ کی زبان مقدس سے براہ راست ایمان کی ندا کو سننے والے اور ندائے ایمان کو سن کر ماننے والے کون لوگ تھے؟)

اصحاب رسول کے بعد تابعین سے لے کر آج تک کا مسلمان ....اس نے براہ راست نبی کریم ﷺ کی ندا کو نہیں سنا.........بلکہ ان پر اترنے والی محفوظ کتاب کی ندا کو سنا اور ایمان قبول کیا ماننا پڑے گا کہ اس آیت کے اولین مخاطب.........اور اس آیت کے حقیقی مصداق محمد عربی ﷺ کے صحابہ ہی ہیں.........ان ہی کے ایمان کے تذکرے اس آیت میں ہو رہے ہیں

اصحاب رسول نے دعا مانگتے ہوئے کہا:

ہمارے گناہوں کو معاف فرما دے......... آگ کے عذاب سے محفوظ فرما دے .... نیک لوگوں کے ساتھ موت دے .... قیامت اور آخرت کی رسوائی سے بچا لے اور اپنے نبیوں کے ذریعہ مومنوں کی کامیابی اور نجات کا جو وعدہ تو نے فرمایا ہے......... وہ وعدے ہمارے ساتھ پورے فرما!

اصحاب رسول کی دعاؤں کے جواب میں اللہ رب العزت نے فرمایا کہ:

میں نے ان کی دعاؤں اور التجاؤں کو قبول فرما لیا...... ہم ان کا کوئی عمل ضائع اور برباد نہیں کریں گے۔

حضراتِ گرامی قدر!

میں نے اللہ رب العزت کی لاریب اور بے عیب کتاب قرآن مجید کی مختلف سورتوں سے ۳۱۳ آیات مبارکہ آپ حضرات کی خدمت میں پیش کی ہیں!

جن میں علام الغیوب، غافر الذنوب، علیم بذات الصدور، رب العالمین نے اصحاب رسول کی عظمتوں کو بیان فرمایا ہے!

کہیں ان کے ایمانِ کامل کا تذکرہ فرمایا.......... تو کہیں ان کے مومن صادق ہونے کا!

کہیں ان کے تقویٰ کا تذکرہ کیا اور کہیں ان کے رشد و ہدایت کو بیان فرمایا!

کہیں ان کی فوز وفلاح کا ذکر کیا.........اور کہیں ان کی کامیابیوں

کا تذکرہ فرمایا۔

کہیں ان کے لیے جنت کے وعدے ہوئے.........کہیں انہیں

اپنی رضا اور خوشنودی کے پروانے عطا فرمائے۔

کہیں ان کی مغفرت اور بخشش کی نوید سنائی گئی

کہیں ان کے جہاد فی سبیل اللہ کا ذکر فرمایا.........اور کہیں ان

کے انفاق فی سبیل اللہ کی تحسین فرمائی کہیں ان کو اپنی نصرت ومدد کے

وعدے دیئے.........کہیں انہیں فتح کی بشارتیں سنائیں۔

غرضیکہ میں نے پوری کوشش کی ہے کہ میں اصحاب رسول کی

مقدس جماعت کو قرآن کے آئینے میں پیش کروں.........اور یہ حقیقت

دنیا والوں پر اور خاص کر کے اہل علم پر واضح کروں

کہ اصحاب رسول تاریخی شخصیت نہیں بلکہ قرآنی شخصیات ہیں۔

یعنی اصحاب رسول کو.........اور اصحاب رسول کی مقدس جماعت

میں سے کسی ایک صحابی کو بھی تاریخ کے اوراق میں نہیں دیکھتا (کیونکہ وہ

تاریخی شخصیت نہیں)

بلکہ اصحاب رسول کے ہر ہر فرد کو اور ایک ایک شخص کو قرآن کے

صفحات میں دیکھتا ہے۔

(کیونکہ وہ قرآنی شخصیات ہیں)

چنانچہ میں نے قرآن مجید کی تین سو تیرہ آیات کے آئینے میں

اصحاب رسول کی شخصیات کو دکھانے کی کوشش کی ہے۔

انصاف اور انابت کی نگاہ سے دیکھنے والا دیکھے گا کہ محمد عربی ﷺ

کے ساتھی اور صحابہ کا چہرہ اور قلب کتنا صاف، اجلا اور اجلی ہے۔

اصحاب رسول کا دامن کتنا بے داغ ہے.......... وہ کتنے پاکیزہ اور مقدس لوگ تھے کہ دلوں کے بھید جاننے والا.......... ان کے دلوں کو پرکھنے کے بعد اعلان کرتا ہے:

وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَ زَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَ كَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَ الْفُسُوْقَ وَ الْعِصْيَانَ۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ

اصحابِ رسول

قرآن کے آئینے میں ہستی کے قرینے
تا حدِ نظر پھیلے ہیں انمول خزینے

ہیں مثل ستاروں کے مری بزم کے ساتھی
اصحابؓ کے بارے میں یہ فرمایا نبیؐ نے

ہیں آپؐ کے ہاتھوں ہی سے ترشے ہوئے ہیرے
اسلام کے دامن میں یہ تابندہ نگینے

بعد اِن کی محبت کے سفر صرف تھکن ہے
منزل کوئی پائے گا نہ پائی ہے کسی نے

نصر اللہ مہر

کے قلم سے قرآن مجید کی انتہائی آسان اور عام فہم تفسیر عنقریب منظر عام پر آرہی ہے۔ جس سے علمائے کرام، طلباء اور عوام الناس یکساں مستفید ہوں گے۔

شعبہ نشر واشاعت والمکتبۃ الحسینیہ 0334-7532005 0301-2827761

جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ
سرگودھا پاکستان